قل هو الله احد

هو الذي جعل الشمس ضياء والقمر نورا

اندنون مین خاص و عام اہل اسلام کو علم عقائد کے جاننے کی اشد ضرورت سمجھکر مولوی
سید شمس الدین احمد صاحب [illegible] نے یہ کتاب فیض انتساب اردو زبان مین ۱۳۱۲ھ
مین تالیف فرمائی اور نام اسکا

ضیاء شمس الاسلام فی علم التوحید والکلام

معروف بہ

عقائد شمسی ۱۸۹۵ء

اور تمام مسلمانون کی خدمت بابرکت مین بطور ہدیہ
پیشکش کیا جزاہ اللہ تعالی فی الدارین خیراہ

مطبع مطلع العلوم مرادآباد مین
باہتمام منشی امجد علی طبع ہوا
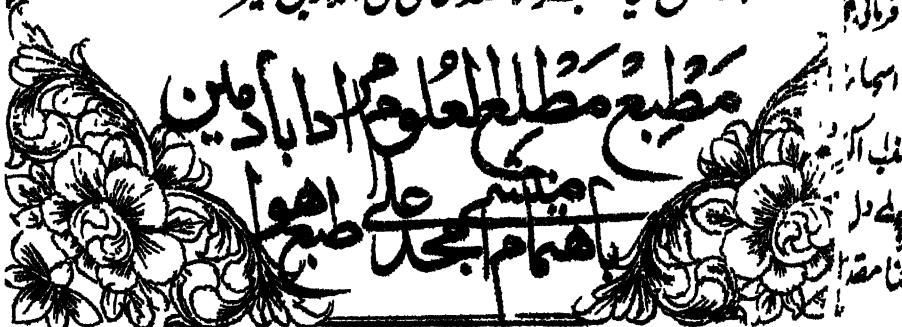
ابی بکر الصدیق وسر حلقہ اعوان دین عادل بالیقین پشت وپناہ شرع متین خلیفہ ثانی امیر المومنین فاروق عمر بن الخطاب رضؓ وکان حیا دریاے سخا خلیفہ ثالث امیر المومنین عثمان بن عفان رضؓ وامام العارفین قدوۃ الواصلین پیشواے ائمہ دین یعسوب المسلمین خلیفہ چہارم امیر المومنین ابن عم مصطفی زوج حضرت بتول یعنی علی مرتضی کرم اللہ وجہہ ونیز تحت وثنا او پر جگر گوشہ ہاے رسول الثقلین امام القبلتین فرزندان شیر خدا دلبندان سیدۃ النسا جدان امجد غوث الاعظم پیر کرم سر خیل اولیا حضرت محی الدین عبد القادر جیلانی یعنی حضرت امام حسن اور سید الشہدا امام حسین رضوان اللہ تعالی عنہم ۔ اما بعد حقیر فقیر خاکسار ناچیز سید شمس الدین احمد صفوی حسنی ابن جناب فیضمآب سید علاؤ الدین صاحب [illegible] ان کمترین کی پیدایش او دیپور میواڑ میں ہوئی اور بہ سرپرستی ومہربانی جناب سید امام الدین [illegible] برادر [illegible] والد بزرگوار یعنی میرے حقیقی چچا ہین پڑھنے لکھنے کا سلسلہ جاری ہوا نیز والد بزرگوار کی بھی تحصیل علوم تاکید کافی ووافی تھی چنانچہ فن [illegible] مولانا استاذنا سر چشمہ علوم معقول ومنقول مولوی نور الدین احمد صاحب متوطن شہر بدایوں کی خدمت مین پڑھنے کا اتفاق ہوا اسی اثنا مین مولانا ممدوح کی تقرری بعہدہ سررشتہ داری پوسٹ آفس بڑگو الیار مین ہوگئی بعد اسکے خوبی قسمت وطالع بایمنت سے حضرت مولانا واکرمنا حاوی معقول ومنقول جامع فروع واصول محقق الملت پاک طینت صاف سیرت درویش صفت سر چشمہ اخلاق منبع لطف واخلاص معتمد راج میواڑ حضرت مولوی عبد الغنی خان صاحب رامپوری ابن جناب مولوی عبد العلی خان صاحب نبیرہ حاجی محمد سعید صاحب محدث تیراہی ولی اللہی نے خاص زمرہ تلامذہ مین اپنی عنایت غربا پروری سے بلا عوض اس ہیچمدان کو داخل فرماکر استفادہ علوم دینیہ ودنیویہ سے بہرہ مند فرمانا شروع کیا اور اپنے اوقات گرانمایہ کو کمال شفقت خرد نوازی سے درس تدریس مین صرف فرمایا تھوڑے دنون بعد بطفیل فراست قدسی جناب موصوف کتب درسیہ فارسی وعربی مین استعداد بہم پہنچائی کہ اسی اثنا مین ایک روز یہ خیال خود بخود بالقاے ربانی سے دل مین پیدا ہوا کہ اس زمانہ آزادی مین پابندی مذہب اکثر کم ہوتی جاتی ہے بوجہ نہ معلوم ہونے عقاید اسلام ومسائل علم کلام جو اصل اصول دینیہ کی پہلے دل مین آتا ہے بلا غور وفکر زبان پر لے آتا ہے خاصکر ایسے وقت مین بلکہ ہر حالت مین علم کلام کا جاننا مقدم اور واجب ہے جبکہ کسیکو اپنے عقائد کی مطلق خبر نہ ہو تو پھر دین کیسا اور ایمان کیسا اس لیے

ہر مومن کو چاہئے کہ پہلے اپنے عقائد کو مضبوط کرے کیونکہ عقائد بنیاد ایمان کی ہی۔ علم کلام زبان عربی مین معہ دلائل حجت کے علماء و حکمائے دین اسلام نے کہ جنکو متکلمین بھی کہتے ہین خوب شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہی اور اس زمانہ مین بوجہ فکر معیشت سوائے فنون حساب و تاریخ جغرافیہ۔ اقلیدس انگریزی۔ وغیرہ نوبت پڑھنے علوم عربیہ کی بہت کم آتی ہی اس لئے ایسی کتاب علم کلام مین بزبان اردو لکھی جاوے کہ ہر خاص و عام کو مفید ہو۔ غور کر دیکھا گیا تو شرح عقائد نسفی مختصر اور خلاصہ زبان عربی مین نظر آئی کہ جسکے مصنف اور شارح دونون معتبر اور مستند علماء سے ہین مصنف انکے پیشوائے علماء اسلام نجم الملت عمر نسفی رحمہ اور شارح علامہ زمان سعد الدین تفتازانی اعلی اللہ درجہا فی دار السلام مناسب وقت یہی جانا کہ ترجمہ اس کتاب کا بکم و بیشی بعض مضامین خلاصہ ولب لباب لیکر زبان اردو مین ہو جاوے تو بہتر ہی بمقتضائے شوق دلی ہمدردی اہل زمان و بہ ترغیب عالی جناب حضرت مولینا محمد حبیب الرحمن خانصاحب کلیانی سپرنٹنڈنٹ پولیس و جج عدالت خفیفہ ریاست اودیپور میواڑ مدظلہم العالی و بخواہش چند احباب آغاز ترجمہ کیا گیا اور چند فوائد ضروریہ متعلقہ ما نحن فیہ اور کتابون سے مثل عقیدہ حقانی و تنقید الکلام و تکمیل الایمان وغیرہ تلاش کر اس مین شامل کر دئے گئے اور نام اسکا **ضیاء شمس الاسلام فی علم العقائد والکلام** عرف **عقاید شمسی** رکھا۔ امید شہسواران میدان مباحث و بلاغت عالی مراتب والا مناقب بلند پایگاہ و دقیقہ شناسان ساحت معرفت مضمون رس باریک نگاہ عفو کاران جرائم نا ملایم سے یہ ہے کہ اگر کسی جا سہوًا خطا ہو گئی ہو تو بقلم اصلاح درستی فرما دین ع

برکریمان کارہا دشوار نیست۔ بمقتضائے الانسان مرکب من الخطاء والنسیان اور طعنہ زنی سے معاف فرما دین۔ ان اللہ یحب المحسنین۔

مقدمہ در باب اصول علم التوحید و الکلام

جاننا چاہئے کہ علوم شرعی مین اشرف مباحث اور افضل مقاصد مسلم توحید قرار دیا ہی اس لئے اسکا اول سیکھنا مقدم اور واجب رکھا پہلے زمانہ مین صحابہ اور تابعین ببرکت صحبت حضور پرنور صلعم پاک طبیعت اور نیک خصلت تھے اور باہم اختلاف نہ تھا بعد اس زمانہ کے بسبب واقعات و حادثات اکثر اختلاف مین الاقوال

واقع ہوا اور بعض اشخاص مخالف اعتقاد ہو گئے اور ہر مسئلہ کا رجوع علماء دین کی طرف ہونا شروع ہوا تو علماء نامدار اور فضلاء کامگار نے ہر مسئلہ کو موجّہاً و استدلالاً و اجتہاداً استنباط کر کے خار شکوک و شبہ کی بیخ کنی فرمائی غرض کہ مخالف اعظم اہل اسلام مین فرقہ معتزلہ ہوا بانی اس فرقہ کا واصل بن عطا ہی وجہ تسمیہ معتزلہ یون ہی کہ ایک روز حسن بصری رحمۃ (جو حسن و عمدہ تابعین تھے) کی مجلس مین منجملہ تلامذہ اونکے واصل نے بیان کیا کہ مرتکب گناہ کبیرہ نہ مومن ہی نہ کافر پس حسن بصری نے فرمایا کہ واصل نے ہمسے اعتزال کیا (گوشہ گیر ہوا) اور واصل اور اتباع اوسکے اپنے آپ کو اہل التوحید و اصحاب العدل کہتے ہین۔ اور اس بات کے معتقد ہین کہ اللہ جل و علی شانہ کو واجب ہی ثواب دینا مطیع کو اور عذاب دینا عاصی کو اور صفات قدیمہ خدا تعالے سے منکر ہین اور اکثر براہین و اصول احکام شرعیہ کے لئے علم فلسفہ کا استعمال کیا یہانتک کہ مذہب اونکا چل نکلا۔ نقل ہی کہ فرقہ معتزلہ مین سے شیخ ابو الحسن اشعری نے اپنے استاد ابی علی جبائی سے دریافت کیا کہ تین بھائی مر گئے کہ اونمین سے ایک مطیع دوسرا عاصی تیسرا صغیر تو بتلاؤ کہ بعد مرنے انکا کیا حال ہوگا پس جواب دیا جبائی نے کہ نمبر اول ثواب پاویگا جنت مین اور نمبر دوم عذاب پاویگا دوزخ مین اور نمبر سوم نہ ثواب پاویگا اور نہ عذاب۔ پھر سوال کیا اشعری نے کہ اگر نمبر سوم بارگاہ ایزدی مین یہ التجا کرے کہ اے پروردگار عالم مجکو کیون بڑا ہونے نہ دیا کہ مین بھی ایمان لاتا اور اطاعت کرتا تا کہ جنت مین ثواب پاتا۔ جبائی نے جواب دیا کہ اللہ پاک فرماویگا کہ اگر تجھکو چھوٹا نہ مارتا تو بڑا ہو کر گناہ کرتا اور پھر دوزخ مین جاتا اس لئے مرنا تیرا بہتر ہوا پھر اشعری نے سوال کیا کہ اگر نمبر دوم یہ التجا کرے کہ یارب تو نے مجکو کیون بڑا ہونے دیا کہ لائق اس سزا کے ہوا۔ اگر مجکو لڑکپن مین یعنی صغیر ہی مار دیتا عذاب دوزخ نہ دیکھتا اسوقت خدا تعالے کیا جواب فرمائیگا۔ جب یہ سوال جبائی نے سنا متحیر ہو گیا اور کچھ جواب بن نہ آیا پس اشعری نے اسکا مذہب چھوڑ کر معہ اتباع اپنے کے معتزلہ کی رائے باطل کرنے کو مشغول ہوا اور طریقہ اہل سنت و جماعت کا ثابت کیا اور اپنے آپ کو اسی نام سے موسوم کیا۔ چنانچہ اسی نظر سے انکو اشاعرہ بھی کہا جاتا ہی۔ پھر بعہد خلفای اول عباس فلسفہ کا ترجمہ یونانی زبان سے عربی مین کیا گیا بلکہ اکثر استعمال فلسفہ کا علم کلام مین ہوا اور علم طبعیات و الہیات و ریاضیات بھی لکھے گئے اور جو باتین خلاف شریعت تھین اونکی تردید کی گئی۔ حاصل کلام یہ مسلم بنیاد احکام شرعیہ و رئیس علوم دینیہ ہے

اور جن لوگون نے علم فلسفہ دیکھنے سے منع کیا بلکہ مورد طعن ٹھیرایا یہ اُن شخصون کے واسطے سمجھنا چاہیے جو تعصب اور تحصیل یقین سے عاجز اور مفسد عقائد اہل اسلام ہین ورنہ کوئی صورت سے منع نہین بلکہ شریعت نے مسائل مدلل بیان کرنے کی غرض سے پڑہنا واجبات اور اساس مشروعات سے لائق ہے سب نزدیک فرض کفایہ ہے کیونکہ جب کسی مخالف معقول سے کام پڑے تو اُسکو دلائل عقلی سے قائل کردیا جاتا۔

حدود وغیرہ

(۱) احکام شرعیہ دو قسم ہین ایک فرعیہ وعملیہ دوسرا اصلیہ واعتقادیہ۔ فرعیہ عملیہ جیسے نماز پڑھنا روزہ رکھنا وغیرہ اصلیہ واعتقادیہ جیسے ذات وصفات اللہ پاک اور اس کو قادر اور قدیم جاننا وغیرہ

(۲) جو علم متعلق نوع اول ہی اُسکو علم الشرائع واحکام شرایع کہتے ہین اور جو متعلق قسم دوم ہی اوسکو علم توحید وعلم صفات کہتے ہین۔

(۳) فقہ وہ علم ہے جس سے احکام عملیہ کا مفصل حال معلوم ہو۔

(۴) اصول فقہ وہ ہی جس سے فائدہ احکام عملیہ کا مجمل دلائل سے معلوم ہو۔

(۵) علم کلام وہ ہے کہ مفصل دلایل سے عقاید معلوم ہو۔

(۶) علم توحید جس مین اللہ پاک کے وجوب و وحدانیت کا حال ہو۔

(۷) وجہ تسمیہ علم کلام کی آٹھ طرح پر بیان کی گئی ہے۔

(الف) یہ ابتدا شروع ہر مباحث کا لفظ کلام سے ہے اس لئے کلام نام رکھا۔

(ب) مسئلہ کلام الٰہی کا مشہور بحثون مین سے ہے اکثر اہل حق بوجہ قائل ہونے اس بات کے کہ قرآن شریف غیر مخلوق ہی بعض متغلب لوگون کے ہاتھ سے مقتول ہوتے۔

(ج) علم کلام قدرت بخشتا ہی تحقیق شرعیات مین کلام کرنے پر جیسا کہ علم منطق فلسفی کو قادر کرتا ہے الزام خصوم پر۔

(د) ہر علوم پڑھا جاتا ہی یا پڑھایا جاتا ہے تو ابتدا اسکی کلام ہی سے ہوتی ہی مثلاً بسم اللہ الرحمن الرحیم اسیطرح ابتدا اور بنا ایمان کی اس علم سے ہی اسلئے علم کلام کہنے لگے۔

(ھ) کبھی مباحثہ مین دور کلام واسطے فہمایش باہم یکدیگر ہوا کرتا ہے۔
(و) جب کبھی اختلاف کسی مسئلۂ اعتقادی مین ہوتا ہے تو علم کلام ہی کی طرف حاجت ہوتی ہے
(ز) کبھی حق بات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے ان الفاظ سے کہ در اصل کلام یہ ہے۔ اس معنی
کا لحاظ کر نام رکھا گیا۔
(ح) اس علم کی بنا دلائل قطعیہ معہ دلائل سمعیہ ہے اس لیے بہ نسبت اور علوم کے زیادہ تر دل
مین موثر ہے اور کلام مشتق ہے کلم سے اور معنی کلم کے زخم ہین۔
(۸) مخالف۔ قرآن و حدیث سے خلاف کرنے والا۔
(۹) حادث۔ نو پیدا۔
(۱۰) عنادیہ عندیہ لا ادریہ فرقہ ہاے مخالف کے نام ہین جسکو سوفسطائیہ کہتے ہین۔
(۱۱) نظری و کسبی۔ جو غور و فکر سے حاصل ہو جیسے تصور جن و ملائکہ۔ یا عالم حادث ہے اور صانع
موجود ہے۔ ایسے امور مین ترتیب مقدمات اور ترکیب کلمات سے نتیجہ نکالنا پڑتا ہے۔
(۱۲) ضروری و بدیہی۔ جو بلا نظر و کسب حاصل ہو جیسے کل بڑا ہے جزو سے عدد دو نصف ہے چار کا
باقی علی ہذا القیاس۔
(۱۳) فلاسفہ۔ حکما۔ دانشمندان فلاسفہ جمع فلسفی کی ہے اور فلسفہ حکمت کو کہتے ہین اور حکمت سے
مراد بقدر طاقت بشری حقیقت اشیاء کی معلوم کرنا۔
(۱۴) سوفسطائیہ۔ حکما باطل اور کج فہم کو کہتے ہین اور یہ سفسطہ سے مشتق ہے اور سفہ۔ ملمع حکمت
ملمع و آراستہ کو کہتے ہین۔

تنبیہ

چند علامات لکھی جاتی ہین جو اس کتاب مین درج کی گئی ہین۔
لمعان بجاے باب اور شعاع بمنزلہ فصل جاننا چاہئیے۔
م ۔ سے مراد متن کتاب ہے۔
ش ۔ شرح متن کتاب ترجمہ شدہ۔

مصـ- مخفف مصنف۔
رحمہ- مخفف رحمۃ اللہ علیہ
صلعم- مخفف صلی اللہ علیہ وسلم
رضـ- مخفف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ف- مخفف فائدہ از جانب مترجم یعنی کسی جگہ مضمون مفید لکھا جاتے تو اشارہ مضمون از جانب مترجم ہے

تعریف علم کلام

غرض اس علم سے شرک وکفر سے بچنا وحفظ دین وایمان۔

منفعت علم کلام

عقائد باطلہ سے خود بچنا اور دوسرے کو بچانا۔

موضوع علم کلام کا

وجود صانع ودیگر اعیان و اعراض یعنی صانع کا واجب ہونا اور ماسوی کا حادث ہونا۔

مقصد علم کلام کا

وجود محدثات سے وجود صانع وتوحید وصفات اوسکی کا ثابت کرنا اس لئے ابتدا کتاب کی دریافت وجود اعیان واعراض مین جو معائنہ ومشاہدہ مین ہین لازم آیا۔

لمعان پہلا ثبوت ذات وصفات اللہ پاک کے واجب اور قدیم ہونے مین اور ماسوی کا حادث ہونا

(شعاع اول ثبوت حقیقت اشیا مین)

مصـ- اہل حق فرماتے ہین کہ حقایق اشیاء اور علم اونکا ثابت اور متحقق ہے برخلاف فرقہ سوفسطائیہ کے
ش- حق اوسکو کہتے ہین جو مطابق واقع کے ہو اور اطلاق لفظ حق کا بہ نسبت اقوال وعقائد و ادیان و مذاہب کیا جاتا ہے اور مقابل اسکے لفظ باطل بولا جاتا ہے۔ لفظ صدق مخصوص ہے اقوال کو

اور مقابل اسکے کذب ہے۔ حقیقت شی اسکو کہتے ہین کہ در اصل جو شی جسطرح ہو اوسی صورت پر ہو مثلاً دلالت حیوان ناطق کی انسان پر برخلاف ضاحک وکاتب کے کیونکہ ضحک وکتابت عوارض سے ہے نہ ذاتی تصور انسان دال ہے حیوان ناطق پر نہ کہ ضاحک وکاتب پر۔ غرض اصطلاح کی تعریف کو اہل منطق حد تام کہتے ہین۔ اور نسبت ہر شی کی باعتبار اوسکے تحقق کے کہا جاتا ہے حقیقت اور باعتبار تشخص اوسکے ہویت جاننا چاہیے کہ فرقہ سوفسطائیہ کی تین نوع ہے۔ نوع اول فرقہ عنادیہ ہے اور یہ منکر ہے حقایق اشیا سے اور گمان کرتا ہے کہ حقیقت الاشیا وہم وخیالات باطلہ ہین نوع دوسری فرقہ عندیہ ہے یہ معتقد ہے کہ جو جسطرح تصور کیا جائے اوسی طرح متصور ہو سکے جیسا کہ اعتقاد کرین کسی چیز کا کہ جوہر ہے بس جوہر ہے اور اگر عرض ہے بس عرض ہے یا قدیم ہے تو قدیم اگر حادث ہے تو حادث نوع تیسری فرقہ لا ادریہ ہے اور یہ ثبوت شی ولا ثبوت شی سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم کچھ نہین جانتے۔ متکلمین فرماتے ہین کہ ثبوت بعض اشیاء کا بالعیان اور بعض کا بالبیان یقیناً وبداہتاً ثابت ہے۔

ف حقایق اشیا کا ثابت ہونا امر بدیہی ہے کیونکہ نار درحقیقت محرق ہے اور پانی در اصل بارد ہے علی ہذا القیاس وغیرہ وغیرہ ورنہ وہماً وقیاساً طبیعت کو خلجان مین ڈالنا امر دیگر ہے۔ انتہی

سچ ہے کہ اس قسم کے لوگون سے مناظرہ کرنا مناسب نہین خصوصاً فرقہ لا ادریہ سے کہ ثبوت شی ولا ثبوت شی سے لاعلمی بیان کرتا ہے بلکہ انکے ساتھ مناظرہ یہی ہے کہ آگ مین یا برف مین ڈالدیے جادین یا تو اقرار کرینگے یا جل جاوینگے خواہ ٹھٹھر جاوینگے۔

م - اسباب علم مخلوق کے واسطے تین ہین۔ حواس سلیمہ۔ اور خبر صادق - عقل - حواس پانچ ہین۔ سمع - بصر - شم - ذوق - لمس -

ش - اصطلاح متکلمین مین علم اسکو کہتے ہین جو مقابل ظن کے ہو یعنی یقینی جاننا کہ جس مین بالکل شک نہو اور ادراک حواس کو شامل ہے نہ ادراک عقل کو جیسا کہ اہل منطق وفلاسفہ حواس باطنی مانتے ہین یعنی حس مشترک - خیال - وہم - قوت متصرفہ - حافظہ اور متکلمین فقط عقل کے قائل ہین اور عقل کو ہی کافی جانتے ہین اور باقی حواس باطنی کو صفات عقل جانکر علیحدہ گردانا ضرور نہ سمجھا - حواس جمع ہے حاسہ کی اور عقل حاکم ہے حواس خمسہ باطنی پر - معلوم کرنا چاہیے کہ سمع ایک قوۃ کا نام ہے جو کانون

کے سوراخ کے اندر پٹھوں مین رکھی گئی ہی اور بذریعہ ہوا کے آواز کا اُس قوت تک پہنچنے سے نفس کو ادراک حاصل ہوتا ہی۔ بصر۔ وہ ایک قوۃ ہی کہ درمیان دو مجوف پٹھون کے جو باہم ملکر پھر جدا ہوکر دونوں آنکھون پر پہنچے ہین رکھی گئی ہی کہ جسکے ذریعہ سے سیاہ سفید۔ اور اشکال و مقادیر و حرکات و حسن و قبح سب دریافت کئے جاتے ہین قدرت خالق سے وقت استعمال اس قوۃ کے نفس کو ادراک حاصل ہو جاتا ہی صورت دونون پٹھون مجوف کی یہ ہے۔

مقدم دماغ

مجمع النور

ہکذا ۱۲

عین عین

شم۔ اُس قوۃ کا نام ہی کہ درمیان دو پارہ گوشت کے مقدم دماغ مین مانند سر پستان مرد و عورت اوگنے والے ہین رکھی گئی ہی جب بتوسل ہوا خوشبوئیات خواہ تعفنات وغیرہ اُس قوت تک پہنچتی ہین تو معلوم ہوتی ہین۔ ذوق۔ وہ قوت ہی کہ درمیان پٹھے جرم زبان منتشر کی گئی ہی جب منھ مین رطوبت لعاب مخلوط ہو جاتی ہی تو لذت طعام وغیرہ دریافت ہو جاتی ہی۔ لمس اُس قوت کو کہتے ہین کہ جو تمام بدن مین پھیلی ہوئی ہی حرارت برودت رطوبت یبوست وغیرہ وقت چھونے کے معلوم ہو جاتی ہی۔ غرض کہ اُس حکیم مطلق نے جو قوتین پیدا کی ہین اونسے وہی کام لئے جاتے ہین جو اونسے مخصوص ہین جیسے سمع واسطے اصوات کے اور ذوق واسطے طعوم کے اور شم واسطے روائح کے علی ہذا القیاس مگر قوۃ سمع سے جو کام نکلتا ہی وہ قوت ذوق سے نہین نکلتا اور جو کام اُس سے نکلتا ہی وہ دوسری قوت سے نہین نکلتا۔ اگر کہا جاوے کہ ذائقہ سے حلاوت اور حرارت دونون معلوم ہوتی ہو جواب اسکا یہ ہی کہ حلاوت بذریعہ ذوق معلوم ہوتی ہی اور حرارت قوت لمس سے جو زبان اور تمام بدن مین یکسان موجود ہے ہان خداوند تعالے قادر ہی اگر چاہے تو ایک قوت سے دوسری قوت کا بھی کام نکال سکے۔

ف۔ علم۔ اصطلاح منطق مین حاصل ہونا صورت شی کا نزدیک عقل کے یعنی جاننا کسی شی کا موجود ہو یا غیر موجود اور ادراک حواس اور ادراک عقل اور تصورات و تصدیقات یقینیہ و غیر یقینیہ سب کو شامل ہی علاوہ اسکے اور تین چار قسم سے تعریف کی ہی مگر طوالت کلام مناسب نہ جانکر اسی پر اکتفا کیا غرضکہ ماحصل یہی ہے۔

بیان دوسرے سبب کا منجملہ اسباب علم

م - خبر صادق دو طرح پر ہے - خبر متواتر - و خبر رسول جسکو خبر ثابت بھی کہتے ہین - خبر متواتر سبب ہے علم ضروری کے لئے جیسے علم بادشاہون گذشتہ اور دور کے شہرون کا -

ش - پس اس جگہ دو امر ہین اول تو یہ کہ خبر متواتر موجب ہے واسطے علم کے چنانچہ علم مکہ و بغداد کا خبر متواتر سے ثابت ہے گو کسی نے ان شہرون کو نہ دیکھا ہو مگر انکے ہونے مین کسی جاننے والے کو شک نہین کسلئے کہ اکثر آدمی کہتے اور دیکھتے چلے آئے ہین - از روے عقل یہ خبر یقینی ہے دوسرا امر یہ ہے کہ خبر متواتر سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ بھی ضروری ہے عقلمند اور وہ بھی جو ترتیب مقدمات اور ترکیب اکتساب سے بہرہ نہ رکھتے ہون جان لیتے ہین اور خبر نصاری کی واسطے قتل عیسی علیہ السلام کے اور یہود کی ہمیشہ جاری رہنے دین موسی علیہ السلام کے ہے لیکن یہ تواتر ممنوع ہے کیونکہ بخبر انکے دوسرے اس کلام کی تائید نہین کرتے بلکہ ہمیشہ ردّ و کد ہوتی ہے -

سوال - خبر واحد کی ظنی ہے پھر باہم ظنیات کے ملنے سے کسطرح درجہ یقینی مانا جاوے -

جواب - دیکھو کئی تار کچے سوت کے باہم بٹنے سے کسقدر مضبوط ہو جاتے ہین اگر ایک تار سوت کا لیکر توڑین تو آسانی سے ٹوٹ سکتا ہے مگر کتنے ہی تار کے ملانے سے ایسی قوت ہو جاتی ہے کہ بہت زور کرنے پر بھی نہین ٹوٹ سکتے اسی طرح تصور کرنا چاہئے کہ ہر واحد کے متفق ہونے سے جماعت کثیر بنجاتی ہے پس جماعت کثیر کا کہنا قابل اعتبار ہے - البتہ فرقہ سمنیہ و براہمہ کہتے ہین کہ خبر متواتر مفید بالیقین نہین بہر کیف یہ کہنا انکا لغو ہے بلکہ انواع ضروری مین کبھی اختلاف بواسطہ تفاوت ممارست اور الفت اور تصورات اطراف احکام واقع ہو جاتا ہے - سوائے اسکے سوفسطائیہ از روے مکابرہ و عناد کلام ضروریات مین اختلاف بتلاتے ہین ورنہ کوئی تفاوت کی وجہ نہین -

بیان خبر رسول

م - خبر رسول بالاستدلال حاصل ہے اور اسکے ذریعہ سے علم ثابت ہے -

ش - مراد رسول سے بیان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور استدلال دو قسم ہے ایک تو بلا ترتیب مقدمات بسبب صحیح نظر ہونے کے جیسے بمجرد تصور عالم وجود صانع تعالی کو جاننا اسکو بدیہی کہتے ہین دوسری بہ ترتیب مقدمات چنانچہ عالم حادث ہے اور جو حادث ہو پس اسکے واسطے صانع کا ہونا

ضروری ہے اُسکو نظری کہتے ہیں۔ غرضکہ خبر رسول باستدلال موجب ہے علم قطعی کا۔ علم قطعی وہ ہے کہ جو شک اور شبہ سے پاک ہو مثلاً محسوسات وبدیہیات و تواترات اور کسی کے شبہ ڈالنے سے شک نہ پیدا ہو اگر شک آجاوے تو اُسکو جہل او ظن اور تقلید کہتے ہیں۔

سوال۔ خبر رسول خبر متواتر میں شامل ہے کیونکہ علم خبر رسول بذریعہ تواتر حاصل ہوتا ہے نہ از روی استدلال پس استدلالی کہنا کچھ ضرور نہیں۔

جواب۔ خبر رسول استدلالی از روے مضمون مدلل مقصود ہے البتہ خبر متواتر سے ثبوت لیا جاتا ہے کہ آیا یہ قول رسول کا ہے یا نہیں خبر واحد پر اعتبار نہیں کیا جاتا۔ اور استدلال اس معنی کر کہا جاتا ہے کہ مضمون اُسکا مدلل اور بدیہی ہوتا ہے چنانچہ **قال رسول اللہ صلعم البینة علی المدعی والیمین علی من انکر** یعنی گواہ مدعی پر اور قسم منکر پر پس اس قول سے صاف استدلال ظاہر ہے۔

سوال۔ خبر صادق۔ خبر متواتر اور خبر رسول پر منحصر نہیں ہو سکتی کیونکہ خبر صادق کئی قسم سے ہو سکتی ہے مثلاً خبر اللہ تعالے اور خبر ملک اور خبر اہل اجماع اور خبر مقرون۔ خبر مقرون وہ ہے کہ بسبب قرینہ معلوم ہو جیسے کسی بادشاہ یا امیر کی سواری آتی ہو اور خلقت اوسکے دیکھنے کو دوڑی جاتی ہو تو قرینہ سے صاف معلوم ہوگا کہ فلان بادشاہ یا امیر آتا ہے۔

جواب خبر اللہ تعالے اور خبر ملک شامل ہے خبر رسول میں اور خبر اہلِ اجماع شامل ہے خبر متواتر کو قطع نظر خبر مقرون کہ وہ دلالة عقلی سے معلوم ہوتی ہے پھر کیونکر خبر صادق دو نوع ہوئی۔

بیان تیسرے سبب کا منجملہ اسباب علم

م۔ عقل بھی منجملہ اسباب علم ایک سبب ہے اور بذریعہ اوسکے جو کچھ بالبداہت ثابت ہوتا ہے اُسکو ضروری کہتے ہیں اور جو باستدلال ثابت ہوتا ہے اوسکو اکتسابی کہتے ہیں۔

ش۔ عقل قوت نفس یعنی قوت مدرکہ کو کہتے ہیں کہ وقت سلامت ہونے آلات حس اوسکے ذریعہ سے ادراک حاصل ہوتا ہے اور بعض عقل کو جوہر مانتے چنانچہ تعریف جوہر کی آگے آویگی۔

سوال فرقہ سمنیہ و ملاحدہ تمام نظریات میں عقل کو منجملہ اسباب علم نہیں مانتے اور بعض فلاسفر فقط الٰہیات میں نہیں مانتے اسواسطے کہ اختلاف اور تناقض رائے اکثر الٰہیات میں ہوا ہے پھر کیونکر عقل کو

اسباب علم مین جانا جاوے۔
جواب واقع ہونا اختلاف کا بسبب فساد نظر ہی اور فساد نظر کے باعث تناقض وتخالف راے ہی
پس عقل سلیم باعث اختلاف نہین بلکہ از روے تحقیق اسباب علم سے مقصد یہ ہی علاوہ اسکے وہ خود حصہ
سبب مین یعنی قوت مدرکہ کا اسباب علم سے ثابت کرنے مین وہیں مذکور بصدد لاتے ہین اسی استدلال
اثبات ہوتا ہی کہ عقل بھی اسباب علم سے کوئی چیز ہے پھر آپ ہی انکار کرتے ہین یہ صاف تناقض ہی کسی
حالت مین اجتماع النقیضین جائز نہین۔ یا یون کہا جاوے کہ نظر صحیح مفید ہی واسطے علم کے اگر بطریق ضروری
ہوگی تو اس مین اختلاف واقع نہ ہوگا جیسا کہ عدد واحد نصف دو کا ہی یا وہ نظر نظری ہوگی تو لازم ہوگا
اثبات نظر کا نظر سے۔
جواب۔ کبھی اختلاف ضروری مین واقع ہوتا ہی یا تو بسبب عناد یا بسبب قصور ادراک کس لئے کہ بسبب
فطرت عقول متفاوت ہین بلکہ اتفاق عقلا کا اسی پر ہی اور شہادت انبیا سے بھی ثابت ہی اور نظری
کبھی ثابت ہوتی ہی بنظر مخصوص ہان نظر سے نظر کا اعتبار نہین چنانچہ کہا گیا کہ عالم متغیر ہی
اور جو متغیر ہو وہ حادث ہی پس عالم حادث ہی یہ ترتیب مقدمات بالبداہت علم کو مفید ہی لیکن مفید
ہونا نظر سراسری سے نہین ہی بلکہ اسوقت مفید ہی کہ جب نظر صحیح ہو پس جو نظر صحیح ہوگی وہ علم کو مفید ہوگی
تفصیل حول اس کتاب مین مناسب نہین ہی۔ **ضروری**۔ جسمین تفکر اور غور کی حاجت نہ ہو جیسے کل
بڑا ہی جزو سے۔ **استدلالی**۔ کو اکتسابی بھی کہتے ہین اس مین قیاس کو دخل دیا جاتا ہی خواہ علت
سے معلول کو ثابت کرین جیسے آگ کو دیکھ کر معلوم کیا کہ اسکے لئے دہوان ہے۔ خواہ معلول سے
علت کو ثابت کرین جیسا کہ دہوان دیکھکر معلوم کیا کہ اس جگہ آگ ہی۔ قسم اول کو تعلیل کہتے ہین
اور قسم دوسری کو استدلال۔ اور اصطلاحات اہل منطق مین قسم اول کو برہان لمی اور قسم دوسری کو
انی کہتے ہین۔ اور اکتسابی اعم ہی استدلالی سے کیونکہ استدلالی وہ ہے جو دلیل یا نظر سے حاصل ہو
پس کل استدلالی اکتسابی ہی نہ برعکس جیسے بصارت حاصل ہی قصداً واختیاراً اس مین نظر کا کام نہین
فقط کسب سے حاصل ہی۔
ہم اہل حق کسی شی کی صحت کے لئے الہام کو اسباب معرفت سے نہین جانتے۔

ش۔ الہام کہتے ہین ڈالنے کو یعنی اللہ پاک کی جانب سے کسی کے دل مین کوئی بات پڑجاوے کہ فلان کام یون ہی غرض کہ خود بخود ایک کام کی آگاہی ہوجاتی ہی۔ ظاہر ہی کہ الہام اسباب علم سے نہین ہی یعنی عام خلق کو اوس سے علم حاصل نہین ہوسکتا ورنہ بیشک شخص خاص کو علم حاصل ہوتا ہی چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے الھمنی ربی یعنی الہام دیا مجکو میرے رب نے اور اکثر حکایت بزرگون سے چلی آتی ہین۔ اور خبر شخص عادل کی اور تقلید مجتہد کی مظنون ہی کچھ قطعی نہین اس جگہ علم سے مراد قطعی اور امر یقینی سے ہی ورنہ حصر اسباب تین کا کچھ ضرور نہین تھا۔

شارع دویم حدوث عالم مین

م۔ عالم معہ اپنے سب اجزا محدث ہی۔ اور دو قسم ہی۔ اعیان۔ و اعراض اور اعیان وہ ہی جو قائم بذاتہ ہو خواہ مرکب ہو یا غیر مرکب۔
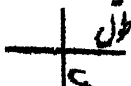
ش۔ عالم۔ سوا اللہ پاک کے جو چیز موجودات سے ہو اسکو کہتے ہین اور ان موجودات سے ذات صانع تعالی کی پہچانی جاتی ہی۔ موجودات کئی طرح پر ہی۔ عالم اجسام اور عالم اعراض اور عالم نباتات اور عالم حیوان وغیرہ پس صفات قدیمہ اللہ جل و علی شانہ کے خارج ہین عالم سے کیونکہ وہ نہ تو عین ذات ہین نہ غیر ذات چنانچہ ذکر اسکا آگے آویگا۔ تمام اجزا سے آسمان اور زمین اور جو چیزین آسمانون مین اور زمین پر ہے مراد لی گئی ہی۔ محدث اسکو کہتے ہین جو عدم سے وجود مین آیا ہو یعنے پہلے نہ ہو اور پھر پیدا ہوا ہو برخلاف فلاسفہ کے کہ وہ قائل ہین قدم آسمانون کے معہ اونکی مادون اور صورتون کے اور شکلون جسمیہ کے اور قدیم ہونے عنصرون کی معہ مادون اور صورت جسمیہ کے لاکن حادث کا تے ہین از رو صورت نوعیہ یا صورت وضعیہ یعنی کبھی کسطرح کبھی کسطرح ہان حدوث ماسوا کے قائل ہین مگر معنی حدوث کے یہ لیتے ہین کہ محتاج ہونا غیر کی طرف نہ بمعنی مسبوق بالعدم۔ پس قول مصنف سے اشارہ دلیل حدوث عالم مین ثابت ہے۔

بیان اعیان

اعیان جمع ہی عین کی اور عین کہتے ہین جو بذات خود قایم ہو برعکس عرض کے۔ غرض کہ دونون حادث ہین اسکا بیان کرتے ہین۔ سوال اعیان کیا ہین۔ جواب اعیان وہ ہی کہ ممکن ہو قیام اونکا بذاتہ خود

اور نزدیک متکلمین معنی قایم بذات خود یہ ہی کہ جو متحیز ہو بنفسہ نہ تابع ہو تحیز اوسکا تحیز دوسرے شے کر بخلاف عرض کہ تحیز اُسکا تابع ہوتا ہی تحیز جوہر کے یعنی قایم ہوتا ہی بذات غیر اور اُس جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ ہو سکے برخلاف وجود جسم کے کہ منتقل ہو سکتا ہی۔ حیز بمعنی مکان اور اصطلاح حکما میں سطح باطنی جسم حاوی کا جو مماس ہو سطح ظاہری جسم محوی کو کہتے ہین غرضکہ دراصل مراد مکان ہی ہے۔ اور فلاسفر معنی شیٔ قایم بذات خود کے اصطلاح بیان کرتے ہین کہ قایم بذات خود یعنی جگہ اور مکان سے بے پروا ہونا اور جو قایم بذات غیر ہی اس حیثیت سے کہ اول نعت ہوتی ہی اور دوسرے منعوت قطع نظر اس سے کہ خواہ وہ نعت متحیز ہو جیساکہ سواد جسم یا غیر متحیز ہو جیساکہ صفات باری تعالےٰ اور مجردات مثل عقول عشرہ وغیرہ۔ اور یہ ظاہر ہی کہ جو ممکن بذات خود ہو وہ عین ہی اور جو ایسا نہ ہو وہ عرض ہی۔ پس عین یا تو مرکب ہوگا یا غیر مرکب۔

بیان مرکب

جو مرکب دو چیزون سے یا زیادہ چیزون سے ہوگا وہ جسم ہی بعض کہتے ہین کہ تین چیزون سے ہوگا اُس وقت جسم بنے گا۔ چنانچہ ابعاد ثلاثہ یعنی طول۔ عرض۔ عمق۔ اور بعض کے نزدیک آٹھ جزون سے جسم کا ہونا ضرور ہی تاکہ تقاطع ابعاد ثلاثہ زاویون قائمہ پر ہو شکل اُسکی یہ ہی

طول

ایسی ایک اور شکل باہم ایک دوسرے پر رکھی جاوے جب عمق پیدا ہوگا گویا ہر چہار جزو ایک ایک شکل کے ملکر آٹھ ہوگئے لیکن یہ بحث لفظی اصطلاح پر موقوف ہی جیسا جسنے چاہا اصطلاح مقرر کرلی بلکہ غرض ہماری اس جگہ یہ ہے کہ ترتیب جسم مین آیا دو جزو کافی ہین یا نہین تو معلوم ہوا کہ ترکیب جسم دو جزون سے ممکن ہی

بیان غیر مرکب کا

غیر مرکب چنانچہ جوہر یعنی وہ عین جو انقسام قبول نکرے نہ فعلاً نہ وہماً نہ فرضاً اُسکو جزو لایتجزی بھی کہتے ہین یعنی ایسا جزو جسکے اور جزو نہو سکے۔ صدر مین الفاظ (غیر مرکب) کو حرف تشبیہ کے ساتھ مشبہ اور لفظ جوہر کو مشبہ بہ بیان کیا ہی مثلاً (غیر مرکب چنانچہ جوہر) اور نہ کہا ساتھ اسم اشارہ کے (وہ جوہر) اس مین نکتہ یہ ہی کہ جو چیز مرکب نہو اس بات پر منحصر نہین ہی کہ مطلقاً اُسکو جوہر یعنی جزو لایتجزی کہین بلکہ لابد ہی ابطال ہیولے اور صورت اور عقول عشرہ اور نفوس مجردہ کا تاکہ تمام ہو حصر جزو لایتجزی کا۔ اور

اہل فلسفہ وجود جوہر فرد یعنی جزو لایتجزی کی اور ترکیب جسم کے اُس سے قایل ہی نہین ہین مثلاً ہیولے
او رصورت وہ کہتے ہین کہ یہ جوہر فرد سے نہین ہین اور متکلمین جزو لایتجزی کے ثبوت مین یہ دلیل
لاتے ہین کہ ایک کرہ حقیقی بناکر اُسکو سطح حقیقی پر تو نہین مس کریگا مگر برابر جزو غیر منقسم کے۔ اگر مس کیا
اُس نے برابر دو جزون کے تو وہ خط ہوا۔ اور کرہ حقیقی درست نہ بنا۔ اور مشائخ دو وجہ بیان کرتے
ہین اوّل تو یہ کہ جب ہر مین منقسم ہو لاالی نہایہ تو اس حالت مین دانہ خردل پہاڑ سے چھوٹا نہ ہوا
کیونکہ بڑائی چھوٹائی اجزا کی بیشی سے ہوتی ہی اور یہان دونون کے اجزا غیر متناہی ہین۔ دوسری
وجہ یہ ہے کہ افتراق جزو لایتجزی کا اللہ پاک کر سکتا ہی کیونکہ وہ قادر ہی۔ اس دلیل سے اعتراض
لازم آتا ہی کہ اگر ممکن ہی افتراق جزو لایتجزی کا یہانتک کہ اور جزو نہ نکل سکے تو عجز جو صورت نقص ہی
نسبت قدرت لازم آویگا اور اگر افتراق غیر ممکن ہی تو لازم ہوگا انقسام لاالی نہایہ۔ غرضکہ کل دلائل
متکلمین اور مشائخ کے ضعیف ہین کیونکہ دلیل اوّل دلالت کرتی ہی ثبوت نقطہ پر اس سے لازم نہین ہوتا ہی
ثبوت جزو لایتجزی کا کس لیے کہ حلول نقطہ کا اُس جگہ حلول سریانی نہین ہی یعنی اُسکے اندر پیوست
نہین ہو جاتا ہی تاکہ لازم آوے عدم انقسام نقطہ سے عدم انقسام اوس محل کا۔ اور دلیل دوسری
تیسری بھی ضعیف ہی کیونکہ فلاسفہ یہ نہین کہتے ہین کہ بالفعل جسم متالف اجزا غیر متناہیہ سے ہے
بلکہ یہ کہتے ہین کہ وہ اجزا قابل ہین انقسامات غیر متناہیہ کو اور اجتماع اجزا کا جسم مین نہین ہی بلکہ چھوٹائی
بڑائی باعتبار مقدار کے ہی نہ باعتبار کمی بیشی اجزا کے پھر کیف ممکن ہی افتراق لاالی نہایہ اور دلائل
انتفاے افتراق لاالی نہایہ ضعف سے خالی نہین ہین اسیواسطے امام رازی نے بھی اس مسائل
مین توقف کیا۔ **سوال** کیا افتراق لاالی نہایہ ممکن ہی یا غیر ممکن ماننے مین کچھ فائدہ ہی۔
جواب۔ ہان بہت بڑا فائدہ جوہر فرد ثابت کرنے مین یہ ہی کہ اکثر ظلمات فلاسفہ (مثلاً اثبات
ہیولی۔ وصورت سے قدم عالم کا اور نفی حشر اجساد) سے نجات متصور ہی اور اکثر اصول حکمت سے
نجات پا سکتے ہین جیسے حکما قائل ہین عدم خرق اور التیام اور حرکت دوامی آسمانون کی نسبت۔
ف اوّل تو یہ جاننا چاہیے کہ انقسام خارجی شی مادی مین ہوتا ہی۔ کہ شی لطیف مین علاوہ اسکے جوہر
فرد یعنی جزو لایتجزی ثابت ہی خارج مین یہ بات نہین ہوسکتی کہ وجود خارجی مین قسمت وہمی لگا یا کرین البتہ

وجود ہی وہما فرض کرلین اور قسمت ہی وہما تو ایسی صورت مین وہم کو وہم کے ساتھ گنجایش ہی اور اس جگہ کلام صریح اور بدیہی مین ہی نہ وہمی مین۔

م۔ عرض وہ ہی جو قایم بذات غیر ہو چنانچہ ذکر اسکا اوپر ہوا حادث ہوتا ہی اجسام اور جواہر مین جیسے الوان۔ اکوان۔ طعوم۔ روائح۔

ش۔ الوان جمع ہی لون کی اور لون رنگ کو کہتے ہین جیسے سیاہ سفید۔ سُرخ۔ زرد۔ سبز اور باقی باہم ترکیب دینے سے ہوتے ہین۔ اکوان جمع ہی کون کی اور کون کہتے ہین ہونا ہئیت خاص کا چنانچہ اجتماع اور افتراق اور حرکت وسکون۔ طعوم جمع ہی طعم کی یہ نو قسم ہی مرارہ یعنی تلخی۔ حرافہ یعنی تیزی۔ ملوحہ یعنی نمکینی۔ عفوصہ یعنی تلخی و ترشی باگرفتگی۔ حموضہ یعنی ترشی قبض یعنی گرفتگی۔ حلاوۃ یعنی شیرینی۔ دسومۃ چکنی۔ تفاہۃ یعنی بے مزہ پھیکی۔ اور انواع بھی ترکیب باہمی سے حاصل ہو سکتے ہین۔ روائح۔ جمع رائحہ یعنی خوشبو یہ کئی قسم ہی انحصار نامون کا نہین ہی جب یہ بات مقرر ہو گئی کہ عالم اعیان اور اعراض سے ہی اور اعیان اجسام ہین یا جواہر یعنی جوہر فرد۔ پس ہم ثبوت دیتے ہین کہ یہ کل حادث ہین۔

بیان اعراض

اعراض بعض بالمشاہدہ اور بعض بالدلیل حادث ہین جیسے حرکت بعد سکون ضو بعد ظلمت اور سیاہی بعد سفیدی جاننا چاہیے کہ قدم منافی عدم کا ہے اگر قدیم واجب بذاتہ ہے تو ظاہر ہی کچھ استدلال کی ضرورت نہین اور اگر قدیم واجب بذات خود نہین ہی تو لازم ہوگا استناد قدیم بطریق ایجاب جیسا صفات ازلیہ اللہ تعالے۔ مثال خارج مین یہ ہی کہ خورشید نکلتے ہی روشنی پھیل جاتی ہی یہ روشنی جرم خورشید کے ساتھ بطریق ایجاب ہی۔ اور قصداً و اختیاراً صادر ہو وہ حادث ہے یہ مثال خارجاً سمجھنے کو دی گئی ہی ورنہ خورشید خود حادث ہی۔

بیان اعیان

(مقدمہ صغری) اعیان حوادث سے خالی نہین ہی۔ اور (مقدمہ کبری) جو حوادث سے خالی نہو وہ حادث ہی۔

(نتیجہ) پس اعیان حادث ہین۔

اہل فلسفہ وجود جوہر فرد یعنی جزو لایتجزی کی اور ترکیب جسم کے اُس سے قایل ہی نہین ہین مثلاً ہیولے
اور صورت وہ کہتے ہین کہ یہ جوہر فرد سے نہین ہین اور متکلمین جزو لایتجزی کے ثبوت مین یہ دلیل
لاتے ہین کہ ایک کرہ حقیقی بناکر اُسکو سطح حقیقی پر تو نہین مس کریگا مگر برابر جزو غیر منقسم کے۔ اگر مس کیا
اُس نے برابر دو جزون کے تو وہ خط ہوا۔ اور کرہ حقیقی درست نہ بنا۔ اور مشائخ دو وجہ بیان کرتے
ہین اوّل تو یہ کہ جب ہر ایک مین منقسم ہو لاالی نہایہ تو اس حالت مین دانہ خردل پہاڑ سے چھوٹا نہ ہوا
کیونکہ بڑائی چھوٹائی اجزا کی کمی بیشی سے ہوتی ہے اور یہان دونون کے اجزا غیر متناہی ہین۔ دوسری
وجہ یہ ہے کہ افتراق جزو لایتجزی کا اللہ پاک کرسکتا ہے کیونکہ وہ قادر ہے۔ اس دلیل سے اعتراض
لازم آتا ہے کہ اگر ممکن ہے افتراق جزو لایتجزی کا یہانتک کہ اور جزو نہ نکل سکے تو عجز جو صورت نقص ہے
نسبت قدرت لازم آویگا اور اگر افتراق غیر ممکن ہے تو لازم ہوگا انقسام لاالی نہایہ۔ غرضکہ کل دلائل
متکلمین اور مشائخ کے ضعیف ہین کیونکہ دلیل اول دلالت کرتی ہے ثبوت نقطہ پر اس سے لازم نہین ہوتا ہے
ثبوت جزو لایتجزی کا کس لیے کہ حلول نقطہ کا اُس جگہ حلول سریانی نہین ہے یعنی اُسکے اندر پیوست
نہین ہوجاتا ہے تاکہ لازم آوے عدم انقسام نقطہ سے عدم انقسام اوس محل کا۔ اور دلیل دوسری
تیسری بھی ضعیف ہے کیونکہ فلاسفہ یہ نہین کہتے ہین کہ بالفعل جسم متألف اجزاء غیر متناہیہ سے ہے
بلکہ یہ کہتے ہین کہ وہ اجزاء قابل ہین انقسامات غیر متناہیہ کو اور اجتماع اجزا کا جسم مین نہین ہے بلکہ چھوٹائی
بڑائی باعتبار مقدار کے ہے نہ باعتبار کمی بیشی اجزا کے بہرکیف ممکن ہے افتراق لاالی نہایۃ اور [illegible]
انتفاے افتراق لاالی نہایۃ ضعف سے خالی نہین ہین ہیواسطے امام رازی نے بھی اس مسائل
مین توقف کیا۔ **سوال** کیا افتراق لاالی نہایۃ ممکن ہے یا غیر ممکن ماننے مین کچھ فائدہ ہے۔
جواب۔ ہان بہت بڑا فائدہ جوہر فرد ثابت کرنے مین یہ ہے کہ اکثر ظلمات فلاسفہ (مثلاً اثبات
ہیولی و صورت سے قدم عالم کا اور نفی حشر اجساد) ... سے نجات منصور ہے اور اکثر اصول حکمت سے
نجات پاسکتے ہین جیسے حکما رقائل ہین عدم خرق اور التیام اور حرکت دوامی آسمانون کی نسبت۔
ف اول تو یہ جاننا چاہیے کہ انقسام خارجی شی مادی مین ہوتا ہے نہ کہ شی لطیف مین علاوہ اسکے جوہر
فرد یعنی جزو لایتجزی ثابت ہے خارج مین یہ بات نہین ہوسکتی کہ وجود خارجی مین قسمت وہمی لگا یا کرتی اتیہ

وجود ہی وہما فرض کرلین اور قسمت بھی وہما تو ایسی صورت مین وہم کو وہم کے ساتھ گنجایش ہی اور اس جگہ کلام صریح اور بدیہی مین ہی نہ وہمی مین -

م - عرض وہ ہی جو قایم بذات غیر ہو چنانچہ ذکر اسکا اوپر ہوا حادث ہوتا ہی اجسام اور جواہر مین جیسے الوان - اکوان - طعوم - روائح -

ش - الوان جمع ہی لون کی اور لون رنگ کو کہتے ہین جیسے سیاہ سفید - سُرخ - زرد - سبز اور باقی باہم ترکیب دینے سے ہوتے ہین - اکوان جمع ہی کون کی اور کون کہتے ہین ہونا ہیئت خاص کا چنانچہ اجتماع اور افتراق اور حرکت و سکون - طعوم جمع ہی طعم کی یہ نو قسم ہی مرارہ یعنی تلخی - حرافہ یعنی تیزی - ملوحہ یعنی نمکینی - عفوصہ یعنی تلخی و ترشی باگزفتگی - حموضہ یعنی ترشی قبض یعنی گزفتگی - حلاوہ یعنی شیرینی - دسومہ چکنی - تفاہہ یعنی بے مزہ پھیکی - اور انواع بھی ترکیب باہمی سے حاصل ہو سکتے ہین - روائح - جمع رائحہ یعنی خوشبو یہ کئی قسم ہی انحصار ناموں کا نہین ہی جب یہ بات مقرر ہو گئی کہ عالم اعیان اور اعراض سے ہی اور اعیان اجسام ہی یا جواہر یعنی جوہر فرد - پس ہم ثبوت دیتے ہین کہ یہ کل حادث ہین -

بیان اعراض

اعراض بعض بالمشاہدہ اور بعض بالدلیل حادث ہین جیسے حرکت بعد سکون ضوء بعد ظلمت اور سیاہی بعد سفیدی جاننا چاہیئے کہ قِدَم منافی عدم کا ہے اگر قدیم واجب بذاتہ ہے تو ظاہر ہی کچھ استدلال کی ضرورت نہین اور اگر قدیم واجب بذات خود نہین ہی تو لازم ہوگا استناد قدیم بطریق ایجاب جیسا صفات ازلیہ اللہ تعالےٰ - مثال خارج مین یہ ہی کہ خورشید نکلتے ہی روشنی پھیل جاتی ہی یہ روشنی جرم خورشید کے ساتھ بطریق ایجاب ہی - اور قصداً و اختیاراً صادر ہو وہ حادث ہے یہ مثال خارجاً سمجھنے کو دی گئی ہی ورنہ خورشید خود حادث ہی -

بیان اعیان

(مقدمہ صغری) اعیان حوادث سے خالی نہین ہی - اور (مقدمہ کبری) جو حوادث سے خالی نہو وہ حادث ہی -

(نتیجہ) پس اعیان حادث ہین -

مقدمہ پہلا یعنی (اعیان حوادث سے خالی نہین ہی) تفسیر اسکی اصطلاح بیان کرتے ہین کہ مراد حوادث سے حرکت اور سکون ہی اور یہ دونون صریح حادث ہین کیونکہ جسم ہو یا جوہر ہو کسی حیز مین ہوگا اگر وہ مسبوق ہو دوسرے کون کے ساتھ اسی حیز مین بعینہ تو ساکن ہی اور اگر مسبوق دوسرے کون کے ساتھ اسی حیز مین نہو بلکہ دوسرے حیز مین ہو تو متحرک کہتے ہین۔ تعریف حرکت اور سکون اہل فلسفہ اصطلاح کرتے ہین کہ دو کون دو آن مین اندر دو مکان کے ہو اسکو حرکت کہتے ہین اور دو کون دو آن مین ایک ہی مکان مین ہو اسکو سکون کہتے ہین۔ غرض کہ ماحصل ہر دو تعریف حرکت اور سکون ایک ہے۔ **سوال** جائز ہی کہ کوئی جسم مسبوق نہو دوسرے کون کے ساتھ جیسا کہ آن حدوث مین پس وہ متحرک ہوگا نہ ساکن۔ **جواب** ہکو یہ اعتراض کچھ نقصان نہین پہونچاتا اسواسطے کہ صریح تسلیم مدعی یعنی حدوث قول معترض سے ثابت ہی۔

بیان حدوث حرکت اور سکون

حرکت اور سکون اعراض غیر باقیہ سے ہین اس لئے اونکو حادث کہتے ہین کیونکہ انتقال ایک حال کا دوسرے حال پر ہو اوسکو ماہیتہ حرکت کہتے ہین اور یہ مقتضی ہی مسبوق بالغیر کو اور مسبوق بالغیر منافی ہی ازلیہ کو۔ اور بالتحقیق کل حرکت گذرنے اور عدم استقرار پر دال ہی اور کل سکون جائز الزوال ہی اسیواسطے کل جسم یا جوہر فرد بالبداہت قبولیت حرکت کی رکھتا ہی پس جبکا عدم جائز ہے اسکا قدم ممتنع ہی۔

مقدمہ دوسرا (جو حوادث سے خالی نہو وہ حادث ہی) شرح اسکی یون ہی کہ اگر حدوث ازل مین ثابت ہوا تو لازم ہوا ازل مین ثبوت حادث کا اور یہ محال ہی کس لئے کہ ازل کی ابتدا ہی نہین معلوم ہے تو پھر کیونکر ازل مین حدوث ثابت ہوسکے۔

ف واضح ہو کہ شارح رحمہ نے فرمایا کہ انتقال ایک حال کا دوسرے حال پر مقتضی ہی مسبوق بالغیر کو اور مسبوق بالغیر منافی ہی ازلیہ کو وہ اس اعتبار سے منافی ازل ہی کہ سلسلہ انتقال حال مقدم بہ نسبت متوخر مسبوق بالغیر ہی اور اسیطرح ہر ایک حرکت جزئی بہ نسبت ایک حد ہونے کے حادث ہوتی اور یہ عام قاعدہ ہی کہ کل اجزا سے مکر ہوتا ہی جب کہ سب اجزا حرکت حادث ہوئے تو

گویا کل حرکت حادث ہوئی - میرے نزدیک اصل تو یہ ہی کہ کل حرکت اور سکون اعراض سے ہی
اعیان سے نہین ہی اور یہ اظہر من الشمس ہی کہ کل اعراض حادث ہین پس حرکت اور سکون بھی حادث
ہین اور علاوہ اسکے یہ قاعدہ ہی مسلم الثبوت ہی کہ الحاق عوارض قدیمہ کو نہین ہوتا ہے البتہ حادث
کو اعراض لاحق ہوتے ہین اس لئے صفات واجب تعالے کو اعراض مین سے نہین مانا ہی تحقیق
چنانچہ ذکر اسکا مفصل آگے آویگا پس جس اعیان یا جواہر کو عوارض لاحق ہون وہ بالتحقیق حادث
ہین - **ش** سوائے اسکے چند بحث اسجگہ اور ہین - **سوال** اعیان کا اجسام اور جواہر
مین منحصر ہونے کی کوئی دلیل نہین کیونکہ وجود ممکن قایم بذات خود کا غیر ممتنع اور غیر متحیز ہی جیسے عقول
اور نفوس مجردہ کہ جنکا ذکر اہل فلسفہ کرتے ہین - **جواب** مدعی حدوث کا اسقدر ہی کہ جنکا وجود
ممکنات سے ثابت ہی اور وہ ممکنات اعیان متحیزہ اور اعراض ہین اور دلائل وجود مجردات کے
غیر تام ہین کتب مطولات مین اسکا ذکر خوب شرح اور بسط کے ساتھ کیا ہی دیکھو شرح مواقف و شرح
مقاصد وغیرہ کتابین - **سوال** پہلے بیان ہو چکا ہی کہ حدوث جمیع اعراض پر دلیل نہین ہی
اسواسطے کہ دریافت بالمشاہدہ نہین ہوئی ہین جیسے اعراض قایمہ آسمانون کے ساتھ ہین مثلاً
اضواء - اشکال - استدادات وغیرہ پس بلا دلیل کسطرح حادث مانا جاوے -
جواب - عدم دلائل حدوث اعراض اس غرض کو مخل نہین ہی کسواسطے کہ حدوث اعیان کا
بالبداہت مستلزم ہی حدوث اعراض کو کیونکہ اعراض قایم ہوتے ہین اعیان پر جبکہ حدوث
اعیان ثابت ہو چکا تو حدوث اعراض پر دلیل لانا نہ لانا برابر ہی **ف** اکثر جگہ آسمانون کا ذکر آتا
ہے اور اس زمانہ کے علم ہئیت والے جرم افلاک کے منکر ہین اس لئے انشاء اللہ ثبوت آسمانون
مین آگے بیان کیا جاوے گا -
ش - **سوال** - ازل حالت مخصوصہ سے عبارت نہین ہی ورنہ لازم ہوگا اوسمین وجود
جسم سے وجود حوادث کا بلکہ وہ عبارت ہے عدم اولیت سے یا استمرار وجود کا اون زمانون
مین جو غیر متناہی ہین جانب ماضی سے اور ہر حرکات حادثہ ازلیہ سے وہ حرکت ہی کہ قبل اسکے
اور حرکتین ہون لا الی بدایت یعنے بے انتہا - بلکہ یہی مذہب فلاسفہ کا ہی اور وہ تسلیم کرتے ہین

کہ حرکات جزئیات کسی شئ کی قدیم نہین ہی اور اس جگہ کلام حرکت مطلقہ مین ہی پس کیا دلیل ہی حدوث
حرکت مطلقہ مین **جواب** - وجود کل کا بغیر اجزا کے نہین ہو سکتا ہی پس قدم مطلق کا متصور
نہین جبکہ سب اجزاء اوسکے حادث ہون - **سوال** - اگر کل جسم حیز مین ہو تو لازم ہوگی عدم
تناہی اجسام کی کیونکہ حیز کہتے ہین سطح باطنی جسم حاوی کا کہ مماس ہو سطح جسم محوی کو چنانچہ یہ
تعریف پہلے بیان ہو چکی ہی **جواب** - متکلمین فراغ متوہم کو حیز کہتے ہین کہ اسمین جسم ہوں
اور ابعاد بھی اُسمین نافذ ہون - بہرکیف ثابت ہوا کہ عالم حادث ہی اور یہ امر معلوم ہی کہ جو محدث
ہو اوسکے لئے محدِث کا ہونا ضرور ہی کیونکہ عالم ممکن ہی اور جو ممکن ہو اُسمین جانب مخالف کا
ہونا کچھ ضرور نہین مثلاً پہلے نہ تھا اور پھر ہوگیا اور ہونا نہ ہونا درجہ مساوی ہی پھر ایک طرف یعنی ہونے
کو ترجیح دی گئی ہی پس ترجیح بلا مرجح نہین ہو سکتی اسلئے ثابت ہوا کہ اس عالم کا کوئی پیدا کرنیوالا
ضرور ہے - **ف** - ہم اگر ذرا بھی غور کرین تو سب کا بنانے والا کوئی نہ کوئی ضرور ہی کیونکہ یہ
بدیہی امر ہی کہ جب ہم کسی ایک مکان کو دیکھتے ہین اور اوسکی صنعت پر خیال کرتے ہین تو ضرور
قیاس چاہتا ہی کہ پہلے تعمیر مکان کے کسی نے ایسا نقشہ اپنے ذہن مین کیا ہوگا بعد اسکے یہ تعمیر
عمل مین آئی ہوگی - حاصل کلام جو چیز بنی ہوئی دیکھتے ہین تو پہلے اُسکے بنانے والا کا خیال دل
مین آجاتا ہی پس فاعل حقیقی کا منکر ہونا بڑی ناانصافی و نافہمی کی بات ہی بقول شخصے ؎ منکر ہین
ذات صانع قدرت کے دہر سے ✤ نافہمون کا عمل ہی فقط لاالہ پہ ✤ ہر شخص ایسی کائنات مین
سے ہر شی کو دیکھکر خدا کو جان سکتا ہی مثلاً دہوان دیکھنے سے آگ ہونے پر علم یقینی آجاتا ہی
کیونکہ دہوان آگ ہونے پر دلالت کرتا ہی اسیطرح چہرہ کی زردی سے طبیب لوگ غلبہ صفرا کو اور
سُرخی سے جوشش مادہ خون کو اور سفیدی سے ازدیاد مادہ بلغمی کو اچھی طرح سے جان سکتے
ہین - کوہ و دشت مین جمادات اور ہر کنکر پتھر اُس کاریگر حقیقی کی طرف انگشت حال سے اشارہ
کر رہا ہی کوئی سفید کوئی سیاہ کوئی سُرخ رنگ برنگ کی بہار دکھلا رہا ہی - اس گلشن عالم مین
ہر شجر سے لیکر پھل پھول تک اُس صانع حقیقی پر صدق دل سے گواہی دے رہا ہی جسکی نباتات مین
اور پتے لانبے ہین وہ اپنے طور پر بنے ہوتے ہیں اور جسکی پتیان اور پھل گول ہین اور حسن وضع پر

ہین وہ اوسی ڈھنگ پر نکلتے رہتے اور ہوتے رہتے ہین - ایک ذرا سے تخم میلے کچیلے مین کئی رنگ خوشنما نمودار ہوتے ہین سبزی مین سرخی - زردی - سفیدی - سنہری - اور اپنی غنچہ وغیرہ کا تماشا کیا جاتا ہی اور ہر موسم مین گرگٹ کی طرح نیا رنگ جمتا اور اُبھرتا ہے کہ جسکے دیکھتے ہی ذات صانع پر یقین آجاتا ہی ویسے وہم کے پھندے ہین جو کوئی خود بخود پھنسے اُسکا علاج تو ہرگز نہین ہوسکتا مثل مشہور ہی - خود کردہ را چارہ نیست - حیوانات بھی اپنی زبان حال وقال سے شہادت دیتے ہین - جناب انسان ہی کی ساخت پر ذرا نظر کیجیے کہ جہان کان رکھے ہین اوسی کھڑکی سے سنائی کام چلتا ہی - کان بند کرکے کوئی شخص ہو نہ ہیا ڑکر آواز سننا چاہے تو ہرگز نہین سُن سکتا - زبان اور تالو مین وہ قوت ذائقہ رکھدی ہی کہ ذرا بھی کوئی شی تلخ وشیرین ہو فوراً معلوم ہوجاتی ہی ورنہ شی تلخ وشیرین سارے بدن پر مَل دیجا وے ہرگز تلخی وشیرینی معلوم نہوے گی ناک کی طرف سے ہر ایک بو خواہ اچھی ہو یا بُری دماغ مین محسوس ہوتی ہی اگر اچھی ہے تو روح کو تازگی ہوتی ہی اور جو بُری ہے تو روح کو پژمردگی اور اُس سے نفرت حاصل ہوتی ہی کیسی ہی عمدہ خوشبو یا عطر کان کے پاس رکھا جائے اور ناک بند کر لیجائے ہرگز اوسکی کیفیت محسوس نہوگی علی ہذا القیاس انسان کے بدن مین جہان بال نکلتے ہین وہان صاف چمڑا نہین رہتا اور جہان صاف جلد ہی وہان بال نہین نکلتے سب اشیا حسب محل وموقع اپنے ٹھکانے پر موزونیت سے بنی ہوئی ہین - الغرض آنکھ سے دیکھا جاتا ہی اور کان سے سُنا جاتا ہی زبان سے بولا جاتا ہے ناک سے سونگھا جاتا ہی اسی طرح ہر عضو کو تخصیص ہی کہ ایک کا کام دوسرا نہین دیسکتا اور تخصیص بغیر کسی مخصص کے ناممکن ہی - ذرا چشم حقیقت بین کھولکر نظر انصاف سے دیکھے کہ باغ مین ہر قسم کے درخت لگائے جاتے ہین - دوب اکثر خودرو ہوتی ہی مگر اوسکو کاٹ چھانٹ کر معقع بموقع حسب منشا جماتے ہین تب ایک گونہ خوبی اور رونق آجاتی ہی اب کوئی ایسا شخص باغ کو آکر دیکھے کہ جسنے کبھی عمر بھر باغ کو بنتے ہوئے نہ دیکھا ہو دفعتہً اُسکو یہی خیال ہوگا کہ یہ جگہ قدیم سے ایسی ہی بنی ہوئی ہوگی - مگر جب اُسکے گملے اور کیاریون کی تراش خراش وضع طرح کی طرف خیال کریگا تو فوراً جان لیگا کہ اسکا ترتیب دینے والا کوئی شخص ضرور ہی کیونکہ ہر شی مین ایک خاص رعایت مرعی ہی اگر

ترتیب دہندہ نہوتا تو یہ خصوصیت نہ ہوتی جبکہ ادنی توجہ سے ایک خط کی ترتیب دہندہ کا
یقینی طور پر ہونا ثابت ہوجاتا ہے تو پھر ساری کائنات کے عجائب وغرائب کو دیکھکر کیونکر صانع عالم
پر یقین اور ایمان نہ آئیگا۔ جو کوئی ذرا بھی عقل سلیم کو اپنا رہبر بناوے تو فوراً خدا کو پہچان لیوے
ہر یہ چشم دانش بند کرکے ظلمات ضلالت و ذلالت مین اندہا دہند قدم بڑھاتے چلے گئے یہانتک
کہ آخر وجود صانع سے انکار کر بیٹھے اور پھر اسپر فخر کرتے ہین کہ ہمنے اپنی تحقیقات سے اس عالم کو بے
صانع ثابت کردیا ہے۔ واہ کیا عقلمندی ہے ایسی عقل پر اوٹھنین کو تصدق ہونا چاہیئے۔ اگر کوئی
اونکے سامنے ایک چھوٹا سا تختہ یا میز کرسی لاکر بیان کرے کہ یہ شئی خودبخود بغیر بنائے بنگئی ہے
تو سب لوگ قہقہہ مارینگے اور ہنسی مچاوینگے بلکہ اسکو اپنی مجلس سے پاگل بناکر نکالدینگے
اور مشہور کرینگے کہ فلان مجنون یا دیوانہ ہے۔ کیا جب کوئی ایسی بڑی بھاری کائنات کو بغیر صانع
کہدے گا تو اوسپر ہنسی نہ آوے گی؟ کیون نہین آویگی۔ بلکہ ہنسی کو بھی ایسی باتون پر ہنسی آوے تو
تعجب نہین۔ اور ہمارے اس دعوی کے ثبوت مین یہ دلیل اور ہے کہ انسان جو بالاتفاق سب مین اعلی
و اشرف ہے اور اسمین سب طرح کے کمالات جمع ہین ترتیب مقدمات سے نتیجہ نکالکر مجہولات کو معلوم
کرلیتا ہے یہ اپنے ہزارون ارادون مین ناکام رہتا ہے حالانکہ بظاہر وہ اسباب مہیا کئے جاتے ہین کہ
کامیابی مین امید کامل ہوتی ہے مگر وہ سب ایکدم مین کچھ کے کچھ ہوجاتے ہین اور عقل انسانی حیرت مین
رہجاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ضرور کوئی اوسکے ارادون کو مانع آتا ہے اور اسکی حسرتون اور آرزوئون
کو خاک مین ملادیتا ہے اور وہ شخص جو ایسی قدرت رکھتا ہے بڑا قوی مقتدر اور علیم و خبیر ہے اور اپنے ارادہ
اور مشیت کے موافق کام کرتا ہے اور ہر ایک کو اوسکی عمل کی جزا سزا دیتا ہے اوسی کا نام خدا اور واجب الوجود
اور صانع عالم ہے اس جگہ بہت بڑی گنجایش تقریر کی ہے لیکن بوجہ طوالت کے ترک کی گئی اہل بصیرت
کو اسیقدر کافی ووافی ہے۔ اور یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ آدمی کی کچھ ہستی اور بودگی نہین ہے جسقدر علم
عقل ہے اوسیقدر دریافت کرسکتا ہے۔ اسکا حال ایسا ہے کہ جیسا کسی فصل مین مچھر پیدا ہوگئے اور
دوسری فصل آنے تک مرگئے۔ تو ان مچھرون کو اس باغ دنیا کے قدیم اور غیر قدیم کا کیا حال
معلوم ہو بموجب اسکے ؎ دربہاران زاد و مرگش در دی است * پشہ کے داند کہ این باغ از کیست

شعاع سویم خدا کے واجب الوجود وحدہٗ لا شریک ہونے مین

م - پیدا کرنے والا عالم کا اللہ پاک وحدہٗ لا شریک ہے -

ش - مراد اللہ سے ذات واجب الوجود ہی یعنی وجود اوسکا بذاتہ ہو اور نہ وہ کسی شی کا محتاج ہو اگر جایز الوجود مراد لیا جاوے تو وہ بھی زمرۂ عالم سے ہوگا اس صورت مین صلاحیت پیدا کرنیکی اس ذات مین نہ ہوگی اور نہ وہ مبدء عالم ہو سکتا ہی حالانکہ عالم خود دال ہی اپنے مبدء کے وجود پر اور یہ ضرور ہی کہ مبدء ممکنات واجب الوجود ہو - اگر ممکن کہا جاوے تو بھی قباحت لازم آتی ہی کہ ممکن کی علت ممکن نہین ہو سکتی - کبھی ایسا خیال ہو جاتا ہی کہ یہ دلیل وجود صانع ابطال تسلسل کو کافی ہوگی سو یہ بات نہین ہی دلایل ابطال تسلسل سے یہ ایک اشارہ ہی دلیل ابطال تسلسل کی اسطرح ہی کہ ایک سلسلہ ممکنات کا لا متناہی ترتیب دیا جاوے تو ضرور ہی کہ کوئی شی غیر اوسکی علت ہو کیونکہ نفس ممکن یا بعض اسکا اپنی ہی علت نہین ہو سکتا اور نہ اپنی علت کی علت ہو سکتا ہی اگر ایسا ہو تو دور لازم آویگا اور یہ محال ہی - پس ضرور ہی کہ ممکنات کی علت واجب بالذات ہی اور جبکہ علت واجب بالذات ہوئی تو سلسلہ ممکنات کا منقطع ہو گیا - اور یہی دلیل مشہور برہان التطبیق ہی کہ ایک اور جملہ معلول سے غیر متناہی فرض کرلو اور ایک اوس ہی پہلے سلسلہ لا الی نہایہ مان لو ایک جزو یا کسیقدر زاید اوسکے پھر اونکے دونون سرون سے مطابق کرو تو ضرور ہی کہ دوسرا سلسلہ ناقص ہوگا بقدر اس جزو زاید کے جو اول مین زیادہ کیا گیا تھا حالانکہ تطبیق محال ہی اور بحالت غیر محال ظاہر ہی کہ سلسلۂ اول مین جو جزو پایا جاویگا آخر اسقدر جزو سلسلۂ ثانیہ مین نہین پایا جاویگا پس ثانی کو جو غیر متناہی ہی مانا تھا وہ متناہی ثابت ہو گیا اور اسی سے سلسلۂ اول کا بھی متناہی ہونا ثابت ہو گیا کیونکہ زائد متناہی پر بقدر متناہی بالبداہت متناہی ہوگا اور یہ تطبیق خارج الوجود مین ہو سکتی ہی نہ وجود وہمی مین اسواسطے کہ سلسلۂ وہمی منقطع ہوتا ہی انقطاع وہم کے ساتھ پس اس جگہ اعتراض مراتب اعداد پر نہین آسکتا اسطرح پر کہ مطابق کئے جاوین دو سلسلے ایک تو عدد واحد سے لا الی نہایہ

دوسرا عدد ثانی لاالے نہایۃ اور اسی طرح معلومات اور مقدورات ذات باری کی تو ضرور ہی کہ پہلا زائد ہوگا ثانی سے باوجود غیر متناہی ہونے کے اسواسطے کہ غیر متناہی اعداد و معلومات و مقدورات کا اس اعتبار سے ہی کہ وہ منتہی ایسی حد پر نہونگے کہ فوق اوسکی اور عدد مقدور نہو ورنہ مالا نہایۃ موجود ہونگے اور یہ محال ہی کیونکہ سلسلۂ عالم منتہی ہو اور اوسمین اشیار غیر منتہی ہون یہ نہین ہو سکتا

ف سوال - عالم کو منتہی کس دلیل سے مانا ہے تو دیکھتے ہین تو فضائے غیر متناہی معلوم ہوتی ہی کہ جس مین کرہ ارض و شمس و قمر و غیرہا کا دور ہی بلکہ کتاب رموز ہستی مین جناب مولانا عبدالرحمن خانصاحب کلیانی صفحہ ۲۳ و ۲۴ مین تحریر فرماتے ہین کہ جسکا ماحصل یہ ہی کہ نظام شمسی مع جنوب سے شمال جانب فضائے غیر متناہی مین میلان کرتا ہوا جاتا ہی - انتہی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عالم محدود نہین ہے -

جواب - بیشک ہماری نظر مین فضائے غیر متناہی معلوم ہوتی ہی لاکن دلائل عقلی سے کسی صورت ثابت نہین ہوتا کہ غیر متناہی ہو اگر غیر متناہی مان لیا جاوے تو بموجب اقوال فلاسفر قدم لازم آتا ہی چنانچہ پہلے متناہی اور غیر متناہی مین بحث ہو چکی ہی سو ابطال قدم اور غیر متناہی پر یہ دلایل کافی ہین کہ یہ فضا جو ہم دیکھتے ہین تو اوسکو جسم تعلیمی یعنی طول و عرض لاحق ہی اور یہ مانا گیا ہی کہ طول و عرض عرضیات سے ہین اور جتنے عرضیات ہین وہ حادث ہین - پس طول و عرض بھی حادث ہوئے اور الحاق حوادث کا ذات قدیم مین نہین ہو سکتا - اس سے ظاہر ہی کہ یہ فضا جو دکھائی دیتی ہی حادث ہی اور جتنے حادث ہین وہ متناہی ہین پس یہ فضا بھی متناہی ہے چنانچہ بمصداق آیہ کریمہ ان اللہ علی کل شئ قدیر و ان اللہ علی کل شئ محیط کہ خدا سب پر قادر اور محیط ہی اس سے ثابت ہوا کہ غیر متناہی بجز ذات باری اور نہین ہی - پس تناہی فضا کی ثابت ہو چکی کیونکہ شئ محاط ضرور ہی کہ وہ متناہی ہو اور شئ غیر متناہی غیر متناہی پر محیط نہین ہو سکتی - البتہ مجازاً باعتبار کثیر المقدار غیر متناہی کا اطلاق جائز ہے جیسا کہ صاحب رموز ہستی نے فرمایا ہے -

ثبوت وحدانیت ذات باری

یہ تحقیق ہی کہ صانع عالم واحد لا شریک ہی گو محض مفہوم واجب الوجود و ذات واحد پر صادق نہین آسکتا

اس صورت مین متکلمین برہان تمانع سے جو مشارٌ الیہ بقولہ تعالیٰ ہی وحدت واجب الوجود کی ثابت کرتے ہین وہ یہ ہی لو کان فیہما اٰلِھَةٌ اِلّا اللہ لفسدتا (ترجمہ) اگر زمین و آسمان مین بہت خدا ہوتے سوا خدا کے البتہ زمین و آسمان فاسد ہو جاتے۔ اگر دو خدا کا ہونا ممکن ہے تو ممکن ہی درمیان اونکے تمانع اسطرح پر کہ ایک خدا ارادہ کرے حرکت زید کا اور دوسرا اُسکے سکون کا۔ اور حرکت و سکون نفس الامر مین ممکن ہی اسیطرح تعلق ارادہ کا بھی ممکن ہی اس حالت مین تضاد ارادون مین نہ ہوا بلکہ تضاد مرادین مین ہوا اور حصول دونون امر کا بوجہ اجتماع الضدین محال ہی پس ایک خدا عاجز رہیگا اور عجز نشانی حدوث اور امکان کی ہی اور جو حادث اور ممکن ہوگا وہ محتاج ہوگا۔ پس تعدد الہ مستلزم ہی امکان تمانع کو اور تمانع مستلزم ہے محال کو اس سے ظاہر ہوا کہ تعدد الہ محال ہے۔ اور یہ تقریر جو بیان کی گئی ہی شرح و تفصیل اس مجمل کی ہی کہ اگر ایک خدا نہ قادر ہوا مخالفت دوسرے خدا پر تو لازم ہوگا عجز اول کا اور اگر قادر ہوا تو لازم ہوا عجز دوسرے کا اور یہ بات اس شبہ کو بھی رفع کرتی ہی کہ اگر کوئی کہے کہ جائز ہی کہ دونون متفق ارادہ ہون اور ممانعت اور مخالفت غیر ممکن ہو یا ممتنع ہو اجتماع ارادونکا جیسے حرکت و سکون زید۔

ف حل اس مسئلہ کا یون ہی کہ اتفاق اور اجتماع ارادتین متضادتین کے نہونے پر کوئی دلیل صریح نہین ہی اور اس بات کو ہر ایک جان سکتا ہی کہ دو خدا کا ہونا ممکن ہوا تو دو ارادون مخالف کا ہونا بھی ممکن ہی اگر دونون متفق الارادہ ہوتے تو اس دوئی سے کیا حاصل ہوا بہر حال علت معلول مین وحدت ضرور ہوگی جیسا کہ بیس راے کا اتفاق ایک امر کو ہوا تو وہ بیسون راے بمنزلہ واحد ہوگی ورنہ مخالفت ہمکو اس کا جواب دو کہ درمیان دونون خدا کے مابہ الامتیاز کونسی شے ہے اگر مابہ الامتیاز کوئی نہین ہی تو پھر تعدد الہ کیسے ثابت ہو سکتا ہی۔

س - جان لینا چاہیے کہ قولہ تعالیٰ لو کان فیہما اٰلِھَةٌ الا اللہ لفسدتا فقط باعتبار معنی حجت اقناعی ہی اور باعتبار دلائل حجت قطعی و بیان اسپر یہ ہی کہ جب بہت سے خدا ہون تو ضرور تمانع اور تخالف پایا جایگا یعنی ایک دوسرے پر فوقیت چاہے گا۔ اگر

بالفعل فساد نظام عالم سے مراد لیجاوے تو فساد نظام عالم لازم نہین آسکتا اسواسطے کہ اس نظام عالم کے واسطے باہمی اتفاق ہو۔ اگر بالامکان فساد نظام عالم مراد لیا جاوے تو کوئی دلیل عدم فساد کی نہین پائی جاتی چنانچہ نص مذکور الصدر سے روشن ہے۔ پس اس صورت مین فساد ممکن ہے اور مراد فساد سے عدم تکون زمین و آسمان ہے اگر دو صانع فرض کیئے جاوین تو باہمی جھگڑے سے مصنوع کا عدم لازم آتا ہے اسواسطے ہم یہ کہتے ہین کہ امکان تمانع مستلزم عدم تعدد صانع ہے اور عدم تعدد صانع نہین مستلزم ہے عدم مصنوع کو۔

سوال کلمۂ لو جو آیۃ مین شرط آیا ہے مقتضی ہے رفع فساد کو زمانہ ماضیہ مین بسبب عدم تعدد الٰہ اس سے پایا جاتا ہے کہ اگر دو خدا ہوتے تو زمین و آسمان فاسد ہو جاتے چونکہ دو خدا نہین ہین تو اب زمین و آسمان فاسد نہونگے۔ حالانکہ قیامت کو اس نظام عالم مین فساد ہونے کی خبر قطعی ہے۔ **جواب** البتہ بحسب لغت تو ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے۔ مگر غرض اس جگہ تصدیق انتفاء تعدد الٰہ سے ہے نہ کہ انتفاء فساد سے بلکہ اس سے استدلال ہے انتفاء جزا سے انتفاء شرط کا بغیر دلالت تعین زمان چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اگر عالم قدیم ہوتا تو ضرور تھا کہ غیر متغیر ہوتا۔ اس سے یہ لازم نہین آتا کہ غیر قدیم ہے تو فاسد ہو جاوے قدیم سے مراد قدیم بالذات ہے نہ قدم زمانی جب ذہن کو اشتباہ کسی استعمال یعنی استعمال لغت یا عرف کا ہو جاتا ہے تو طبیعت خبط مین پڑ جاتی ہے اور جو فساد کہ قیامت مین ہوگا وہ بسبب تمانع و تضاد کسی اور جانب کے نہوگا وہ خاص مشیت خدائے وحدہ لاشریک سے ہونیوالا ہے

شعاع چہارم خدا تعالیٰ کا صفات کمالیہ سے موصوف ہونا اور منزہ ہونا نقص و زوال سے

م۔ خدا قدیم ہے۔

ش۔ خدا کا قدیم ہونا دلالت التزامی سے ثابت ہے کیونکہ واجب بالذات کو ضرور ہے کہ قدیم ہو یعنی ابتدا اوسکے وجود کی نہ پائی جاوے اگر ابتدا پائی جاوے گی تو حادث مسبوق

بالعدم ہوگا اس صورت مین وجود اوسکا غیر ضروری سمجھا جائیگا اور بعضون نے یہ کہا ہی
کہ جب واجب اور قدیم مترادف ہین یعنی اُن دونون لفظون کے ایک معنی ہین لیکن یہ بات
یقینی نہین ہی کسواسطے کہ اونکے مفہوم مین یقیناً تغایر پایا جاتا ہی اور ویسے تو صادق آنے
مین مساوی ہین جہان واجب صادق آویگا وہان قدیم بھی صادق آویگا - اور بعضون نے
کہا ہی کہ قدیم اعم ہی واجب سے بوجہ صادق آنے لفظ قدیم کے صفات واجب پر اس کے
تسلیم کرنے مین یہ سوال پیدا ہو سکتا ہی کہ جب قدیم اعم ہو تو لازم آویگا تعدد قدما کا اوسکا
جواب یون دے سکتے ہین کہ اس صورت مین تعدد صفات قدیمہ پایا جاویگا نہ کہ تعدد ذوات
قدیمہ - اور بعض متاخرین کے کلام مین مثل امام حمید الدین ضریری رح اور اُسکے اتباع کے لیا
آیا ہی کہ واجب الوجود لذاتہ **ھو اللہ تعالیٰ** وصفاتہ - اور دلیل یہ لائے ہین کہ قدیم
وہ ہی جو واجب لذاتہ ہو اگر واجب لذاتہ نہین ہوگا تو جائز العدم فی نفسہ ہوگا - پس وہ محتاج
ہوگا اپنے وجود مین کسی مخصص کا اور وہ مخصص مُحدِث ہوگا اور محدث اوسکو کہتے ہین کہ اوسی
وجود سے اور شی پیدا ہو سکتی ہو اس جگہ کوئی یون اعتراض کرے کہ صفات اگر واجب ہین
تو اونکو بقا حاصل ہی اور بقا ایک معنی ہی پس قیام معنی کا معنی کے ساتھ لازم آیا اور یہ محال ہی
اسکا یون جواب دیا ہی کہ ہر صفت باقی بسبب بقاء نفس اپنے کو ہی اور یہ نہایت دشواری کے
ساتھ جواب دیا گیا ہی - بلکہ ضعیف طور پر ہے - صاف بات یہ ہی کہ تعدد واجب الوجود منافی
توحید ہی اس لئے تعدد واجب لذاتہ غیر ممکن ہی اگر صفات کو ممکن قرار دیا جاوے تو منافی
قدیم ہے کہ **کل ممکن فھو حادث** یہان اسطرح جاننا چاہئے کہ صفات قدیم بالزمان ہین
عدم مسبوقیۃ بالعدم اور یہ مخل منافی حدوث ذاتی کے نہین ہی یعنی احتیاج ذات واجب
کی ہی اور اسی قول کو فلاسفر نے لیا ہے کہ قدم اور حدوث ذاتی اور زمانی ہوتا ہی اور یہان
بہت سے قواعد فلسفہ ترک کئے گئے ہین انشاء اللہ اسکی تحقیق آگے بیان کیجاوے گی -

م - وہ حی - قادر - علیم - سمیع - بصیر - شائی - مرید ہے -

ش عقل بالبداہت اُسکو تسلیم کرتی ہے کہ پیدا کرنے والا عالم کا موصوف بصفات مذکورہ ہو

اسواسطے کہ اضداد اُن صفات کے ناقص ہین اور ذات باریتعالے بری ہی نقائص سے
اور یہ بات شرع و براہین قطعی سے ثابت ہو چکی ہی پس شرع سے سند لانا درست ہوگا
توحید باریتعالے مین بخلاف وجود صانع اور اوسکے کلام پاک مین اسواسطے کہ ثبوت شرع
کا اُسکی ذات و کلام پاک سے ہی۔

م باریتعالے عرض سے نہین ہی۔

ش۔ عرض اُسکو کہتے ہین کہ جو بذاتہ قایم نہو بلکہ محتاج محل کا ہو کہ جسپر وہ قایم ہوسکے
پس جو شی کہ ایسی ہو وہ بھی ممکن ہی اور بقا اوسکا ممتنع ہی اگر اُسکو بقا ہو تو لازم آتا ہی قیام معنی کا
معنی کے ساتھ کیونکہ بقا خود ایک معنی ہی اور یہ محال ہی اور قیام عرض کا کسی شی کے ساتھ ہونے سے
یہ مراد ہے کہ تحیز اوسکا تابع ہو کسی اور شی کے تحیز کے کیونکہ عرض کے واسطے بذاتہ کوئی چیز نہین ہی
ہمیشہ وہ اپنے غیر کے ساتھ قایم ہوتا ہی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بقا شی ایک معنی زائد ہی
وجود شی پر اور مراد قیام سے وہی ہی جو مذکور ہوا تحقیق یہ ہے کہ بقا استمرار الوجود و عدم
زوال کو کہتے ہین اور حقیقت وجود بقا اس حیثیت سے ہو کہ نسبت زمان ثانی کی پائی جاوے
اس حالت مین بھی تحیز اُسکا تابع ہوگا تحیز دوسری شے کے اور یہان یہ اعتراض ہوسکتا ہی کہ
بقا شے زمان اول کی نفس الامر مین ممتنع ہی زمان ثانی مین پس وہ مستمر وجود زمان ثانی مین
نہین پایا جاویگا فقط قیام اختصاص باعث ہی منعوت مین جیساکہ اوصاف باریتعالی مین
جواب اسکا اسطرح پر ہی کہ نزدیک حکما کے انتفاء اجسام کا جائز نہین ہوتا ہے اور مشاہدہ اوسکی
بقا کا تجدد امثال سے ہوتا ہے چنانچہ آب نہر روان جبکہ باقوال حکما اجسام کو ہی بقا
نہین ہوئی تو اعراض کو کیونکر ہوسکتی ہے۔

سوال۔ قیام عرض کا عرض کے ساتھ ہوسکتا ہی جیساکہ سرعت و سستی حرکت دیکھو
حرکت خود عرض ہی اور سرعت و سستی بھی عرض ہی اور وہ قایم ہے حرکت کے ساتھ۔

جواب سرعت و سستی کو علیحدہ اور حرکت کو علیحدہ نہین جاننا چاہئے بلکہ حرکت مخصوصہ
پکاری جاتی ہی نسبت بعض کے سریع اور نسبت بعض کے بطی اور یہ ظاہر ہے کہ سرعت و بطوء

حرکت کی تو عین مختلفہ نہیں ہیں اسواسطے کہ انواع حقیقیہ اضافت سے مختلف نہیں ہو سکتے
محض امر اضافی ہی۔

ف۔ چونکہ اس کتاب میں جوہر و عرض کا ذکر آگیا ہی اس لئے کسیقدر جوہر و عرض کا حال لکھا
جاتا ہی کہ موجود دو قسم ہی۔ ایک واجب الوجود دوسرا ممکن الوجود واجب الوجود وہ ہی جیسے
اللہ پاک ہے کہ وجود اسکا ضروری ہے اور وہ واحد ہے اور ممکن الوجود وہ ہی کہ وجود اسکا
اور عدم اسکا ضروری نہو اور وہ مخلوقات ہی۔ پھر ممکن الوجود دو قسم ہے۔ جوہر و عرض اور جوہر
وہ ممکن ہی کہ قایم بذات خود ہو یعنی محتاج محل کا نہو اور پایا جاوے لا فی موضوع مگر یہ بحیثیت
تجرد از مادہ ایسا کہا جاتا ہے افراد جوہر کے پانچ ہیں اول جسم طبعی کہ قابل ابعاد ثلاثہ ہو اور
ابعاد ثلاثہ طول و عرض و عمق کو کہتے ہیں۔ دوم ہیولی۔ سوم صورت۔ چہارم نفس ناطقہ
پنجم عقل۔ کہ اہل شرع اوسکو فرشتہ کہتے ہیں اور حکماء مشائین کے نزدیک دس ہیں کہ
جنکو عقول عشرہ نام رکھتے ہیں اور نزدیک متکلمین غیر محصور ہیں۔ دوسری قسم ممکن الوجود کی
عرض ہے اسکی نو قسمیں ہیں۔ اول کیف کہ وہ اپنی ذات سے مقتضی قسمت و عدم قسمت کا
نہیں ہی جیسا کہ سفیدی و سیاہی و حرارت و برودت وغیرہ اگر کسی جسم پر عارض ہوں تو تقسیم
ہو سکتے ہیں اگر نقطہ پر عارض ہوں تو کسی صورت سے انقسام نہیں ہو سکتا کیونکہ علم ہندسہ میں
مسلم ہی کہ نقطہ وہ ہی کہ نہ طول رکھتا ہو اور نہ عرض جبکہ نقطہ بذاتہ تقسیم کے قابل نہ ہوا تو سفیدی
و سیاہی وغیرہ جو اسپر عارض ہیں بدرجہ اولی عدم تقسیم کے قابل ہیں اور یہ کیف دو قسم ہی ایک
جسمانی جیسا کہ بیان کیا گیا دوسرا کیف نفسانی کہ نفس ناطقہ کو عارض ہوتا ہی جیسا کہ علم و جہل
وجود و بخل وغیرہ۔ دوسرے کم۔ کہ یہ بذاتہ قابل قسمت ہی اور دو قسم ہی منفصل جیسے
اعداد اور متصل جیسے مقدار و امتداد کسی چیز کی کہ چند گز ہو۔ تیسرے این۔ اور یہ ہیئت
ہے کہ جسم کو عارض ہوتی ہی بسبب ہونے جسم کے مکان میں۔ چوتھے۔ متی۔ یہ ایک ہیئت ہی
کہ عارض ہوتی ہے جسم کو بسبب ہونے جسم کے زمان میں۔ پانچویں اضافت اور یہ عبارت
ہے نسبت سے درمیان دو شے کے جیسا کہ پدر زید کہ نسبت ہی درمیان باپ اور بیٹے

زید کے ۔ چھٹے ۔ وضع عبارت ہے ایسی ہیئت سے کہ حاصل ہو کسی شی مین باعتبار نسبت امور داخلیہ وخارجیہ کی اوسکی طرف چنانچہ ہیئت قیام وقعود واستلقا یعنی چت لیٹنا ۔ ساتوین فعل ۔ وہ ہیئت ہے غیر قار کہ حاصل ہوتی ہے فاعل مین بطریق تجدد منفعل مین تاثیر کرنیکے سبب جیسا کہ ہیئت حاصل ہوتی ہے ارّہ کش کو وقت ارّہ کشی کے ۔

آٹھوین ۔ انفعال ۔ اور یہ ہیئت غیر قار ہے کہ حاصل ہوتی ہے منفعل مین بطریق تجدد فاعل کے تاثیر کرنیکے سبب جیسے کہ ہیئت حاصل ہوتی ہے لکڑی مین وقت ارّہ کشی بسبب قبول کرنے اثر ارّہ کش کے ۔ نوین ملک ۔ بکسر میم کہ اسکو جدہ بکسر جیم بھی کہتے ہین اور یہ وہ ہیئت ہے کہ حاصل ہوتی ہے جسم مین امور خارجیہ کے احاطہ کرنیکے سبب سے اور وہ منتقل ہوتی ہے انتقال جسم کے ساتھ خواہ احاطہ جمیع اجزا جسم یا بعض کا کرے جیسے کہ ہیئت حاصل ہوتی ہے پرتنع یا جبہ یا ٹوپی پہنتے یا عمامہ باندھنے سے اور دو بیت جو ذیل مین لکھی جاتی ہین جامع ہین ایک جوہر و نو عرض کو ۔ بیت مردے دراز نیکو ودیدم در شہر امروز ۔ با خواستہ نشستہ از کردہ خویش فیروز ✤ (شرح) مردے ۔ جوہر ۔ دراز ۔ کمیت ۔ نیکو کیف ۔ دیدم ۔ فعل ۔ در شہر ۔ این امروز ۔ متی ۔ خواستہ ۔ ملک ۔ نشستہ ۔ وضع ۔ کردہ خویش اضافہ ۔ فیروز ۔ انفعال بیت بدرت بسے عاشق دل شکستہ ✤ سیہ کردہ جامہ بکنجے نشستہ ✤ (شرح) بدرت ۔ متی مع اضافت ۔ بسے ۔ کم ۔ عاشق جوہر دل شکستہ انفعال ۔ سیہ ۔ کیف ۔ کردہ ۔ فعل ۔ جامہ ملک ۔ بکنجے این نشستہ وضع ۔

م ۔ وہ وحدہ لاشریک نہ جسم ہے نہ جوہر ۔

ش ۔ جسم وہ ہے جو مرکب ہو اور متحیز ہو اور یہی نشانی حدوث کی ہے اور جوہر ہمارے نزدیک ایسے جزو کا نام ہے جو کسی صورت مین انقسام نہ قبول کرے اور اسکو جزو لایتجزی کہتے ہین اور وہ ایک جزو ہے جسم سے کہ جسکو جوہر فرد بولتے ہین اور خدا تعالے اس سے پاک اور بے نیاز ہے ۔ اور اہل فلسفہ اسکی اصطلاح تعریف کرتے ہین کہ وہ نام موجود کا ہے اگر وہ موجود کسی موضوع مین نہ ہوگا تو اوسکو جوہر مجرد کہین گے اگر وہ متحیز ہوگا تو اوسکو جوہر مادی

کہین گے۔ لاکن اہل فلسفہ ممکنات سے جانتے ہین اور ماہیتہ ممکنہ سمجھتے ہین جبکہ وہ لائق نفی ہو اور جسم و جوہر کا اطلاق صانع حقیقی پر ممتنع ہی ازروی شرع شریف اسواسطے کہ جب جسم کہا جائیگا تو مرکب خیال مین آویگا اور جب جوہر بولا جائیگا تو متحیز سمجھا جاویگا علاوہ اس کے جسم قسم جوہر ہے اور جوہر تحت ممکن مانا گیا ہی اور ذات واجب اس سے بالا ہی۔

ف حکما نے خیر اور مکان کے فرق مین بہت بحث کی ہی مگر اس جگہ خارج از مطلب تصور کرکے ترک کیے گئے۔ اور فرقہ مجسمہ و نصاری اطلاق جسم و جوہر کا ذات باری پر کرتے ہین اور خداوند عالم بری ہی اس سے نہ وہ کسی سے مرکب ہی نہ وہ متحیز ہے اگر کوئی یہ بات نکالے کہ موجود و واجب و قدیم وغیرہ کا اطلاق ذات خدا پر کیسے صحیح ہوا شرع مین تو اسکی تفصیل نہین ہے تو اوسکو ایسا سمجھنا چاہیئے کہ اس پر اجماع ہو چکا ہے اور اجماع بھی دلائل شرع سے ایک دلیل ہی چنانچہ فن اصول مین مسلم ہی اور کبھی اسطرح جواب دیا جاتا ہی کہ واجب اور قدیم بالذات الفاظ مترادف ہین اور موجود لازم ہی۔ واجب کو اسواسطے کہ شرع مین آیا ہی کہ اطلاق نام کا ثابت سے ہو یعنی کسی لفظ سے نام پکارا جاوے اس سے ثابت ہی کہ مرادف کا اطلاق اوسپر کیا جاوے تو درست ہے اسی لغت سے یا کسی اور لغت سے یا جس لفظ مین اُسکے معنی کا لزوم ہو اور اس مین بہت بحث کی گئی ہے۔

م۔ وہ ذات نہ مصور بالفتح واو ہے نہ محدود نہ معدود نہ متبعض نہ متجزی نہ مترکب اجزا سے نہ متناہی۔

ش۔ مصور ذی صورت و شکل کو کہتے ہین جیسے صورت انسان و فرس اور شکل خواص اجسام سے ہے کہ جس سے کمیت و کیفیت و نہایت و احاطہ حدود حاصل ہو۔ اس لیے ذات پاک اُس بے نیاز کی اس سے مبرا ہی بلکہ وہ مصور بکسر واو صورت آفرینندہ ہی۔ اسیطرح ذی حدو نہایت بھی نہین ہی اور نہ ذی عدد و کثرت ہی یعنی کمیات متصلہ چنانچہ مقادیر و کمیات منفصلہ جیسے اعداد البتہ وہ واجب حقیقی ہی نہ یا احد عددی کیونکہ یہ تعریف عددی سے باہر ہی عدد واحد نام ہی نصف حاشیتین اپنی کا اور ظاہر ہی کہ اُس واحد کا کوئی حاشیہ متحقق نہین ہی

اور نہ وہ ذی ابعاض و اجزا ہی اور نہ وہ مرکب ہی اجزا سے اسواسطے کہ یہ احتیاج ہے سے ہے اور یہ امر منافی وجوب ہے پس اوسکے واسطے اجزا نہین ہین کہ تالیف کیا جاوے کہ جس سے متبعض اور متجزی کہہ سکین اور متناہی اسواسطے نہین ہی کہ یہ صفات مقادیر اور اعداد کے ہین اور ذات باری سب اشیاء موجودات پر محیط ہے اور سپر اور شی محیط نہین ہی اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اعداد و مقادیر نامتناہی ہین کیونکہ وہ کسی ایسی حد پر نہ ٹھہرین کہ فوق اوسکی اور متصور نہ ہو پھر انکو کیسے متناہی مانا۔ تو اسکا جواب دلیل برہان التطبیق مین گذر چکا ہی وہان دیکھ لیا جاوے۔

م۔ نہ اوس ذات کی ماہیت بیان کی جاتی ہی۔

ش۔ ماہیت یعنی مجانست جیسا کہ علم منطق کی رو سے سوال کیا جاتا ہی۔ ماہو۔ ای وہ کس جنس سے ہی اسطرح اوسکی ذات پاک کا سوال نہین کیا جاتا ہے کیونکہ مجانست کو ضرور ہے تمائیز متجانسات سے از روے فصول مقومہ اور جبکہ ذات باری کی جنس و فصل ہو تو اوسکی ترکیب لازم آتی ہی اس لئے اوس وحدہ لاشریک کی کوئی جنس و فصل نہین ہی۔

م۔ نہ اوس ذات پاک کی کیفیت بیان کی جاتی ہی۔

ش۔ کیفیت سے مراد رنگ۔ ذائقہ۔ خوشبو۔ گرمی۔ سردی۔ تری۔ خشکی وغیرہ ہی اور یہ چیزین صفات اجسام و توابع مزاج و ترکیب سے ہین اور وہ اس سے پاک ہے چنانچہ اسکی بحث پہلے ہو چکی۔

م۔ نہ وہ متمکن ہی کسی مکان مین۔

ش۔ تمکن عبارت ہی نفوذ ایک بُعد سے دوسرے بُعد مین اور وہ متوہم ہو خواہ متحقق اوسی کا نام مکان ہی اور بعد عبارت ہی امتداد سے اور وہ قایم ہو جسم کے ساتھ یا بنفسہ ہو مگر بنفسہ امتداد کے وہ قایل ہین جو خلا کے قائل ہین اور خلا وہ مکان ہی جو شاغل سے خالی ہو اور خداوند عالم امتداد و مقدار سے منزہ ہے بوجہ استلزام تجزی۔ اگر یہان پر اشتباہ ہو کہ جوہر فرد متحیز ہے اور اوس مین بعد نہین ہی کیونکہ بُعد ہونے مین جوہر فرد کی

تجزی لازم آتی ہی اسیطرح وہ بھی متحیز ہو- اسکا رفع شک اصطلاح ہوسکتا ہی کہ تمکن اخص ہی تحیز
سے اسواسطے کہ حیز فراغ متوہم کو کہتے ہین کہ اُس مین شی شاغل ممتد ہو خواہ غیر ممتد اور
یہ دلیل بالا عدم تمکن فی المکان ہی اور دلیل عدم تحیز یہ ہے کہ اگر تحیز ہوگا یا تو وہ ازلی ہوگا
اس صورت مین لازم ہوگا قدم حیز کا اور اگر ازلی نہین ہی تو وہ محل حوادث ہوگا نہ قدیم-
دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر وہ ذات حیز کی برابر یا ناقص ہوئی تو متناہی ہوگی اور اگر زائد ہوگی
تو متجزی ہوگی اس لئے وہ متحیز بھی نہین ہی اور جو شی مکان مین نہ ہوگی اوسکے واسطے کوئی
جہت فوق و تحت وغیرہ بھی نہ ہوگی کیونکہ حدود و اطراف تو مکانون کے ہوتے ہین یا خود نفس
مکان باعتبار عروض اضافت کسی شی کی طرف ہو جیسے مکان مین و یسار وغیرہ-

م- خداوند عالم پر زمانہ جاری نہین ہوتا یعنی وہ ذات زمانی نہین ہی-

ش- ہمارے نزدیک زمانہ سے عبارت ہی ایسی حالت متجدد سے کہ اندازہ کیا جاوے
اُس سے دوسری حالت متجدد کا- اور اہل فلسفہ مقدار حرکت سے مراد لیتے ہین اور اللہ
منزہ ہی اس سے- جاننا چاہئے کہ تنزیہات مین جو ذکر کیا گیا ہی بعض اسکا بے پروا کرتا ہی بعض
سے یعنی غیر متجزی ہونا بے پروا کرتا ہی جسم سے اور غیر محدود و معدود و مقادیر و اعداد سے علی
ہذا القیاس اور زیادہ تفصیل درباب تنزیہ ضروریات سے جانکر کی ہی تا کہ فرقہ مجسمہ و مشبہ
اور دوسرے فرقون گمراہون کا رد اچھی طرح سے ہو جاوے اور مکرر الفاظ مترادف مثل تبعض
و تجزی جو لائے گئے ہین اسکا کچھ مضائقہ نہین فقط بنظر تصریح ایسا کیا ہی کیونکہ ذات خدا حدوث
و امکان سے پاک ہی جیسا کہ اوپر تفصیل سے بیان ہوا- اور مشائخ شرع معنی عرض جوہر اصطلاح
بیان کرتے ہین کہ عرض بحسب لغت وہ شی ہی کہ بقا اوسکا ممتنع ہو اور جوہر وہ ہے کہ مرکب ہو اُس سے
غیر اوسکا اور جسم وہ ہے کہ مرکب ہو غیر اپنے سے دلیل اس قول سے لاتے ہین کہ یہ جسم ہے
اس جسم سے مراد اونکی یہ ہی کہ اجسم اجزا غیرہ سے ہوا ہے ورنہ جنس جسم مساوی ہے اور پھر
تقریر کرتے ہین کہ اگر واجب مرکب ہین اسصورت مین یا تو اجزا اوسکے متصف ہونگے بصفات کمال اور جبکہ
ہر جز متصف بصفات کمال ہوا تو تعدد واجب کا لازم آئیگا یا وہ اجزا متصف بصفات کمال نہونگے تو لازم ہوگا

نقص و حدوث اسی طرح جمیع متضادیر و کیفیات و صور و اشکال وغیرہ ایک جز مین جمع نہین ہو سکتے بوجہ اجتماع اضداد یا بعض اجزا مین صور و اشکال وغیرہ ہون اور بعض مین نہون تو حاجت ہوگی کسی مخصص کی اور داخل ہوگا وہ جزو تحت قدرت غیر کے پس وہ حادث ہوگا بخلاف علم و قدرت وغیرہ کہ یہ صفات کمال ہین اور اضداد اونکی صفات نقصان ہین - انتہی -

مثل تکثر جن دلائل سے سند لائے ہین بالکل ضعیف اور سست ہین اور اونکے جواب اور اعتراض قایم ہو سکتے ہین - مثال تکثر کے اس قول پر (کہ اجزاء واحد متصف بصفات کمال ہون تو تعدد واجب لازم آیگا) اسکا یہ جواب ہوسکتا ہے کہ تعدد موصوفات سے تعدد واجب لازم نہین آتا اور اس قول پر (اجتماع اضداد لازم ہوگا واجب مین) یہ جواب ہوگا کہ واجب تعالے متضمن ہے جمیع صفات کمال سے چنانچہ اونمین سے قہر و سلطنت و رحم وغیرہ اضداد سے ہین اور ذات واجب[سلہ] مین موجود ہین وعلی ہذا القیاس - غرضکہ وسعت دنیا اعتراض کرنے والون کو ہے ایسی تقریر سے احتراز بہتر ہے -

سوال - تقریر بالا سے خدا تعالے کا جسم و جہت و صورت و جوارح سے منزہ ہونا ثابت کیا ہے - لیکن نصوص ظاہرہ جو قرآن پاک مین آئی ہین جیسا کہ الیہ یصعد کلم الطیب ویبقی وجہ ربک - ید اللہ فوق ایدیہم انسے ظاہر و ثابت ہے کہ خدا جسم و ذو جہت و صورت ہے علاوہ اس کے دو موجود فرض کئے جاوین تو ضرور ہے کہ ایک اونمین کا یا تو متصل ہوگا دوسرے سے یعنی مماس ہوگا اُس سے یا منفصل ہوگا اُس سے یعنی مباین ای جدا ہوگا کسی جہت مین اور جبکہ اللہ تعالیٰ نہ حال ہے نہ محل ہے پس عالم سے مباین یعنی جدا - کسی جہت مین منزہ ہوگا اور اسی وجہ سے وہ متحیز ہوگا اور جبکہ وہ متحیز ہوا تو جسم یا جز جسم ہوگا اور مصور اور متناہی بھی ہوگا -

جواب - یہ محض وہم ہے اور حکم کرتا ہے غیر محسوس کو احکام محسوس سے کیونکہ جب خداوند عالم

سلہ ذات واجب مین اضداد موجود ہین مگر اختلاف جہت سے ہے یہ جائز ہے اور ایک ہی جہت سے اجتماع اضداد محال ہے - ۱۲ - منہ

ذو جسم و صورت ہوا تو تجزی لازم آوے گی کہ جو باعث نقص و زوال ہی۔ اسیواسطے اپنے
ذات خدا کے منزہ ہونے پر دلایل قطعیہ قایم ہو چکے ہین پس واجب ہی کہ علم نصوص مذکورہ کا
اللہ پاک پر چھوڑ دیا جاوے کہ وہی خوب جانتا ہی اور یہی طریقہ سلف سے چلا آتا ہی۔ یا تاویل
کیجاوے تاویلات صحیحہ سے جیسا کہ علماء متاخرین نے جہال کے مطاعن دفع کرنے کو وراہ مستقیم
پر چلانے کو پسند کیا ہی۔

ف خلاصہ تقریر یہ ہے کہ ذات خداوند عالم موقوف زمانہ پر نہین ہی کسواسطے کہ جب زمانہ تھا
اور اسکی ذات موجود تھی اور اب زمانہ بھی ہی اور وہ بھی ہی پس وہ زمانہ مین نہین ہی ولیکن زمانہ
کے ساتھ ہی اور نہ اوسکا کوئی مانند ہے اور نہ ضد۔ نہ ند ہے۔ ضد مخالف شے کو کہتے ہین جو
غیر جنس اوسکی سے ہو جیسا کہ انسان کا ضد جن ہی کیونکہ یہ خاکی ہی اور وہ آتشی اور ند وہ
مخالف ہی کہ جنس شی سے ہو جیسا کہ زید عمرو کہ دونون خاکی ہین اور جدا جدا ہین اور نہ
اوسکے واسطے کسی کی مدد کی حاجت ہی اور نہ وہ اپنی غیر کے ساتھ ایک ہوتا ہی نہ کسی غیر مین
در آتا ہی کسواسطے کہ ایک ہونا دو چیز کا محال ہی اور غیر مین آنا صفات اجسام سے ہے جیسا کہ
پانی مٹی مین اور آگ پتھر مین اور روشنائی گھر مین اس لئے مذہب حلول و اتحاد کا باطل ہوا
اور وہ متصف ہی جمیع صفات کمال سے اور منزہ ہی علامات نقص و زوال سے۔

م۔ کوئی اوسکی مثل نہین ہی۔

ش۔ یعنی اوسکی مماثل اور مانند ذات و صفات مین کوئی نہین ہی نہ تو کسی کو تضاد
اوسکی حقیقت مین ہے اور نہ کوئی شے ہے کہ صلاحیت اوسکے اوصاف کے قایم مقام ہونے
کی رکھے جیسا کہ اوصاف باری سے علم و قدرت وغیرہ ہی اور کل مخلوقات سے برتر اور
برگزیدہ ہے اور ہدایہ مین آیا ہی کہ علم العبد موجود و ادعرض اور جایز الوجود متجدد بہر زمان

سلہ ید اللہ فوق ایدیہم الخ یعنی ید قدرت خدا کا سب پر غالب ہی واللہ یصعد کلم الطیب باعتبار
عظمت و کبریائی شان الہی علو کی طرف اشارہ کیا ہی اور حسب فہم لوگون کے بیان کیا ورنہ وہ سب طرف ہی
ویبقی وجہ ربک یعنی ذات خدا باقی رہے گی پس اسمین کوئی خلجان باقی نہین رہا۔ ۱۲

مین ہے اور علم اللہ تعالے قدیم اور موجود ہی اور وہ اللہ واجب الوجود دائم ازل سے ابد تک ہی اُس خالق لازوال کے علم سے کسی طرح سے علم خلق کو مشابہت نہین ہوسکتی مماثلت جب ثابت ہوتی ہی کہ اشتراک جمیع اوصاف مین ہو اگر منجملہ اوصاف ایک وصف بھی نہین پایا جاویگا تو مماثلت نہین ثابت ہوگی۔ شیخ ابو المعین تبصرہ مین فرماتے ہین کہ اہل لغت جایز رکھتی ہین اسکو کہ زید مثل عمرو کے ہے۔ اور فقہ مین بھی کوئی شی مساوی ہو تو کہا جاتا ہے کہ یہ قایم مقام اوسکے ہے اگرچہ اُس مین مخالفت بہت وجہون سے ہوتی ہو۔ اشعری فرماتا ہے کہ مماثلت مین مساوات جمیع وجوہ کی کچھ ضرور نہین اسواسطے کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے مثلاً الحنطۃ بالحنطۃ مراد اس سے برابر ہونا کیل مین یعنی پیمانہ مین ہی دوسری بات مین مساوات کی ضرورت نہین اگرچہ تفاوت وزن مین یا عدد حبات اور سختی و نرمی مین ہو۔ اور مراد اشعری کی بھی یہی ہی کہ مساوات جمیع وجوہ کی اوسی مین ہونا ضرور ہی کہ جسمین مماثلت کی گئی ہے جیساکہ کیل کی مثال سے ظاہر ہی اسی طرح کلام ہدایہ کا بھی سمجھ لینا چاہئے ورنہ اشتراک شیئین کا جمیع اوصاف مین اور مساوات اُن دونون کی جمیع وجوہ مین ہو تعدد کو رفع کرتا ہی پھر کیونکر مماثلت متصور ہوسکے۔

م۔ اوسکے علم اور قدرت سے کوئی شی باہر نہین ہی۔

ش۔ یکل اشیا اوسکے علم و قدرت مین ہین اگر جہل بعض کے ساتھ ہو اور عجز بعض کے ساتھ تو نقص لازم آتا ہی اور احتیاج ہوگی مخصص کی جانب اور اوسکی ذات پاک نقص اور عجز سے منزہ ہے اور نصوص قطعیہ ناطق ہی عموم علم و شمول قدرت کو وھو بکل شیء علیم وعلی کل شیء قدیر۔ نہ اوسطرح کہ فرقہاے ذیل کے عقاید ہین۔ فلاسفہ گمان کرتے ہین اللہ پاک نہین جانتا ہی جزئیات[1] کو اور نہین قادر ہے زیادہ پر ایک سے اور دہریہ گمان کرتے ہین

---

[1] خدا جزئیات کو نہین جانتا ہی اس سے مراد فلاسفہ کی یہ ہے کہ اوسکا علم جزئی طور پر نہین ہے بلکہ کلی طور پر ہی چنانچہ ایک خط مستقیم دس گز پر چیونٹی چلے تو جو اجزا اُس خط کے آگئے سامنے آتے جاوینگے اوسکا علم اوسکو ہوتا جاویگا اور انسان کو اوسکے سب اجزا کا علم کلی طور پر ہوگا کیونکہ وہ پورا خط اوسکے سامنے ہے پس چیونٹی کو نسبت انسان کے علم جزئی ہی اور انسان کو نسبت چیونٹی کے علم کلی ہی اسیطرح خداوند عالم کو نسبت انسان و کل مخلوقات کے علم کلی ہی ۱۲ منہ

کہ وہ اپنی ذات کو ہی نہین جانتا ہے بلکہ وہ صانع کو ثابت نہین کرتے اور ہر حوادث کی سند
دہرے سے لیتے ہین اور نظام قایل ہی کہ خدا خلق جہل و قبح پر قادر نہین ہی ابوالقاسم بلخی کہتا ہی
کہ مثل مقدور عبد پر خدا قادر نہین ہی یعنی ایسا کام نہین کرسکتا کہ جسپر ثواب و عقاب ترتیب دیا
جاوے اور عام معتزلہ کہتے ہین کہ خدا نفس مقدور بندہ پر قادر نہین ہی۔

م - اوس خداوند عالم کی صفات ازلیہ اوسکے ساتھ ہین۔

ش - یہ ثابت ہوچکا ہی کہ ذات خداوند عالم قادر و عالم و حی وغیرہ ہے اور ہر ایک ان ناموں
سے مفہوم واجب پر دلالت معنی زائد سے کرتا ہے اور نہ یہ الفاظ مترادف ہین اور یہی اسمای
مشتق مقتضی ثبوت ماخذ اشتقاق پر ہاین اس سے ثابت ہی کہ صفات اوس ذات واجب کے
علم - قدرت - حیوۃ وغیرہ ہین - زعم معتزلہ کا ایسا ہے کہ عالم - و قادر ہے مگر علم و قدرت
اوسکو نہین ہی یہ صریح محال ہی جیسے کہا جاوے کہ وہ چیز سیاہ ہے لیکن اوسمین سیاہی نہین ہے
کیونکر ہوسکتا ہی - حالانکہ علم - قدرت - حیوۃ - خلق وغیرہ نصوص ناطقہ سے ثابت ہی اور یہی
باعث ہے صدور افعال یقینیہ مثل خلق ارض و سموات شجر حجر چاند و سورج وغیرہ ہوا ہی
نزاع علم و قدرت وغیرہ مین نہین ہی کیونکہ وہ کیفیات و ملکات سے ہین جیسا کہ تصریح ہوچکی
بلکہ نزاع اس مین ہی کہ صانع عالم کا علم جو صفت ازلیہ ہی اوسپر زائد ہی یا نہین جیسا کہ علم انسان
عرض ہے اور اوسپر قائم و زائد و حادث ہی - فلاسفہ و معتزلہ زاید ہونے سے انکار کرتے ہین
اور کہتے ہین کہ صفات خداوند عالم عین ذات ہی اس اعتبار سے اطلاق عالم و قادر کا ہوتا
ہے جبکہ اوس ذات کا تعلق کسی معلومات یا مقدورات سے ہوتا ہے اس سے تعدد و تکثر ذات
قدما و واجبات کا لازم نہین آتا - جواب اسکا پہلے گذر چکا ہے کہ تعدد ذوات قدیمہ واجبہ محال ہی
اور یہ محال نہین ہی کیونکہ قدم زمانی منافی نہین ہی حدوث ذاتی کو بلکہ ذات واجب مین صفات
ازلیہ یعنی علم - قدرت - حیوۃ وغیرہ کو قایم نہ جانکر عین ذات سمجھنا محال ہی - اور فرقہ کرامیہ
صفات خدا کو حادث جانتا ہی حالانکہ قیام حوادث کا اوسکی ذات مین محال ہی جسکا بیان پہلے
گذر چکا - جاننا چاہیے کہ صفت شی وہی ہی جو اوسکے ساتھ قایم ہو نہ جیسا کہ گمان معتزلہ کا ہی

کہ خدا متکلم ہی کلام کے ساتھ اور وہ کلام قایم ہی اوسکے غیر پر یعنی لوح محفوظ و جبرئیل و نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر۔ غرض اونکی اس سے یہ ہے کہ کلام صفات خدا سے نہین ہی انکا ایسا جاننا توحید کو باطل کرتا ہے کیونکہ جب وہ صفت قدیمہ مغایرہ ہی ذات خداوند عالم سے پس لازم ہوگا قدم غیر اللہ تعالے و تعدد قدماء بلکہ تعدد واجب لذاتہ کا چنانچہ کلام متقدمین میں اشارہ ہوچکا ہے اور تصریح اوسکی کلام متاخرین مین مثل امام حمید الدین کے ہے۔ ان[1] الواجب الوجود بالذات ھو اللہ تعالے و صفاتہ نصاری پر کفر اسی سے ثابت ہوا ہی کہ اونھون نے تین قدیم مان لئے ہین اور جبکہ آٹھ یا زیادہ قدیم مان لئے جاوین تو اوسوقت کیا کہا جاویگا

ف۔ اس قول فلاسفہ سے کہ جب اوس ذات واجب کا تعلق معلومات سے ہوتا ہی تو عالم کہا جاتا ہے) ثابت ہوا کہ صفت علم ہونے پر تعلق معلومات سے ہو سکتا ہی ورنہ نہین بہر حال موصوف صفات ازلیہ سے ہونا ضرور ہی اور صفات نہ داخل نہ خارج ماہیتہ ذات خدا ہین کیونکہ یہ صفات اوسکی ذات مین بالوجوب ہین جیسا کہ نور خورشید کے ساتھ نہ یہ کہ حقیقت خورشید نور ہے اور نہ وہ نور خارج از ذات خورشید ہی سمجھنے کو اسی قدر دلیل کافی ہے۔ ؎ عاقل کو تو ایک حرف نصیحت ہی کفایت ٭ کافی نہین نادان کو دفتر نہ رسالت

م۔ وھی لا ھو و لا غیرہ (صفات خداوند عالم نہ عین ذات نہ غیر ذات ہی)

ش۔ صفات خدا کی نہ عین ذات و نہ غیر ذات ہونے سے قدم غیر و تکثر قدماء کا لازم نہین آتا۔ نصاریٰ نے اگرچہ تصریح قدماء متغائرہ کی نہین کی ہے لیکن وہ اقانیم[2] ثلثہ یعنی وجود۔ علم۔ حیوۃ۔ ہے وجود کو باپ اور علم کو بیٹا۔ اور حیوۃ کو روح القدس نام رکھتے ہین اور گمان کرتے ہین کہ اقنوم علم منتقل ہوتا ہے بدن عیسی علیہ السلام مین جبکہ اونھون نے انفکاک اور انتقال جایز رکھا اس سے ثابت ہی کہ وہ ذات متغایرہ ہین۔ **سوال** محض انفکاک سے تعدد و تکثر نہین ہوتا جیسا کہ مراتب اعداد ایک دو تین وغیرہ ہین اور وہ متعددہ و متکثرہ ہین حالانکہ بعض جزء ہے بعض کا جیسے کہ عدد

---

[1] یہ آنکہ واجب الوجود بالذات وہ اللہ تعالی اور اوسکی صفات ہین ۱۲ منہ [2] اقنوم بضم لفظ رومی بمعنی اصل ہے ۱۲

چار عشرہ کے چار جزء ہین اور جزء اپنے کل سے علیحدہ نہین ہو سکتا پس ایسے انفکاک سے تعدد ذاتی لازم نہین آتا فقط تعدد اعتباری ہے۔

جواب ۔ مراتب اعداد عدد واحد سے تالیف کیے ہوئے ہین چنانچہ اجزاء عشرہ کے عشرہ وحدات ہین اور بحث ذات واحد مین بیان ہو چکا ہے کہ ذات خدا واحد ہے مگر واحد عددی نہین ہے۔ اور جبکہ وہ واحد عددی کی طرح نہین ہے تو ضرور ہے کہ انفکاک سے تعدد ذاتی لازم آئیگا اور یہ محال ہے۔

اہل سنۃ تعدد و کثرت صفات مین خواہ متغائرہ ہون یا غیر متغائرہ نزاع نہین کرتے ہین اور کہتے ہین کہ تعدد ذوات قدیمہ واجبہ لذاتہ محال ہے نہ ذوات وصفات ممکنہ کسی نے ایسے جرأت کر کے نہین کہا ہے کہ صفات خدا واجبۃ الوجود لذاتہا ہے البتہ ایسا کہا ہے کہ وہ واجبۃ لغیرہا ہے یعنی وہ عین نہ غیر ذات اللہ تعالیٰ ہے اور یہی مراد اوسکی ہے کہ جسنے ایسا کہا ہے کہ واجب الوجود لذاتہ ہو اللہ تعالےٰ وصفاتہ یعنی وہ صفات واجبہ ہین بہ نسبت ذات واجب کے ورنہ وہ فی نفسہا ممکنہ ہین اور قدم ممکن ہین محال نہین ہوتا جبکہ وہ قایم وہ واجب بذات قدیم واجب لذاتہ اور اوس سے غیر منفصل ہو پس ہر قدیم خدا نہین ہو سکتا نہ وجود قدما رسے وجود خدا اون کا لازم آتا ہے مگر تعریف اسطرح کرنا چاہئے کہ جسمین کچھ شبہہ و خدشہ نہ واقع ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے قدیم اور اپنی صفات سے موصوف ہے اور لفظ قدما کا نہ کہا جاوے تاکہ وہم اوس طرف نہ جاوے کہ ہر ایک اونمین قایم اور موصوف صفات الوہیت سے ہے اور اسی دشواری اور سختی مقام سے معتزلہ و فلاسفہ نے صفات خدا سے اور کرامیہ نے صفات کے قدیم ہونے سے اور اشاعرہ نے صفات کی غیریت و عینیت سے انکار کیا ہے۔

سوال ۔ بظاہر قول اشاعرہ مین رفع نقیضین ہے اور حقیقت مین اجتماع نقیضین ہے کیونکہ غیر ذات نہین ہے تو عین ذات ہے اور جبکہ عین ذات نہوا تو ضرور ہے کہ غیر ذات ہوگا اور تعریف غیریت اور عینیت سے بھی ایسا ہی پایا جاتا ہے کہ جب مفہوم کسی شی کا مفہوم دوسری شی کا نہین ہے تو وہ نسبت دوسری شی کے غیر ہے۔ اور اگر دونون کا مفہوم ایک ہو اور

در میان مین کوئی واسطہ متصور نہ ہو تو وہ عین ہے۔

جواب تعریف غیریت اور عینیت مشایخ اشاعرہ سے اجتماع نقیضین نہین ہوسکتا۔
وہ تعریف غیریت او عینیت کی اسطرح کرتے ہین کہ دو موجود اس حیثیت سے ہون کہ اگر ایک
موجود کا عدم فرض کرلیوین تو دوسرا موجود متصور ہوسکے یعنی ان مین انفکاک ممکن ہو تو
وہ ایک دوسرے کا غیر ہے۔ اور عین وہ ہے کہ مفہوم دونون کا ایک ہو بلا تفاوت بلکہ ان
مین واسطہ متصور ہو اس صورت مین نقیضین نہونگے جب کہ کسی شی کا مفہوم دوسری شے کا
مفہوم نہ ہو اور نہ پایا جاوے بدون اوسکے جیسے کہ جزو کل کے ساتھ اور صفت ذات کی
ساتھ اور بعض صفات کا بعض کے ساتھ چنانچہ علم حیوۃ کے ساتھ۔ چونکہ صفات خدا کی
ازلیہ ہین اور عدم ازلی پر محال ہے اسیطرح عدد واحد عدد دس سے بقا ایک کا محال ہے
بدون عدد دس کے اور دس کا بدون ایک کے بخلاف صفات محدثہ کے جبکہ قیام ذات کا بدون
اس صفت معینہ کے متصور ہوگا پس وہ صفت غیر ذات سے مانی جاوے گی۔

سوال۔ تعریف مشائخ کی جو درباب غیریت ہے یعنی ایک موجود کے عدم سے دوسرے
موجود کا وجود متصور ہو اس سے انفکاک ثابت ہے اگر انفکاک دونون جانب سے صحیح ہے
تو یہ قباحت لازم آتی ہے کہ عالم اور صانع دونون موجود ہین اسیطرح عرض اور محل بھی۔ پس
بموجب قول مشائخ عدم وجود صانع سے وجود عالم اور عدم محل سے وجود عرض پایا جاویگا
اور یہ محال ہے کیونکہ عالم بغیر وجود صانع اور عرض بغیر وجود محل نہین ہوسکتا اور اسی پر سب کا
اتفاق ہے۔ اگر انفکاک جانب واحد سے مراد لی ہے تو بھی خالی از قباحت نہین کیونکہ اس سے
لازم آتی ہے مغایرت درمیان جزو کل و ذات وصفات کے حالانکہ مشائخ نے اپنی تعریف
مین کہا کہ جزو کل سے اور صفت ذات سے جدا نہین ہوسکتی اس صورت مین اونکا
قول اونکے قول کو رد کرتا ہے۔ یہ کیسی تعریف ہے اور وہ قول کہ بقاء واحد کا بدون عشرہ
کے محال ہے یہ محض دھوکہ ہے کیونکہ وجود عشرہ وجود واحد سے مرکب ہے اگر عشرہ
نہین ہوگا تو واحد پایا جاویگا۔ ہان واحد کے عدم ہونے سے عدم عشرہ کا لازم ہوگا

اور یہ بھی نہین کہا گیا ہی کہ مراد انفکاک سے امکان تصوری ہی چنانچہ وجود ہر ایک کا مع عدم
آخر فرض کر لیوین اگرچہ محال ہو۔ اگر عالم کو موجود متصور کر لین اور پھر اُس سے ثبوت سلب پر
دلیل لادین تو ہو سکتا ہی بخلاف جز مع الکل اسیطرح ممتنع ہی وجود عشرہ کا بدون واحد کے اور
ممتنع ہی وجود واحد کا عشرہ سے خلاصہ یہ ہی کہ وصف اضافی معتبر ہی اور امتناع انفکاک ظاہر
ہے۔ **جواب**۔ مشائخ نے جو تصریح عدم مغائرت کی صفات مین بیان کی ہی وہ اس بنا پر ہی
کہ عدم اوسکا بسبب ازلیت کے متصور نہین ہو سکتا اسی طرح پر کہ وجود علم متصور کر کے پھر اوس سے
ثبوت بعض کا مثل حیوۃ وغیرہ کرین اس معنی کر اونکا ارادہ نہین ہی بلکہ وہ سب صفات کمال
ازلیہ ہین اونکا انفکاک نہین ہو سکتا اسیطرح عرض کا محل سے بھی انفکاک نہین ہو سکتا ہان
وصف اضافی کا اعتبار کر لیا جاوے تو درمیان ہر ایک متضائفین عدم مغائرۃ لازم ہوگی
چنانچہ خالد پدر زید و زید ابن خالد تو ظاہر ہی کہ خالد و پدر شخص واحد ہی اسیطرح لفظ زید و
ابن بھی اسی طرح اور مثالین علت و معلول و اخوین وغیرہ ہین غرضکہ غیریت فقط اسماء اضافیہ
کی ہے۔ **سوال** تمنے جو تقریر مشائخ کی مراد بیان کی ہی اُس طرح نہین بلکہ مراد اونکی اسطرح
ہو کہ لاہو بحسب مفہوم ولا غیرہ بحسب وجود۔ عین ذات سے مراد ہو جیسا کہ علم منطق مین حکم تمام
محمولات کا نسبت موضوعات کے ہوتا ہے اور شرط اتحاد بحسب وجود اونکے درمیان مین اسی وجہ سے
ہے کہ حمل صحیح ہو اور تغایر بحسب مفہوم اسوجہ سے ہی کہ جملہ مفید ہو۔ چنانچہ الانسان کاتب۔
اور الانسان حجر غیر صحیح ہوگا بوجہ عدم اتحاد بحسب وجود و الانسان انسان غیر مفید ہوگا

بوجہ عدم تغایر بحسب مفہوم۔
جواب۔ یہ کہنا صحیح ہوگا اس مثال مین کہ اللہ عالم وقادر نہ اسمین کہ اللہ علم وقدرت
وغیرہ اور نہ اجزاء غیر محمولہ مین جیسے کہ عدد واحد عدد عشرہ سے اور ید یعنی ہاتھ زید سے
کیونکہ اتحاد بحسب وجود نہین ہی۔ اور تبصرہ مین ذکر کیا گیا ہے کہ واحد عشرہ سے اور ید
زید سے غیر ہے اسطرح کسی متکلمین نے نہین کہا ہی بجز جعفر بن حارث کے اور مخالفت کی ہی
تمام معتزلے نے اور ایسے کہنے کو جہالت سے شمار کیا ہی اور اسپر دلیل لاتے ہین کہ عشرہ اسم ہی

تمام افراد احاد کا اور وہ شامل ہی ہر فرد کو اگر واحد غیر عشرہ ہوگا تو عشرہ بھی اپنے نفس کا غیر ہوگا کیونکہ واحد عشرہ سے ہے اسی طرح ید زید غیر زید ہوگا تو زید بھی اپنے نفس کا غیر یہ تبصرہ کی تقریر بالکل ضعیف طور پر ہے۔

ف - خلاصہ اس سب تقریر کا یہ ہے کہ اگر صفات کو عین کہتے ہیں تو لازم آتا ہی ثبوت ذوات قدمیہ اور اگر غیر کہتے ہیں تو حدوث لازم آتا ہی اسواسطے متکلمین نے انکو نہ عین کہا ہی نہ غیر ایک مرتبہ بین بین قایم کیا ہے جیسا کہ علم طب مین ایک درجہ درمیان صحت و مرض کے اطبا نے قایم کیا اسیقدر سمجھ لینا ضرور ہے زیادہ طول کلامی سے کیا حاصل ہے۔

م - وہ صفات یہ ہین - علم - قدرۃ - حیوۃ - قوت - سمع - بصر - ارادہ و مشیت - فعل و تخلیق - ترزیق - کلام -

ش - یہ سب صفتین ازلی ہین -

علم - یہ وہ صفت ازلی ہی کہ اس سے انکشاف معلومات کا ہوتا ہی جبکہ تعلق اوسکا معلومات سے ہو۔

قدرت - یہ صفت ازلی اثر کرتی ہی مقدورات مین جبکہ تعلق اوسکا مقدورات سے ہو۔

حیوۃ - یہ صفت ازلی صحت علم کے لئے ضروری ہی۔

قوت - یہ صفت بمعنی قدرت ہے۔

سمع[1] - اس صفت کا تعلق مسموعات سے ہے۔

بصر - اس صفت کا تعلق مبصرات سے ہی - سمع و بصر سے ادراک تام حاصل ہوتا ہی بطور تخیل و توہم نہ بطریق حس جیسا کہ انسان آنکھ سے دیکھتا ہی اور کان سے سنتا ہی اور قدم سمع و بصر سے قدم مسموعات و مبصرات کا لازم نہین آتا جیسا کہ قدم علم و قدرت سے قدم معلومات و مقدورات کا لازم نہین آتا ہے - کیونکہ یہ صفات قدمیہ ہین انسے تعلقات حادث ہوتے ہین معلومات و مقدورات حوادث کے ساتھ۔

ارادہ و مشیت - یہ دونوں عبارت ہین صفت سے کہ جسکے ذریعہ سے واحد کی تخصیص ہو...

[1] جیسا کہ صفت سمع و بصر بیان کی ہی - اسطرح لمس - ذوق - شم - صفت انسی ذات پاک کی بوجہ عدم نص وارد و شرع ... بیان کی گئی ہے - ۱۲ - منہ

ایک مقدور کی نسبت سے مقدوروں سے ایک وقت میں حالانکہ نسبت قدرت کی مقدورات کی طرف برابر ہی اور تعلق علم تابع ہی وقوع معلومات پر اور صفات مذکورہ مین قید ازلیت سے اُس شخص کے قول کی تردید ہی کہ جس نے ایسا کہا ہی کہ مشیت قدیم ہی اور ارادہ حادث اور وہ بذات خدا قایم ہین اور اُس شخص کا گمان بھی رد ہو گیا کہ جو کہتا ہی ارادہ اللہ تعالی سے مراد فعل خدا ہی کیونکہ فعل خدا مغلوب اور زبردستی کیا گیا اور سہو کرنے والا نہین ہی اور معنی ارادہ اللہ فعل غیراللہ ہی کہ حکم دینے والا ہی اوسکا۔ یہ تعبیر بھی نہین ہوسکتی ہی کیونکہ ہر مکلف امر کیا گیا ہی ایمان اور تمام واجبات پر اگر خدا چاہتا تو ہو جاتا اسواسطے کہ مراد خلاف ہوتی ہی ارادہ خدا تعالے سے بخلاف امر۔

فعل و تخلیق۔ ان دونون صفتون کو تکوین کہتے ہین تحقیق اسکی آگے بیان ہوگی اور تخلیق لفظ خلق سے عدول کیا ہی تاکہ شائع ہو مخلوق مین۔

ترزیق۔ یہ صفت تکوین مخصوص ہی اور اشارۃ اسکی قدرت کی گئی ہی۔

تخلیق و تصویر و ترزیق و احیا و اماتت وغیرہ چنانچہ ایجاد و اختراع یہ سب تکوین مین داخل ہین اور اشعری کہتا ہی کہ وہ اضافات اور صفات افعال ہین۔

کلام مراد اس صفت سے نفسی ہے کہ جسکا قرآن نام رکھا گیا ہی اور قرآن مرکب حروف سے[1] ہے اور جو شخص کلم کرتا ہے منع کرتا ہی یا خبر دیتا ہے تو پاتا ہے کلام کو پہلے اپنے نفس مین پھر اُسکو بیان کرتا ہے یا لکھتا ہی یا اشارہ کرتا ہی اور کلام غیر علم ہے اسواسطے کہ انسان کبھی خبر دیتا ہے کسی چیز کی کہ مین اسکو جانتا ہون اور اصل مین وہ اسکو نہین جانتا ہی۔

اور غیر ارادہ اسوجہ سے ہی کہ کبھی حکم دیا جاتا ہے اوسکا کہ جسکا ارادہ نہین کیا ہی مثلا کوئی اپنے غلام یا نوکر کو قصداً حکم کرے اوسکی نافرمانی کے اظہار کے لئے اور مالک پہلے سے واقف ہو کہ یہ کہنا نہین مانیگا سو اوسکی نافرمانی دوسرون پر ظاہر کرنے کو حکم دیوے۔ اسکو کلام نفسی کہتے ہین۔ جیسا کہ اشارہ کیا ہے اخطل نے اپنے قول مین۔ شعر ان الکلام لفی الفواد وانما

[1] مرکب حروف سے خصوصیت قرآن کی نہین ہوسکتی بلکہ اس تعریف سے شامل ہین تمام کتب سماوی و احادیث قدسیہ ۱۲۔ منہ۔

+ جعل اللسان علی الفواد دلیلا + (ترجمہ) البتہ کلام دل مین ہے اور زبان دل پر دلیل گردانی گئی ہے - اور حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے زورت فی نفسی مقالتہ یعنی مین نے آراستہ کی بات کو اپنے نفس مین - اور اکثر ہر شخص اپنے دوست سے کہتا ہے کہ میرے دل مین ایک بات ہے چاہتا ہون کہ وہ تجھسے کہون - غرضکہ صفت کلام کے ثبوت مین دلیل ہے اجماع امت کی اور تواتر نقل انبیا علیہم الصلوۃ والسلام سے ہے - پس اللہ پاک متکلم ہے یقیناً اور بغیر ثبوت صفت کلام تکلم محال ہے - پس ثابت ہوا کہ خداوند عالم کے واسطے آٹھ صفات ہین وہ یہ ہین - علم - قدرت - حیوۃ - سمع - بصر - تکوین - ارادہ - کلام - صفات تکوین وارادہ وکلام مین بہت نزاع وخفا ہین اسواسطے مکرر اوسکے اثبات اور قدم کا اشارہ کیا اور کلام کو جداگانہ بعض تفصیل سے لکھا ہے -

م - وہ خداوند عالم متکلم ہے کلام کے ساتھ جو اوسکی صفت ازلیہ ہے اور وہ جنس حروف واصوات سے نہین ہے اور سکوت وآفت کو منافی ہے -

ش - اثبات مشتق کا نہین ہو سکتا جبکہ ماخذ اشتقاق کا اوسپر قیام نہو چنانچہ علم کا قیام عالم مین پایا جاتا ہے نہ یہ کہ عالم کو مشتق علم سے کرین اور علم ہو ماخذ اشتقاق ہے اوسین نہو پس اس سے تردید ہے اس قول معتزلہ کی (کہ خدا متکلم ہے ولیکن کلام اوسکی صفت نہین ہے بلکہ کلام قایم ہے اوسکے غیر پر) اور کلام حروف واصوات کی جنس سے اسواسطے نہین ہے کہ وہ اعراض حادثہ ہین اور مشروط ہے حدوث بعض کا بعض کے ساتھ چنانچہ ممتنع ہے تکلم حرف ثانی سے بدون انقضائے حرف اول اور یہ ظاہر ہے اور اس سے تردید قول حنابلہ وکرامیہ کی ہے کہ وہ کہتے ہین کہ کلام خدا عرض ہے اور اصوات وحروف کی جنس سے ہے - بہرحال کلام صفت قدیم ہے - اس مین سکوت نہین ہے سکوت کئی وجہون سے ہوتا ہے یا تو باوجود قدرت ترک تکلم ہو یا کوئی آفت آلات مین بسبب فطرت ہو جیسا کہ گنگ مین یا بسبب ضعف وعدم بلوغ آلات جیسا کہ طفولیت مین ہوتا ہے -

سوال - سکوت کلام نفظی مین ہو سکتا ہے کیونکہ سکوت اور گونگاپن منافی ہے تلفظ کو

نہ کلام نفسی ہین۔
جواب۔ اس جگہ مراد سکوت وآفت باطنیہ سے ہی کہ جس نے اپنے نفس مین تکلم نہ کرتے اور نہ قادر ہو تکلم پر غرضکہ ضد کلام لفظی کی گنگ ہی اور کلام نفسی کی سکوت چونکہ سکوت کلام نفسی مین عیب ہی اسلئے کلام پاک سکوت سے بری ہی۔
م۔ اللہ پاک جل علی شانہ اپنے کلام پاک سے متکلم آمر وناہی ومخبر ہے۔
ش۔ یعنی یہ صفت واحدہ متکثر ہے امر ونہی وخبر کی نسبت اور یہ اختلاف تعلقات کی وجہ سے ہے چنانچہ علم وقدرۃ وتمام صفات کہ ہرایک اونمین سے واحدہ قدیمہ ہی اور تکثر حدوث تعلقات اور اضافات کے باعث ہوتا ہے۔ اصل مین کلام صفت واحدہ ہی اوقسم اوسکی تعلق کے سبب ہوتی ہی اور جب اوسکا تعلق نہین ہوگا تو اوسکی کوئی قسم بھی نہ ہوگی بہرحال کسی صورت مین کلام ازلی مین انقسام نہین ہونا۔
سوال۔ امر ونہی۔ بلا مامور ومنہی عبث ہی اور خبر دینا ازل مین بطریق مذکور محض کذب ہی۔ حالانکہ خدا وندعالم فعل لغو وکذب سے منزہ ہے۔
جواب۔ ہمنے ازل مین اسکے کلام پاک کو امر ونہی وخبر نہین کہا ہی فقط وقت تعلق کے ایسا کہا جاتا ہی سوا اس صورت مین کوئی طرح کا اشکال نہین ہی۔ اگر ہم ازل مین اوسکو امر اس اعتبار سے کہین توکچھ مضائقہ نہین ہی کہ مامور اوسکے علم پاک مین یقیناً موجود ہو۔ جیسا کہ کوئی آدمی اپنے ذہن مین تصور کرے کہ میرے لڑکا ہوگا اوسکو فلان کام کا امر اسطرح کرونگا۔ اور اخبار ازلی کہ جنکی نسبت خداپاک کی طرف کی ہے زمانہ کے ساتھ متصف نہین ہوسکتی یعنی نہ ماضی نہ مستقبل نہ حال کے ساتھ کیونکہ اللہ پاک زمانہ مین ہونے سے منزہ ہے اسیطرح اوسکا علم ازلی تغیر زمانہ سے متغیر نہین ہوتا اطلاق قرآن کا کلام نفسی قدیم پر ہوتا ہے۔ اسیطرح لکھی ہوئے حرفون سے جو حادث ہین پڑھا جاتا ہے ہوتا ہے۔
م۔ تکوین اور تخلیق صفت اللہ پاک کی ازلی ہے۔
ش۔ عبارت اس سے فعل وخلق وایجاد واحداث واختراع وغیرہ ہے یعنی معدوم کو عدم سے

وجود مین لانا۔ اور عقل اور نقل سے مطابق ہی کہ خالق مکوّن ہے عالم کے واسطے۔ اور جب مشتق مین وصف ماخذ اشتقاق نہین ہوگا تو اوسپر اطلاق اسم مشتق نہین ہو سکتا ہے اور یہ صفت تکوین ذات خدا کے ساتھ قایم ہی اور ازلی ہی اور وجوہات ذیل ازلی ہونے پر دال ہین۔

(۱) ممتنع ہی قیام حوادث کا ذات خدا پر جیسا کہ بیان گذر چکا۔

(۲) اوسنے کلام مجید مین اخبار کیا ہی اپنے خالق یعنی وہ خالق ہی اگر وہ ازل مین خالق نہو تو کذب لازم آویگا یا مجازاً کہدیا ہو کہ وہ خالق اشیا آیندہ کا ہی۔ یا قادر ہے خلق پر بغیر مادہ۔ اگر اطلاق خالق ازلی ہی قادر علی الخلق ہوگا تو جایز ہوگا اطلاق ہسکا کہ وہ اپنی ذات پر عرش بچھیانے کرنے کا خالق ہے حالانکہ یہ محال ہے۔

(۳) اگر وہ صفت تکوین کسی اور تکوین کی وجہ سے حادث ہوئی ہی تو تسلسل لازم آئیگا اور یہ محال ہے اور اسی سے تکون عالم کا محال لازم ہوگا باوجودیکہ عالم کا مشاہدہ کیا جاتا ہی اور بدون کسی اور تکوین کے حادث ہوئی ہی۔ اس سے استغنا حادث کا محدث واحداث سے پایا جائیگا اور جبکہ استغنا حادث کو محدث سے ہوا تو صانع عالم کا معطل ہونا لازم ہوگا۔

(۴) اگر وہ حادث ذات خدا مین ہی تو وہ ذات محل حوادث ہوگی یا وہ کسی غیر مین حادث ہوگی جیسا کہ ابو الہذیل نے سمجھا ہی کہ تکوین محل جسم کی قایم ہی اوسی جسم کے ساتھ اس صورت مین ہر ایک جسم خالق اور مکوّن اپنے نفس کا ہوگا اور یہ صریح محال ہی بنا ان تمام کی اسپر ہی کہ تکوین صفت حقیقیہ ہی چنانچہ علم و قدرت اور محققین اور متکلمین ایسا کہتے ہین کہ یہ اضافات و اعتبارات عقلیہ ہین جیسا کہ صانع عالم کا ہر شے کے قبل اور اوسکے ساتھ اور اوسکے بعد ہونا ہماری زبانون پر مذکور ہے اور وہ معبود اور مارنے والا اور زندہ کرنے والا ہمارا ہی۔ حاصل کلام قدرت و ارادہ ازل مین سبب تخلیق و ترزیق و احیاء و اماتت وغیرہ ہی اور اسپر کوئی دلیل نہین ہی کہ صفت تکوین قدرت و ارادہ کے سوا اور ہے کیونکہ نسبت قدرت کی وجود تکون اور اوسکے عدم کی جانب مساوی ہے۔ لاکن انضمام ارادہ سے تخصیص کسی جانب کی ہوتی ہے اور حدوث تکوین پر یہ دلیل لاتے ہین کہ تکوین مقصود نہین ہو سکتی بدون تکون کے مثلاً

مضروب بغیر مضروب کے اگر تکوین قدیم ہو تو لازم ہوگا قدم مکونات کا اور یہ محال ہے۔ ماتن نے اشارہ اسکے جواب کا اپنے قول سے کیا ہے۔ وہو ہذا۔

م۔ تکوین سے آفرینش عالم اور اوسکے ہر اجزا کی ہے یعنی وجود مکون صفت تکوین سے پیدا کیا جاتا ہے۔

ش۔ ازل میں تکوین سے وجود مکون نہیں ہوا بلکہ تکوین سے وجود مکوّن حسب علم و ارادہ خدا ہوا ہے پس تکوین باقی ازلی ابدی ہے اور مکوّن حادث بسبب حدوث تعلق کے ہے مثلاً علم و قدرت وغیرہ صفات قدیمہ ہیں۔ انکے قدیم ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انکے متعلقات بھی قدیم ہوں کیونکہ متعلقات اونکے تعلقات حادثہ کی وجہ سے ہیں اس موقع کے ثابت کرنے میں دلائل ذیل پیش کئے ہیں۔

(۱) اگر وجود عالم متعلق ہو ذات خدا سے یا اوسکی کسی صفت سے بطریق وجوب نہ بطریق ایجاد تو لازم ہوگی تعطیل صانع کی اور استغنا حوادث کا موجد سے اور یہ محال ہے کیونکہ بغیر ایجاد کوئی شئے پیدا نہیں ہو سکتی اور حوادث کا ذات قدیم پر قیام نہیں ہو سکتا۔

(۲) اگر وجود عالم متعلق ہوا تو دو صورت سے خالی نہ ہوگا یا تو عالم قدیم ہوگا یا نہیں ہوگا۔ قدیم ہونا تو وجہ اول سے باطل ہوگا کیونکہ اوسمیں تعطیل صانع عالم کی لازم آتی ہے پس اس سے ظاہر ہے کہ وہ غیر قدیم ہے اور تعلق اوسکی آفرینش کا ذات خدا سے ہے پس ثابت ہوا کہ صفت تکوین ہے خدا تعالے کی قدیم ہے باوجود متعلق ہونے حدوث مکوّن کے۔

سوال۔ تعلق مکوّن کا تکوین سے ہونا دلالت کرتا ہے حدوث تکوین پر کیونکہ وجود قدیم نہیں متعلق ہوتا ہے غیر سے البتہ وجود حادث متعلق ہوتا ہے غیر سے پھر کیونکر تکوین کو قدیم جان لیا۔

جواب۔ یہ معنی قدیم و حادث بالذات کے ہیں جیسا کہ اہل فلسفہ تعریف کرتے ہیں۔ متکلمین کے نزدیک حادث وہ ہے کہ جسکے وجود کی ابتدا ہو یعنی مسبوق بالعدم ہو اور قدیم بخلاف اسکے پس تکوین قدیم بالذات نہیں ہے بلکہ قدیم بالزمان ہے جسطرح تمام صفات باریتعالے میں اور یہی مسئلہ پہلے ثابت ہو چکا ہے اور مجرد تعلق اوسکا وجود غیر سے مستلزم نہیں ہے حدوث

یعنی مسبوقیۃ بالعدم کو اور یہ بحث صفات مین مانا گیا ہی کہ وہ اپنی ذات سے محتاج غیر کی ہو جانا
ہو مگر اُس سے ہمیشہ افعال صادر ہون - بہر حال اس مسئلہ کو قدم ذاتی و زمانی کی تفریق
سے ہر شخص سمجھ سکتا ہی - چنانچہ اہل فلسفہ بھی قدم ممکنات کا مانتے ہین مثلاً ہیولی - جبکہ ہمنے
وجود عالم کا صانع سے بالاختیار ثابت کردیا ہی نہ بالایجاب تو حدوث عالم مین کچھ تامل نہین رہا
پھر اس حالت مین یہ قول صادق آسکتا ہی کہ وجود عالم کا تعلق صفت تکوین خداوند عالم سے ہی
اس سے صاف ظاہر و ہویدا ہی کہ عالم مع کل اجزا اپنے کے حادث ہی اس سے اشارۃ بطلان
قدم ہیولے کا ہوگیا - ورنہ فلاسفہ کب کہتے ہین کہ قدم بمعنی عدم تکون بالغیر ہی بلکہ وہ بمعنی عدم
کے عدم مسبوقیہ بالعدم لیتے ہین الغرض ہم تسلیم کرتے ہین کہ تکوین متصور ہی بدون وجود مکون

سوال - تکوین بغیر مکون متصور ہوسکتی ہی تو ضرب بغیر مضروب کیون متصور نہین ہوسکتی -

جواب - ضرب صفت اضافیہ ہی اسواسطے متصور نہین ہوسکتی بغیر مضافین یعنی ضارب و
مضروب کے اور تکوین صفت حقیقتہ اور مبدء اضافت ہی مراد اس سے معدوم کا عدم سے
وجود مین لانا ہے - نہ عین اضافت ہی - کیونکہ اگر وہ عین اضافت ہو جیسا کہ عبارت مشائخ مین واقع
ہوا ہے تو بدون مکون تصور ہونا صریح مکابرہ اور ضروری و بدیہی سے انکار کرنا ہی اور یہ ظاہر ہی
کہ ضرب عرض مستحیل البقا ہی اور تعلق اوسکا مفعول کے ساتھ ضروری ہی اسی وجہ سے وجود مفعول
مین وارد ہو کر تھوڑی دیر کے بعد منعدم ہوجاتا ہی بخلاف فعل باریتعالی کیونکہ وہ ازلی واجب الدوام
ہے اور وجود مفعول کے ساتھ ہے یعنی اوسکی قدرت یا تکوین مثل ضرب کے اوس سے علیحدہ
نہین ہوسکتی -

ش - فعل مغایر مفعول کے ہوتا ہی جیسا کہ ضرب مضروب سے اور اکل ماکول سے جُدا ہے
اگر تکوین کو نفس مکوّن مانا جاوے تو اعتراضات ذیل لازم آوینگے -

(۱) مکوّن بنفسہ مخلوق ہوگا تکوین بھی عین نفس مکوّن ہوگی اس حالت مین وہ مکون قدیم اور
مستغنی صانع سے ہوگا اور یہ محال ہے -

(۲) تعلق خالق کا عالم سے بجز اسکے نہوگا کہ وہ اقدام اور قادر ہوگا عالم پر اور کچھ صنعت و تاثیر

اوسمین ہوگی کیونکہ تکون اوسکا تقسیم ہو پھر ایسا نہین کہہ سکتے کہ خدا خالق اور عالم مخلوق ہے
بذاتِ خلقت کیونکہ خدا خالق اور عالم مخلوق ثابت ہو چکا ہے۔
(۳) خدا مکوّن یعنی پیدا کرنے والا اشیاء کا ہوگا کسواسطے کہ تکوّن اوسکو کہتے ہین کہ
جسکے ساتھ صفت تکوین قایم ہو اور جبکہ تکوین عین مکون ہو تو وہ بذاتِ خدا قایم ہوگی۔
(۴) یہ قول صحیح ہوگا کہ خالق اس حجر کی سیاہی کا اسود ہی اور یہ حجر خالق اس سیاہی کا ہی نتیجہ یہ
نکلیگا کہ خالق سیاہی کا سیاہ ہو یعنی وہی نفس سیاہ خالق سیاہی ہوا۔
غرض ان وجوہات سے تنبیہ اس بات پر ہو کہ فعل غیر مفعول ہو۔ عاقل کو سزاوار ہی کہ ایسے
مباحث مین تامل اور غور کرے اور اس شی کی نسبت علماء اصول یعنی عقائد کی طرف نکرے کہ
ادنی شخص کو بھی بادنی ملاحظہ تامحال معلوم ہو۔ بلکہ اونکی جانب سے ایسا کلام اور سوال کرے کہ
جسمین نزاع علمائی اور خلاف عقلائی ہو۔ اور پھر اونکے جواب مثل دعوی با دلیل کے دیوے تاکہ
ہر ایک کا کامل طور پہ اطمینان ہو جاوے۔ جنھنے تکوین کو عین مکوّن کہا ہی اوسنے اسطرح
مراد لی ہو کہ جب فاعل سے کسی شی کا فعل ہوا تو بجز فاعل اور مفعول تیسرا نہوگا اور جسکو تکوین
و ایجاد کہتے ہین وہ محض امر اعتباری عقل مین حاصل ہوتا ہی یعنی نسبت فاعل کی مفعول کی
جانب ہی۔ اور کوئی امر محقق مغایر مفعول خارج مین نہین پایا جاتا۔ نہ یہ مراد کہ مفہوم تکوین
عین مفہوم مکوّن ہی اگر ایسا سمجھا جاوے تو محال لازم ہوگا اور یہ بات مثلاً کہی جاتی ہی کہ خارج
مین وجود عین ماہیت اس معنی کر ہی کہ محقق ماہیت کا خارج مین نہین پایا جاتا چنانچہ وجود انسان
کہ ماہیت اوسکی حیوان ناطق ہی اور حیوان ناطق عین وجود انسان ہی اور یہی وجود انسان ماہیت
انسان ہی فقط تغایر بحسب عقل پایا جاتا ہی جیسے کہ ماہیت بدون وجود اور وجود بدون ماہیت
متصور ہو سکتا ہی غرضکہ وجود تحقیق خارجی اور ماہیت تحقق ذہنی ہی۔
ابطال اس رائے کا تمام نہین ہو سکتا مگر اس امر کے اثبات سے ہو سکتا ہی کہ تکوین اور صدور
اشیا بارتقا سے موقوف ہے ایسے صفت حقیقیہ پر کہ جو قایم بذات خدا اور مغایرہ قدرت
و ارادہ سے ہے۔ تحقیق یہ ہی کہ تعلق قدرت کا ارادہ کے موافق وجود مقدور سے ہو حقیقت

ہین کہ وجود مقدور پایا جاوے - فرق ایجاد اور خلق و تکوین مین یہی کہ جب تعلق مقدور کی
نسبت قدرت کی طرف دیجاوے گی یعنی اوسکا تعلق قدرت کے ساتھ ہے تو اوسکا ایجاد نام
رکھینگے - اور جب نسبت قادر کی طرف دیجاوے گی تو خلق اور تکوین کے نام سے بولینگے
اور اوس مقدور کو مخلوق اور قادر کو خالق کہین گے نہ موجد - پس حقیقت تکوین کی یہ ہے
جو بیان کی گئی اور تحقق خصوصیات افعال کا بحسب خصوصیات مقدورات ہوتا ہے مثلاً تصویر ترزیق
احیا - اماتت - وغیرہ یہانتک کہ بیشمار خصوصیات ہوسکتی ہین - یہ سب صفتین مذکورہ دراصل
واحد ہین لیکن علماے ماوراء النہر نے جدا جدا مانا ہے اور متکلمین کے نزدیک مرجع کل کا
تکوین ہے - اگر تعلق اوسکا حیات یا موت یا صورت یا رزق کے ساتھ ہو تو احیا و اماتت و تصویر
و ترزیق کے نام سے بولینگے پس یہ سب تکوین ہے لیکن خصوصیت اوسکی خصوصیت تعلق سے ہے -

متن - ارادہ صفت اللہ پاک کی ازلیہ قائمہ اوسکی ذات پر ہے -

شرح - مکرر اس صفت کا ذکر تاکیداً و تحقیقاً کیا ہے تاکہ اچھی طرح سے یہ صفت قدیمہ
اللہ تعالیٰ کی ثابت ہو جاوے - یہ صفت مقتضی ہے تخصیص مکونات کو بوجہ خاص و وقت خاص
جیسا کہ گمان فلاسفہ کا ہے وہ کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ موجب بالذات ہے نہ فاعل بالارادہ
والاختیار - اور نجاریہ کہتے ہین کہ وہ مرید بذاتہ ہے نہ بصفاتہ - اور بعض معتزلہ کہتے ہین
کہ وہ مرید بارادہ حادثہ ہے مگر ارادہ کسی محل مین حادث نہین ہے - اور کرامیہ کہتے ہین کہ
ارادہ حادثہ ہے اوسکی ذات مین - اور ہمارے اس دعوی پر کہ ارادہ و مشیت صفت قدیم
اللہ پاک کی ہے - آیات ناطقہ شاہد ہین - کقولہ تعالیٰ یحکم ما یرید[1] و قولہ تعالیٰ
یرید اللہ بکم الیسر و لا یرید بکم العسر[2] و قولہ تعالیٰ فعال لما یرید[3] وغیرہ
من الآیات - اور انتظام عالم جس عمدگی اور خوبی کے ساتھ ہونا چاہیے تھا کیا ہے وہ گواہی
دیتا ہے کہ صانع عالم قادر و مختار ہے اور یہی انتظام کمی و بیشی جو عالم مین رکھا گیا ہے دلیل ہے

---

[1] حکم کرتا ہے جیسا کہ چاہتا ہے - [2] ارادہ کرتا ہے اللہ ساتھ تمہارے آسانی کو اور نہین
ارادہ کرتا ہے تمہارے ساتھ دشواری کو [3] بہت کام کرنے والا ہے جسکا ارادہ کرتا ہے

حادوث عالم پر۔ اگر خداوند عالم کے ساتھ یہ کائنات بطریق ایجاب ہو تو لازم ہوگا قدم کائنات کا۔ کیونکہ تخلف معلول کا علت موجبہ سے اس حالت مین ممتنع ہی وہی بات صادق آتے گی کہ اس عالم مین کسیطرحکا اثر و صنعت و دخل خداکو نہین ہی بجز اسکے کہ وہ اس سے اقدم ہے یہ بالکل خیال و توہم ہی چنانچہ آیت قرآنی سے ثابت ہی کقولہ تعالیٰ خلق السموات والارض

ف۔ اللہ کے نام پاک توقیفی ہین یعنی موقوف سماع پر ہین جو شرع شریف سے منقول ہین اونکے سواے اور نام اپنی طرف سے نہ رکھین اگرچہ بحکم عقل اطلاق اوسکا ہوسکتا ہی مثلاً اوسکو شافی وجواد کہتے ہین طبیب وسخی نہ کہین اور عالم کہین عاقل نہ کہین کیونکہ تسمیہ سواے ذات خداوسرے کو لایق نہو بخلاف توصیف۔ کلام اونمین ہی کہ جو نام ماخوذ صفات ومعانی سے ہے نہ اسماے اعلام مین کسواسطے کہ وہ ہر لغت مین موضوع ہین مثلاً اللہ عربی مین فارسی مین خدا ایزد۔ اور جو نام کافرون کے یہان مخصوص ہین اونکا استعمال زبان پہ نکرین کیونکہ عادت کفار ونکی کرنے سے خوف کفر ہی۔ جاننا چاہیے کہ خداوند تعالیٰ کے نام ننانوے ۹۹ پر منحصر نہین ہین اوسکے اور بھی نام شرع مین زیادہ آئے ہین لیکن شہرت ان ناموں کی خاصیت کے سبب سے مخصوص ہی چنانچہ بمضمون حدیث شریف۔ ان اللّٰہ تسعۃ وتسعین اسمامن احصہا دخل الجنۃ۔ یعنی خدا کے ننانوے نام ہین جسنے اونکو یاد کیا جنت مین داخل ہوگا۔ واللہ اعلم۔

لمعان دوسرا

قرآن کے کلام اللہ ہونے کے ثبوت مین جو حضرت پیغمبر محمد مصطفی صلعم پر بذریعہ وحی نازل ہوا و ثبوت نبوت پیغمبر صاحب وغیرہ ہین۔

شعاع اول کہ قرآن کلام اللہ قدیم ہی

متن۔ قرآن کلام اللہ تعالے غیر مخلوق ہی

شرح۔ لفظ قرآن کو کلام اللہ کے ساتھ بیان کیا یعنی قرآن کلام اللہ تعالے غیر مخلوق ہی

اور یہ نہیں کہا کہ قرآن غیر مخلوق ہے اسواسطے کہ تالیف کیا ہوا اصوات اور حروف سے قدیم نہ سمجھا جاوے جیسا کہ حنابلہ نے[۱] از روے جہل قرآن کو جو حروف و اصوات سے ترتیب دیا گیا ہے قدیم کہدیا ہو۔ یہان مراد غیر مخلوق سے غیر حادث ہے اور یہ مضمون موافق حدیث شریف کے ہے۔ قال رسول اللہ صلعم القرآن کلام اللہ تعالےٰ غیر مخلوق ومن قال انہ مخلوق فہو کافر یعنی قرآن کلام اللہ غیر مخلوق ہے اور جس نے مخلوق کہا وہ کافر ہے اس جگہ قول خلاف ظاہر ہے کہ ایک قرآن کو مخلوق اور دوسرا غیر مخلوق کہتا ہے۔ اور اس مسئلہ کو مسئلہ خلق قرآن سے تعبیر کیا ہے۔ دراصل اختلاف یہ ہے کہ ہم کلام نفسی کا اثبات خدا کی صفت ازلی ہونے پر کرتے ہین اور معتزلہ اوس کا صفت سے انکار کرتے ہین یعنی کلام خدا کی صفت نہین ہے۔ ویسے تو ہم الفاظ و حروف کو قدیم نہین کہتے ہین اور نہ وہ کلام نفسی کو حادث جانتے ہین۔ اثبات صفت کلام مین اجماع اور تواتر نقل انبیا علیہم الصلوۃ والسلام سے ہے۔ اور متکلم وہی ہے کہ جو متصف بالکلام ہو اور خدا کی ذات پاک پر قیام لفظی ممتنع ہے کیونکہ الفاظ حادث ہین پس کلام نفسی قدیم ہے جو صفت خدا کی ثابت ہوتی ہے۔ اور معتزلہ کا یہ دلیل لانا کہ قرآن متصف صفات مخلوق اور سمات حدوث سے ہے مثل تالیف و تنظیم و انزال و تنزیل و ہونا زبان عربی فصیح و معجز و سنا جانا وغیرہ۔ سو یہ حجت حنابلہ پر قایم ہو سکتی ہے نہ ہم پر کیونکہ ہم خود پہلے سے ہی حدوث نظم کے قائل ہین دراصل کلام اس جگہ معنی قدیم مین ہے۔ بعض معتزلہ متکلم کے معنی اسطرح بیان کرتے ہین کہ متکلم یعنی پیدا کرنے والا۔ اصوات و حروف کو زبان نبی و جبرئیل علیہما الصلوۃ والسلام پر اور بعض ایجاد و اشکال کتابت لوح محفوظ مراد لیتے ہین اگرچہ نہ پڑھا گیا ہو۔ یہان ہر صاحب فہم سلیم پر روشن و آشکارا ہوگا کہ متحرک وہی ہوگا کہ جسکے ساتھ حرکت قایم ہو نہ وہ شخص کہ جسنے ایجاد کی ہے اگر ایسا سمجھا جاویگا تو لازم ہوگا اتصاف ذات خداوند عالم کا اعراض مخلوقہ و صفات متضادہ سے حالانکہ ذات پروردگار تعالیٰ عن ذلک۔

---

[۱] بعض حنابلہ نے جلد اور غلاف کو ازلی کہدیا ہے اور اوس جسم کو جسپر قرآن لکھا گیا ہے بہیئت کلام مسمی بنا ہے حالانکہ یہ پوری جاہلیت ہے۔ ۱۲

علماء کبیرا اور معتزلہ کو قوی شبہہ ہو گیا ہی کہ تم سب متفق ہو اس پر کہ قرآن اوسکا نام ہی جو
نقل کیا جاتا ہی اور پڑھا جاتا ہی اور دفتیوں میں رکھا جاتا ہی اس سے صاف پایا جاتا ہی کہ قرآن
جلدوں میں لکھا ہوا اور زبانوں سے پڑھا ہوا اور کانوں سے سنا ہوا ہی اور یہ سب صفات
حدوث سے ہیں پھر کیونکر قدیم کہا جاتا ہی جواب اُن کے قول سے اشارتاً پایا جاتا ہی۔ وھو ہذا۔

ھم۔ قرآن ہمارے مصاحف میں مکتوب اور ہمارے دلوں میں محفوظ اور ہماری زبانوں پر پڑھا
گیا اور ہمارے کانوں سے سنا گیا ہی اور اسکا ان میں حلول نہیں ہے۔

ش۔ کلام خدا کا حلول مصاحف و دلوں و زبانوں و کانوں میں نہیں ہے بلکہ وہ معنی قدیم
قائم بذات خدا ہی پڑھا جاتا اور سنا جاتا ہی بذریعہ نظم جو اوسپر دال ہے اور حفظ کیا جاتا ہی
نظم مخیلہ سے اور لکھا جاتا ہے حروف سے جو اوسپر دال ہیں مثلاً کہا جاتا ہی النار جوھر متی
محرق یعنی آگ جوہر روشن جلانے والی ہے اس فقرہ کو زبان سے بول سکتے ہیں اور
قلم سے لکھ سکتے ہیں اس سے لازم نہیں ہی کہ حقیقت نار آواز یا حروف ہوں اگر وہ حقیقت
نار ہوں تو زبان اور قلم جلکر خاک ہو جاویں۔ اور تحقیق اسطرح بھی کی گئی ہی کہ ایک شی کے لئے
وجود ہوتے ہیں ایک وجود اعیان میں دوسرا ذہن میں تیسرا عبارت میں چوتھا کتابت
میں پس وجود کتابی دلالت کرتا ہی وجود عبارت پر اور وجود عبارت دلالت کرتا ہی وجود ذہنی
پر اور وجود ذہنی وجود اعیان پر پس اسی حیثیت سے قرآن کی بھی تعریف بلوازم قدیم کے
کیجاتی ہے کہ جس سے ہمارے قول کے سبب اوسکا قدیم ہونا ثابت ہے القرآن غیر مخلوق
بلوازم قدیم کے مراد حقیقت موجودہ فی الخارج ہی یعنی مفہوم قرآن اور جب تعریف بلوازم
مخلوقات و محدثات سے کیجاویگی تو مراد الفاظ منطوقہ و مسموعہ سے ہو گی۔ مثلاً پڑھا میں نے
نصف قرآن یا الفاظ مخیلہ سے مثلاً حفظ کیا میں نے قرآن کو یا اشکال منقوشہ سے جیسا
کہ حرام ہی مس قرآن کا محدث کو۔ اور روسے دلیل احکام شرعیہ یہ سب لفظ ہیں نہ معنی قدیم
چنانچہ ائمہ اصول نے فرمایا ہے المکتوب فی المصاحف المنقول بالتواتر حاصل کلام
قرآن نام نظم و معنی دونوں کا ہی کیونکہ نظم دلالت کرتی ہے معنی قدیم پر اور جہاں لفظ

مرتب الاجزا کو قدیم جانتے ہین اور یہ صریح محال ہے کیونکہ غیر ممکن ہے تلفظ سین کا بسم اللہ سے مگر بعد تلفظ با کے ممکن ہو بلکہ معنی ایسا جاننا چاہیے کہ لفظ قایم بالنفس غیر مرتب الاجزا فی نفسہ ہے جیسا کہ قایم ہے نفس حافظ مین غیر ترتیب اجزا و تقدیم بعض علی البعض۔ اور ترتیب حاصل ہوتی ہے تلفظ و قرآت مین بوجہ عدم مساعدت زبان اس اعتبار سے معنی اونکے قول کا یون سمجھا گیا ہے کہ مقرو قدیم ہے اور قرآت حادث اور جو قایم بذات خدا ہے وہ غیر مرتب ہے یہانتک کہ جسنے سنا کلام خدا سنا اوسنے غیر مرتب الاجزا بوجہ عدم احتیاج آلہ کیونکہ بندہ خالق قوت سے سنا جاتا ہے نہ آلہ حس سے۔ کلام محققین کا یہ ہے جو بیان کیا گیا اور ظاہر کلام اونکا یہ ہے کہ جو جانتا ہے لفظ قایم بالنفس کو کہ وہ غیر مؤلف حروف منقوطہ و مخیلہ سے ہے اور مشروط ہے وجود بعض کا عدم بعض کے ساتھ نہ اشکال مرتبہ جو اوسکے دال ہین اور ہم جانتے ہین کہ نفس حافظ پر قیام کلام کا ہے مگر صور حروف مخزونہ و مرتسمہ اوسکے خیال مین ہونگی اس حیثیت سے کہ جب وہ اوسکی طرف التفات کریگا تو کلام مؤلف ہوگا الفاظ مخیلہ و نقوش مرتبہ سے اور جب تلفظ کریگا مسموع ہوگا۔

شعاع دوم رسولون کے مبعوث ہونیمین وجہ اور اسکا مفصل بیان

ص۔ رسولون کے بھیجنے مین حکمت ہے۔

ش۔ رسول وہ شخص ہین جو اللہ پاک کے احکام کو لوگون مین پہنچاوین اور اونکو روحانی بیماریون (مثل حسد و بغض و کینہ و گمراہی و دغا و فریب و جھوٹ و تہمت وغیرہ وغیرہ) کی سخت تکلیفون سے نجات بخشین اسواسطے کہ مصالح دنیوی و اخروی مین انسان کی تنہا عقل کافی نہین ہے بعض کامون مین انسان کی عقل کا قافیہ تنگ آجاتا ہے اور وہ اپنے تخیلات و توہمات کی وجہ سے راہ راست کو چھوڑکر بھٹکتا پھرتا ہے پس ارسال رسل مین یہی حکمت ہے کہ انجام اچھا ہو خداوند عالم نے منزل دنیا اور ہدایت کے لئے پیغمبرون کو بھیجنا اپنی ذات پر لازم کیا اور ذمہ لیا ہے بطریق اختیار و ارادہ نہ بطریق وجوب اور

ہاروت و ماروت دو فرشتے تھے وہ آدمیون کو نصیحت کرتے تھے اونکو خدا نے جادو سکھایا تھا لوگ اون سے سیکھنا چاہتے تھے وہ کہتے تھے کہ ہم محض آزمائش کو آتے ہین کہ کون جادو پر عمل کرتا ہے اور کون نہین کرتا کیونکہ جادو کرنے والا کافر ہوتا ہے تم تفرقت کرو تو وہ کہتے کہ ہم تمسے سیکھنا چاہتے ہین سکھانے مین کفر نہین ہے تم کیون نہین سکھاتے اونھون نے لوگون کو سکھا دیا تھا لوگون نے اوسکا عمل شروع کر کے زن و شوہر کے درمیان نا اتفاقی کرانے لگے تو خدا کو اونکا سکھا دینا ناپسند آیا جب اونکو تعذیب دی چونکہ تعلیم سحر سے کفر نہین آتا ہے اور سحر پر عمل کرنے سے آتا ہے اس لئے ہاروت و ماروت سے کفر نہین ہوا ہے تعذیب اونکی از روے عتاب ہے جیسا کہ بعض وقت انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر کسی بات کے سہو ہونے سے عتاب نازل ہوتا تھا۔

ف۔ کل حکماء و عقلاء اس بات پر متفق ہین کہ اس عالم حس کے علاوہ (کہ جس مین ہماری آنکھون سے یہ چیزین دکھائی دیتی ہین) ایک اور عالم ہے جسکو عالم ملکوت کہتے ہین اور جسکا یہ لحاظ کیا جاتا ہے کہ عالم مجردات اور عالم حس کے درمیان کوئی حالت ہے تو اوسکو عالم برزخ اور عالم مثال کہتے ہین اسیطرح ہر قوم کے نزدیک اوسکا ایک نام ہے[1] کل ادیان کے حکماء روم و ہند و ایران و یونان اور کل ہیل[2] کے ماننے والے فرشتون کے قائل ہین اہل اسلام مین سلف سے خلف تک ملائکہ کا وجود مانتے ہین۔ قرآن مجید مین بیشمار جگہ فرشتون کا ذکر ہے حکماء قدیم کی کتابین اونکے حالات سے بھری پڑی ہین چونکہ یہ مسئلہ سب کا متفق علیہ ہے لہذا اسپر دلائل قایم کرنے کی چندان ضرورت نہین ہے لیکن ان بعض لوگون کے لئے جو سارے جہان سے برخلاف منکر ہو بیٹھے ہین چند ادلہ بیان کرنے پڑتے ہیں۔

(۱) غالباً یہ چار عنصر خاک پانی ہوا آگ اس عالم حس کی بنیاد ہین ان چارون کے سوا اسوقت کے حکماء نے تیس سے زیادہ بلکہ ترسٹھ تک بیان کئے ہین یہ چند وجہ سے

---

[1] ہنود مومن کے فرشتے کو چترات اور عام فرشتون کو دیوت یا دیوتا کہتے ہین۔ یونانی محافظ فرشتے کو ڈیمن اور رومی جنیس کہتے ہین اور قدیم ایرانی عام کو فرشتہ کہتے ہین ۱۲۔

[2] ہیل توریت و انجیل کے معبود کا نام ہے۔ ۱۲۔

جیسے انسان گدہا گھوڑا مچھی مکھی وغیرہ وغیرہ ان سب کے اندر عنصر خاکی زیادہ ہے
اس لئے یہ زمین پر رہتے ہین انکے پیدا ہونے کے مختلف طور ہین بعض چیزین توالد وتناسل
سے انھی کے جسم مین اسطرح پیدا ہوتی ہین کہ خاک اور پانی کی ترکیب سے نباتات پیدا ہوتے
ہین پھر انکو کھاکر بدن مین خون پیدا ہو جاتا ہے اور خون سے منی بنجاتی ہے پھر وہ منی انثی
کے رحم مین جاکر گوشت کا ٹکڑا بنکر ہڈی وچمڑا وغیرہ اعضا اوس مین نمودار ہو جاتے ہین۔
الغرض وہ غذا بعد استحالات کے اس قابل ہو جاتی ہے کہ پھر بسبب فیاض سے اوسپر نفس فائض
ہوتا ہے تب وہ قوت پاکے رحم سے باہر آتی ہے۔ اور بعض کے توالد کی یہ صورت ہوتی ہے کہ
بعض عناصر ترکیب پاکے اس قابل ہو جاتے ہین کہ اوسپر نفس فائز ہوتا ہے۔ دیکھو جب غذا
یا گوبر یا اور چیز حرارت غریبہ کی وجہ سے نیا مزاج حاصل کرتی ہے تو اوسکے کیڑے بنجاتے ہین
یعنی خاص اوس مادہ پر اوسکے قابل نفس فائض ہوتا ہے پانی کے گھڑے مین جو کیڑے ہوتے ہین
چند روز کے بعد وہ مچھر بنجاتے ہین۔ اس عالم مین حیوانات بلکہ نباتات عناصر کی ترکیب سے
اور مزاج سے پیدا ہوتے ہین اور جو عنصر غالب ہوتا ہے اوسکے خواص اوس مین آجاتے ہین جسمین
خاک غالب ہوتی ہے وہ شی کدر اور ثقیل ہوتی ہے اور دکھائی دیتی ہے اسی طرح جسمین جزو ہوائی
یا ناری غالب ہے تو اوس مین وہی آثار پائے جاتے ہین۔ پس جسطرح کہ ہوا لطیف نظر نہین آتی ہاں
پنکھے سے یا خود بخود بدن کو لگتی بلکہ کبھی درختون کو جڑ سے اوکھیڑ دیتی ہے اور بڑے بڑے
جہاز و آگبوٹون کو تہ وبالا کر دیتی ہے۔ اسی طرح جسمین ہوا غالب ہوگی وہ نظر نہ آوے گی اور جسمین
آگ غالب ہوگی وہ بھی دکھائی نہین دیگی۔ علاوہ ان چار عنصرون کے جو چیزین اور عناصر سے
مرکب ہین وہ بھی دکھائی نہ دینگی فقط دو عنصر (خاک وآب) نظر آتے ہین باقی اور کوئی عنصر
دکھائی نہین دیتا ہے اور ہوا اور آگ جو سب کے نزدیک مسلم الوجود ہے اسی طرح اور عناصر
جو محققین نے دریافت کئے ہین دکھائی نہین دیتے۔ اور ممکن ہے کہ اکثر بے نہایت دریافت ہوتی
ہین اور بہت سے عناصر ایسے ہون کہ جنکی خبر اب تک نہ ہوئی ہو اور آیندہ ہو۔ پس عقل سلیم کے
نزدیک یہ بات نہایت بعید ہے کہ وہ یون کہے کہ انھین دونون عنصر یعنی خاک وآب سے

بخشیا مرکب ہوتے ہین - یا اونکی ترکیب مین بھی دونون جزو غالب ہین اور دیگر عناصر سے ترکیب
پاکر دیا خواص حاصل کرتا کہ جسکو نفس (روح) قائم ہو غیر ممکن ہے
عقل کے نزدیک یہ محال نہین ہے بلکہ واقع ہے - اس عالم ہستی مین خاک و آب کے سوا بہت عنصر
مین جنکی نسبت یہ دونون کچھہ حقیقت نہین رکھتے اسیطرح اون عناصر کی مخلوقات اس عالم
حس کی مخلوقات سے کہین زیادہ اور قوی ہے جسطرح وہ عناصر بسبب لطافت کے نظر نہین آتے
اونکی مخلوقات بھی نظر نہین آتی ہان تک اہل صفا اور ارباب کشف کو معلوم ہوا ہے اور دکھائی دیا ہے
اونکے نام باعتبار ہر نوع کے جدا جدا ہین کسیکو جن اور کسیکو شیطان اور کسیکو ملک
یعنی فرشتہ کہتے ہین -

(۳) بہت سے آدمیون کو جن اور ملائکہ اور شیطان عیانا دکھائی دئے ہین - اور اونسے
بات چیت کی ہے - مین نے کتاب فتوح سبعہ مین دیکھا ہے کہ ایک شخص معتبر نے محقق جلال الدین
دوانی سے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ مکہ معظمہ کو حاجیون کا قافلہ جاتا تھا رستہ مین ایک سانپ
نکلا اوسکو ایک شخص نے مار ڈالا فورًا وہ شخص غائب ہوگیا سب لوگ متحیر ہوگئے بہت دیر کے
بعد وہ شخص ظاہر آیا سب لوگون نے سبب اسکا دریافت کیا - اوس نے کہا کہ وہ سانپ جن تھا
جب مین نے اوسکو مارا تو مجھکو جن پکڑ لے گئے جو اوسکے وارث تھے کوئی مجھسے کہتا کہ اب
ہم بھی تجھسے کیسا بدلا لیتے ہین کوئی کہتا کہ اسکو بری طرح مارنا چاہئے ایک نے اون مین سے
جو نیک تھا مجھسے کان مین کہا کہ تو اگر اپنی رستگاری چاہے تو ایسا کہہ کہ مجھکو اپنے قاضی
کے پاس لے چلو جیسا وہ حکم کرے ویسا کرنا چنانچہ مین نے اونسے اسیطرح کہا کہ تم مجھے
اپنے قاضی کے پاس لے چلو وہ انصاف کرے ویسا کرنا چونکہ وہ جن مسلمان تھے وہ اپنے
قاضی کے پاس لے گئے اوس نے سارا ماجرا دریافت کیا جب اوس نے حکم دیا کہ تم اس کو چھوڑ
دو قصور مقتول کا ہے جو سانپ کے قالب مین گیا تھا کیونکہ شریعت کا حکم ہے کہ جب کوئی دوسرے
قالب مین مارا جاوے خون اوسکا رائگان ہے - اور یہ بھی لکھا دیکھا کہ جن جب سانپ وغیرہ
کے قالب مین آجاوے تو انسان کے دیدہ نگاہ کا اثر ایسا پڑتا ہے کہ وہ قالب تبدیل

نہین کرسکتا - ایسی بہت متواتر خبرین ہین کہ جنکو کسی طرح جھوٹہ نہین جان سکتے -

ازانجملہ اسی شہر اودیپور مین میرے ایک دوست نے مجھسے بیان کیا کہ ہم مدت قلیل

سے ایک مکان مین جا رہے تھے کیا دیکھتے ہین کہ رات کو مکان پر کوئی کویلو الٹ پلٹ

کرتا ہے جسکی آواز ہم اچھی طرح سنتے تھے اور باہر زینہ پر اترتا اور چڑھتا معلوم ہوتا تھا

باہر جاکر جو دیکھتے تو کچھ نہین معلوم ہوتا یہانتک کہ ایک وقت رات کو کنواڑ کے ایسی زور

سے لات ماری کہ کنواڑ کھل گئے - سب گھر والون نے ملکر چراغ جلاکر دیکھا تو رہتے کا

دروازہ بند کیا ہوا تھا اوسی طرح پھر پایا اور سب مکان دیکھے مگر کوئی نظر نہ آیا تین دن اوس

مکان مین رہے ہمیشہ ایک نیا شگوفہ ہوتا آخر کو ہم اوس مکان سے نکل گئے اور دوسرے

مکان مین جا رہے -

ازانجملہ میرے ایک دوست جو میرے محلہ مین رہتے ہین اونکو آٹھ آٹھ روپیہ غیب کا ملتا

پھر ایک سبب سے بند ہوگئے - پس ایسی بدیہی بات کو کیونکر نہ ہی مان لیجاوے -

ازانجملہ ایک عامل نے مجھسے بیان کیا کہ اسی شہر اودیپور مین ایک ہندو کی عورت کو دیکھا

کہ وہ الف بے تک بھی نہین جانتی تھی جاننا تو درکنار میواڑی زبان کے سوا اردو لفظ

بھی صحیح نہ بول سکتی تھی اوسکے سر پر جن آیا تو اوس نے سورہ یٰسین میرے سامنے پڑھی

اور مین نے سُنی -

ازانجملہ مولانا عبدالرحمن خانصاحب کلیانی سپرنٹنڈنٹ پولیس و جج عدالت ریاست اودیپور

میواڑ جو ایک کثیر التصنیف و تالیف شخص ہین ایک روز مجھسے زبانی فرمانے لگے جیسا کہ اپنی

سوانح عمری مین ارقام فرماتے ہین کہ ۱۸۵۹ع مین ایک عجیب واقعہ موضع کیکڑی ضلع اجمیر کے

شمال مین دوکوس کے دوری پر سہ پہر کو پارہ ابر زمین تک ستون کی مانند دفعۃً کھڑے

ہوکر غائب ہو جانے کا مین نے اور سبھون نے دیکھا جہان تین نشان قدم آدمی کے نہایت

بڑے جسمین آدمی سما جاوے تیس ۳۰ فیٹ کے درمیانی فاصلے سے نظر آتے قدم کے دباؤ

سے زمین مین درزین پڑگئی تھین جسکی وجہ مجھکو معلوم نہ ہوئی - انتہیٰ -

سواے اسکے اور واقعات ایسے ثقات سے پیش کرتا ہون کہ جو تمام جہان کے مسلم ہین جنکی بات کو جھوٹ سمجھنا تو درکنار بلکہ اسکا گمان بھی کرنا کفر اور بے ایمانی بلکہ حماقت اور نادانی ہے۔ وہ قصہ جن کہ جسکو سورۂ جن مین تمام جہان کے سردار اور سب صادقون کے صادق نے نقل فرمایا ہے۔ ازانجملہ سورہ نجم مین جبرئیل علیہ السلام کا وہ قصہ کہ جبرئیل علیہ السلام کو آنحضرت نے آسمان کے کنارون پر دیکھا اور پھر اتنا فاصلہ باقی رہگیا کہ جیسا دو کمانون مین یا اس سے بھی کم کما قال تعالیٰ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ثُمَّ دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کا یہان ذکر ہے (کہ اوس نے حضرت کو سکھلایا اور وہ بڑا قوی شخص ہے اور وہ اپنی اصلی صورت پر قایم ہوا اور وہ آسمان کے بلند کنارے پر تھا پھر قریب ہوتے ہوتے دو کمانون کے فاصلہ پر آرہا پھر اس نے قریب ہوکر آنحضرت کو وحی پہنچائی) یہ کوئی قوت انسانی نہین ہے کیونکہ قوت انسانی خواہ کیسا ہی ملکہ ہو اور خواہ وہ کیسا ہی قوی اور زائد ہو ایک صفت ہے جو اپنے موصوف سے ایک قدم کے فاصلہ تک بھی جدا نہین ہو سکتی کبھی کوئی عرض اپنے معروض سے جدا اور منفصل نہین ہو سکتا کما لا یخفیٰ۔ ا

اور نہ کوئی صفت اپنی صورت دکھا سکتی ہے اور نہ کوئی صفت اپنے موصوف کی معلم ہو سکتی ہے بلکہ اس آیت مین جو مذکور ہے وہ کوئی ذی حیات شخص ہے کہ جسمین اتصال و انفصال و تعلیم وغیرہ باتین پائی جاتی ہین نہ جیسا کہ مذہب نیچر مین سمجھا گیا ہے چنانچہ صاحب مقدمہ تفسیر حقانی فرماتے ہین کہ سید احمد خان صاحب نے اپنی تفسیر کے صفحہ ۱۴۰ و ۱۴۱ مین فرمایا ہے

قولہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ادمی ملکہ نبوت کا جو خدا نے انبیا مین پیدا کیا ہے جبرئیل نام ہے **وقولہ** اور ان آیتون سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا اور پیغمبر مین کوئی واسطہ نہین

لہ سکھایا قرآن محمد کو بڑی قوت والے (جبرئیل) نے پس وہ کنارہ بلند پر اپنی اصلی صورت پر قایم ہوا پھر نزدیک ہوا پس نیچے اتر آیا پھر ادھین دو کمانون کی برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہگیا پس پہنچا دے بندہ (محمد صلعم) کو جو پہنچانا تھا سو پہونچا دیا۔ نہ جھوٹا سمجھا دل نے جس کو دیکھا۔ ۱۲

ہوتا خود خدا ہی پیغمبر کے دل میں وحی جمع کرتا ہے وہی پڑتا ہے وہی مطلب بتاتا ہے
اور یہ سب کام اسی فطری قوت نبوت کے ہیں جو خدا نے مثل دیگر قوی انسانی کے انبیاء
میں بمقتضائے اونکی فطرت کے پیدا کی ہے اور وہی قوت ناموس اکبر ہے اور وہی قوت
پیغامبر پھر یہ کہنا کہ خدا اور پیغمبر میں کوئی واسطہ نہیں ہوتا خود خدا ہی پیغمبر کے دل میں
وحی جمع کرتا ہے۔ اس بات پر صریح دال ہے کہ جبرئیل واسطہ نہیں۔ پس یہ صریح انکار ہے
اس آیة مثل بل القوی ذو مرۃ کا کیونکہ اس میں تصریح ہے کہ جبرئیل کے واسطہ سے
آنحضرت کو وحی پہونچی۔ بہرحال واسطہ جبرئیل متفق علیہ ہے اور شدید القوی ذو مرۃ الخ سے
ملکہ نبوت مراد لینا اور جبرئیل کو قوت نبوت فطری بنانا بالکل غلط ہے۔
اور سید احمد خان صاحب نے صفحہ ۲۹ میں فرشتوں کو صفات خداہی قرار دیا ہے۔

قولہ بہرحال ہم کو اس میں کچھ شبہ نہیں کہ جو الفاظ صفات باری پر مستعمل ہوتے تھے
آخر انھیں الفاظ کو فرشتوں کا نام سمجھنے لگے جبکہ بقول صاحب تفسیر احمدیہ ناموس اکبر
و جبرئیل پیغمبروں کا ملکہ نبوت اور قوتیں جو ہر نبی کو دی گئی تھی اس سے یہ لازم آیا کہ
جتنے نبی ہوتے ہیں اوتنے ہی جبرئیل ہوں کیونکہ ہر نبی کی قوت دوسرے نبی سے
الگ اور جدا تھی کیونکہ صفت اپنے موصوف کے ساتھ ہوتی ہے اوس سے منتقل نہیں ہو سکتی
سو یہ لازم غلط ہے کیونکہ آجتک نہ اہل اسلام سے اور نہ اہل کتاب سے کوئی اسکا قائل ہے
کہ سینکڑوں اور ہزاروں جبرئیل تھے یا ہیں اور جب یہ بات تھی تو پھر خدا نے یہود کے
اسبات کا جواب (جو وہ کہتے تھے کہ جبرئیل جو محمد پر وحی لاتا ہے ہمارا دشمن ہے۔) یوں کہا
و ما قل من کان عدو اللہ الآیۃ یعنی جو جبرئیل و میکائیل کا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے
بلکہ بہت سہل جواب یہ تھا کہ جس جبرئیل سے تم دشمن ہو کہ جسنے تمھارے ساتھ برائیاں کیں
وہ اور تھا اور یہ جبرئیل اور ہے اور وہ جبرئیل اول انبیا کے مرنے سے مر گیا کیونکہ جب
وہ شخص ہی نہیں تو پھر اوسکی قوت کہاں۔ پھر اسی تفسیر کے صفحہ ۲۹ میں فرمایا ہے۔

قولہ اوسی کے دل سے فوارے کی مانند وحی اوٹھتی ہے اور خود اوسپر نازل ہوتی ہے

اوسی کا عکس اوسکے دل پر پڑتا ہو جسکو وہ خود ہی الہام کہتا ہے۔
اس کلام سے یہ پایا جاتا ہے کہ وحی پانی کی طرح آ نکلے ذہن مین گر پڑتی ہے سو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وحی کچھ جسم سیال تو ہی نہین جو اُبلے اور پڑے - بلکہ وحی کے معنی تو القاء کے ہین یعنی خدا کی طرف سے دل مین ایک بات کا آجانا - پھر صفحہ ۲۹ مین فرماتے ہین قولہ کہ خدا اور پیغمبر مین بجز اس ملکۂ نبوت کے کہ جسکو ناموس اکبر اور زبان شرع مین جبرئیل سے تعبیر کیا ہے کوئی ایلچی پیغام پہونچانے والا نہین ہوتا - اس جگہ صاف اقرار ہے کہ خدا اور رسول کے درمیان جبرئیل واسطہ ہے پھر آپ ہی اپنے قول مین واسطہ ہونے سے انکار کرتے ہین - قولہ صـ ۳۲ خدا اور پیغمبر مین کوئی واسطہ نہین ہوتا خود خدا ہی پیغمبر کے دل مین وحی القا کرتا ہے - سید صاحب کے اقوال مین صریح تعارض ہے - الغرض سید صاحب یا اور کوئی کیسی ہی تاویلین کرین مگر قرآن مین تو فرشتون کا ذکر کئی جگہ آیا ہے کہ بعض فرشتے تمھاری محافظت کو ہین بعض تمھارے اعمال کے کاتب ہین اور کوئی ارواح قبض کرتے ہین اور اس قرآن کو روح الامین لاتے ہین - اور ملائکہ مین سے رسول بنائے ہین اور وہ خدا کی عبادت اور تسبیح کیا کرتے ہین وغیرہ وغیرہ کہ جس سے وہ کسی طرح وہ قوت یا صفت نہین سمجھے جاتے بلکہ ان باتون سے صاف روشن ہے کہ فرشتے جاندار ہین اور وہ کام جو اونکے سپرد ہے بجا لاتے ہین کیا کسی کی قوت بدن سے الگ ہو کر لکھ سکتی اور پڑھ سکتی ہے؟ ہرگز نہین لکھ سکتی اور نہ پڑھ سکتی ہے کوئی ہزارون تاویلین کرے مگر کیا ہو سکتا ہے ایک دو آیتین ہون تو تاویل کی گنجایش ہو مگر جہان بیسیون آیتین صاف صاف کھلی ہوئی ہون وہان کسی کی کب پیش جا سکتی ہے -

توریت کی کتاب پیدایش باب ۱۶ مین حضرت ہاجرہ مادر اسمعیل علیہ السلام کے پیدایش ہونے کی بشارت دینا بڑی تفصیل کے ساتھ مذکور ہے - چنانچہ اس باب کی ساتوین آیت یہ ہے (۷) اور خداوند کے فرشتے نے اوسی میدان مین پانی کے ایک چشمہ کے پاس پایا (۸) خداوند کے فرشتے نے اوس سے کہا کہ تو اپنی بی بی کے پاس پھر جا اور

اور اوسکے تابع رہ (۱۰) پھر خداوند کے فرشتے نے اُس سے کہا کہ مین تیری اولاد کو بہت بڑہاؤنگا الخ اور اسی کتاب کے باب ۱۸ مین حضرت ابراہیم کے پاس تین فرشتون کا مہمان بنکر آنا اور بیٹے پیدا ہونے کی بشارت دینا اور سدوم[1] کے لوگون کی ہلاکت کی خبر دینا پھر حضرت ابراہیم کا اونسے مِنت کرنا مذکور ہے۔ چنانچہ اسی طرح اسی کتاب مین بہت ذکر ہے طول کی گنجایش نہین اس لئے اسی پر اکتفا کیا گیا ہے غرض کہ اس عالم مین صدہا بلکہ ہزارون طرح کی مخلوق ہے کوئی اپنی کثافت عنصری کی وجہ سے محسوس ہے اور کوئی اپنی لطافت عنصری کے باعث سے غیر محسوس ہے کہ جنکی تفصیل خداوند عالم کے سوا کوئی نہین جانتا۔ کما قال اللہ تعالیٰ وما یعلم جنود ربک الا ہو[2] ہمارے اس بیان کی تائید قرآن اور علم ہیئت سے ہوتی ہے۔ ملائکہ حاملان عرش کی نسبت خدا فرماتا ہے الذین[3] یحملون العرش ومن حولہ۔ اکابر ملائکہ جنکا ذکر قرآن مین آیا ہے جبرئیل ومیکائیل ہین۔ کما قال اللہ تعالیٰ من[4] کان عدوا للہ وملئکتہ ورسلہ وجبریل ومیکال فان اللہ عدو للکافرین اسی طرح بہت ذکر ملائکہ کا قرآن پاک مین ہے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہین۔

حقیقت جن

جن ایک مخلوق الٰہی ہین کہ جنکا مادہ غالب آگ یا ہوا ہو چونکہ آگ ہوا سے بھی زیادہ لطیف ہے اس لئے وہ نظر نہین آتے۔ جنون کے چند اقسام ہین جو خالص نار اور اُسکے صاف شعلہ سے مرکب ہین ان مین اور ملائکہ ارضیہ مین نہایت مناسبت ہوتی ہے بلکہ بعض کہتے ہین یہ بھی ایک قسم ملائکہ ہین۔ اور قرآن مین جو شیطان کو ملائکہ مین شامل کرکے سجدہ کا حکم دیا اور پھر اوس کو کان من الجن کہدیا اس لئے کہ وہ جن بھی تھا اور فرشتہ بھی تھا کیونکہ ملائکہ ارضیہ اور جن قسم اعلیٰ ایک ہی چیز ہین اسی لحاظ سے اُس کو کبھی جن اور کبھی فرشتہ کہا اور جس مین مادہ بخاریہ یا دخانیہ غالب ہے وہ اکثر شر کی طرف مائل ہین اونکے مادہ اور صورت نوعیہ کے موجب اونسے آثار افعال سرزد ہوتے ہین۔

[1] سدوم کے لوگون سے مراد امت لوط ہے ۱۲ [2] خدا کے لشکر کو کوئی نہین جانتا ہے مگر وہی جانتا ہے ۱۲ [3] وہ جو عرش اوٹھاتے ہین ۱۲ [4] جو شخص اللہ اور اوسکے فرشتون اور رسولون اور جبرئیل میکائیل کا دشمن ہے خدا اوسکا دشمن ہے ۱۲

(جن) وہ چیز ہے کہ اپنے مادہ متوسط لطافت وکثافت کی وجہ سے خیر وشر دونوں چیزوں کے صدور ہونے کی لیاقت رکھے۔

(ملک) یعنی فرشتہ وہ ہے جو بوجہ لطافت مادہ کے خیر کی صلاحیت رکھے اور بدی اس سے صادر نہ ہو۔

(شیطان) وہ ہے جو بسبب ظلمانیت مادہ کے شر ہی کی استعداد رکھے مگر ناریت سب میں غالب ہے اسی لئے ابلیس نے آدم کے مقابلے میں خدا پاک سے کہا تھا کما حکی اللہ تعالے عنہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین کہ آپ نے مجکو آگ سے اور آدم کو خاک سے پیدا کیا ہے۔ عرب کے محاورہ میں جنات پر باعتبار اوصاف چند الفاظ بولے جاتے ہیں وہ یہ ہیں۔ (ا) عامر وہ ہیں جو آدمیوں کے ساتھ رہتے ہیں اور ہماری زبان میں انکو ہمزاد کہتے ہیں (ب) ارواح۔ وہ ہیں جو لڑکے بالوں کو ستاتے ہیں جنکو اہل ہند بھوت یا آسیب کہتے ہیں (ج) شیطان خبیث اور سخت تکلیف دینے والوں کو کہتے ہیں۔ اور جو انسے بھی زیادہ سرکش ہوتے ہیں انکو مارد کہتے ہیں اور جو اس سے بھی بڑے قوی ہوتے ہیں انکو عفریت کہتے ہیں۔ (د) ہاتف وہ ہیں جو جنگل میں آواز دیتے ہیں اور چلاتے ہیں۔ (ہ) رجال الغیب۔ وہ ہیں جو بھولوں کو رستہ بتا دیتے ہیں (و) شہابہ۔ وہ ہیں جو بیابانوں میں کبھی ایک لشکر اور مشعل وغیرہ چیزیں دکھائی دیتے ہیں۔ (ز) چھلاوہ وہ ہیں جو بعض اوقات اوجاڑ جنگلوں میں کبھی چھوٹے لڑکوں کے شکل میں دکھائی دیتے ہیں اور پھر دفعتہ اور شکل میں ہو جاتے ہیں اور کسی طرح کی شکل بدل لیتے ہیں۔ غرض کہ ہزارہا اقسام ہیں کہ جنپر مطلع ہونا اسی علیم وخبیر کا کام ہے۔ حاصل کلام فرشتے اجسام لطیفہ نورانیہ ہیں کہ جس شکل میں چاہیں ہو سکتے ہیں اور حقیقت انکی وہی ارواح مجردہ ہے انمیں توالد وتناسل نہیں ہوتا ہے اور ذکورت وانوثت بھی نہیں ہوتی اور فرشتے آسمانوں اور زمین سب جگہ ہیں اور ہر اجزائے عالم پر فرشتے موکل ہیں خصوصاً آدمی زاد پر کتنے ہی

فرشتے موکل ہین بعضے اعمال لکھنے پر بعضے محافظت انسان کی شیاطین و جن سے کرتے ہین۔ اب کوئی مکان عالم علوی و عالم سفلی مین نہو گا کہ جہان ملائکہ نہون۔ حدیث شریف مین آیا ہے کہ کل مخلوق دس حصہ ہے نو حصہ تو ملائکہ اور ایک حصہ کل مخلوقات ہے قرآن شریف سے اونکے بازو ثابت ہین۔ کما قال اللہ تعالے ذُو اَجنِحَۃٍ مَثنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ اور مفصل طور پر خدا کو علم ہے اور وہی خوب جانتا ہے۔ اور اکابر و مقرب تر فرشتے چار ہین۔ جبرئیل کہ انکے علوم و تبلیغ وحی کا کام انکے سپرد ہے میکائیل۔ یہ رزق پہونچانے کے کام پر مقرر ہین۔ اسرافیل۔ قیامت کے دن صور پہونکنے کا کام انسے متعلق ہے۔ عزرائیل ارواح قبض کرنے کا کام انکو سپرد ہے۔ اکثر کہتے ہین کہ انمین جبرئیل افضل ہین بعض کہتے ہین کہ چارون برابر ہین اور سوائے انکے اور فرشتے بھی مقرب ہین آٹھ فرشتے حاملان عرش ہین چار تو بالفعل ہین اور چار قیامت کو اور بڑھا دئے جاوینگے اور سب فرشتون کے خاص خاص مقام اور مرتبے ہین جسکو جتنا مرتبہ ہے اوسیقدر کام کرسکتا ہے اس سے آگے قدم نہین اوٹھا سکتا۔ اور اپنے مالک کی نافرمانی نہین کرتے ہین ابلیس نے جو نافرمانی کی وہ قوم جن سے تھا طاعت و عبادت کی وجہ سے ملائکہ صفت ہوگیا تھا آخر کو اس نے اپنی اصل کی طرف رجوع کی۔ کل شیٔ یرجع الی اصلہ۔

بحث الہام و وحی مین

الہام و وحی قریب المعنی یعنی دل مین ڈالنا کرنا ہین اگرچہ بعض مواقع استعمال مین کسیقدر فرق ہوتا ہے وحی کا اطلاق کتابت اور اشارت اور رسالت اور کلام مخفی پر بھی ہوتا ہے اور عرف شرع مین وحی کے ساتھ انبیا مخصوص ہین اور الہام مین سب شریک ہین پس وحی خاص ہے اور الہام عام ہے۔ شرعی لحاظ سے غیر انبیا کو صاحب وحی نہین کہتے

لہ صاحب پر ہین دو دو تین تین چار چار ۱۲

ہین اور معنی لغوی کے اعتبار سے غیر انبیا پر بھی اسکا اطلاق ہوا ہے جیسا کہ اوحی
ربک الی النحل ۔ واوحینا الی ام موسی ۔ واوحی فی کل سماء امرہا ۔ واذ اوحیت
الی الحواریین ۔ ولیوحون الی اولیائہم ۔ یہ تحقیق صرف لفظی تھی اب آگے اسکی حقیقت
اور ماہیت سے بحث کیجاتی ہے ۔ وحی یا الہام خداتعالے اور اوسکی مخلوق کے درمیان
ایک پیغام یا ایسی تار برقی ہے کہ جسکے ذریعہ سے اپنے خالق سے ہمراز اور ہمکلام ہوتی ہے
گو مخلوق کو خالق اکبر سے کچھ بھی مماثلت اور مشاکلت نہین ہے مگر تاہم ایک ایسا رابطہ ہے
کہ گویا وہ اوسکے پاس موجود ہے ؎ ہست رب الناس را با جان ناس ۔ اتصالی
بے تکیف بے قیاس ؎ سب سے ربط آشنائی ہے تجھے ۔ دل مین ہر ایک کے رسائی
ہے تجھے ۔ ہر نوع کی طرف اوسکی ایک وحی ہوتی ہے اس لئے ہر نوع کی ایک شریعت
جدا ہے کہ اوسپر اوسکی مخالفت حرام کردی گئی ہے ۔ معدنیات کی طرف یہ الہام ہوا ہے کہ
اپنی سختی اور نرمی اور گرمی اور سردی کو محفوظ رکھے انکی صورت نوعیہ ہمیشہ امر الہی مین دست
بستہ کھڑی رہتی ہے آگ سے حرارت دور ہونے نہ پاتے پانی سے سردی و رطوبت
نجاوے ۔ اور نباتات کو بھی یہ پیغام پہنچا ہے کہ پانی کو خاک کے ذریعہ سے چوس کر
شاخین اور پھول پات نکالین اور جس طرح جو چیزین اونمین رکھی گئی ہین اوسی طرح رہین
جہان رنگین ہین وہان رنگین بنی رہین جو پنکھڑی جس شکل کی ہے ویسی ہی نکلا کرے ہم
انکی صورت نوعیہ اپنے فرض کو ادا کرتی چلی جاتی ہے ۔ حیوانات پر بھی وحی آتی ہے چنانچہ
پرندون کو یہ الہام ہوتا ہے کہ نر و مادہ باہم میل جول کرین گرمی مین اپنا گھونسلہ اونچے
درختون کی شاخون مین بنادین ۔ اسیطرح گائے بھینس انسان گدہے وغیرہ
ہر ایک نوع کو بذریعہ الہام و وحی طرح طرح کے علوم سکھاتے جاتے ہین جو اونکے کارآمد
اور ضروری ہین اور ان چیزون سے جو اونکو نقصان پہونچاتی ہین منع کیا جاتا ہے
گائے بھینس پر گوشت کھانا اور شیر پر گھانس کھانا حرام کردیا ہے یعنی ان پر گہاس
اور اوسپر گوشت کھانا فرض کردیا ہے ۔ ذرا اس حکم کو عدول کرین تو وہین نقصان اٹھائین

بلکہ جینا محال ہو جاوے الغرض اس وحی مین ہر نوع شریک ہی اور ہر ایک کی شریعت جدا گانہ ہے چنانچہ اس آیت مین اسیطرف اشارہ ہی وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَن فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[1] ہر جزء عالم اوسکی حمد وثنا مین مشغول ہی ؎ بذکرش ہرچہ بینی درخروش است * ولے داند درینمعنی کہ گوش ست * نہ بلبل بر گلش تسبیح خوانست * کہ ہر خارے بہ تسبیحش زبانست * لیکن اس وحی الہام کی جدا زبان ہی اور جس زبان سے ہر چیز اپنے درد دل کو ظاہر کرتی ہی وہ اور زبان ہے۔ دریا پہاڑ اور جنگل اور آبادی جس زبان سے کلام کرتے ہین وہ اور زبان ہے اور جس مین ہم بولتے چالتے ہین یہ زبان اَور ہے اس زبان مین بغیر آواز اور حروف وحی آتی ہی جیسا کہ اس آیۂ کریمہ سے پایا جاتا ہے وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ دوسری قسم وحی اور الہام کی اور بھی ہے جو نوع انسان اور ذی عقل کے ساتھ مخصوص ہی کیونکہ انسان نسبت جمادات ونباتات وحیوانات کے اعلی ومخصوص ہے اس لئے وحی بھی اسکے ساتھ مخصوص ہی۔ انسان کا دل گذرگاہ خداوند تعالے ہے اسکا رابطہ سب سے نرالا ہے ؎ ارض وسما کہان تری وسعت کو پا سکے * میرا ہی دل ہے وہ کہ توجسمین سما سکے * جاننا چاہیئے کہ انسان کا خمیر متضاد الطبائع سے ہوا ہے یعنی ایک تو روح جسکو حکما نفس ناطقہ کہتے ہین جو اس جسم کے مرکب ہونے سے ہزار ہا سال پہلے پیدا ہو چکی ہے اور حظیرہ قدس مین جسکو اسکا اصلی وطن کہتے ہین رہی ہے پس اس جوہر نورانی کا مقتضا قوت ملکیہ ہے اور اس جسم ظلمانی اور صورت ہیولانی کا اثر قوت بہیمہ ہے ؎ آدمی زادہ طرفہ معجون ست * از فرشتہ سرشتہ واز حیوان * گر کند میل این بود بہ ازین * گر کند میل آن بود بد ازان * الغرض الہام ووحی سے ہر فرد بشر فیضیاب ہی لیکن باعتبار قوی ملکوتیہ وبہیمیہ کے شدت وضعف کے علی حسب مراتب حصہ ملتا ہی پس جب کسیقدر قوت ملکیہ اسطرف متوجہ ہوتی ہے اور بہیمیہ کے پنجے سے نجات پاتی ہے تو اوسپر وہان کی یعنی ملاء اعلی کی باتین القا ہوتی ہین اور اچھے خیالات

---

[1] اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہین (یعنی فرمانبرداری) تمام آسمان والے اور زمین والے ۱۲

پیدا ہوتے ہین اور جب قوت بہیمہ کی ہوا چلتی ہے تو اوسکے مقتضی کے موافق شہوانی باتین سوجہتی ہین چنانچہ اس مضمون حدیث سے (کہ ہر بشر کے دل پر ایک نیکی کا فرشتہ الہام کرتا ہے اور بدی کی طرف شیطان بلاتا ہی) اسیطرف اشارہ ہی۔ پس انسان کی سعادت اور شقاوت کی باتین (کہ جنکا الہام ہونا رحمت الٰہی کے نزدیک نہایت ضرور تھا) اس قابل یقین کہ ہر کس و ناکس کے الہام و وحی پر چھوڑدی جاتین بلکہ اسکے لئے ایسے شخصون کا الہام ضرور ہے کہ جو قوت بہیمیہ کی تشویشات اور شہوات بشریہ سے معصوم ہون اور اونکا الہام بھی نہایت اعلی طور پر ہو کہ جسکو وحی بواسطہ جبرئیل کہتے ہین۔

پس یہ لوگ انبیا ہین کہ انکو باعتبار اختلاف حالات کے مختلف طور پر الہام ہوتا ہے کبھی تو خواب مین کہ جسکے تین طور ہین۔ طور اول۔ ملائکہ کے ذریعہ سے جبکہ اس جسم سے توجہ کم ہو جاتی ہے اور اس عالم کا انسے پردہ اوٹھ جاتا ہی۔ طور دوم۔ کبھی دوبدو خدا پاک سے ہمکلام ہوکر مستفید ہوتے ہین۔ طور سوم۔ کبھی مغیبات عالم مثال مین متشکل ہوکر دکھائی دیجاتی ہین۔ اور حالت بیداری مین کہ جب ملکیہ کا غلبہ ہوتا ہے تب بھی تین صورتین پیش آتی ہین۔ (اول) فرشتہ جسکو ناموس اکبر یا جبرئیل کہتے ہین پیغام پہونچاتا ہے اور یہ کئی طور پر ہے مثلاً حدیث صحاح ستہ مین آیا ہی کہ اکثر جبرئیل علیہ السلام دحیہ کلبی کی شکل مین آنحضرت کو دکھائی دیتے اور کبھی اپنی شکل مین ظاہر ہوتے تھے کہ جسکو حضار محفل بھی دیکھ لیتے تھے چنانچہ بخاری و مسلم وغیرہما محدثین نے بسند صحیح روایت کیا ہے (۲) بیداری کی یہ حالت ہی کہ تجلی ذاتی ہوکر خود بخود خدا تعالے سے ہم کلام ہوجاوین۔ جیسا کہ کوہ طور پر موسی علیہ السلام کو یہ معاملہ پیش آیا۔ کما قال تعالے وکلم اللّٰہ موسی تکلیما۔ اور شب معراج مین یہ بات حضور سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کو پیش آئی۔

(۳) حالت بیداری مین یہ صورت ہوتی ہے کہ عالم ملکوت کا مشاہدہ اور تجلی ہوکر اسرار غیب پر مطلع ہو جاوین چنانچہ نماز کسوف مین یہ بات حضور پر نور کو پیش آئی اور یون بھی ہوسکتا ہی کہ فرشتہ غائبانہ آواز سنا کر بتا دے کہ جسکو ہاتف غیب کہتے ہین اس مقام پر ایک بات قابل

بحث یہ ہے کہ جسقدر اقسام وحی یا الہام انبیار کی نسبت بیان ہوتے سب ٹھیک ہین
مگر جبرئیل کے ذریعے سے الہام ہونا یا وحی آنا اور جبرئیل کا مطالب کو کبھی بالفاظ اور
کبھی محض معانی دل مین القار کرنا کیون ہے۔ کیا اپنی قوت ملکیہ سے خودبخود پیغمبر علیہ السلام
خدا سے ہمکلام نہین ہو سکتے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ نقل سے تو جبرئیل علیہ السلام کا الہام
و وحی مین واسطہ ہونا بخوبی ثابت ہے علاوہ حدیثون کے آیات قرآنیہ ناطق ہین۔ قل من
کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ یعنی جو کوئی جبرئیل کا
دشمن ہو سو ہوا کرے مگر اوسنے تو یہ قرآن تیرے دل پر خدا کی طرف سے اُتارا ہے۔
وقولہ تعالیٰ یلقی الروح من امرہ علی من یشاء کہ خدا جبرئیل کو جسکے پاس چاہتا ہے
بھیجتا ہے۔ انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم
امین ۝ وما صاحبکم بمجنون ولقد راٰہ بالافق المبین ۝ وما ھو علی الغیب
بضنین وما ھو بقول شیطٰن رجیم ۝ فاین تذھبون ۝ یہ قرآن اوس رسول
کریم کا سخن ہے کہ جو قوت والا اور خدا کے نزدیک معزز اور امین ہے یعنی جبرئیل۔ اور تمہارا
نبی (محمد علیہ السلام) کچھ دیوانہ نہین (کہ اپنے خیالات کو مجنون کی طرح جبرئیل اور
وحی سمجھ جاوے۔) اور اوس نے جبرئیل کو (اوسکی صورت اصلیہ پر) کنارہ آسمان پہ
دیکھا ہے اور وہ غیب کی باتون مین بخیل نہین اور یہ قرآن شیطان کا قول نہین۔
(کہ کوئی یہ گمان کرے کہ شاید شیطان جبرئیل کی صورت مین آتا ہو) پس تمہارا خیال
کدھر جاتا ہے (کہ جو ایسی بدگمانی کرتے ہو) قل نزلہ روح القدس من ربک
بالحق۔ تو کہہ کہ اس قرآن کو تیرے رب کی طرف سے سچائی کے ساتھ روح القدس نے
اُتارا ہے یعنی جبرئیل نے۔ بھید اسکا یہ ہے کہ جنکو انبیار کہتے ہین یہ وہ لوگ ہین
کہ جنکے نفوس پاک وصاف ہوتے ہین کوئی قسم کی لوث بشری اونمین نہین ہوتی ہے اور
جنکو ملاء اعلیٰ مین لوگون کی رہنمائی اور اصلاح دارین کے لئے ممتاز بنایا ہے واللہ یختص
برحمتہ من یشاء انکی اطاعت کا قرنون تک لوگون کے دلون مین میلان اور شوق ڈالا

جاتا ہے دیکھو ہزار ہا برس سے مخلوق خدا انبیا کے تابع چلی آتی ہے آخر کچھ تو بات ہے تیرہ سو برس کے اندر ایک یتیم خشک پہاڑون کے رہنے والے اُمّی جسنے کسی سے نہ کچھ پڑہا نہ سیکھا یعنی خاتم الانبیا محمد صاحب پر دنیا کے تہائی حصہ کے لوگ قربان ہوتے اور جان فدا کرتے ہین اونکا نام دلون کو مقناطیس کیطرح کھینچتا ہے یہ ملاء اعلی کی طرف کی قبولیت نہین ہے تو کیا ہے - بڑے بڑے نامور حکیم اور ہر فن کے موجد اور واعظ گذرے ہین کوئی بھی اونمین سے مقبول انام و پیشوا ے (؟) عام ہوا کیا کسی کو اس بات کی ہوس نتھی ؟ کیون نہین بلکہ ہزارون اسی ہوس مین ایڑیان رگڑ کر مر گئے ہین - انبیاء تمام نوع انسان مین ہدایت لمانی دارین کے لئے مخصوص اور اعلی ہین پس انکے واسطے الہام ووحی بھی ایسی اعلی درجہ کی ہونی چاہئے کہ جو بعید عن الخطا ہو لیکن الہام کی چھہ صورتون مین سے خواب کی تین صورتین اس قابل نہین ہین کیونکہ اکثر خواب مین قوت وہمیہ ادراکا عقل صرف کو معارض ہوکر خلط ملط کر دیتی ہے - اس لئے اپنی مناسب صورتون مین دکھائی دیتے ہین لہذا تعبیر کی ضرورت پڑتی ہے - باقی رہین بیداری کی تین صورتین سو صورت اول یعنی جس مین عالم ملکوت منکشف ہو جاتے سو اسکا مآل کار اسی بات پر آرہتا ہے کہ وہ خدا سے خود ہی ہمکلام ہو جاوے پس ایک یہ اور دوسری یہ صورت کہ فرشتہ پیغام لاوے قابل اطمینان ہین اور قرآن مجید انھین دو صورتون مین نازل ہوا ہے - انسان کے حالات گو وہ نبی ہی کیون نہون ہر وقت ایکسان نہین رہتے اس لئے یہ حالت ہمکلامی کی قلیل الوقوع ہے اس لئے اس صورت مین قرآن مجید بہت ہی کم نازل ہوا ہے فقط سورہ بقر کا اخیر شب معراج مین اسطرح سے نازل ہوا ہے (کما فی الاتقان) پس زیادہ کاربرآری کی یہی صورت ہے کہ ناموس اکبر یعنی جبرئیل علیہ السلام آنحضرت کو نظر آدین اور بالفاظ کلام پہونچادین کہ جسکو وحی متلو اور قرآن بھی کہتے ہین - اور اسکے علاوہ اور جسقدر صورتین ہین سب کو وحی غیر متلو اور سنت اور کبھی حدیث قدسی کہتے ہین اور یہ بات کہ جبرئیل کلام کہان سے سنکر یا دیکھکر لاتے تھے سو اسکی تحقیق یہ ہے کہ پیشتر بیان ملائکہ مین

معلوم ہوچکا ہی کہ یہ لوگ نورانی ہین اور تقرب جناب باری سے علی حسب مراتب ہی اور جبرئیل
نہایت درجہ کے ملائکہ مقربین سے ہین سوانکو خدا سے ہمکلام ہونا بر تقدیر تسلیم آسان ہے
لیکن خدا اور فرشتون کا باہم کلام اس آواز اور ان حرفون سے نہین ہی کیونکہ یہ تو اس
عالم مین ہمارے دلی مضامین ادا کرنے کے واسطے آلات ہین کبھی ہم بھی بغیر ان حرفون
اور صورت اور تلفظ کے باہم کلام کرلیتے ہین - خیر اعلیٰ درجہ کے لوگ تو قوت روحانیہ سے
بات چیت صدہا کوس کے فاصلہ سے کرلیتے ہین اگر تار برقی وغیرہ کے ذریعہ سے ہم بھی
چپ ہوکر لب بند کرکے کلام کرسکتے ہین - و نیز خواب مین بے زبان کے بولتے اور بے
آنکھ ظاہری کے دیکھتے ہین کیونکہ یہ آنکھ خواب مین بند ہوتی ہے البتہ باطنی حواس خمسہ
کے کاروبار کرتے ہین اوسوقت اور یہی حواس ہوتے ہین پس جبرئیل علیہ السلام باعلام الٰہی
کہ جسکو قلم اور لوح محفوظ کہتے ہین مطلع ہوکر اور الفاظ بھی وہین سے تلقین پاکر آنحضرت کو
حسب حاجت پہنچا جاتے تھے اور اس قرآن کی عالم مثال مین ایک صورت خاص ہے کہ
جسکو بیت المعمور مین یکبارگی نازل کرنے کے ساتھ تعبیر کرتے ہین اور اسکے ساتھ تمام
نازل شدہ قرآن کو مطابق کرکے آنحضرت کو خوب یاد کرادیتے اور آیات کی ترتیب یا بلحاظ
تقدیم و تاخیر کے بھی اُسی کے مطابق مقرر کردیتے تھے گو نازل ہونے مین اس ترتیب کا
لحاظ نہوتا تھا پہلے کا پیچھے اور پیچھے کا پہلے حسب حاجت نازل ہوجاتا تھا - خلاصہ
یہ کہ پیغمبر علیہ السلام ان الفاظ اور معانی کو جبرئیل سے حاصل کرتے تھے اور پھر حفاظ
کو یاد کرادیتے اور کاتبین وحی سے لکھوادیتے تھے اور خود بھی بخوبی حفظ رکھتے تھے
انبیاء سے کمتر درجہ کے لوگون کا الہام غالباً پہلی خواب کی تین صورتون پر مبنی ہوتا ہے
اور حالت بیداری مین خدا سے کلام کرنا اور بواسطہ ناموس اکبر الہام ہونا خاصہ انبیا
علیہم السلام کا ہی - اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ غیر انبیاء کا الہام ظنی ہے جسپر ہمکو
پورا اعتماد ہوجاوے مگر بغیر قرائن خارجیہ کے وہ نفس الہام ظنیت سے درجہ صحت
نہین نکلتا - اسی لئے اسکا نام الہام اور اسکا نام وحی رکھا ہی اور یہی اصطلاح اس

فرق کے لئے مقرر کی ہی - اس جگہ اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ تمتے اول ہین خدا سے
ہمکلام ہونا ہر چیز کا ثابت کردیا تھا اور یہان خاص حصہ انبیاء کا ٹھہرایا تو جواب اسکا
یہ ہے کہ وہان کلام سے مراد ہماری ارتباط خاص ہی اور یہان ایک مواجہ اور کیفیت
مخصوص اگر کوئی یہ کہے کہ خداوند عالم کو جبرئیل کو واسطہ بنانے کی کیا ضرورت تھی جس
طرح سے جبرئیل کو تلقین کی نبی کو نہ کردی تو وہ اس بھید سے ناواقف یہ بھی کہدے
تو کچھ بعید نہین ہی کہ خدا کو نبی کے مبعوث کرنے کی کیا ضرورت تھی خود ہی خلق کو اصلاح کے
علوم تعلیم و تلقین کردیتا جواب اسکا یہ ہے کہ یہ سب باتین اوسکے ارادہ و مشیت پر موقوف ہین

شعاع چہارم تعداد انبیا مقرر نہ کرنے مین اور سب انبیاء کا مخبر صادق ہونا

م - بعض احادیث سے تعداد انبیا کی روایت کی گئی ہی بہتر یہ ہے کہ اونکے نام کی
تعداد مین اقتصار نکرے - فرمایا اللہ تعالےٰ نے منہم من قصصنا علیک
ومنہم من لم نقصص علیک یعنی اے محمد انبیا مین سے وہ لوگ ہین کہ بعضون
کا قصہ ہمنے تجھسے بیان نہین کیا اور اونکی تعداد مین ایمان اور یقین نکرنا چاہئے کہ
اسیقدر ہین کیونکہ اونکے نام اگر زیادہ کئے جاوین تو وہ لوگ جو نبی نہین ہین انبیاء مین
داخل ہوتے ہین اگر کم کئے جاوین تو وہ جو نبی ہین انبیاء کی تعداد سے باہر ہوجاینگے
مش - روایت کی گئی ہی کہ آنحضرت سے سوال کیا گیا کہ انبیاء کتنے ہین آپنے فرمایا کہ
ایک لاکھ چوبیس ہزار ہین دوسری روایت سے دو لاکھ چوبیس ہزار ہونا پایا جاتا ہی
اور خبر واحد مشتمل جمیع شرائط[1] جو اصول فقہ مین مذکور ہے عیر مفید ہے مگر اوس سے
ظن حاصل ہوتا ہے جبکہ اوس ظن مین اختلاف ہو تو اعتقادات مین اوسکا اعتبار نہین
ہوتا - اور قول روایت ظاہر کتاب سے خلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ بعض انبیاء کا ذکر
نبی صاحب سے خدا نے نہین فرمایا - اسی مین احتمال ہوتا ہے کہ اگر تعداد معین کیجاے

---

[1] قاعدہ اصول فقہ کے موافق خبر واحد مین آٹھ شرائط ہونا چاہئے چار تو مخبر مین وہ یہ ہین - عقل ضبط عدالت [illegible] اور چار نفس خبر مین وہ یہ ہین - عدم مخالفت کتاب و سنت - عدم طعن - عدم وقوع فی ابحاث متروک [illegible] مخالفت ۱۲ منہ

تو تعین نبی کا غیر انبیاء سے یا غیر نبی کا انبیاء سے ہوگا۔ کیونکہ جتنے نام ہوتے ہین مخصوص اپنے مدلولات پر ہوتے ہین اوس مین کم و بیشی کا احتمال نہین ہوتا ہے۔

اختلاف نبوت ذوالقرنین

ف ذوالقرنین کی نبوت مین اختلاف ہے بعضے کہتے ہین کہ وہ پیغمبر ہے اور اکثر اسیر ہین کہ وہ بادشاہ قوم عادل ہوا ہے اور یہی قول صحیح ہے بلکہ حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ اور بعضے کہتے ہین کہ وہ ملائکہ مین سے تھا لیکن یہ بعید القیاس ہے۔ اور اوسکے نام مین بھی اختلاف ہے مشہور ایسا ہے کہ اوسکا نام اسکندر ہے۔ وعبداللہ و مرزبان و مرزبی و ہرمس وغیرہم نے کہا ہے کہ اسکندر ابن فیلقوس رومی مصاحب خضر علیہ السلام ہے کہ جس نے آب حیات طلب کیا تھا مگر اوسکو نہین ملا۔ اور اسکندر یونانی اور ہے کہ جسکا مصاحب ارسطو اولاد یونان بن یافث بن نوح سے ہے۔ اسی طرح لکھا دیکھا ہے واللہ اعلم۔ وبقول اکثر ذوالقرنین ابراہیم خلیل اللہ کے زمانہ مین تھا وبقول دیگر موسی علیہ السلام کے بعد ہوا ہے وبقول ابن عبدالحق کہ ائمہ علماء حدیث و تفسیر سے ہے عیسی علیہ السلام کے بعد ہوا ہے کہتے ہین کہ چار شخص بہت بڑے بادشاہ گذرے ہین جنکا ہفت اقلیم مین قبضہ ہوگیا تھا۔ دو مسلمان۔ یک سلیمان۔ دوسرا ذوالقرنین اور دو کافر نمرود و بخت نصر کہ یہ نمرود سے بعد ہوا ہے مگر انکی بادشاہت ہفت اقلیم مین ہونا مظنون ہے۔ اور اب پانچوین امام مہدی ہونگے جو آخر زمانہ مین پیدا ہونگے ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ مین بہت سے اقوال ہین۔ وہب بن منبہ کہتا ہے کہ وہ مالک دو قرون کا تھا یعنی ہر دو جانب کہ مشرق و مغرب ہے یا روم و فارس یا روم و ترک۔ حسن بصری فرماتے ہین کہ وہ دو طرف گیسو چھوڑتا تھا اس وجہ سے ذوالقرنین کہنے لگے حضرت علی سے منقول ہے کہ اوسکے سر کے دونون جانب جہاد مین زخم لگے تھے اس وجہ سے ذوالقرنین نام ہوا ایسے بہت اقوال ہے جسکا علم صحیح طور پر خدا کو ہے۔

اختلاف نبوت لقمان

اور لقمان کی نبوت مین بھی اختلاف کرتے ہین کہتے ہین کہ لقمان ابن اخت ایوب علیہ السلام وبقول دیگر ایوب علیہ السلام کی خالہ کا بیٹا ہے صحیح یہ ہے کہ وہ حکیم اور ولی تھا بعضے پیغمبر

سکتے ہین اور ایسا بھی مشہور کرتے ہین کہ آپ نے ہزار پیغمبرونکی خدمت اور شاگردی کی تھی ابن عباس سے منقول ہے کہ لقمان نبی اور فرشتہ نہین تھا ایک آدمی سیاہ فام تھا بکریان چراتا تھا خدا نے اُس کو برگزیدہ کیا اور حکمت اور جوانمردی اور عقل دی۔

خضر علیہ السلام کا احوال

خضر علیہ السلام کا حال یہ ہے کہ وہ نبی ہین آدمیون سے پوشیدہ رہتے ہین روز قیامت تک اسی طرح رہین گے انکو حیات جاودانی ملی ہے۔ کیونکہ اونھون نے آبحیات پی لیا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ ولی ہین اور کوئی کہتا ہے کہ وہ فرشتہ ہے مگر یہ باطل ہے۔ جمہور اہل علم کے نزدیک وہ زندہ ہین جب تک دنیا سے قرآن نہ اوٹھایا جاویگا وہ نہ مرینگے۔

حافظ ابن حجر نے شرح صحیح بخاری مین لکھا ہے کہ وہ نبی ہین ایسے ہی سخاوی نے بھی لکھا ہے اور قسطلانی نے شرح بخاری مین ذکر کیا ہے کہ خضر بفتح خا وکسر ضاد وکسر خا وسکون ضاد نام اوبلیان بن ملکان ہے کوئی کہتا ہے کہ وہ فرعون کا بیٹا ہے مگر یہ قول نہایت نادر ہے بعضے کہتے ہین کہ ابن مالک ہے اور مالک برادر الیاس کا نام ہے بعضے کہتے ہین کہ آدمؑ کا صلبی بیٹا ہے واللہ اعلم۔ حاصل کلام باتفاق جمیع مشائخ وجمہور علماء خضر زندہ ہین اور ایک جماعت محدثین کی مثل امام بخاری وابن المبارک وحربی وابن جوزی اونکی حیات کا انکار کرتے ہین اور اس حدیث سے سند پکڑتے ہین کہ آنحضرت نے قریب زمانہ رحلت فرمایا ہے کہ کوئی جاندار روئے زمین پر سو برس کے بعد باقی نہ رہیگا حالانکہ اسکی تاویل ہوسکتی ہے۔ بہرحال خضر علیہ السلام کی بہت سے اولیاء سے ملاقات ہونا مشہور ہے اور آنحضرت سے بھی ملاقات کی ہے اور بعد رحلت فرمانے حضور سرور کے اصحاب کے پاس تعزیت کو آئے ہین اور آنحضرت نے لوکان الخضر حیا لزارنی پہلے ملاقات سے فرمایا ہے بہت سے مشائخ نے اونسے آنحضرت کی حدیث شریف کی نقل سنی ہے۔

بیان نبوت عورتون کے نہ ہونے مین

مریم وآسیہ وسارا وہاجرا وحوا وام موسی کہ نام اوسکا یوحانذ ہے علیہن السلام انکی نبوت مین گفتگو کی ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ نبوت مردون کے ساتھ مخصوص ہے قرآن شریف مین اللہ پاک نے فرمایا ہے وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیهم

اگرچہ نسبت وحی یا ذکر انبیاء کا ان عورتون کے ساتھ واقع ہوا ہے اس سے نبوت کا یقین نہین کر سکتے اور مراد وحی سے اعلام والہام ہے کما قال تعالیٰ واوحی ربک الی النحل ذکر انکا انبیا کے ساتھ بوجہ بزرگی اور تعظیم کے ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم -

ہم - کل انبیا مخبر صادق ہو ناصح ہوئے ہین اور خدا کی طرف سے مخلوق کو پیغام پہنچایا ہے

ش - اس سے ثابت ہے کہ انبیا اپنے قول و فعل مین سچے اور صاف ہین اور گناہ سے پاک خاصکر امور شرائع و تبلیغ احکام وہدایت نمائی مین بہت احتیاط فرماتے تھے جیسا حکم بارگاہ لم یزلی سے ہوتا تھا ویسا ہی کرتے تھے اجماع اسپر ہے کہ عمداً خطا نہ فرماتے اور اکثر کے نزدیک سہواً بھی خطا نکرتے انبیاء تمام گناہون سے معصوم یعنی پاک ہین - اس سے مراد یہ ہے کہ نبیون سے کفر اور گناہ کبیرہ قبل وحی و بعد وحی نہوا - فرقہ حشویہ کہتا ہے کہ سہواً گناہ کبیرہ ہوتا ہے - اور اکثر سہواً گناہ صغیرہ ہونے کو جائز رکھتے ہین اور جمہور عمداً گناہ صغیر کو جائز جانتے ہین - جبائی اور اوسکے مقلد کہتے ہین کہ عمداً صغیرہ بھی جائز نہین ہے - البتہ صغیرہ پر سب کا اتفاق ہے جیسا کہ ایک دانہ کا کم تول دینا - یا مثلاً کھانا کھانے مین ایک لقمہ کسی کی طرف سے زیادہ لیکر کھالینا لیکن انبیا جب اس سے بھی آگاہ ہوجاتے ہین تو ایسی خفیف بات سے بھی بہت احتیاط رکھتے ہین اس مین قبل وحی اور بعد وحی کی کچھ قید نہین ہے خدا نے اونکی سب خطاؤن کو معاف فرمایا ہے بموجب اسکے کقولہ تعالیٰ لقد تاب اللہ علی النبی یعنی اللہ پاک نے نبی کی توبہ قبول فرمائی ہے -

سوال - صدور کبیرہ انبیاء سے نہونے کی کیا دلیل ہے -

جواب - امتناع اوسکا اس وجہ سے ہے کہ اگر اون سے گناہ کبیرہ ہوتا تو اونکے وعظ اور پند کا اثر اونکے اتباع مین ہرگز نہوتا کیونکہ کبیرہ ہونے سے ایک طرح کی

---

[1] اور قرآن سے جن نبیون کا نام معلوم ہے وہ یہ ہین - آدم - ادریس - نوح - ایوب - ابراہیم - لوط - اسحاق - یعقوب - یوسف - موسیٰ - ہارون - اسمعیل - داؤد - سلیمان - ہود - صالح - الیاس - یونس - شعیب - عزیر - ذو الکفل - ذوالقرنین مختلف فیہ - ذکریا - یحییٰ - عیسیٰ - محمد - الیسع [12]

نفرت مانعہ پیدا ہو جاتی ہے کہ جس سے کلام میں اثر نہیں رہتا ہے اور جب اثر نہیں رہا تو مصلحت بعثت نبی فوت ہو ئی اس صورت میں نبی کے مبعوث ہونے سے مخلوق کو کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ حالانکہ دیکھا جاتا ہے تو اونکے کلام پاک نے وہ اثر کیا ہے کہ کل عالم مین توحید کا ڈنکا بجا ہے اور اسی پر معتزلہ ہیں۔ اور شیعہ صدور صغیرہ و کبیرہ قبل وحی اور بعد وحی منع جانتے ہین لیکن تقیہ کی رو سے اظہار کفر کو جائز رکھتے ہین یعنی خوف جان کی وجہ سے اظہار کرنا جائز ہے مگر یہ بات مردود ہے کیونکہ انبیا علیہم السلام کذب اور معصیت سے پاک ہین۔ دیکھو ابراہیم اور موسی علیہما السلام سے زمانہ نمرود و فرعون مین علانیہ دعوت اسلام کی۔ اسیطرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع کفار و جہلا مین نعرہ اللہ اکبر وحدہ کا بلند کیا جہان آپکا بجز خدا کوئی مددگار و شریک حال نہ تھا اگر صدور گناہ انبیا سے بطریق احاد مذکور ہو تو بے اصل ہے اگر بطریق تواتر ہو تو ظاہر معنی سے تاویل کرنا ضرور ہے یا محمول کیا جاویگا ترک اولے و افضل پر اور قبل بعثت پر کتب مطولات مین اسکا تفصیلاً بہت کچھ ذکر ہے جسکا خلاصہ یہی ہے جو مذکور ہوا۔

شعاع پنجم کتب مقدسہ و حضرت آدم و حضرت محمد صلی اللہ علیہما السلام کے بیان مین ذکر معراج وغیرہ

م - خدا نے اپنی کتابین نبیون پر نازل فرماکر اونمین امر و نہی و وعدہ و وعید فرمایا ہے۔
ش - کل کتابین آسمانی کلام اللہ تعالے ہے جو انبیاء پر نازل ہوئی ہین اور وہ سب کلام اوسی کا ہے تفاوت مسموع و مقرو مین ہے اسی اعتبار سے قرآن افضل ہے پھر توریت پھر انجیل پھر زبور چنانچہ قرآن کلام واحد ہے اس مین تفضیل متصور نہین ہوسکتی مگر باعتبار قرات و کتابت کے جائز ہے تفضیل بعض سور کی جیساکہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ قرات وہی افضل ہے کہ جسمین خداوند عالم کا ذکر کثرت کے ساتھ ہو۔
اور قرآن شریف کی وجہ سے اور کتابون کی تلاوت اور کتابت اور بعض احکام منسوخ

ہوگئے ہین۔

ف - تمام کتابون کا جاننا جو خدا کی طرف سے انبیا و رسولون پر اُتری ہین ضرور ہے اور وہ سب کلام اللہ تعالے ہے ہین منجملہ اونکے ایک سو صحیفے ہین اور چار کتابین ہین۔ تفصیل اوسکی یہ ہے کہ پچاس صحیفے تو شیث بن آدم علیہ السلام پر اور تیس ادریس علیہ السلام پر اور دس ابراہیم علیہ السلام پر اور دس موسی علیہ السلام پر قبل نزول توریت یہ کل سو اسی تفصیل سے نازل ہوئے ہین۔

توریت حضرت موسی علیہ السلام پر اور زبور حضرت داود علیہ السلام پر اور انجیل حضرت عیسی علیہ السلام پر۔ جو آخر انبیا بنی اسرائیل ہین۔ آپ بنی اسرائیل ہی کے لئے مبعوث ہوئے ہین چنانچہ قرآن سے پایا جاتا ہے۔ کما قال اللہ تعالے ویعلمه الکتاب والحکمة والتورٰیة والانجیل ورسولا الی بنی اسرائیل یعنی خدا عیسی کو سکھا دیگا لکھنا اور حکمت اور توریت وانجیل اور کرے گا اُس کو پیغمبر بنی اسرائیل کی طرف۔

اور قرآن شریف حضرت خاتم الانبیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ یہ چارون کتابین ان چارون پر اوتری ہین۔ صحیفہ بمعنی رسالہ ہین یعنی چھوٹی کتاب۔

م - سب پیغمبرون کے اول حضرت آدم علیہ السلام اور سب کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور حضرت محمد صاحب سردار الثقلین سب نبیون مین افضل ہین۔

س - نبوت آدم علیہ السلام پر کتاب والی ہے[۱] اونھون نے امر و نہی بذریعہ وحی کیا اُسوقت اور کوئی نبی نہ تھا۔ انکی نبوت سے جو انکار کریگا وہ کافر ہوگا۔ اور نبوت حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کیونکہ جب مدعی نبوت ہوئے تو آپ سے اکثر معجزات صادر ہوئے۔ اظہار معجزہ دو وجہ پر ہوا ہے (۱) کلام اللہ کو ظاہر کر فصحا و بلغا سے اُس مین معارضہ

---

[۱] چنانچہ انی جاعل فی الارض خلیفہ یعنی زمین مین خلیفہ بنانے والا ہون خدا نے آدم ہی کی شان مین فرمایا ہے۔ وعلم آدم الاسماء کلها یعنی سکھلائے آدم کو سب کے تمام۔ اس طرح کا علم کلی آدم ہی کو خدا نے عطا فرمایا کہ جس سے فرشتون پر شرف حاصل ہوا۔ ۱۲ منہ

کیا تو فصحا و بلغا عاجز آگئے اور ایک چھوٹی صورت تک بھی نہ بنا سکے حالانکہ اونکو اپنی بلاغت
اور فصاحت پر بڑا گھمنڈ تھا اس مین عہدہ برآ نہوئے تو لڑائی شروع کی اس جنگ و جدل
باہمی مین وہ تلوار چلی کہ بڑے بڑے شیردل کانپ اوٹھے اور اسلام کی فتح ہوئی۔
(۲) خوارق عادات ظاہر ہوئی ہین۔ جیسا کہ روایات متواترہ سے ظاہر ہے اگرچہ تفاصیل
اونکی احاد ہے چنانچہ روایات متواترہ اور خبر متواتر سے شجاعت علی کرم اللہ وجہہ و سخاوت
حاتم ثابت ہے انکا اکثر ذکر کتب سیر مین مذکور ہے۔
حضرت محمد صاحب کی نبوت بر ارباب بصائر ان باتون سے یقین کرتے ہین کہ آپ مین اخلاق
عظیمہ و احکام حکمیہ کمال درجہ بھرے ہوئے تھے اور آپ ایسی جگہ اقدام کرتے کہ جہان
بڑے بڑے نامور بہادرون کا قدم نہ پڑتا تھا اور ہر حال مین اللہ پر بھروسہ رکھتے مخالفون
نے باوجود سخت مخالفت کے اونکے باحکمت ہونے کا اقرار کرلیا۔ پس عقل اس بات کا یقین
دلاتی ہے کہ ایسے امور غیر نبی مین جمع نہین ہوتے اللہ تعالے نے آپکے دل مین کمالات
نبوت کی روشنی ایسی جمع کردی کہ جس سے سارا عالم منور ہوگیا۔ اور تیئیس برس تک احکام
دین کو کامل طور پر جاری فرمایا پھر اونکے دین کو سب ادیان پر غالب کردیا اور دشمنون پر
ایسی فتح دی کہ جسکے آثار قیامت تک باقی رہینگے۔ اور اس امر عظیم کا دعوی آپنے ایسی قوم
کے سامنے کیا کہ جنکے پاس نہ کوئی کتاب نہ کوئی حکمت تھی نہ وہ کسی کی بات ملنتے تھے آپنے
اونکے واسطے کتاب اور حکمت بیان کی اور احکام شرائع و مکارم اخلاق سکھلاتے اور فضائل
علمیہ و عملیہ سے بہت آدمیون کو کامل بنادیا اور نور ایمان و عمل صالح سے کل عالم کو روشن
کردیا اور اوسکی شریعت نے اور شریعتون کو منسوخ کردیا پس یہی معنی نبوت اور رسالت کے
ہین کہ جس سے اونکی نبوت کا اثبات ہوتا ہے۔ آپکا کلام اور خدا پاک کا کلام جو آپ پر نازل
ہوا ہے دلالت کرتا ہے کہ بیشک آپ خاتم النبیین اور مبعوث الی کافۃ الناس بلکہ مبعوث
جن و انس کے واسطے ہین نہ خاص عرب کے لوگون کے واسطے جیسا کہ گمان نصاری کا ہے
سوال۔ حدیث شریف مین آیا ہے کہ عیسیٰ قریب قیامت مین دنیا مین نازل ہونگے اس سے

خاتم النبیین حضرت محمد صاحب نہین ہوسکتے۔

جواب۔ بیشک حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونگے لاکن شریعت محمدی پر عمل فرماینگے پھر اونکے پاس وحی نہ آوے گی۔ کیونکہ انتظام واحکام کو شریعت محمدی کافی ہے بلکہ خلیفہ رسول اللہ ہونگے اور سب کو نماز پڑھاوینگے اور امام مہدی بھی اونکی اقتدا کرین گے کیونکہ امامت حضرت عیسیٰ کی بوجہ افضلیت اولی ہے۔

ف آپکی ختم رسالت پر قرآن ناطق ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور آپ کی بعثت جن وانس پر بخوبی ثابت ہے قرآن مجید مین خداوند تعالیٰ جنون کی طرف سے نقل فرماتا ہے۔ انا سمعنا کتابا انزل من بعد موسی یھدی الی الحق والی صراط مستقیم ۵ یعنی جنون نے کہا کہ ہمنے سنی کتاب کو جو بعد موسی کے نازل ہوئی ہے وہ حق کی جانب اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتی ہے۔ مطلب اسکا یہ ہے کہ پہلے جن شریعت موسوی پر مومن تھے اور اب مطیع شریعت محمدی ہوتے۔ دوسرے نبیون نے دعوت وخطاب جنون سے بالمشافہ نہین کیا ہے جیسا کہ آنحضرت کو ہوا دیکھو صحیح بخاری مین ہے کہ حضرت نبی کے پاس ایک قوم جن کی اسلام لائی اور مسایل سیکھنے آئی اور آنحضرت رات کو عبداللہ بن مسعود کو ساتھ لیکر جنگل مین گئے اور فرمایا کہ تم یہین بیٹھے رہنا عبداللہ بن مسعود کو سوا ے آوازون کے اور کچھ نظر نہین آتا تھا۔ اور پھر جنون نے حضور کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ اپنی امت کو ارشاد فرما دیجیے کہ ہڈی وکوئلہ سے استنجا نہ کرین کیونکہ یہ ہماری غذا ہے (کذا فی مقدمہ تفسیر حقانی)

بعض علما بعثت ورسالت آنحضرت کی ملائکہ کے واسطے بھی شامل کرتے ہین اور اہل تحقیق کہتے ہین کہ مبعوث ہونا حضرت سرور کائنات کا تمام اجزاے عالم کے واسطے ہے بلکہ آپ کافہ انام کے لئے مبعوث ہوئے ہین کما قال اللہ تعالیٰ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین نبی ہر عصر مین خدا کی طرف کا فطرت اللہ کے لئے سچا نمونہ ہے یا آسمانی کسوٹی ہے جو بات اوس کے موافق ہے کھری ورنہ کھوٹی۔ اس لئے ہر زمانہ مین سچے بعد دیگر انبیا آتے رہے

اور اصلاح فرماتے رہے ہین حضرت آدم علیہ السلام نے اُس عہد کے موافق طریقے بتلائے اسی طرح حضرت نوحؑ نے زمانہ کے موجب احکام جاری کئے حضرت ابراہیمؑ نے اپنے وقت کے مناسب نماز روزہ کے احکام سکھائے توحید کا رواج دیا حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ بھی خدائی قانون کو رواج دیتے رہے سب سے اخیر سب کے پیشوا جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ملک عرب مین پیدا ہوئے اسوقت تمام عالم مین تاریکی جہالت چھائی ہوئی تھی خصوصًا ملک عرب تو جہالت مین اپنا نظیر نہین رکھتا تھا حقیقت مین وہ ملک عرب جسکو عرب کہتے ہین کیا تھا فقط ایک جزیرہ نما تھا نہ وہان کھیتون مین زراعت پیدا ہوتی نہ باغات لگے ہوئے تھے نہ جنگل مین کہین پانی بھرا ہوا ملتا فقط برسات کے پانی پر دارمدار رہتا چنانچہ اب بھی وہ ملک خشک کہلاتا ہی نہ وہان کے لوگون مین کسی قسم کا علمی چرچا تھا نہ طرز عمارت کسی کو آتا تھا محض وحشیون کی طرح پہاڑ اور جنگل مین بسر اوقات کرتے تھے کوئی آگ پوجتا کوئی کواکب پرستی کرتا کوئی تثلیث کا قائل تھا اکثر بت پرستی نے وہ رواج پایا کہ خاص خانہ کعبہ (کہ جسکو ابراہیم خلیل اللہ نے بنایا تھا اور مشیت ایزدی مین ہدایت نمائی کا چشمہ اسی گھر سے جاری کرنا تھا) مین تین سو ساٹھ بت پوجے جاتے تھے ہر ایک قبیلے نے جدا جدا بت کو اپنا خدا بنا رکھا تھا کسی کے بت کا نام ہبل کسی کا صفا کسی کا لات وعزیٰ کسی کا نائلہ تھا اور ہر ایک اپنے بت پہ جان ومال سے تصدق ہوتا تھا کیا ممکن کہ کوئی اونکی بات مین دخل دیوے جب وہ بگڑ جاتے تو پھر ہرگز نہ سمجھتے فساد اور جھگڑا اونکے خمیر مین ملا ہوا تھا اور لوٹ مار کو اپنا فخر جانتے تھے۔ بنی بکر اور بنی تغلب مین وہ لڑائی پڑی کہ جو حرب بسوس کے نام سے مشہور ہے اونکی جہالت کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے بنیاد اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا اونٹ کھیت مین چلا گیا کھیت والی عورت نے اوسے مارا اونٹ والے نے عورت کی چھاتی کاٹ ڈالی اسپر لڑائی شروع ہوئی ۴۹۴ء سے ۵۳۴ء تک یعنی چالیس برس تک لڑتے رہے پہلے بنی بکر اور بنی تغلب مین جنگ شروع ہوئی مگر رفتہ رفتہ تمام قبائل عرب مین یہ آگ پھیلی کہ جس مین ابتدا سے آخر تک ستر ہزار آدمی کام آیا۔ اسکے بعد اور بھاری

لڑائی اور خونریزی ہوئی جو حرب داحس کے نام سے مذکور ہے بنا اسکی یہ ہے کہ داحس ایک گھوڑا تھا گھوڑ دوڑ مین وہ آگے بڑہا جاتا تھا کہ اتنے مین ایک شخص نے بڑہکر اوس کو بدکا دیا اسپر ایسا رن بڑہا کہ قبیلے کے قبیلے کٹ مرے اور یہ لڑائی ۵۶۸ سنہ ع سے ۶۳۱ سنہ ع تک یعنی تریسٹھ برس تک رہی اس لڑائی کا خاتمہ بالکل اوسوقت ہوا کہ جب بعض قبیلے اسلام لاتے اس قسم کے اصمعی نے زمانہ جاہلیت کے اکثر قصے نقل کئے ہین غرضکہ ایسی بے اصل باتون پر لڑتے اور جان دیتے نہ ملک لینا تھا نہ دولت تقسیم کرنی تھی یہ جو کچھ تھا اونکی جہالت کا کرشمہ تھا یہانتک سنگ و سخت تھے کہ کوئی عورت لڑکی جنتی تو اپنے خاوند کے ڈر سے اسکو زندہ گاڑ آتی۔ اور جوا و شراب اونکی جنم گھٹی تھی ایسے سخت ملک میں عضو سرور کائنات خلاصہ کل موجودات نے نور ایمان اور علم عرفان سے ایک دم سب جہان مین اجالا کر دیا۔

نبی کی یہ شان نہین کہ مدرس کی طرح بیٹھکر علم منطق و فلسفہ کی تعلیم دے۔ ریاضیات و طبعیات کے مسائل سکھلاتے ہوا بجلی بادل زلزلہ قوس قزح آسمان و زمین کی ماہیت اور اونکے اسباب بیان کرے یا اگلے لوگون کے گذشتہ حالات کو بالترتیب یا وقائع عمری سنایا کرے ہان اسکا کچھ مضائقہ نہین کہ وعظ اور نصیحت کے طور پر اگلے لوگون کے حالات مجمل طور پر بیان کرے کہ جس سے سنکر عبرت ہو اور اسی وجہ سے ایک شخص کے قصے کو حسب وقت بلا ترتیب تقدیم و تاخیر کئی ٹکڑے بیان کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ قرآن مجید مین موسی و فرعون وغیرہما کے قصون کو بلالحاظ ترتیب چند جگہ ذکر کیا ہے اور نہ وہ ہر ایک سے بحث و مباحثہ لایعنی کرتا پھرے نبی کا یہ منصب ہے کہ وہ خلقت کو ایسی تعلیم فرماوے کہ جو اصل فطرت مین داخل ہو اور اپنے کلام مین وہ رعایت رکھے کہ جسکو ہر خاص و عام اچھی طرح سمجھ جاوے حضرت محمد صاحب نے جہان سے شرک و بدعت جور و ظلم و خمیرہ وغیرہ قبائح مٹائے عدل و انصاف صلہ رحمی تواضع۔ حلم۔ راستبازی کو قایم کیا خدا کے اوصاف حمیدہ خلق پر ظاہر فرماتے خدا کی نسبت خلق نے اپنی نافہمی سے شریک وغیرہ کے عیوب لگا رکھے تھے اونکو دور کردیا انسان کی جزا و سزا بھلائی برائی کو میزان بیان مین تول دیا عالم آخرت [illegible]

بعد مفارقت جسم پیش آیا ہی اوسکا عقدہ کھول دیا آپ دستگیر درماندگان وبیچارگان پیدا ہوئے کہ جنکا وسیلہ باعث نجات دارین ہے ؎ فقیرون کا ملجا ضعیفون کا ماوی ⁂ یتیمون کا والی غلامون کا مولی ⁂ مصیبت مین غیرونکے کام آنے والا ⁂ وہ اپنے پرائیکا غم کھانے والا ⁂ پہلے خدا نے نبیون کو پیدا کر ہر ایک کو جدا جدا کمال عطا فرمایا چنانچہ حضرت یوسف کو حسن جہان آرا اور حضرت موسی کو ید بیضا اور حضرت عیسی کو دم شفا عطا فرمایا- آپکو حسن اخلاق یوسف سے بڑہکر نور عرفان ید بیضا سے زیادہ کلام معجز دم عیسی سے سریع الاثر عنایت کیا چونکہ آپ ختم رسل ہوئے اس لئے سب کمالات آپکی ذات مستجمع صفات مین بھر دئیے ؎ حسن یوسف دم عیسی ید بیضا داری ⁂ انچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

آنحضرت کے حالات مجمل طور پر

آنحضرت کے ظاہر ہونے کی تمام انبیا بشارت دیتے چلے آئے ہین اگرچہ یہود و نصاری نے ضد کے مارے بہت سی بشارتین نکال ڈالین اور بہت تاویلات اور ترجمہ کے ذریعہ سے بدل دیا مگر پھر بھی جسطرح ڈھئے پھوٹے مکانات کے نشان باقی رہجاتے ہین اسقدر باقی ہین اتنی بشارت اور کسی کے لئے ثابت نہین- توریت و دیگر صحایف مثل کتاب دانیال وغیرہ زبور و انجیل و مکاشفات یوحنا مین کہین بطور اجمال اور کہین نام پاک محمد یا احمد کی تصریح ہی (جسکا ترجمہ فارقلیط پر اسکو بدل کر وکیل و معین پھر اسکو چھوڑکر روح بنایا چنانچہ اس بارہ مین علماء نے تفصیل کے ساتھ کتابین لکھی ہین کذا فی مقدمہ تفسیر حقانی- اور آیت قرآنی اس معاملہ مین ناطق ہے الذین اتیناھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم یعنی وہ لوگ جنکو کتاب دی گئی ہی محمد کو ایسا پہچانتے ہین جسطرح اپنے لڑکون کو پہچانتے ہین ہم عیسائیونکی طرح اور ہنود کی مانند اسقدر مبالغہ نہین کرتے ہین کہ خدا پاک محمد علیہ السلام کی صورت مین ظاہر ہوا تھا کیونکہ یہ کفر ہے مگر اس مین شک نہین کہ آپ باعث ایجاد عالم ہین آپکے انوار و برکات پشت در پشت ظاہر ہوتے چلے آتے تھے- آپ خاندان بنی ہاشم سے تھے جو اشرف قریش تھا اور آپ کے جد امجد عبد المطلب خانہ کعبہ کے متولی تھے

جس سال حملہ آوران حبش علیہ ابابیل کا لقمہ ہوتے جو عرب کی تاریخ مین ایک یادگار سال ہے اوسی سال آپکی ولادت باسعادت ہوئی بارہوین تاریخ ماہ ربیع الاول کو (جو سنہ اسلامیہ کا تیسرا مہینہ ہے) سنہ ۱۲ جلوس میمنت مانوس کسری نوشیروان عادل مین جو جسٹنین قیصر روم کا ہمعصر اور ہمسر تھا آپ پیدا ہوتے۔ آتشکدہ فارس کی آگ بجھ گئی۔ کسریٰ کے محل کے کنگورے گر پڑے عرب مین بڑا قحط تھا وہ دفع ہوگیا آپ شفقت پدری اور مادری سے محروم رہے آپ رحم مادر مین تھے کہ والد ماجد حضرت عبد اللہ کا انتقال ہوا۔ حضرت عبد اللہ کی تخمیناً بیس سال کی عمر تھی اور یہ بھی عہد نوشیروان مین پیدا ہوئے تھے جیسا کہ تاریخ طبری مین لکھا ہے۔

اور جب آپ چھ برس کے ہوئے اوسوقت مادر گرامی نے بھی وفات پائی۔ آپکے جد شیخ عبد المطلب جو سردار قریش تھے آپکی کفالت اور تربیت مین مصروف رہے جب سات برس کے ہوتے عبد المطلب بھی انتقال کر گئے اور آپ کو آپکے چچا ابوطالب کے سپرد کیا جو آپکے والد ماجد حضرت عبد اللہ کے برادر حقیقی تھے سن طفولیت آپکا ابوطالب کے گھر مین بسر ہوا ابوطالب سفر شام کو گئے تو اپنے بھتیجے کو ہمراہ لے گئے ایک مقام جسکا نام بُصریٰ ہے مقام کیا تو ایک راہب بحیرہ نامی سے ملاقات ہوئی اوس راہب نے آپکے چہرہ سے آثار عظمت وجلال کے دیکھکر کہا کہ یہ لڑکا اپنے ملک کا آزاد کنندہ اور اپنے اہل وطن کا نجات دہندہ ہوگا اسکو خوف وخطر دشمنون سے بچانا اوسوقت آپکی عمر شریف نو برس کی تھی مگر ابو الفدا نے تیرہ برس لکھی ہے پھر تھوڑے عرصہ کے بعد فجار کی لڑائیان قریش اور بنی ہوازن مین شروع ہوئین اور رک رک کر نو برس تک رہین انہین لڑائیون مین آنحضرت کو سن شریف چودہ پندرہ برس کا تھا اپنے چچا کے ساتھ گئے اور کعبہ شریف کے جوانمرد اور وطن دوست متولی ومحافظ کا لائق بیٹا اپنے کو کر دکھایا اس زمانہ سے پچیس برس تک پھر آپ کسی معرکہ مین شریک نہین ہوتے پچیس برس کی عمر مین پھر آپ نے دوبارہ

۱؎ ابن الاثیر طبری نے آپکا سن ولادت ۱۲ جلوس نوشیروان عادل قرار دیا ہے مگر کاسن ڈی پرسوال نے اپنی تاریخ جلد ۱ صفحہ ۲۸۱ و ۲۸۲ مین قوی وجوہ یہ یقین کرنے کے لکھے ہین کہ سنہ ۱۲ جلوس کسری نوشیروان صحیح سن ولادت آپکا ہے اور انھون نے حساب لگاکر لکھا ہے کہ ۲۹ اگست سنہ ۵۷۰ء کو ۱۲ ربیع الاول سنہ اول عام الفیل تھی تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۰۲ بھی ملاحظہ ہو ۱۲ (از تنقید الکلام) ۲؎ ملک شام مین ایک گاؤن کا نام ہے ۱۲

سفر شام کیا اور اپنی ہم قبیلہ خدیجہ کا اسباب تجارت بیکر اوس ملک مین لے گئے اور خدیجہ ایک متمول بی بی قریش کی تھین جو خدمت آپ کے سپرد کی گئی تھی اوس کو آپ ایسی ایمانداری اور دانشمندی سے بجالاتے کہ خدیجہ کے دل مین آپکی جگہ ہوگئی اور نہایت ممنون و مشکور ہوتین آخر آپکی شادی حضرت خدیجہ کے ساتھ ہوئی اور وحی سے پندرہ برس پیشتر آپ کو آواز غیب سنائی دیتی تھی مگر کوئی شخص نظر نہ آتا تھا اور سات برس پیشتر سے ایک عجیب نور دکھائی دیتا تھا جس سے ہروقت مسرور رہتے جب ایام وحی قریب پہنچے تو حضور علیہ السلام کو خلوت کی طرف نہایت رغبت ہوئی تو جبل حرا (جو کعبہ شریفہ سے تخمیناً ڈھائی میل ہے) مین ایک غار ہے وہان تنہا ذکر الہی مین رہتے تھے حضرت کی بیوی خدیجہ دو چار روز کا کھانا دے آیا کرتی تھین اور کبھی کبھی آپ بھی تشریف لے آیا کرتے تھے پس جب ہمہ تن نور ہوگئے اور ظلمانیت جسمانیہ دور ہوگئی تو عالم قدس کا انکشاف آپکے دل پر ہوگیا پس ایک روز سر راہ پہاڑ پر ٹھہرے تھے کہ ایک شخص ظاہر ہوکر کہنے لگا کہ ابشر یا محمد انا جبرئیل وانت رسول اللّٰہ الیٰ الامۃ یعنی مژدہ ہو تم کو اے محمد مین جبرئیل ہون اور آپ اس امۃ کے رسول خدا ہین اور ایک حریری کپڑا سا جو نہایت خوب صورت تھا آپکے دست مبارک پر رکھکر فرمایا کہ اس کو پڑھو آپنے فرمایا کہ مین نہین پڑھ سکتا پھر آپکو اپنے سینے سے چمٹایا اور کہا تو اب پڑھو پھر آپنے یہی عذر کیا پھر چمٹایا الغرض تین بار یہی معاملہ ہوا آپ فرماتے ہین کہ تیسری بار نہایت زور سے دبایا اور یہ کہا اقرا باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرا و ربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم پھر آپ اور جبرئیل پہاڑ سے اُترے اور ایک پتھر کے پاس آئے وہان جبرئیل نے پاؤن مارا پانی کا چشمہ بہنے لگا جبرئیل نے وضو کرکے تھوڑا سا پانی آپکے منھ پر چھڑکا اور کہا کہ اسطرح آپ بھی وضو کیجئے اور دو رکعت نماز نفل پڑھئے پس آپنے اقتدا کی الغرض وضو اور نماز اُس روز سکھائی گئی اسوقت آپکی عمر شریف چالیس برس کی تھی اور سورہ اقرا نازل ہوئی چونکہ طرز طہارت اور عبادت اور جمیع اسرار شریعت و طریقت[۱] بلکہ انکشاف عالم لاہوت و ملکوت

---

[۱] طریقت تزکیہ باطنی کو کہتے ہین اور شریعت تزکیہ ظاہری کو جیسا کہ صوفیہ کرام مین مشہور ہے ۰۰۰

آپ کو اسوقت نصیب ہوا پہلے آپ نہ جانتے تھے اسکے بعد چھ مہینے تک وحی نہ آئی پھر ایک
روز حضرت جبرئیل اپنی صورت پر نظر آئے اور سورہ مدثر نازل ہوئی پھر سورہ مزمل پھر سورہ
نون پھر سورہ فاتحہ اور تبت یدا پھر حسب حاجت قرآن نازل ہوتا رہا بعد نبوت کے تخمیناً تیرہ
برس کم وبیش حضرت مکہ مین رہے اور لوگ ایمان لاتے رہے۔ جوانون مین سب سے پہلے
ابوبکرؓ لڑکون مین حضرت علیؑ عورتون مین حضرت خدیجہؓ اور غلامون مین بلالؓ ایمان لائے
ہین۔ ایک مرتبہ اثنائے رکوع مین ابوطالب نے اونکو دیکھا اور آپ سے پوچھا کہ "اے
میرے بھتیجے یہ کس دین کی پیروی تو کر رہا ہے" پیغمبر خدا نے فرمایا کہ یہ دین خدا کا اور اوس کے
ملائکہ اور انبیاء کا اور ہمارے جد امجد ابراہیم خلیل اللہ کا ہے خدا نے مجکو بھیجا ہے کہ اوسکے بندون
کو راہ راست بتاؤن اور آپ اے چچا جان سب سے برگزیدہ ہین پس مناسب ہے کہ مین آپ کو
دین حق کی طرف دعوت کرون اور سزاوار ہے کہ آپ اس دین کو قبول فرماکر اوسکے شائع کرنے مین
میری اعانت و رعایت فرمائیں" ابوطالبؓ ایک جوانمرد ولیکن بحال عرب کے طنطنہ سے کہا
کہ اے پسر برادر مین اپنے باپ دادا کے مذہب کو نہین ترک کرسکتا مگر باللہ العظیم جب تک
مین زندہ ہون کیا مجال کسی کی کہ تیرا بال بانکا کرسکے تب آپنے اپنے فرزند علی کی طرف مخاطب
ہوکر اوس بزرگوار نے پوچھا کہ تیرا کیا مذہب ہے حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ مین ایمان لایا ہون خدا پر
اور اوس کے پیغمبر برادر مین اوسی کا پیرو ہون۔ ابوطالب نے فرمایا کہ اے فرزند اسکی پیروی کر
کہ وہ تجھے نیکی کی طرف ہدایت کریگا۔ پس جب بہت لوگ اسلام مین داخل ہوتے چلے تو مشرکین
مکہ کو اور زیادہ کینہ اور حسد پیدا ہوا اور طرح طرح کی تکلیفین دینا شروع کین جہان آپ جاتے تھے
وہان وہ بھی پہونچتے تھے اور جب آپ اور آپکے اصحاب نماز مین مصروف ہوتے تھے اسوقت پتھر
مارتے تھے اور کعبہ کے قریب آپ کو نماز نہ پڑھنے دیتے تھے۔ الغرض اونھون نے ایذارسانی
کا ایک سلسلہ قایم کرلیا تھا اور ہر ایک خاندان نے ذمہ کرلیا تھا کہ اس نئے مذہب کا گلا گھونٹ کر
مار ڈالین گے ایک پہاڑ ہے جسکا نام رمضاء ہے اور ایک مقام جسکو بطحا کہتے ہین ظلم اور بیجا
تعدی کے گھر ہوگئے تھے جن مردون اور عورتون کو قریش نے دیکھا کہ بت پرستی چھوڑ دیتے ہین

انکو جلتے ہوتے ریگستان مین چھوڑ دیا اور جب وہ بھوک اور پیاس سے مرنے لگے تو اونسے
کہا کہ یا تو ان بتون کو پوجو یا مرنا قبول کرو۔ بعض اونمین سے مرتد ہوگئے مگر اکثر اپنے دین
وایمان پر ثابت قدم رہے۔ حضرت کو بھی لوگون نے مال و اسباب کی طمع دلائی یہانتک کہا
کہ ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنالین پھر آپ ہمپر حکم کرین گے ویسا کیا کرینگے مگر آپ ہمارے دین
بت پرستی کو نہ مٹاوین آپنے جواب دیا کہ مجکو بادشاہت کی کچھ غرض نہین اور نہ مال واسباب کا
خواہان ہون مین تو صرف حکم خدا بجالاتا ہون تم اوسکی ذات مین کسی کو شریک مت کرو اور دین
حق کو قبول کرلو۔ مگر وہ لوگ اپنے کردار سے باز نہین آتے تھے اور آپکے اصحاب وفادار پر روز
بروز زیادہ سختیان کرتے جنکے دیکھنے سے آپکو رنج ہوتا تھا آپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا
کہ تم حبش مین چلے جاؤ حضرت جعفر طیار وغیرہم قریب ستر آدمیون کے ہجرت کرکے ملک حبشہ مین
چلے گئے وہان کا بادشاہ نجاشی نام نصرانی تھا توریت وانا جیل سے خوب ماہر تھا اول کتابون
مین حضرت کی بشارت دیکھکر ظاہر ہونے کا منتظر تھا مگر قریش نے ان بزرگوارون کو حبش مین بھی
نہین نہ بیٹھنے دینے کا سامان کیا بادشاہ نجاشی کے پاس قاصد بھیجے کہ ان فراریون کو پکڑکر بھیجدو
کہ ہم انکو قتل کرین اور انپر یہ الزام قایم کیا کہ اپنے آبائی مذہب کو چھوڑکر ایک نیا دین اختیار
کیا ہے۔ بادشاہ حبش نے مہاجرین کو طلب کیا اور پوچھا کہ وہ نیا دین کیا ہی کہ جسکی خاطر
تمنے اپنے باپ داداکے مذہب کو چھوڑ دیا اور نہ ہمارا دین قبول کیا اور نہ کسی قوم کا مذہب
اختیار کیا۔ جعفر ابن ابو طالب نے جو حضرت علی کے حقیقی بھائی تھے اپنے ستم رسیدہ برادران
دین وتمام مہاجرین کی طرف سے نیابتاً یہ کلام کیا۔ کہ اے بادشاہ ہم جہالت اور ضلالت
کی خندق مین گرے ہوئے تھے بتون کو پوجتے تھے مردار کھاتے تھے اور فحش بکتے تھے اور
کوئی صفت انسانیت کی ہم مین نہ تھی اور رسم مہمان نوازی اور ہمسایہ پرستی سے بالکل نابلد تھے
اور زبردستی کے سواے کوئی شرع یا قانون نہ جانتے تھے کہ اتنے مین خدانے ہمین مین سے
ایک شخص کو پیدا کیا کہ جسکی شرافت نسب اور صدق مقال اور تدین اور صفائی باطن سے
ہم خوب آگاہ ہین اوس نے ہم کو توحید باری تعالے کی طرف دعوت کی اور ہم کو یہ تعلیم کیا کہ خدا کا

شریک کسی کو نہ کرو اور اپنے ہمجنسون پر رحم کرو اور اُسکے سوا کسی کو نہ پوجو اور سچ بولا کرو
اور امانت مین خیانت نہ کرو اور ہمسایہ کے حقوق کی نگہداشت کرو اور عورتون کو برا نہ کہا کرو
اور یتیمون کا مال نکھا جایا کرو اور گناہون سے بچے رہو اور نماز پڑھو روزہ رکھو زکوۃ دو۔
ہم اوس پر ایمان لاتے ہین اور اوسکے احکام و نصایح کو دل و جان سے ہمنے قبول کرلیا ہے
اس لئے ہماری قوم ہمسے خلاف ہوگئی ہے اور ہمپر ظلم اور جفا کرتی ہے۔ ہمنے تیرے ملک مین آکر
امان لی ہے جب یہ مضمون مطابق حدیث و قرآن سنا تو خود مع ارکان دولت کے ایمان لایا۔
اور ان لوگون کی بہت خاطر تواضع کی اور قریش کے سفیرون کو واپس پھیر دیا۔
سنہ ۶ء مین ابوطالب نے (جو بنی ہاشم کا معظم مکرم سردار تھا) اپنے بھتیجے کے ساتھ بڑی وفاداری
اور جانفشانی کی تھی کیونکہ قریش نے خود اونکو اور تمام بنی ہاشم کو تین سال علی الاتصال مکہ مین
محصور رکھا مگر ابو لہب حضرت کا چچا کفارونکی طرف رہا اُسکی بیوی ام جمیل حضرت سے نہایت
دشمنی رکھتی تھی کانٹے لاکر حضرت کی عبادت کی جگہ بچھا دیتے تھے اس لئے اُس کو قرآن مجید
مین حمالۃ الحطب کہا ہے۔ اور کفار قریش نے بنی ہاشم کی ایذا رسانی مین کوئی دقیقہ فرو گذاشت
نہین کیا صرف اس لئے کہ کسی طرح آنحضرت کو ہمارے حوالے کردین یہ محاصرہ اُس سازش کا نتیجہ تھا
جو قبائل نے آپکے خلاف کی تھی رسد اور پانی کے نہ پہونچنے سے بنی ہاشم جان بلب ہوگئے تھے
کہ اتنے مین بیرونی لڑائیون کی وجہ سے کفار قریش کی سازش شکست ہوگئی اور بنی ہاشم کی جان
بچی (کما فی تنقید الکلام ص۵۲) اس واقعہ کے چند مہینہ کے بعد ابوطالب نے انتقال کیا اونکے
مرنے سے آنحضرت کو یہ صدمہ ہوا کہ نہ صرف رئیس خاندان مرگیا کہ جس نے بنی ہاشم کو باہم متفق
رکھا تھا بلکہ آپکا حامی قضا کر گیا اور ابوطالب کے مرنے کے ساتھ ہی ام المومنین خدیجہ نے بھی انتقال
کیا تو آنحضرت کو بہت بڑا بھاری صدمہ ہوا جسقدر امیر حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے
ایک تقویت ہوگئی تھی اوسیقدر ابوطالب اور خدیجہؓ کے انتقال کرنے سے ضعف ہوگیا۔ ابوطالب
کی وفات کے بعد قریش نے زیادہ دست تعدی آنحضرت پر دراز کیا۔ بنی ہاشم بھی اپنے رئیس کے
مرجانے سے جیسا کہ حق ہے آپکی حفاظت نہ کرسکے۔ پھر آپ نے طائف مین جاکر وعظ و نصیحت فرمایا۔

اونھوں نے آپکی باتوں کو سنکر اور طیش لیا اور آپ کو شہر سے نکالدیا اور ایک انبوہ کثیر
کفار کا ساتھ کردیا جو آپ کے پیچھے مارتا ہوا شام تک آپکے پیچھے پکارا۔ شام ہوتے ہی آپ کو
تنہا چھوڑکر چلے گئے آپ کے پاؤں [illegible] میں چھالے پڑگئے اور خون جاری ہوا۔
آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے پھر آپ نے نماز پڑھی اور دست دعا آسمان کی طرف بلند کیا
اور بحسرت تمام بارگاہ الٰہی میں استغاثہ کیا کہ الٰہی میں بندہ ضعیف [illegible] ہوں اے غفور و رحیم تو ہی
غریبوں کا والی اور ضعیفوں کا پشت پناہ ہے تو ہی میرا پروردگار ہے اب تو مجکو نہ چھوڑ اور دشمنوں
کا شکار نہ بنا۔ اگر تو مجھسے راضی ہے تو مجکو پھر کیا پروا ہے میں تیرے وجہ قدرت کے نور میں پناہ
لیتا ہوں خداوندا میری مصیبتوں کو دفع کردے۔ آپ یہ دعا کرکے پھر مکہ کو آئے جب لوگ حج
کے زمانہ میں اور ملکوں سے جمع ہوتے تھے آپ اونکو موعظہ فرماتے اور تلقین کرتے اسی سنہ
میں ایک روز آپ موعظہ فرمارہے تھے کہ چھ آدمیوں کا ایک گروہ آیا وہ سب مدینہ کے رہنے
والے تھے اونھوں نے آپکا کلام سنا فوراً مشرف باسلام ہوئے انھوں نے جاکر مدینہ میں مشہور کیا
کہ مکہ کی سرزمین میں ایک پیغمبر پیدا ہوا ہے جو ہم کو وحدہ لاشریک کی طرف دعوت کرتا ہے
سال آئندہ یہ شخص اور چھ شخصوں کو بطور نائب یا سفیر اپنی جان کے دو بڑے قبیلوں کے لیتے آئے
اس مقام پر جہاں وہ مسلمان ہوئے تھے یہ بھی آپکا کلام سنکر مسلمان ہوگئے اور سال آئندہ
سنہ ۲۲ء میں وہ اہل یثرب جنھوں نے اسلام قبول کیا تھا پچھتر شخص مکہ کو پھر آئے اور اپنے
بت پرست بھائیوں کو بھی ساتھ لیتے آئے اور عرض کیا کہ آپ ہمارے شہر میں تشریف لے چلئے
مگر وہ بت پرست اپنے بھائیوں کے ارادوں سے واقف نہ تھے آنحضرت اپنے چچا عباس کو ساتھ
لیکر جہاں وہ لوگ ٹھہرے تھے تشریف لے گئے گو عباس ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے مگر
ترقی دین میں کوشش کرتے تھے اور دل سے اسطرف جھکے رہتے تھے وہاں پہونچکر عباس
نے اونسے تقریر کی تو ان لوگوں کو خوب مضبوط پایا آنحضرت نے اونسے عہد و پیمان لیا اونھوں
نے عہد کیا کہ ہم آپکا ساتھ پورا دینگے اور پھر اونھوں نے بھی عرض کیا کہ جب آپکا اقبال یاور
ہو تو ہم کو چھوڑکر پھر اپنی قوم سے نہ ملجائیگا آنحضرت نے مسکراکر فرمایا کہ ہرگز نہیں۔ تمھارا خون

میرا خون ہے اور مین تمھارا ہون اور تم میرے ہو۔ ایک جاسوس ای نے جو دروازے سے دیکھ رہا تھا اس شوہی کی خبر سب مین کردی کہ حضرت مدینہ کو جانے والے ہین۔ ابھی حال مین تمام قریش کا دریاے غضب جوش مین آیا اور آپکی ہلاکت پر کمربستہ ہوئے۔ آپنے اپنے صحابہ کو مدینہ کی طرف روانہ کردیا اور آپ اور ابو بکرؓ اور علیؓ رہ گئے۔ ادھر سب قریش نے ملکر یہ مشورہ کیا کہ اب آپکو قتل کرڈالین تو سب جھگڑا تمام ہوجاے۔ لیکن اگر ایک شخص قتل کرنے کو تجویز کیا جائیگا تو بنی ہاشم اوس سے اور اوسکے عیال و اطفال سے ضرور انتقام لین گے۔ اس مین ابو جہل نے یہ راے دی کہ چند بہادر آدمی مختلف خاندانون کے منتخب ہوکر جائین اور سب ملکر تلوارین مارین تاکہ بنی ہاشم سب سے انتقام لینے مین عاجز رہین۔ پھر چند نوجوان عالی خاندان معزز سردار آپ کے قتل کے واسطے انتخاب کئے گئے جب رات ہوئی وہ قاتل آپ کے گھر کے گرد اگرد جمع ہوتے گئے اور بیت الشرف کو گھیر لیا اور یہ صلاح ٹھیری کہ جب محمد صاحب صبح کے وقت گھر سے نکلین گے اُسوقت مار ڈالین گے آپ کو اسکی خبر ہوگئی آپ حضرت علی کو اپنی سبز چادر اوڑھا کر کھڑکی کی راہ سے نکل گئے اور ابو بکرؓ کے مکان پر جاکر اونکو ہمراہ لیکر شہر سے نکل گئے اور ایک پہاڑی پر ایک غار مین تین روز پوشیدہ رہے اس پہاڑ کا نام جبل الثور ہے۔ حضرت کے نکل جانے کی جب قریش کو خبر ہوئی تو اونکے بدن مین آگ لگ گئی اور سب طرف سوارون کو دوڑایا۔ حضرت عائشہ بنت ابو بکرؓ پوشیدہ طور پر اُس غار مین کھانا دے آتی تھین (کذا فی تنقید الکلام) تیسرے دن رات کے وقت اوس غار سے نکلکر مدینہ کی طرف چلے آپکے سر مبارک پر کفارون نے انعام کثیر مقرر کردیا تھا اوسکی طمع مین بہت سے سوار مکہ کے آتے تھے اونمین سے ایک نے آپ کو دیکھ لیا اور تعاقب کیا۔ ابو بکر ڈرے اور چلائے کہ اب ہم قتل ہوتے ہین۔ آنحضرت نے فرمایا کہ خدا بچا لیگا جب وہ سوار قریب آیا اوسکا گھوڑا الف ہوا وہ گر پڑا اور ایسی ہیبت اوسپر چھا گئی کہ اُس نے آنحضرت سے معافی چاہی آپ نے اوسکا قصور معاف کردیا اُس نے عرض کیا کہ اس معافی کی تصدیق فرما دیجیے۔ ابو بکرؓ نے ایک ہڈی کے ٹکڑے پر حضور کے فرمانے کے موجب معافی لکھدی ادھر حضرت علی بھی مکہ سے پیادہ پا نکلے رات کو چلتے اور دن کو

چھپ جاتے - مدینہ کے قریب دو تین میل کے فاصلہ پر ایک مقام جسکا نام قبا ہے تب
مدینہ کے لوگ پہلے سے حضرت پر ایمان رکھتے تھے حضور کی تشریف آوری کی خبر سنکر منتظر رہا
کرتے تھے جب آپ تشریف لائے تو خوشی کے نعرہ مارتے ہوئے مدینہ سے نکلکر آپکا استقبال
کیا آپ چند روز مقام قبا میں ٹھہرے پھر آپ مدینہ میں جمعہ کے روز ۱۶ - ربیع الاول کو
صبح کے وقت تشریف لائے جو بقول تاریخ کا سن ۵۳ پیدایش رسول مطابق ۲ جولائی سنہ ۶۲۲ ع کے تھی
پس ہجرت مقدسہ کی تکمیل اسطرح سے ہوئی اور اسی واقعہ سے سنہ اسلامیہ یعنی سنہ ہجری
شمار کیا جاتا ہے اور پھر سب یار و اصحاب مدینہ میں آکر شامل ہو گئے ۔

(تنبیہ) سنہ ہجری سترہ برس بعد ہجرت مقدسہ کے خلیفہ ثانی یعنی حضرت عمرؓ نے
جاری کیا ہے مگر یہ سنہ اس مہینہ سے نہین لیا گیا ہے جس مہینہ مین آنحضرت نے مکہ سے
ہجرت فرمائی تھی بلکہ اس سال کے پہلے قمری مہینے یعنی محرم الحرام کی پہلی تاریخ سے سنہ
ہجری شروع ہوا ہے اور جس سال یہ سنہ مقرر ہوا تھا اس سال کے [illegible] کو پوری
تھی - بارہ اسلامی مہینے یہ ہین - محرم الحرام (پاک مہینہ) صفر المظفر (سفر و سیاحت کا مہینہ)
ربیع الاول (پہلا مہینہ فصل بہار کا) ربیع الثانی (دوسرا مہینہ فصل بہار کا) جمادی الاول
(پہلا مہینہ گرمی کا) جمادی الثانی (دوسرا مہینہ گرمی کا) رجب المرجب (عزت کا مہینہ)
شعبان المعظم (درختوں مین کلیان لگنے کا مہینہ) رمضان المبارک (گرمی کا مہینہ)
شوال المکرم (ملنے کا مہینہ) ذیقعد (استراحت اور صلح کا مہینہ) ذالحجہ (حج بیت اللہ کا
مہینہ) قدیم زمانہ مین عرب سال قمری ۳۵۴ روز ۸ گھنٹے ۴۸ ثانیہ کا رکھتے تھے اور
ہر سال کی تقسیم بارہ مہینوں پر کرتے تھے اور مہینہ کبھی ۲۹ دن کا ہوتا کبھی ۳۰ دن کا ہوتا
ہے اور تیسرے سال ایک مہینہ لوند کا اضافہ کرتے تھے تاکہ انکا سال رومیوں اور یونانیون
کے سال شمسی کے مطابق ہو جاوے اور یہ مہینے ٹھیک موسم مین پڑا کرین اس لوند کو نسئی
کہتے تھے گو یہ حساب ٹھیک نہ پڑتا تھا تاہم اس سے فصلوں مین ایک توافق رہتا تھا -
نسئی اس وجہ سے موقوف کر دیا گیا کہ بعض رسوم مذہبی بت پرستوں کے لوند کے برسوں مین ہوتے

اور جب سے نسئ موقوف ہوا مہینون کے نامون اور فصلون مین کچھ نسبت اور علاقہ باقی نہین
رہا (کما فی تنقید الکلام مصنفہ آنریبل مولوی سید امیر علی صاحب ایم-اے-ایل-بی-
بارسٹرایٹ و ممبر کونسل واضع آئین و قوانین گورنمنٹ ہند مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ)
سنہ ۲ ہجری از ابتداء مئی ۶۲۳ء لغایت ۲۶-اپریل ۶۲۴ء مین پہلے بدر کی لڑائی کفار
مکہ سے ہوئی جس مین مخالف کی طرف کا افسر ابوجہل جو ابوسفیان کی طرف سے مقرر تھا
مارا گیا- پھر اُحد کی لڑائی ہوئی جس مین حضرت امیر حمزہ عم رسول اللہ وحشی نامی کے ہاتھ سے
شہید ہوئے- آخر اسلام کی فتح ہوئی اور مکہ بھی مسلمانون کے ہاتھ سے فتح ہوگیا اور ابوسفیان
سردار مکہ بھی مشرف باسلام ہوتے- دیکھو فتح مکہ بھی ایک معجزہ ہے- کیونکہ حملہ آور ان حبش
جس سال مکہ پر چڑھے تھے آخر وہ لشکر ہلاک ہوگیا اور مکہ فتح نہوا اوسوقت سب کا
یہی اعتقاد تھا کہ ایسی معظم و مکرم جگہ پر چڑہائی کی تو بجز ہلاکت اور کوئی نتیجہ نہ نکلا مگر محمد صاحب
سچے رسول تھے اس لئے خدا نے اونکو مکہ سے ہجرت کرائی اور مدینہ پہنچایا اور پھر وہان سے
جہاد کراتے ہوئے مکہ کو خبر قرآن اور اگلی پیشین گوئی کے موافق لرادك الى معاد
وانت حل بهذا البلد فتح کرا دیا تاکہ لوگون پر ظاہر ہوجاوے کہ یہی دین حق خانہ
کعبہ کی محافظت کے لایق ہے اور یہی خدا کی طرف سے ایک معیار سچائی کا ہے-
الغرض یمن و نجد و عراق و بحرین سب مطیع اسلام ہوگئے- دسوین سال ربیع الاول کی
بارہوین تاریخ پیر کے روز آپ دنیا سے تشریف لے گئے- مدینہ مین سورہ بقر و آل عمران
و مائدہ و غیرہا سورتین نازل ہوئین سب سے پچھلی سورت بعض کے نزدیک سورہ برات ہے
بعض کہتے ہین سورہ نصر کل قرآن تیئس برس مین تدریجاً نازل ہوا ہے- جاننا چاہئے
کہ ہرایک نبی کو اکثر وہ معجزہ عطا ہوا تھا جسکا اوس زمانہ مین چرچا ہوتا تھا چنانچہ حضرت موسیٰؑ
کے عہد مین سحر کا زور تھا اونکو ید بیضا اور عصا ملا کہ جس سے جادوگرون کا ناطقہ بند ہوگیا-
اور حضرت مسیح کے عہد مین جالینوس کی طب کا چرچا تھا اونکو مردے سے زندہ کرنے کا اور بیمارون
کے تندرست کرنے کا معجزہ ملا کہ جس سے اطبا عاجز آگئے- اور آنحضرت کے عہد مین عرب کے

لوگ فصاحت و بلاغت اور شعر گوئی مین عجب ید طولی رکھتے تھے اچھے فقرون پر عرب کو وجد آجاتا تھا اس لئے آپ کو وہ کتاب ملی کہ تمام عرب حیرت مین آگئے اور سحر مبین کہنے لگے۔
حضرت سے اکثر خارق عادت ظاہر ہوئے ہین لیکن قرآن مجید کا معجزہ سب معجزات سے افضل و اعلی ہے چونکہ آپ کا دین قیامت تک ہی اس لئے معجزہ بھی آپ کا تا قیامت باقی رہے گا اور معجزے طرفۃ العین مین واقع ہو کر شل تحفہ کے حکایات ہی حکایات رہ جاتے ہین۔
پس اونسے تصدیق حاصل ہوگی تو ناس اُن کو کہ جنھون نے مشاہدہ کیا ہی اور باقی سننے والون کی نسبت ویسا اثر نہین ہوتا کیونکہ بسا اوقات راویون پر لحاظ کر کے دل مین کچھ اور ہی شبہات آجاتا ہی بخلاف قرآن کے کہ وقت نزول سے قیامت تک باقی ہی اس مین دو خوبیان ہین اول تصدیق نبوت دوسرے قانون ہدایت چنانچہ خود اُسوقت کے فصحا اور بلغا کے روبرو علانیہ پکارا گیا اور ابتک پکارا جاتا ہے۔ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین[1] پھر پیشینگوئی کے طور پر فرمایا ہے فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودہا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین[2]
اُسوقت سے لیکر آجتک قرآن کی فصاحت و بلاغت کے مقابل کسی سے ایک چھوٹی سورۃ تک بھی تالیف نہ ہو سکی یہانتک وسعت کے ساتھ فرمایا ہے۔ قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا یعنی اے محمد کہو کہ ہر آئینہ اگر جن و انس جمع ہو جاوین اس بات پر کہ مثل اس قرآن کے لاوین تو نہین لاوینگے مثل اس کے اگرچہ بعض اونکا بعض کے واسطے مددگار ہو۔
اس آیت مبارک مین کیسے زور سے دعوے کیا ہے کہ اگر تم تمام جہان کے انسان بلکہ جن ملکر ایسا کلام بناؤ گے تاہم نہین بنا سکو گے جبکو تیرہ سو برس کا عرصہ ہوئے آیا ہی اور

---

[1] اگر تم ہو شک مین اس کلام سے جو اُتارا ہمنے اپنے بندے پر تو لے آؤ ایک سورۃ اس قسم کی اور بلاؤ جنکو حاضر کرتے ہو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔ ۱۲ منہ
[2] پس اگر نہ کیا تمنے اور ہرگز نہ کر سکو گے تم ڈرو اس آگ سے کہ اوسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہین اور تیار کی گئی ہے کافرون کے واسطے۔ ۱۲ منہ

اور تمام روے زمین پر علانیہ ڈنکے کی چوٹ پکارا جاتا ہے مگر کیا ممکن کہ ایک شخص یا سب ملکر ایک سورۃ تک تو بنالین۔ بنا کہان سے لین خدا پاک کے کلام کی سی کہین بری ہوسکتی ہے انسان کا کلام ہوتا تو آجتک ہزارون مضمون اس مطابق لکھ ڈالتے جناب اسی کا نام معجزہ ہے کہ سب جہان عاجز ہی۔ نقل ہی کہ سورہ اقرا باسم ربک کہ اول آیات قرآنی ہی نازل ہوئی آنحضرت نے فرمایا کہ موافق عادت فصحاے عرب خانہ کعبہ کے دروازہ پر آویزان کردین چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ہر جو کوئی اوس کو دیکھتا تھا اور متانت کلام پر غور کرتا تھا حیران رہتا تھا اور اقرار کرتا تھا کہ بیشک یہ کلام آدمی کا نہین ہی اور نہ ہرگز انسان سے ایسا کلام تالیف ہوسکتا ہی بلکہ خاص اُس ملک کے بڑے بڑے نامی فصیح و بلیغ اہل زبان محاورہ دان عاجز آگئے تو آپ غیر ملک والون سے بجز اسکے کہ اقرار کرین اور کچھہ نہین ہوسکتا جیسے مشہور ہی کہ جب انا اعطیناک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر۔ کہ اقصر سورہ ہی خانہ کعبہ پر رکھا گیا تو سب کو چارو ناچار ماھذا کلام البشر کہنا اور اقرار کرنا پڑا۔ اور جو مسلیمہ الکذاب سے چند پوچ فقرہ بطور ہذیانات کے منقول ہین تو وہ آخر مضحکہ عقلاے روزگار قرار پائے بحمد للہ ہمارے نبی کریم کے دین کے ساتھ کیا معجزہ قایم و دایم ہے کہ ہر وقت معاندین کا ناطقہ بند کیے ہوتے ہے اور یہی قرآن مجید مین سیپارہ تلک الرسل رکوع ۱۳ مین بطور پیشینگوئی خداوند عالم نے فرمایا ہی کہ جس مین آجتک سرمو فرق نہین پایا جاتا ہی۔ کما قال اللہ تعالیٰ اذ قال اللہ یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ ومطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ یعنی جسوقت فرمایا اللہ نے اے عیسی مین تجکو بھر لونگا اور اوٹھا لونگا اپنی طرف اور پاک کرونگا کافرون سے اور رکھونگا تیرے تابعون کو اوپر منکرون سے قیامت تک۔ حاصل اسکا یہ ہے کہ جب حضرت عیسی پیدا ہوے اوسوقت بادشاہت یہودیون کی تھی حضرت عیسی نے اونکو یعنی بنی اسرائیل کو جو اوسوقت یہودی مشہور ہین نصیحت کی اونھون نے آپکا کہنا نہ مانا اور دشمنی کرنے لگے تو خدا نے حضرت عیسی سے فرمایا کہ مین انکی بادشاہت چھین کر تیرے تابعون کو دیدونگا اور اونکو قیامت تک ماتحت رکھونگا

دیکھو ابتک یہود پر نصاریٰ اور مسلمان غالب ہین اور یہودیون کی روئے زمین پر کہین
سلطنت نہین ہی اسقدر عرصہ مین کئی خاندان شاہی تباہ ہوگئے اور بہت سے ادنیٰ درجہ
کے لوگ بادشاہ ہوگئے مگر یہودیون کی قسمت کا ستارہ اوسی طرح گردش و زوال مین چلا
جاتا ہے یہ پیشینگوئی بھی خالی از اعجاز نہین ہی - الغرض قرآن کے ہر لفظ کے پردہ مین
شاہد معنی غیبت من اعجاز دکھا رہا ہے - **قطعہ** ہر جلوۂ جمال ترا ناز دیگرست + ہر نغمۂ
کمال ترا ساز دیگرست + اعجاز حسن را بسخن نیست احتیاج + ہر غمزہ ز چشم تو اعجاز
دیگرست + اور قرآن سے یہ بھی ثابت ہی کہ نصاریٰ مین باہم عداوت قیامت تک رہے گی
جیسا کہ سیپارہ لایحب اللہ رکوع ۲ مین اللہ پاک نے فرمایا ہی فاغرینا بینہم العداوۃ والبغضاء
الی یوم القیامۃ یعنی ہمنے نصاریٰ کے درمیان عداوت اور دشمنی کردی ہے پس جو کوئی قرآن
کو پڑھے اور اوسکے معانی اور مطالب پر غور کرے تو خود بخود اوس کے دل مین اسکی سچائی
کا علم نقش کالحجر ہوجائیگا کما لایخفی - اور یہ قرآن جو ہمارے پاس موجود ہی بے کم و کاست
ویسا ہی ہی جیسا کہ نازل ہوا ہے - آنحضرت نے اپنے حیات مین تمام قرآن کو لکھوا کر ایک جلد
مین جمع نکیا تھا بلکہ متفرق اجزا مین اس طور سے تھا کہ کوئی سورۃ کاغذ پر کوئی رکوع اونٹ
کی ہڈیون پر کوئی کھجور کے پٹھون پر لکھا ہوا تھا اس لیے کہ زیادہ دار و مدار حفظ پر تھا اور لکھنے
کا رواج بھی کم تھا گو لکھے پڑھے لوگ بالخصوص قرآن کے لکھنے والے صحابہ زید بن ثابت
انصاری و عبداللہ بن مسعود وغیرہما بھی موجود تھے - اور آپ ہر آیت کو بترتیب اصلی لکھوا دیتے
تھے اور حفظ کرا دیتے تھے لیکن نہ تو آپ کی حیات مین قرآن کے کم ہونے کا خوف تھا اور
نہ مشاغل دینیہ سے فرصت تھی کہ سب کو ایک جگہ جمع کرکے لکھواتے - الغرض ان وجوہات
سے من اولہ الی آخرہ قرآن مجید کو ایک جگہ لکھکر جمع کرنے کا اتفاق آپکے عہد مبارک مین
نہوا تھا البتہ متفرق اجزا مین لکھا ہوا اور صدہا حفاظ کو زبانی اس ترتیب سے جو آجتک
چلی آتی ہی خوب یاد تھا چونکہ نماز مین پڑھنا اسکا فرض و واجب ہوچکا تھا اور اسکی تلاوت کے
فضائل صحابہ مین عمدہ سے زیادہ مشہور و ذہن نشین تھے اسوجہ سے صحابہ قرآن کے لفظ لفظ

پر حاوی تھے کہ جسطرح اس زمانہ کے حفاظ بلکہ اس سے بھی زیادہ دو وجہ سے ایک تو یہ
کہ اونکی قوت حافظہ حد سے زیادہ تھی۔ دوم یہ کہ علاوہ متبرک سمجھنے کے وہ لوگ اہل زبان
قرآن کی نہایت فصیح و بلیغ عبارت سے خوب آشنا تھے اور اپنی بول چال کی باتون پر ازبس
قادر تھے پس جسطرح آپکی حیات مین قرآن مرتب اور معین ہو چکا تھا اوسی طرح بے کم و کاست
آپکو صحابہ کی نوک زبان تھا۔ آپ کے بعد تخمیناً دس ہی سال مین ملک یمامہ مین مسیلمہ کذاب
مدعی نبوت سے صحابہ کی لڑائی ہوئی اوس مین بہت سے لوگ شہید ہوئے ستر کے قریب حافظ
قرآن بھی شہید ہوئے حضرت عمرؓ اور ابو بکرؓ و زید بن ثابت کی رائے سے سب صحابہ اس بات
پر متفق ہوئے کہ تنہا حفظ پر دارمدار قرآن کا رہنا چاہیئے بلکہ اس کو ایک جگہ لکھوا کر جمع بھی
کر دینا چاہیئے۔ زید بن ثابت جو کاتب وحی تھے اس کام کے مہتمم قرار پائے اونھون نے
حفاظ کو جمع کیا اور جن جن پاس جسقدر لکھا ہوا تھا وہ منگایا اور سب کے بعد تحقیق و تنقیح ایک
جلد مین نقل کر کے جمع کیا۔ پھر وہ نسخہ حضرت ابو بکر کے پاس رہا اونکے بعد حضرت عمر کے پاس
اونکے بعد حضرت حفصہ ام المومنین کے پاس پھر حضرت عثمانؓ کی خلافت مین بوجہ اس بات کے
(تنہا وہ ایک نسخہ کافی نہ تھا اور ہر شخص حافظ نہ تھا) کہ لوگون کے بھول لینے بھٹکنے مین وقت
پیش آنے لگی اور اختلاف کی نوبت پہونچنے لگی تو حذیفہ بن الیمانؓ نے حضرت عثمانؓ کو
اس سے نقل کر کے شہرت دینے کی ترغیب دی حضرت عثمان نے پھر زید بن ثابت کو فرمایا اور
اونکی مدد کے لئے عبد اللہ بن زبیر اور سعید بن عاص اور عبد اللہ بن حارث بن ہشام کو کہ
قریش کے محاورات سے بڑے ماہر اور قرآن پر بڑے حاوی تھے متعین فرمایا انھون نے اس
نسخہ سے جو حفصہؓ کے پاس تھا اسی تحقیق اور مقابلہ حفاظ سے جو پہلے ظہور مین آئی تھی سات
یا چھ نسخے نقل کر کے عراق اور شام اور مصر وغیرہ دیار مین بھجوائے اور اصل نسخہ حضرت حفصہؓ کو
دیدیا جو آنحضرتؐ کی بیبی اور حضرت عمرؓ کی بیٹی تھین۔ اور جن لوگون نے اپنے نسخون مین
بطور تفسیر کے وہ جملے جو آنحضرتؐ سے سنے تھے درج کر رکھے تھے اور جنکو بعض لوگ منسوخ التلاوۃ
سمجھتے تھے اونکے مصاحف منگا کر رفع اختلاف کی نیت سے جلا دیئے کہ مبادا ان جملون کو

پچھلے قرنون مین کوئی قرآن کی آیات نہ سمجھنے لگے منجملہ اونکے عبداللہ بن مسعود کا مصحف بھی جلا یا گیا۔ ابتک بلا کم و کاست اونھین نسخون کے مطابق اہل اسلام مین قرآن ہی والحمدللہ علی ذلک۔ اس مقام پر بعض متعصب دو اعتراض کرتے ہین (۱) یہ کہ حضرت عثمان ؓ نے مصحفا کو کیون جلایا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ رفع اختلاف کے لئے نیک نیتی سے جلانا کچھ بے ادبی نہین ہے۔ (۲) یہ کہ تفسیر اتقان وغیرہ کتب مین مذکور ہی کہ زید بن ثابت کہتے ہین کہ یہ آیت لقد جاءکم رسول من انفسکم الایہ مین نے تمام بتلاش کی کہین نہ ملی مگر ابی خزیمہ انصاری کے پاس لکھی ہوئی ملی اور اسی طرح حضرت عائشہ ؓ سے منقول ہی کہ ایک آیت لکھی ہوئی ہمارے بیان پلنگ کے نیچے رکھی تھی بکری کھا گئی اسی طرح اور روایات بھی ہین جنسے یہ معلوم ہوتا ہی کہ اسی طرح اور قرآن کی بہت آیات رہگئی ہون یا حضرت عثمان ؓ اور ابوبکر اور عمر ؓ نے وہ آیات کہ جنمین اہل بیت کی تعریف تھی درج نکی ہون چنانچہ شیعہ کہتے ہین کہ ان لوگون نے دس پارہ قرآن نکال ڈالے۔ اس شبہ کی اصل کو پادریون نے اتنا پھیلایا کہ اس مین رسالے کے رسالے لکھ ڈالے۔ لیکن اسکا جواب سہل ہی اور وہ یہ ہی کہ اگر ایسے ایسے دو چار کیا سو دو سو روایات کتب شیعہ سے نقل کیجاوین اور سب کو علی سبیل فرض محال تسلیم بھی کیا جاوے بلکہ اوس سے بڑھکر اور کئی باتین ملائی جاوین کہ ایک آیت کیا بلکہ سو دو سو آیات زید بن ثابت کو کسی مصحف مین نہ ملی اور حضرت عائشہ رضؓ کی بکری نصف قرآن یا پورا کھا گئی تب بھی قرآن مین باعتبار اصل منزل کے ایک حرف کی کمی بیشی ممکن نہ تھی ہان اگر عیسائیون کی اناجیل اور یہود کی توریت کی طرح قرآن کا دارومدار ایک آدھ نسخہ پر ہوتا تو احتمال تھا کہ ایک دو ورق جلنے سے قرآن جاتا رہتا مگر یہان تو حفظ پر دارومدار تھا اور اول قرن مین بیشمار ایسے پکے حافظ موجود تھے کہ جن مین سے ایک ایک قرآن کے لفظ لفظ پر حاوی تھا۔ خیر اسکو اہل زبان کے زمانہ کو جانے دیجئے۔ خدا اس ضعیف اسلام کے زمانہ کو ہی ملاحظہ کیجئے کہ اگر اسوقت روئے زمین پر ایک نسخہ بھی قرآن کا نہ رہے (خدا ایسا نکرے) تو ایک ادنیٰ گانون کے لوگ انکے سینے سے حرف بحرف لکھوا سکتے ہین۔ اور شیعہ کا وہ خیال بالکل جہلا کی گپ ہی آجتک

سلف سے لیکر خلف تک کوئی محقق شیعہ بلکہ کوئی اہل اسلام بھی یہ عقیدہ نہیں رکھتا چنانچہ علماء شیعہ اس خیال کی برارت اپنی کتابوں میں بڑی شدومد سے کرتے ہیں۔ شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ اپنے رسالہ عقائد میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو قرآن کہ اللہ نے حضرت کو دیا تھا وہی ہے جو اب لوگوں کے پاس موجود ہے نہ اس میں کچھ کم ہوا ہے نہ زیادہ۔ تفسیر مجمع البیان میں کہ جو شیعہ کے نزدیک معتبر تفسیر ہے اوسکے مصنف سید مرتضیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ جو قرآن عہد پیغمبر علیہ السلام میں تھا وہی بلاتفاوت اب ہے۔ محمد بن الحسن فرماتے ہیں کہ جو روایات پر ذرا بھی غور کریگا یقینی طور پر جان جاویگا کہ قرآن میں بجمیع وجوہ کمی و زیادتی ناممکن ہے۔ ملا صادق شرح کلینی میں لکھتے ہیں کہ یہ قرآن اسی طرح امام مہدی تک سالم رہیگا (از مقدمہ تفسیر حقانی)

اور بالفرض کوئی صاحب یہ عقیدہ رکھے تو ہم اوس کو دو وجہ سے قائل کرتے ہیں۔

(۱) کہ ائمہ اہل بیت اور آل ہاشم بالخصوص آل علیؓ اور خود حضرت علی اور بی بی فاطمہ نے کیوں اپنے مصاحف کو محفوظ نہ رکھا بلا سے شیعہ ہی میں وہ قرآن مروج اور مستعمل ہوتا اور خیر جلا ہی ڈرا اوسکو نہ رکھتے چھپا کر ہی رکھتے ورنہ حفظ ہی کے طور پر متوارث رکھتے بلکہ اصل حمیت اسلام تو یہ تھی کہ اس قرآن کے بارہ میں مخالفین کو علی رؤس الاشہاد فضیحت کرتے اول تو جسطرح کچھ نہ کچھ لوگ ہر زمانہ میں اونکے ساتھ ہوتے رہے ہیں اسوقت بھی ہوتے ورنہ بنی ہاشم تو ضرور ساتھ دیتے اور اگر کوئی نہ دیتا تو خدا تو ساتھ ضرور دیتا کہ جس نے قریش کے مقابلے میں ایک یتیم بیکس بے زر یعنی سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد کی اور روئے زمین پر اوسکا مذہب پھیلا دیا ورنہ خیر جسطرح امامت اور ریاست کے بارہ میں نوبت بشہادت پہونچی اس خاص دینی کام میں پہنچتی تو کیا تھا زہے نصیب۔ اب ایسا کون بے حمیت شیعہ ہوگا جو اپنے اکابر علیہم السلام کی نسبت یہ بدگمانی جائز رکھکر بیگانہ دشمن کے لئے اپنی ناک کٹائیگا اصحاب ثلثہ کی ضد میں اپنے بزرگوں کو برا کہکے قرآن کی تحریف کا قائل ہو جائیگا۔ (۲) خود خدا پاک نے نہایت تاکید کے ساتھ قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے کما قال اللہ تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کیا یہ ممکن ہے کہ خدا اوسکو بھی

کوئی جھٹلا کر تحریف کا قائل ہوگا اگر وہ ایسا اعتقاد رکھے گا تو حیطۂ اسلام سے نکلجائیگا۔

شعاع ششم معراج مین

م۔ معراج حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری مین بذاتہ آسمان کی طرف ہونا اور وہان سے بلندی کی طرف جیسا کہ خدا نے چاہا جانا حق ہی۔

ش۔ معراج ثابت ہی قرآن و خبر مشہور سے۔ انکار کرنے والا اسکا بدعتی ہی اہل فلسفہ نے اُس کو محال جانکر انکار کیا ہی کیونکہ اونکے نزدیک خرق والتیام آسمانون کا نہین ہو سکتا۔ اور ہمارے نزدیک خرق والتیام آسمانون کا جائز ہی کیونکہ خدا قادر ہی جیسا چاہئے ویسا کرتا ہی جیسا کہ خرق عادات اکثر اپنے بندون سے کرا دیتا ہے جب خدا کو قادر مان لیا تو پھر انکار کرنا صریح بطلان ہے۔

سوال معراج بیداری مین نہتھی بلکہ خواب مین ہوئی ہی۔ چنانچہ روایت کی گئی معاویہ رض سے [۱] انہ سئل عن المعراج فقال کانت رویا صالحۃ اور روایت کی گئی حضرت عائشہ رض سے انہا [۲] قالت ما فقد جسد محمد صلعم لیلۃ المعراج وقد قال اللہ تعالے [۳] وما جعلنا الرویا التی ارینٰک الا فتنۃ للناس۔

جواب۔ مراد رویا سے رویا بالعین ہی اور معنی ما فقد جسدہ کے یہ ہی کہ جسم مبارک روح سے علیحدہ نہین ہوا بلکہ جسم مبارک معہ روح کے تھا اور معراج روح و جسم مبارک کو ہوئی پس ظاہر ہی کہ معراج بیداری مین ہوئی اور جبکہ معراج خواب مین ہوتی یا روح کے ساتھ ہوتی تو اُس سے کون انکار کرتا حالانکہ اُسوقت کافرون نے بالکل انکار کیا اور بہت سے ضعیف الایمان مسلمان مرتد ہوگئے اور اونکا مرتد ہونا اسی سبب سے تھا کہ بیداری مین ایسا

---

[۱] معراج کے بارے مین معاویہ سے پوچھا گیا تو کہا کہ خواب نیک تھا ۱۲ منہ

[۲] عایشہ رض فرماتی ہین کہ نہین گم ہوا جسم مبارک حضرت صاحب کا معراج کی رات ۱۲ منہ

[۳] نہین گردانا ہمنے دکھاوا جو کہ دکھلایا تجکو مگر آزمایش ہی لوگون کے واسطے ۱۲ منہ

نہین ہوسکتا ہو رہا حضرت عائشہ کا قول تو معراج بروایت صحیح وقوی خود اونکے گھر سے یعنی خانہ ام ہانی سے ہوا ہی آسمانون کی طرف جانیکا اشارہ اس لیئے ہے کہ بعض کہتے ہین کہ معراج بیداری مین بیت المقدس تک ہوئی ہو جیسا کہ آیت ناطقہ سے پایا جاتا ہی۔ سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی مگر حدیثون سے آسمانون پر جانا ثابت ہی سو یہ بات منافی آیہ نہین ہی کیونکہ عدم ذکر عدم روی کو مستلزم نہین ہوتا ہی اور یہ عبارت (کہ وہان سے بلندی کی طرف جیسا کہ خدا نے چاہا) اشارہ ہی اقوال سلف کے اختلاف پر کوئی کہتا ہے جنت کی طرف کوئی عرش کی طرف کوئی فوق عرش اور کوئی طرف عالم کے جانا بیان کرتا ہی پس مسجد حرام سے مسجد اقصی تک جانا آیت بالا سے ثابت ہی اور معراج زمین سے آسمان کی طرف مشہور ہی اور آسمان سے جنت کی طرف یا عرش کی طرف وغیرہ خبر احاد ہے۔ الغرض معراج مین اللہ تعالے کو آنحضرت نے دل کی آنکھون سے دیکھا ہی نہ ان آنکھون سے بعض چشم ظاہری سے دیکھنے کا اعتقاد رکھتے ہین مگر اولی یہی ہی کہ چشم دل سے دیکھا۔

ف حضرت محمد صاحب کا معراج مین آسمانون پر جانا اور جبرئیل کا اصلی صورت پر دیکھنا قرآن سے ثابت ہی چنانچہ سورہ نجم مین خداوند عالم فرماتا ہے اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی ۝ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۝ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی ۝ یعنی کیا ہمارا تم اوس پر جو اوس نے دیکھا البتہ محمدؐ نے جبرئیل کو معراج مین دوسری دفعہ دیکھا ہے یعنی اصلی صورت پر نزدیک سدرۃ المنتہی یعنی بیری کے درخت کے پاس اور اوس کے پاس بہشت کہ وہ آرام گاہ ہے جبکہ پوشیدہ کرتا تھا سدرہ کو جو کچھ کہ پوشیدہ کرتا تھا یعنی اوسوقت انوار الہی سدرہ کے ہر طرف احاطہ کیئے ہوئے تھے نہ نگاہ بہکی اور نہ اوس نے مقصد سے تجاوز کیا۔ بیشک اوس نے اپنے پروردگار کے بڑے ہونے یعنی نشانیان دیکھین۔

خداوند قادر و حاکم مطلق ہی اوس کے کامون مین انسان کی ہر جگہ عقل عاجز ہی معراج پر یا محضر ی

سلہ پاک ہو وہ اللہ کہ رات کو لیگیا اپنے بندہ کو مسجد حرام سے مسجد اقصی تک ۱۱ منہ ۵۲ ء حضرت محمد صاحب کو معراج سنہ ۱۲ ء مین تخمیناً ایک سال قبل از ہجرت ہوئی ۱۲ منہ (از تنقید الکلام)

دیکھتے حضرت عیسیٰ کو آسمان پر زمین سے ایک دم مین اسی جسم کے ساتھ زندہ بلالیا اور دشمنون
سے نجات دیکر وہان آرام بخشا - اور یہ پہلے جان لیا ہے کہ نبی سے کثافت اور ظلمانیت
جسمانیہ دور کی جاتی ہے اور وہ اپنی روحانی قوت سے ویسے ہی عالم بالا کے اسرار دیکھتا ہے -
روحانی قوت کے آگے عالم عناصر و عالم اجسام علوی آفتاب و ماہتاب دست بستہ کھڑے رہتے
ہین ذراسی نظیر عمل مسمریزم ہی کو دیکھ لیجئے کہ وہ اثر پیدا ہو جاتا ہے کہ اُس سے کیسی عجائبات ظاہر
ہوتے ہین - ہزار کوس کی خبر ایک دم مین ملجاتی ہے - کوئی آنکھ ملانے مین مطیع ہو جاتا ہے کوئی اوسکے
اثر سے بیہوش ہو جاتا ہے جس کسی کو مفصل حال دیکھنا ہو رسالہ تاثیر الانظار مین ملاحظہ کرلے -
جبکہ اُن اعلیٰ درجہ کے لوگون مین (کہ جنکی روح کثافت جسمانی سے بالکل پاک و صاف ہے) بیٹھکر فیضیاب
ہو تو پھر اس قوت روحانی کا مزا معلوم ہو اور پھر ایمان لائے بیٹھا رہے ؎ ذوق این می نشناسی
بخدا تا نچشی - اور حضور سرور کائنات تو انتہا درجہ حاذق سے ہمہ تن نور ہوگئے تھے اور انوار الٰہی آپکے
دل پر چمکتے تھے آسمانون پر چلے جانا اور پھر آنا کوئی تعجب کی بات نہین ہے - جبکہ ثوابت کی روشنی
ایک ثانیہ مین قریب دو لاکھ میل کے چلتی ہے جیسا کہ رسالہ رموز ہستی صفحہ ۱۰ مین تحریر ہے حالانکہ نور اور
روح تو اس سے بھی زیادہ الطف ہے پھر اوسکی سرعت رفتار کا کیا ٹھکانہ ہے ؎ چو شاید کہ
جا نہاے ما در دمے ✤ برآید بہ پیرامن عالمے ✤ تن او کہ صافی تر از جان ماست ✤ بیک
لحظہ گر آمد و شد رواست ✤ اگر ویسے شک کرین تو اور بھی عجائب باتین جو خدا کی طرف سے ہوئی
ہین اونسے بھی انکار کرنا ہوگا اور کفر کی چادر سر پر ڈالنا ہوگی - دیکھو قرآن مین پارہ تلک الرسل
رکوع ۳ کہ جس مین حضرت عزیر کا ذکر ہے کہ اونھون نے بیت المقدس کو ویران دیکھکر تعجب کیا
تہا کہ یہ پھر کیسے آباد ہوگا جسپر خدا نے اونکو وہین سو برس تک مردہ رکھا اور پھر زندہ کیا اور
خدا نے پوچھا کہ تم یہان کتنی دیر سے ٹھہرے ہوتے ہو اونھون نے جواب عرض کیا کہ ایک دن
یا دن سے کسیقدر کم ہوا ہے کہ مین یہان ٹھہرا ہوا ہون تو پھر خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ تجھکو یہان
سو برس ہوگئے ہین دیکھ اپنے کھانے پینے کو کہ رکھا ہوا ہے اور سواری کا گدہا مرا ہوا ہے
اور پھر خدا نے اونکی سواری کے گدہے کو زندہ کیا اور اس سو برس کی مدت مین وہ شہر آباد ہوگیا

جو بخت نصر بادشاہ کافر نے بنی اسرائیل کو قید کرکے ویران کیا تھا اس سو برس کے عرصہ میں وہ قید سے رہا ہو گئے اور پھر شہر آباد کر لیا جب عزیرؑ نے یہ ماجرا دیکھا صدق دل سے اوس کی قدرت کا اقرار کیا غرضکہ ایسی اور باتیں ہیں کہ جنکے بیان کی یہاں گنجایش نہیں بہرحال جو قرآن اور حدیث سے ثابت ہو اوسپر ایمان رکھنا چاہئے۔

شعاع ہفتم کرامات اولیا میں

م۔ کرامات اولیا حق ہے پس کرامت بطریق نقض عادت ولی سے ظاہر ہوتی ہے پس قطع مسافت بعید کا مدت قلیلہ میں اور ظاہر ہونا طعام وشراب ولباس بوقت ضرورت و چلنا پانی پر اور اڑنا ہوا پر اور کلام کرنا جماد و بے زبانوں کا و دور ہونا بلا سے و کفایت مہم کی اعدا سے وغیرہ وغیرہ

ش۔ ولی عارف باللہ کو کہتے ہیں صفات اوسکی کئی ہیں۔ (۱) ہمیشہ خدا کی بندگی میں سرگرم ہو (۲) گناہ سے بچتا رہے (۳) لذات وشہوات کو ترک کر دے وغیرہ۔
پس ایسے شخص سے خرق عادت ہو اُس کو کرامت کہتے ہیں۔ بشرطیکہ مدعی نبوت نہ ہو اور خرق عادۃ ہونے پر کتاب ناطق ہے۔ تفصیل بعض جزئیات کی تحریر کی جاتی ہے۔
(۱) قطع مسافت۔ جیسا کہ آصف بن برخیا وزیر سلیمان علیہ السلام کا تخت بلقیس پر مسافت بعیدہ سے طرفۃ العین میں آنا۔ (۲) کھانا پینا غیب سے آنا۔ جیسا کہ جب حضرت مریم کے پاس زکریا آئے اور حضرت مریم کے پاس رزق دیکھا تو پوچھا کہ یہ کہاں سے آیا جواب دیا کہ خدا کی طرف سے آیا ہے کیونکہ وہ میوہ بے موسم کا ہوتا تھا (۳) پانی پر چلنا۔ جیسا کہ بہت سے ولیوں سے نقل کی گئی ہے (۴) ہوا پر اڑنا۔ جیسا کہ جعفر ابن ابی طالب ولقمان السرخسی وغیرہما سے نقل کی گئی ہے۔ (۵) پتھر یا مٹی اور بے زبان کا کلام کرنا۔ جیسا کہ روایت کی گئی ہے کہ سلمان اور ابی درداءرضم کے سامنے ایک کاسہ تھا اوس نے سبحان اللہ کہا اور اونھوں نے سُنا اور سگ اصحاب کہف گویا ہوا اور روایت نبی صلعم سے کی گئی ہے کہ ایک آدمی بیل لئے جاتا تھا وہ اوسپر سوار ہو گیا تو بیل بولا کہ میں سواری کے واسطے پیدا نہیں ہوا ہوں کھیتی کے واسطے

پیدا ہوا ہون لوگون نے کہا سبحان اللہ بیل باتین کرتا ہی آنحضرت نے فرمایا ایمان لایا مین اس بات پر۔ (۶) دور ہونا بلا سے وکفایت مہم کی اعدا سے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے مدینہ مین منبر پہ بیٹھے ہوئے اپنے لشکر کو نہاوند مین دیکھا تخمیناً وہان سے پانچسو فرسخ کا فاصلہ تھا وہان لشکر ایک پہاڑ کے پاس جاتا تھا اور اُس پہاڑ کے نیچے مخالف چھپے ہوئے تھے آپنے سردار لشکر سے فرمایا کہ خبردار خبردار پہاڑ کے پیچھے دشمن بیٹھے ہوئے ہین اس آواز کو سردار لشکر نے سن لیا اور پھر اوسکی تدبیر کی۔ اور اسی طرح خالدؓ نے منکرون کے سامنے زہر پیا اونکو کچھ ضرر نہوا اور اسی طرح جبکہ مصر فتح ہوگیا تو وہانکے آدمی عمرو بن عاص کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اے امیر دریائے نیل نہین بہتا ہی جس سے ہمکو سخت تکلیف ہوتی ہی اور اسیوجہ سے ہمکو ایسا کرنا ہوتا ہی کہ ایک برس آتا ہی جس مین بارہ دن شہر کو خالی کردیتے ہین اور ایک لڑکی کنواری کو خوب زیور اور نفیس لباس پہنا کر اوسکی مان باپ کے سامنے دریا مین ڈالدیتے ہین جب دریا جاری ہوجاتا ہی۔ اب آپ ایسی تجویز کیجیئے کہ دریا جاری رہے۔ آپنے کہا کہ اب زمانہ اسلام کا ہی وہ تین مہینے تک ٹھہر گئے مگر دریا جاری نہوا۔ جب وہ لوگ حضرت عمرؓ کی خدمت مین آئے اور یہ سب قصہ عرض کیا آپ نے اونکو خط لکھدیا کہ عمرو بن عاص کو دیدینا جب وہ خط کو لیگئے اور خط کو کھولکر پڑھا تو یہ مضمون لکھا ہوا تھا۔ عبداللہ عمر امیر المؤمنین کی طرف سے دریائے نیل کو معلوم ہو کہ اگر تو پہلے سے جاری تھا اور اب جاری نہین ہوتا ہے تو خدا واحد قہار ہی اور اُسکی ذات پاک ہی وہ جاری کریگا مین اللہ سے تیرے جاری ہونے کا سوال کرتا ہون انتہی۔

پس یہ خط لیکر دریائے نیل مین ڈالدیا دریا بحکم خدا جاری ہوگیا۔ اس طرح کی بہت سی باتین ہین اگر لکھی جائین تو ایک دفتر ہوجائے اس لئے اسیقدر کفایت ہی۔ ظہور خوارق عادت سے معتزلہ انکار کرتے ہین کیونکہ اشتباہ معجزہ کا ہوتا ہی پھر نبی اور غیر نبی مین کیا تمیز ہوگی انہین باتون سے معتزلہ کہلاتے گئے ہین حالانکہ ماتن کے قول سے اسکا جواب کا اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ وہو ہذا

هم اور بھی باتین جب رسول سے صادر ہون تو اوس کو معجزہ اور جب اوسکی امت مین سے

کسی شخص سے ظاہر ہو تو اُس کو کرامت کہین گے اور اُس کو ولی جانین گے اور ولی وہی ہو جو پیدا دیانت دار ہو یعنی اقرار بالقلب اور تصدیق باللسان رسول کی رسالت پر رکھتا ہو اور ولی انبیاء کے درجون کو نہین پہونچتا ہے۔

س ش۔ ولی کو رسول صلعم کی اطاعت کرنا ضرور ہو گی اگر اوسکی اطاعت نکریگا تو وہ ولی نہین ہوگا اور نہ اس سے خرق عادت ظاہر ہونگے ولی دعوی نبوت کا نہین کرتا ہی اور جو نبی ہوتا ہی اُس کو اپنے نبی ہونے کا علم ضرور ہوتا ہے اور اُس سے عمداً خوارق عادات ظاہر ہوتے ہین کہ جسکو معجزہ کہتے ہین بخلاف ولی۔ اور ولی کو انبیاء کا درجہ اسوجہ سے حاصل نہین ہوتا ہے کہ نبی گناہ سے معصوم اور خوف خاتمہ سے مامون ہوتا ہی اور اوسپر وحی آتی ہی اور وہ روحانی قوت سے عالم ملکوت کا مشاہدہ کرتا ہی۔ اور احکام الہی کی تبلیغ اور خلق کو ہدایت نمائی کرتا رہتا ہے اور کمالات اولیا اُس کو حاصل ہوتے ہین اُس سے بڑھکر نبوت کا درجہ ملتا ہے۔ بہر حال ولی سے نبی کا درجہ بڑا ہوا ہے ولی کو نبی سے افضل جاننے مین کفر ہے۔

لمعان تیسرا

خدا تعالے کے دیدار مین اور خدا تعالے کا افعال عباد کے لئے خالق ہونا وغیرہ

شعلۂ اول

خداوند عالم کے دیدار مین

م۔ اللہ پاک کو نگاہ سے دیکھنا عقلاً جایز ہے۔

ش۔ خداوند تعالی کو مسلمان قیامت کے دن ان آنکھون سے دیکھینگے جیسا کہ اسوقت چاند کو دیکھتے ہین اگر چاند کو آنکھین بند کرکے دیکھین تو چشم دل سے دکھائی دیتا ہے اور اگر آنکھ کھولکر نظر کرین تو چشم ظاہر سے دیکھتا ہی۔ بہرحال چشم ظاہر و باطن سے معاینہ ہو سکتا ہی مگر چشم ظاہر سے دیکھنے مین کامل طور پر اطمینان ہو جاتا ہی اور اوسکے متعلق جو خوبیان ہین وہ سب حاصل ہو جاتی ہین اسی کو رویت کہتے ہین اور محض عقل کے نزدیک رویت ممتنع نہین جب تک کہ

اوسپر اور دلائل قایم نہ کیئے جاوین - الغرض رویت حقیقت مین جائز ہے اور جو کوئی عدم رویت کا قائل ہو اوس کے لیئے اب ہم دلائل عقلی و نقلی سے رویت ثابت کرتے ہین -

(۱) دلیل عقلی یہ ہے کہ ہم اعیان و اعراض کو فی البدیہہ یقینی طور پر دیکھتے ہین اور ایک دوسرے جسم یا اعراض مین اپنی بصارت سے فرق سمجھ سکتے ہین اور یہ ضرور ہے کہ کسی علت مشترکہ کی وجہ سے نسبت رویت کی ہر ایک کے ساتھ ہو سکتی ہے - اور علت مشترکہ یا تو وجود ہوگا یا حدوث یا امکان - حدوث عبارت ہے عدم سے وجود مین آنا اور امکان سے مراد یہ ہے کہ عدم اور وجود اسکا ضروری نہو اور عدم کے لیئے کوئی علت کی ضرورت نہین ہے - پس ظاہر ہے کہ جو موجود ہو گا وہ دیکھنے کے قابل ہو گا - اگرچہ وہ کسی عوارض یا اور اسباب سے دکھائی نہین دیتا ہو - اکثر اشیا اپنی لطافت مادہ کی وجہ سے نظر نہین آتی ہین مگر فی نفسہ اونمین اس امر کی صلاحیت ہے کہ دکھ سکتی ہین رویت کے لیئے وجود سب مین علت مشترکہ ہے جو شے کہ ہست ہے عقلاً اوسکی رویت جائز ہے - اور جو شے کہ نظر نہین آتی ہے وہ امتناع رویت کی وجہ سے نہین بلکہ نہ دکھنے کا سبب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ایسی تیز اور عمدہ بصارت ہم مین پیدا نہین کی کہ جو مادہ لطیف کو دیکھ سکین - البتہ خدا قادر ہے کہ لطیف تر اشیاء کے دیکھنے کی بصارت عطا فرما کر پھر اونکو دکھا سکتا ہے -

(۲) دلیل سمعی یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی ذات پاک کے دیکھنے کا سوال کیا خدا پاک حکایۃً فرماتا ہے رب ارنی انظر الیك یعنی اے رب دکھلا مجکو کہ دیکھون مین تیری طرف اگر رویت دراصل غیر ممکن ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام کا ایسا سوال کرنا جہل سے خالی نہ تہا کیونکہ نبی ہو کر اسقدر بھی نہ جانتے تھے کہ خدا کی ذات مین کون شے جائز ہے اور کون ناجائز محال بات کا طلب کرنا بیہودگی اور فعل عبث ہے اور انبیاء علیہم السلام ایسی باتون سے منزہ ہین اونکی شان سے بعید ہے اور خدا تعالیٰ نے بھی تعلق رویت کا استقرار جبل کے ساتھ کر دیا تہا اور استقرار جبل بھی دراصل امر ممکن تھا اور تعلق امر ممکن کے ساتھ کرنا ممکن ہے نہ محال - یعنی اللہ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا تہا کہ اگر جبل طور قرار پکڑلے گا تو مجھکو تو دیکھ سکتا ہے -

چونکہ جبل طور کا قرار پکڑنا امر ممکن تھا اس لئے دیکھنا باریتعالی کا بھی ممکن مانا گیا گو جبل طور عظمت وجلال باریتعالی سے قرار نہ پکڑ سکا اور پھٹ گیا یہ اور بات ہے۔ البتہ خدا تعلق رویت کا امر محال کے ساتھ کرتا تو رویت بھی محال سمجھی جاتی اگر رویت محال ہوتی تو خدا علیم وخبیر فوراً فرما دیتا کہ یہ بات غیر ممکن ہی مگر خدا نے غیر ممکن نہ کہا اس سے ثابت ہے کہ رویت اللہ تعالے امر ممکن ہے۔ **سوال** موسی علیہ السلام نے اپنی قوم کے کہنے سے ایسے امر محال کا سوال کیا تھا کسواسطے کہ اونھون نے کہا تھا کہ ہم ایمان نہین لاوینگے جب تک خدا کو ظاہرہ نہ دیکھ لین اس لئے موسی علیہ السلام نے امر محال کا سوال کیا تاکہ اونکی قوم پر روشن ہو جاوے کہ خدا کا دیکھنا غیر ممکن ہی اور تعلق رویت کا امر ممکن کے ساتھ نہین کیا گیا بلکہ امر محال کے ساتھ اسطرح کیا تہا کہ جب جبل طور ہلے اور اوسوقت اوس کو قرار ہو یعنی ہلنا اور قرار پکڑنا ایکہی وقت مین اور یہ محال نہین تو کیا ہے۔ **جواب** دراصل یہ بات خلاف ہی اگر اونکی قوم مسلمان ہوتی تو موسی علیہ السلام کا یہ کہنا کہ خدا کی رویت غیر ممکن ہی اونکے حق مین کافی تھا اور اگر وہ کافر تھے تو موسی علیہ السلام کو کہنے سے خدا کے حکم کی کب تصدیق کرتے اور موسی علیہ السلام کے کہنے سے رویت اللہ کی غیر ممکن ہونے پر کب یقین کرتے اس قسم کے سوال مخالف کو کرنا عبث ہی اور قرار پکڑنا حرکت کے وقت ممکن ہی۔ یعنی حرکت کے بدلے سکون ہو سکتا ہی ہان اجتماع حرکت وسکون محال ہے۔

م - نقل سے ثابت ہی کہ خدا کا دیکھنا واجب ہی کیونکہ دلیل سمعی وارد ہو چکی ہے کہ مومنون کو خدا کا دیدار قیامت مین نصیب ہوگا۔

ش - قرآن شریف مین خدا تعالے فرماتا ہی وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ ۔ یعنی بہت سے منہ آج کے دن تازہ ہونگے دراٰنحالیکہ ناظر ہونگے اپنے پروردگار کی طرف اور حدیث سے بھی ثابت ہی قال النبی انکم سترون ربکم کما ترون القمر لیلۃ البدر یعنی فرمایا رسول خدا نے کہ ہر آئینہ عنقریب دیکھوگے اپنے رب کو جسطرح کہ چودھوین رات کے چاند کو دیکھتے ہو۔ اس حدیث کو اکیس اکابر صحابہ نے روایت کی ہی اور اجماع امت اسی پر ہے کہ رویت خدا جائز ہے۔

ھ۔ اور جبکہ خدا کا دیدار ہوگا تو اللہ پاک نہ کسی مکان مین ہوگا اور نہ مقابلہ مین کوئی جہت ہوگی اور نہ اتصال شعاع ہوگا اور نہ دیکھنے والے اور خدا کے درمیان قرب و بعد ہوگا۔

س۔ اب اس جگہ یہ شبہ کرنا کہ شئی مرئی بغیر قرب و بعد اور مقابلہ کے کیونکر نظر آسکتی ہے جواب اسکا یہ ہے کہ قیاس غائب کا ظاہر پر نہین کرنا چاہیئے۔ جب خدا اپنا دیدار دکھاویگا اوسوقت اُس قسم کی اجازت بھی عطا فرماویگا کہ جس سے ہم بغیر ان شرائط مذکورہ کے دیکھ سکتے ہین

سوال اللہ پاک تو اپنے کلام مین فرماتا ہی لا یدرکہ الابصار یعنی نہ دریافت کریگی اوس کو کوئی بینائی پھر کیونکر سمجھا جائے کہ خدا دیکھا جاویگا۔

جواب۔ اول تو ہم لفظ ابصار مین الف لام استغراق کا نہین مانتے کیونکہ ممانعت کسی امر مین عام ہوتی ہے مگر عام کی ممانعت مقصود نہین ہوتی ہی خاص اُس سے مستثنیٰ کیے جاتے ہین چنانچہ کافرون کو خدا کا دیدار نہین ہوگا اور مومنون کو ہوگا اس لیے مومن مستثنیٰ و خاص ہین اور مراد ادراک سے رویت ہی نہ یہ کہ تمام جوانب سے دیکھا جاوے اور نگاہ احاطہ کریوے مگر ہم ان سب کو تسلیم کرکے کہتے ہین کہ اگر دیدار خدا کا ہر وقت اور ہر حال مین نہ ہوگا تو وقت خاص اور حالت خاص مین ضرور ہوگا۔ بہر حال جواز رویت مین ایک قسم کی تعریف نکلتی ہے اور عدم رویت مین کچھ تعریف نہین کیونکہ کوئی شئی نہ دیکھی جاوے اوسکی کیا تعریف ہی اور اوسکا سب جانب سے نہ دیکھا جانا بسبب نامتناہی و عظمت و جلال کے ہے۔

دیکھو موسیٰ سے انکی قوم نے محال کا سوال کیا کہ ہمارے واسطے بہت سے خدا بنادے تو اسکا جواب موسی علیہ السلام نے یہی دیا کہ تم جاہل ہو اور جب اونہون نے رویت کا سوال کیا تو موسیٰ نے اونکو اس سے منع نہین کیا بلکہ خود حضرت موسی نے اونکے کہنے موجب خدا سے سوال کیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا مین بھی رویت خدا ہوسکتی ہے اگر یہ امر غیر ممکن ہوتا تو اوسی طرح جواب فرمادیتے انکم قوم تجھلون (یعنی تم جہل کرتے ہو) لہذا معراج مین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اختلاف کیا ہی۔ بعضے کہتے ہین کہ خدا کو ان آنکھون سے دیکھا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ نہین دل کی آنکھون سے دیکھا ہے بہر حال وقوع اختلاف دلیل امکان کی ہے۔

ورنہ نیند مین دیکھنے کی بہت سی حکایات مشہور ہین۔

ف خلاصہ یہ ہی کہ خدا کا دیدار قیامت کو بلا مقابلہ و مواجہہ و قرب و بعد مومنون کو ہوگا اور چشم ظاہر سے دیکھینگے جیسے آج اوس کو بے کیف جانتے ہین کل اوس کو بے کیف دیکھینگے حاصل کلام جسطرح شارع نے خبر دی ہی اوسپر اعتقاد رکھنا چاہئے اور بعضی کتابون مین لکھا ہی کہ ملائکہ کو دیدار نہین ہوتا ہی۔ جبرئیل کو تمام عمر مین ایکبار ہوا تہا اور جنون کو بھی دیدار نہین ہوتا ہی مگر جلال الدین سیوطی کہتے ہین کہ یہ صحیح نہین ہی کسواسطے کہ ابوالحسن اشعری جو امام و رئیس اہل سنت و جماعت ہے تصریح کرتے ہین کہ ملائکہ کو بہشت مین دیدار ہوتا ہی اور امام بیہقی نے بھی ایسا ہی ظاہر کر حدیث نقل کی ہی اور ائمہ متاخرین کا اسی پر اتفاق ہی اگر جنون کو دیدار نہین ہوتا ہے تو بجا ہے کیونکہ اونکو ملائکہ کی مانند ثواب نہین ہی اور ائمہ ابوحنیفہ و دیگر ائمہ اسپر ہین کہ جنون کو ایسا ثواب نہ ملے گا کہ وہ بہشت مین داخل ہون بہت تو یہ ہوگا کہ دوزخ سے نجات پاوینگے وسعت اور رحمت ایزدی سے کسیوقت دیدار خدا سے بھی مشرف ہوجاوینگے بہشت مین اُن آدمیون کو جنکو بہت بڑا مرتبہ ملا ہے صبح و شام دیدار ہوگا اور عام کو جمعہ کے دن اور عام عورتون کو کبھی مثل ایام عید کہ دربار عام و تجلی تام ہوگی تو دیدار ہوگا اور جو عورتین مستثنیٰ ہین جیسے مریمؑ وفاطمہ و آسیہ و عائشہ و خدیجۃ الکبری و نساء اہل بیت وغیرہ عام مومن انسے اس نعمت و کرامت مین کم ہونگے اور حدیث مین صیغہ مذکر ستون دیکھو فرمایا ہے یہ بسبب تغلیب کے ہی اور خدا کا دیدار قیامت کو کافرون کو بھی ہوگا تا کہ اونکو بھی یقین ہوجاوے کہ ہم سب کا یہ مالک ہی مگر قہر و جلال کے ساتھ ہوگا پھر وہ دیدار سے محروم رہین گے۔ واللّٰہ اعلم۔ رویت خدا تعالیٰ کی نیند مین ہونا جائز ہے بزرگون سے اکثر نقل چلی آتی ہے۔ امام احمد سے منقول ہے کہ مین نے خدا تعالیٰ کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ کونسی عبادت افضل ہی فرمایا قرآن پڑہنا۔

امام اعظمؒ سے نقل ہے کہ مین نے خداوند تعالیٰ کو سو دفعہ خواب مین دیکھا ہے۔ علماے دین تعبیر بیان کرتے ہین کہ جس نے خدا کو خواب مین دیکھا اوس کو بہشت ملے گی خواب مین دیکھنا مشاہدہ قلبی ہے نہ رویت بصری۔ حق تو یہ ہے کہ اللہ پاک خواب مین دیکھا جاتا ہے جیسا کہ

کہتے ہین کہ رسول اللہ کو خواب مین دیکھا تو اس سے یہ مطلب نہین ہی کہ آنحضرتؐ بجسم مبارک جو ساتھ
جو مدینہ مین روضہ مقدس کے اندر رکھا گیا ہے قبر کو شق کرکے مکان کی حضرت تشریف لاتے
مطلب یہ ہے کہ جس نے آپ کو دیکھا ہے اوسنے آپکی مثال کو دیکھا ہے بلکہ خداتعالے
نے عالم مثال مین سب کی مثالین پیدا کی ہین اور اوسنے تعلق تام کر دیا ہے جب ہم اب مین
کسی دوست آشنا سے ملاقات کرتے ہین تو اوسکا اصل جسم تو بہت دور ہوتا ہے مگر وہ جسم مثالی
ہمارے پاس ہوتا ہے کہ جس سے ہم سب طرح کا حظ حاصل کر سکتے ہین۔ اگر کوئی ایسا کہے
کہ جناب ہمارے خیالات ہی متشکل ہوکر نظر آجاتے ہین تو ہم اوس کو یہ جواب دیتے ہین کہ ہم
ابھی کسی دوست کا خیال تنہائی اور خلوت مین کرتے ہین پھر ہرگز ہمارے خیالات اوسکی شکل مین
متشکل ہوکر ہمسے گفتگو نہین کرینگے اور وہ بات پیدا نہوگی۔ خیال مین جو تصویر دیدہ دل سے
دکھتی ہی وہ اور ہی اور ظاہری آنکھ سے دکھتی ہے وہ اور ہے۔ خداتعالے شکل اور صورت
سے پاک ہے بندہ کو جو اوسکی معرفت حاصل ہوتی ہے تو مثال محسوسہ کے واسطے سے ہوتی ہی
وہ مثال محسوسہ خواہ قسم نور سے ہو یا اوسکے سوائے اور کوئی قسم صورت جمیلہ مین سے ہو
جو اوس جمال حقیقی معقول کی مثال بن سکتی ہو جسکی کچھ صورت اور رنگت نہین سو یہ مثال سچی
معرفت کے لئے واسطہ ہو اب جو دیکھنے والا کہے کہ مین نے اللہ تعالے کو خواب مین دیکھا
تو اس سے یہ مراد نہین کہ مین نے اللہ تعالی کی ذات اور روح اور جسم کو دیکھا بلکہ اوسکے یہ معنی ہین
کہ مین نے اوسکی مثال دیکھی۔ خدا کا مثل کوئی نہین ولیکن اوسکی مثال ہی اور جو روزمرہ مین مثل و
مثال بولے جاتے ہین اسکا فرق یہ ہے کہ مثل اوسکو کہتے ہین جو تمام صفتون مین مساوی
ہو اور مثال مین تمام صفات کی مساوات ضرور نہین بلکہ ایک طرح کی تشبیہ ہی حقیقت مین اس
ذات باری کی کوئی مثل نہین ہی اور جائز ہے کہ ہم عقل کی مثال آفتاب بیان کرین کسواسطے
کہ آفتاب اور عقل مین ایک بات کی مناسبت ہے وہ یہ ہے کہ نور آفتاب سے محسوسات کا
انکشاف ہوجاتا ہے اسی طرح نور عقل سے معقولات کا انکشاف ہوجاتا ہے اسیقدر مناسبت
مثال کے لئے کافی ہی۔ چنانچہ بادشاہ کی آفتاب سے مثال کرتے ہین اور وزیر کو ماہتاب کہتے

ساتھ کچھ بادشاہ صورت وشکل مین آفتاب کی مانند نہین ہی اور نہ وزیر کی صورت چاند کی طرح ہے چونکہ آفتاب کا اثر سب پر پڑتا ہی اور چاند اثر نور کے فیضان کے لیے آفتاب اور زمین کے درمیان واسطہ ہی۔ اسی طرح بادشاہ سب پر غالب ہی اور وزیر نور انصاف کے فیضان کے لیے بادشاہ اور رعیت مین واسطہ ہی۔ اسی مناسبت سے یہ مثال ہوتی نہ مثل حق اللہ تعالے فرماتا ہے اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضئی ولو لم تمسسہ نار نور علی نور یعنی اللہ نور ہے آسمانون اور زمین اور کہاوت اوسکے نور کی یہ ہے کہ ایک طاق ہی اور اوس طاق مین ایک چراغ ہی اور وہ چراغ ایک شیشہ مین دھرا ہی اور وہ شیشہ ایسا صاف ہے کہ جیسے ستارہ چمکتا ہی اور اوس مین ایک درخت متبرک کا تیل جلتا ہی اور وہ درخت زیتون ہی اور وہ درخت زیتون وسط مین بویا گیا ہے نہ شرق کی طرف نہ غرب کی طرف اور تیل اوسکا ایسا صاف اور روشن ہی کہ بنیر مس آگ کے سلگ اوٹھے روشنی پر روشنی۔ اب خدا تعالے کے نور اور طاق اور شیشہ اور درخت اور روغن مین کوئی مماثلت نہین ہی فقط روشنی کی مناسبت سے یہ مثال دی گئی ہے اور قرآن کو حبل متین سے تمثیل کیا ہی بلا ریب قرآن مثل حبل کے نہین ہی فقط اسی مناسبت سے کہ رسی پر خشکی مار کر ندی نالے سے عبور کیا جاتا ہے اسی طرح قرآن کے ذریعہ سے صراط آخرت پر عبور ہوگا مثال دی گئی ہے۔ اور عالم منام عالم مثال ہے ان باتون کی تحقیق بعض رسائل امام حجۃ الاسلام محمد غزالی صاحب سے کرنا چاہیے۔ اور خدا تعالی کا دنیا مین بیداری کی حالت مین دیکھنا سوائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معراج کی رات کو اور کسی کو نہین ہوا ہی اور تمام محدثین اسی پر متفق ہین کہ کسی اولیاء اللہ نے دیدار خدا کا دعوی نہین کیا ہے اور جس نے ایسا کہا ہے درحقیقت اوس نے خدا کو نہین پہچانا ہی۔ اور ملا اردبیلی نے کتاب انوار مین کہا ہی کہ امام شافعی کہتا ہی کہ جو کوئی کہے کہ مین خدا کو عیاناً دیکھتا ہون اور بالمشافہ اوس سے کلام کرتا ہون وہ کافر ہوگا۔ اور اپنے عقائد منظومہ مین کہتا ہے ؎ ومن قال فی الدنیا

يراه بعينه ✦ فذلك زنديق طغى وتمردا ✦ وخالف كتب الله والرسل كلها
وزاغ عن الشرع الشريف والعلا ✦ وذلك ممن قال فيه الهنا ✦ يرى وجهه
يوم القيمة اسودا ✦ (ترجمہ) اور جس نے کہا کہ دنیا مین خدا کو بعینہ دیکھا پس وہ
زندیق ہے نافرمانی کی اوسنے اور سرکشی اور مخالفت کی اوس نے کتاب اللہ اور اوسکے
رسول سے سب سے اور پھر گیا شرع شریف سے اور دور تر ہو گیا - اور اسی طرح جسنے کہا
کہ اس شے مین ہمارا خدا ہے دکھایا جائیگا اوسکا منھ قیامت کو سیاہ -

شعاع دویم

خداوند عالم کا تمام اشیا کے لئے خالق ہونیکے بیان مین اور بحث مسئلہ جبر و اختیار وغیرہ مین

ہم - اللہ تعالے بندون کے افعال (مثل کفر و ایمان و فرمانبرداری وغیرہ) کا خالق ہے -
ش - معتزلہ کہتے ہین نہین بندہ ہی اپنے افعال کا خالق ہے - مگر پہلے معتزلہ خالق کا
لفظ بندہ کی نسبت کہتے ہوئے رکتے تھے فقط الفاظ موجد و مخترع بولتے تھے جبکہ
ایک شخص معتزلی جبائی نامی نے دیکھا کہ معنی ان سب لفظون کے ایک ہین تو اوسنے
اور اوسکے تابعون نے جرأت کرکے بندہ کو اپنے افعال کا خالق کہنے لگے مگر اس شبہ
بے اصل کی تردید کئی وجہون سے ہوسکتی ہے (۱) خالق کو ضرور ہے کہ اپنے مخلوق کا
علم مفصل طور سے حاصل ہو - آپ ذرا ظاہر امر کو ملاحظہ کیجیے کہ آدمی کے چلنے مین کئی قدم
تیز اور سست ہوتے ہین اور اوسکے ساتھ سکون بھی ہوتا جاتا ہے اگر کوئی اوس سے پوچھے
کہ بتلاؤ تمہارے چلنے مین کسقدر قدم تیز اور کتنے سست اور اس حرکت کے درمیان سکنے
سکون ہوئے ہین تو انسان صحیح طور پر نہین بتلا سکتا - اسی طرح رفتار حالت عضہ مین یا کسی
چیز کے پکڑنے مین جو عضلات اور عصبات کو تحریک و تمدید ہوتی ہے اوسکا علم تفصیلاً کب
معلوم ہوتا ہے (اس سے معلوم ہوا کہ انسان انکا کا سب ہے خالق نہین - جو چیزین اللہ
نے آدمی کے واسطے پیدا کی ہین وہ اونکو استعمال مین لاتا ہے -
(۲) قرآن شریف مین صاف صاف فرمایا ہے واللہ خلقکم وما تعملون یعنی اللہ نے

تم کو پیدا کیا اور اُن چیزون کو کہ جنکا تم عمل کرتے ہو اور فرمایا ہے اللہ خالق کل شیء یعنی اللہ ہر شے کا خالق ہی۔ اور فعل بندہ بھی ایک شے ہے پس خدا فعل بندہ کا بھی خالق ہوا اور اپنی خالقیت کی تعریف مین فرماتا ہے۔ افمن یخلق کمن لا یخلق یعنی جو پیدا کرتا ہے وہ جو پیدا کرنے والے کی برابر نہین ہی اور جسکا ایسا اعتقاد ہوگا کہ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے وہ تو وہ مشرک ہی۔ مگر معتزلہ بندہ کا خالق ہونا خدا تعالی کی طرح سے نہین جانتے ہین کیونکہ خدا تو بے آلات اور اسباب کے پیدا کرتا ہے اور بندہ بذریعہ آلات و اسباب کے خالق ہی۔

سوال ہم دیکھتے ہین کہ انسان کو بالارادہ چلنے مین حرکت ہوتی ہی جسکو حرکت ارادی اور اختیاری کہتے ہین اور ایک حرکت بیماری سے ہوتی ہے جیسے رعشہ والے کو اس کو حرکت غیر اختیاری و اضطراری کہتے ہین اگر یہ سب کام خدا کرتا ہی تو پھر عذاب و ثواب اور برائی اور بھلائی انسان کے لئے کیون ہے۔

جواب - ہم جبریہ کی طرح یہ نہین کہتے ہین کہ بندہ کو کچھ اختیار نہین اور نہ وہ کاسب ہے اور نہ قدریہ کی طرح سمجھتے ہین کہ سب کام بندہ کے اختیار سے ہوتے ہین خدا کا اوس مین کچھ دخل نہین ہی بندہ کے افعال جبری و اضطراری نہین ہی جیسے کہ رعشہ والے کو حرکت ہوتی ہے ہمارا یہ کہنا ہے کہ خدا نے کل اشیا پیدا کی ہین - چنانچہ حرکت و سکون بھی خدا نے رکھ دیا ہے کہ جس سے وہ چلتے اور پھرتے ہین۔ الغرض خدا خالق ہی اور بندہ کاسب ہے اور اسکے افعال مین حرکت جبری و اضطراری ہے اور نہ اسقدر اختیار و قدرت ہی کہ خود بخود بغیر مشیت ایزدی کوئی کام کرسکے۔ انشاء اللہ آگے چلکر اسکا مفصل بیان کیا جائیگا۔

سوال - تم کہتے ہو کہ خالق بجز ذات خدا اور کو نہین کہنا چاہئے یہ غلط ہے۔ کیونکہ کلام خدا تعالے سے پایا جاتا ہے کہ خدا کے سوا اور بھی ہین کما قال اللہ تعالی فتبارک اللہ احسن الخالقین یعنی خدا سب خالقون سے اچھا ہے۔

جواب - اس جگہ معنی خلق کے تصویر کے ہین یعنی خدا سب مصورون سے اچھا مصور ہے اور خدا نے ہی اپنے بندون کو صورتگری و نقاشی کا کام بذریعہ الہام سکھایا ہی اور حقیقۃً انسان کو

سکھلایا اوسیقدر جانتا ہی-

ف- اگر انسان خالق ہوتا تو جسکو یہ بنانا چاہتا وہ بن جاتا حالانکہ مشاہدہ اور تجربہ سے خلاف ہی کیونکہ انسان کبھی کسی کام کے بنانے مین بہت ہی محنت کرتا ہی مگر وہ اوس سے نہین بن سکتا اور کبھی وہی کام بہ سہولت ہو جاتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے اختیار مین سوائے کسب کے اور کچھ نہین ہے پیدا کرنا نکرنا بنانا نہ بنانا اوسی کے اختیار مین ہے اور خالق وہی ہی جو بے مادہ اور بے اسباب و الات پیدا کرتا ہی انسان مین یہ بات ہرگز نہین پائی جاتی ہی اسوجہ سے اس کو خالق نہین کہتے ہین-

م- اور وہ افعال عباد خدا تعالی کے ارادہ اور مشیت کے موجب اور اوسکے حکم و قضاء و قدر کے موافق ہوتے ہین-

ش- ارادہ و مشیت کی تحقیق صفات خدا مین گذر چکی ہی یہ دو نون لفظ متحد معنی ہین اور حکم سے اشارہ ہے کن فیکون کی طرف اور قضاء سے حکم مفصل کی جانب اور قدر سے حکم مجمل کی طرف-

سوال- اگر کفر خدا کے حکم سے صادر ہوگا تو اوس پر بھی رضا واجب ہوگی کیونکہ رضا بالقضاء واجب ہے پھر یہ حکم شارع نے کسطرح دیا ہے کہ رضا کفر پر کفر ہے-

جواب- اگر کفر اوسکے حکم سے یعنی قضاء سے ہوا ہے تو کفر مقضی ہے اور اوسکے ہونیکی نسبت جو حکم ہوا ہے وہ قضاء ہی پس رضا کفر پر واجب نہین ہے کیونکہ رضا تو قضاء کے ساتھ ہی نہ مقضی پر چنانچہ موت خدا کے حکم سے آتی ہی تو رضا اوسکے حکم پر ہے نہ موت پر- اور ہر شی خدا کی قدرت اور ارادہ سے ہوتی ہے کسی کی زبردستی سے نہین ہوتی ہی اور اپنی مرضی سے جو وہ چاہتا ہی کرتا ہے-

سوال- جبکہ ہر شی خدا کے ارادہ سے ہوتی ہی تو کافر اپنے کفر اور فاسق اپنے فسق پر مجبور ہوگا پھر اونکو تکلیف ایمان اور طاعت کی کیون دی گئی ہے-

جواب- خدا نے اپنے علم ازلی مین پہلے جان رکھا ہی کہ فلان شخص کو جب اوسکے افعال کا اختیار دیا جاویگا تو وہ ایسا کریگا جبکہ کافر اور فاسق نے کفر اور فسق اپنے اختیار سے کیا تو خدا کا

ارادہ بھی اوسکے علم ازلی موجب ایسا ہی ہوا کہ فلان کفر اور فلان فسق کرے اسمین خدا
کی طرف سے جبر نہین ہی اور بندے مجبور کفر اور فسق پر کیے گئے اس صورت مین تکلیف
محال کی نہین ہے - معتزلہ کہتے ہین کہ خدا کا ارادہ شر اور قبایح کی طرف نہین ہوتا بلکہ
خدا کافر اور فاسق سے ایمان اور طاعت کا ارادہ کرتا ہی نہ اوسکے کفر اور معصیت کا - یہ کہنا
اونکا بالکل خلاف شرع ہی اگر خدا ارادہ کرتا اور چاہتا تو وہ قادر ہے ضرور ویسا ہی ہوتا اور یہ کیسی
طرح ممکن نہین کہ خدا کسی امر ممکن کو چاہے اور نہ ہو - ہمارے نزدیک ایسا اعتقاد نہایت برا ہی -
عمرو بن عبید معتزلی سے حکایت کی گئی ہے اوس نے کہا ہی کہ ایک مجوسی اور ہم ایک کشتی مین سوار
تھے مین نے اوس کو کہا کہ تو اسلام کیون نہین لاتا ہے اوس نے جواب دیا کہ خدا میرے اسلام لانے
پر ارادہ نہین کرتا ہی جب مین نے کہا کہ خدا تو تیرے اسلام لانے پر ارادہ کرتا ہی مگر شیاطین تجھکو
نہین چھوڑتے ہین تو مجوسی نے کہا کہ مین اوسی کی طرف ہون جو غالب رہتا ہی عمرو نے کہا کہ
مین لاجواب ہو گیا - اور یہ لاجواب اسوجہ سے ہوا کہ اوس نے بغیر علم کہدیا کہ خدا تیرے اسلام کا
ارادہ کرتا ہے -

سوال - خدا کے ارادہ کرنے کا علم اسطرح ہوتا ہی کہ جب امر کیا جاتا ہی تو معلوم ہوتا ہے کہ آمر
اس بات کا ارادہ کرتا ہے اور نہی عدم ارادہ کو مستلزم ہی اس دلیل سے ایمان کافر کا مراد ہی
اور کفر اوسکا غیر مراد -

جواب - ایسا سمجھنا غلط ہے کیونکہ کبھی کوئی شی مراد نہین ہوتی اور اوسکا امر کیا جاتا ہی اور کبھی
مراد ہوتی ہے ولیکن کسی حکمت اور مصلحت کی وجہ سے منع کیا جاتا ہی - الغرض خداوند عالم احکم
الحاکمین صاحب اختیار ہے جیسا وہ چاہتا ہی کرتا ہے اوسکو کوئی پوچھنے والا نہین ہی چنانچہ
کبھی سردار اپنے نوکر یا غلام نافرمان کو حکم کرتا ہی کہ فلان کام کر اور مراد اوس سے نہین ہوتی
فقط اس غرض سے کہتا ہی کہ حاضرین پر اوسکی نافرمانی ظاہر ہو جاوے اسمین کلام کو گنجایش ہی
لیکن اسیقدر جاننا کافی ہے -

م - بندے اپنے اختیار سے افعال کرتے ہین کہ جس سے اونپر ثواب و عذاب ہوتا ہی -

س - یہ بات بدیہی ہی کہ حرکات آدمی کی جمادات کی حرکت کی طرح نہیں کہ کسی کے ہلانے چلانے سے ہلے چلے۔ حرکت اختیار اور حرکت ارتعاش سے اس بات کو اچھی طرح سے جانتے ہین۔ حرکت رفتار اختیاری وارادی ہے اور حرکت ارتعاش جبری وغیر اختیاری ہے چنانچہ نماز پڑہنا اور روزہ رکھنا اور لکھنا فعل اختیاری ہے بخلاف اسکے بیمار ہونا بالون کا سفید ہونا اور کپڑا سیاہ ہو جانا۔ اگر آدمی کو اپنے افعال کا مطلق اختیار نہوتا تو ہرگز دستہ تکلیف بیان نہوتی اور نہ مستحق ثواب عذاب کا ہوتا۔ اللہ تعالے فرماتا ہے جزاءً بما کانوا یعملون۔ پس جس کام کو تم کرتے ہو اوسکا بدلا ہی اور جو کچھ خدا نے فرمایا ہے وہ سچ ہے آدمی کو اختیار ہی چاہے ایمان لائے یا نہ لائے۔

سوال - جبکہ علم خدا مین یہ ثابت ہوچکا ہی کہ فلان ایمان لاویگا اور فلان نہ لائیگا تو پہلے ہی انسان کا اندازہ ہوچکا ہے اب اس مین انسان کو کیا اختیار ہی بلکہ انسان مجبور ہی۔

جواب - یہ امر ازل مین معلوم ہونا کہ فلان کام ہوگا اور فلان نہین ہوگا اختیار کو منافی نہین ہی کیونکہ بالاتفاق خدا مختار ہی اسی لیے افعال بہی اوسکے علم ازلی موجب ہوتے ہین اگر اس بنا پر انسان کو مجبور تصور کرین تو خدا بہی مجبور متصور ہوگا یہ بنا فاسد علی الفاسد ہے۔

سوال - تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ بندہ فاعل بالاختیار نہین ہی مگر موجد افعال بالقصد وارادہ ہے اور خدا خالق افعال ہے۔ لیکن اسکو تسلیم کرنے مین یہ قباحت لازم آتی ہی کہ ایک مقدور دو قدرتون کے تحت مین ہوا یہ کیونکر ہوسکتا ہے۔

جواب۔ اصل مین اللہ تعالے خالق افعال ہی اور بندہ اپنے ارادہ سے دخل کرنیوالا ہی حاصل کلام یہ ہے کہ خدا تعالے خالق ہی اور بندہ کاسب ہی۔ یعنی بندہ کی قدرت اور ارادہ اسیقدر ہی۔ کہ وہ کسب کر سکتا ہی اور خدا کا کام یہ ہے کہ بندہ کے کسب کرنے کے بعد اسکو پیدا کر دیتا ہے۔ اور مقدور واحد دو قدرتون کے تحت مین مختلف جہات سے جائز ہے یعنی بندہ کا تصرف کسبًا اور خدا کا خلقًا ہی۔ کاسب کے لئے خالق کی مدد ضرور ہے اور خالق کو کاسب کی کچھ حاجت نہین۔

سوال - جبکہ خدا سب کا خالق ٹھہرا تو پھر کسب قبیح کو برا کیون کہتے ہین۔

جواب - یہ ثابت ہوچکا ہی کہ خالق حکیم ہی جو کچھ کرتا ہی وہ خالی از حکمت نہین کرتا اگر یہ ہم کو وہ حکمت اور مصلحت معلوم نہین ہی چنانچہ اجسام ضارہ و خبیثہ کے پیدا کرنے مین بھی کوئی نہ کوئی حکمت اور مصلحت ضروری لہٰذا اوس حکیم مطلق کے افعال کو برا نہین جانتے ہین بخلاف کاسب کہ وہ کبھی اچھا کرتا ہے اور کبھی برا - کسب قبیح سے شارع نے منع کردیا ہی اسواسطے اوسکے ارتکاب کرنے والے کو برا کہتے ہین کیونکہ وہ عدول حکمی کرتا ہی۔

م - افعال بندون سے بعضے نیک ہین اور بعضے برے جو اچھے ہین وہ اللہ تعالے کی رضا سے ہین اور جو برے ہین وہ خدا کی رضا سے نہین ہین۔

ش - نیک کام وہ ہین جو فی الحال تعریف اور خوبی کے لایق ہون اور آخرت مین اوسکا ثواب ملے اور برے کام وہ ہین کہ بالفعل برائی کے لائق ہون اور آخرت مین اوسکی وجہ سے عذاب ہو۔ نیک کام سے خدا راضی ہوتا ہی اور برے کام سے بیزار ہوتا ہی یعنی بندون کے کفر کرنے پر راضی نہین ہے خدا کا ارادہ و مشیت و تقدیر سب افعال ہی متعلق ہی اور رضا و محبت نیک کامون سی متعلق ہی برے کامون سے نہین۔

م - اور استطاعت فعل کے ساتھ ہونا یعنی وہ قدرت کہ جس سے فعل ہو اوسکے ساتھ ہونا ضروری ہی۔

ش - استطاعت ایک عرض ہی کہ خدا تعالی حیوان مین پیدا کردیتا ہی کہ جس سے وہ افعال اختیاری کرتا ہی اور اوسی کی وجہ سے فعل سرزد ہوتا ہی اسی طرح صاحب تبصرہ نے بیان کیا ہی مگر جمہور کے نزدیک استطاعت کا ہونا شرط ہی نہ علت - خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہ ایک صفت ہی کہ جب کوئی کسی فعل کے کرنے کا قصد کرتا ہی تو خدا تعالی بشرطیکہ سلامت اسباب و آلات ہو اوس مین پیدا کردیتا ہی جب نیک کام کرنے کا ارادہ کرتا ہی تو قدرت فعل خیر کی پیدا کردیتا ہے اور جب برے کام کا قصد کرتا ہے تو قدرت فعل شر کی پیدا کردیتا ہے - اس مین بہت سے اقوال ہین کوئی کہتا ہی کہ یہ قدرت مقارن فعل کی بالزمان ہوتی ہی کوئی کہتا ہے کہ قبل فعل کے ہوتی ہے - الغرض وہ سب تقریر طول کی وجہ سے ترک کی گئی - اصل یہ ہی کہ استطاعت قبل فعل ہوتی ہے کیونکہ قبل فعل تکلیف

حاصل ہی مثلاً کافر مکلف ہی ایمان پر اور تارک الصلوۃ مکلف ہی اداے نماز پر۔ پس اگر استطاعت متحقق نہ ہوتی تو لازم ہوتی تکلیف عاجز کی اور یہ لازم باطل ہے۔

م - اور واقع ہوتا ہی یہ لفظ استطاعت سلامت اسباب وآلات وجوارح پر۔

ش - خدا تعالی فرماتا ہی وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا یعنی خدا کے واسطے حج بیت اللہ کا اُن لوگون پر ہی کہ جنکو راستہ کی طاقت ہی۔

سوال - استطاعت صفت مکلف کی ہی اور سلامت اسباب وآلات مکلف کی صفت نہین ہے پس تفسیر استطاعت کی تفسیر اسباب و آلات کے ساتھ کرنا صحیح ہوگا۔

جواب - مراد استطاعت سے سلامت اسباب و آلات ہی جسطرح مکلف کی صفت استطاعت ہی اوسی طرح سلامت اسباب وآلات بھی ہی اسی وجہ سے ذوسلامت اسباب کہا جاتا ہی اور ان الفاظ کے مرکب ہونے سے انکار اسم فاعل مشتق نہین ہوسکتا جیسا کہ استطاعت سے مستطیع آتا ہی۔

م - اعتماد صحت تکلیف کا اسی استطاعت پر ہی۔

ش - استطاعت سے مراد وہی سلامت اسباب وآلات ہی - امام ابوحنیفہ کے نزدیک قدرت مصرفہ صلاحیت رکھتی ہی ضدین کے واسطے یعنی کفر کی طرف اور ایمان کی طرف اس مین اختلاف تعلق کا ہوتا ہی نہ اختلاف نفس قدرت مین پس کافر قادر ہے ایمان پر مگر اوس نے اپنی قدرت کو کفر کی طرف اپنے اختیار سے صرف کردی اس لئے وہ مستحق عذاب ہی کما لایخفی - اور یہ بات مسلم ہی کہ قدرت قبل فعل ہی یعنی حالت کفر مین انسان قدرت رکھتا ہی ایمان کی طرف پھر آنے کی اس سے ثابت ہی کہ وہ قدرت بیشک قبل ایمان ہی الحاصل قدرت متقدمہ متعلقہ ضدین سے ہی چاہے ایمان کی طرف صرف کرے چاہے کفر کی طرف۔

م - بندہ کو ایسی تکلیف نہین دیجاتی ہی جو اوسکی طاقت سے باہر ہو۔

ش - اور جو شے طاقت سے باہر ہو خواہ ممتنع ہو جیسے جمع الضدین یا ممکن جیسے خلق جسم۔ اللہ تعالی فرماتا ہی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا یعنی کسی نفس کو اللہ تکلیف نہین دیتا ہی مگر اوسکی طاقت کے موافق۔

سوال خداتعالے نے فرشتون کو اونکی وسعت سے زیادہ تکلیف دیکر حکم فرمایا ہی انبئونی باسماء هؤلاء یعنی آگاہ کرو تم مجکو انکے نامون سے یعنی تمام اشیاء کے نام بتلاؤ۔

جواب خدانے تکلیف نہین فرمایا ہی فقط عاجز کرنیکو فرشتون سے ایسا کہا تھا کہ اگر تم سب نام بتلاسکتے ہو تو بتلاؤ تو فرشتے اس سے عاجز ہو گئے اسی طرح فرمایا ہی ربنا و لا تحملنا ما لا طاقة لنا به یعنی اے پروردگار ہمارے نہ اوٹھوا ہمسے وہ چیز جسکی طاقت نہین ہمکو اس جگہ پر تحمیل سے مراد تکلیف نہین ہی بلکہ پہنچانا عوارض مالایطاق سے ہے اسکے جواز عادۃ عوارض مین بحث کو طوالت دی ہی مگر اصل یہ ہی کہ خدا تکلیف نہین دیتا ہی جو طاقت بشری سے باہر ہو۔

م۔ مضروب مین بعد ضرب جو درد ہوتا ہی اور آئینہ مین بعد ٹوٹنے کے جو شکستگی و انکسار ہوتا ہے اور مثل اسکے جیسے موت یہ سب مخلوق خدا ہین۔ بندہ کی انکی پیدا کرنے مین کچھ کار گری نہین۔

ش۔ یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہی کہ خالق سب اشیاء کا خداوند تعالی ہے اور سب ممکنات کی نسبت خداوند عالم سے دیجاتی ہی معتزلہ کہتے ہین افعال دو طرح پر ہین۔ (۱) بغیر توسط فعل آخر فاعل سے کوئی فعل صادر ہو جیسے مباشرتہ (۲) بتوسط فعل آخر جیسے ہاتھ کی حرکت سے کنجی کو حرکت ہوتی ہی پس درد اور انکسار خدا کا پیدا کیا ہوا نہین ہی۔ مگر ہمارے نزدیک سب کو خدا پیدا کرتا ہے جب بندہ کسب کرتا ہی تو خدا حسب عادت جاریہ اسکو پیدا کر دیتا ہی کیونکہ تخلیق مین بندہ کا کچھ دخل نہین ہی فقط کسب کرنے کا اختیار ہی چنانچہ انسان زراعت کا کسب کرتا ہے تو خدا اپنی قدرت سے غلہ پیدا کر دیتا ہے انسان مین قوت کسب ہی قوت تخلیق نہین ہے۔

م۔ مقتول اپنی موت سے مرتا ہے اور موت جو خدا کی پیدا کی ہوئی ہی وہ مردہ پر قایم ہوتی ہی وہ اور اجل ایک ہے۔

ش۔ اجل ایک وقت مقررہ موت کے لئے۔ معتزلہ کہتے ہین کہ جب آدمی کو قتل کیا جاتا ہی وہ اپنی موت سے نہین مرتا ہی فعل قتل سے خدا اوسکی اجل قطع کر دیتا ہی ہم کہتے ہین کہ یہ بات نہین ہے۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ اذا جاء اجلهم لا يستأخرون ساعة و لا يستقدمون یعنی جب اونکی اجل آتی ہی تو ایک ساعت تقدیم و تاخیر نہین کرتے ہین۔

حدیث شریف مین آیا ہی کہ بعض طاعات سے عمر زیادہ ہوجاتی ہی اس سے پایا جاتا ہی کہ عمر کم زیادہ ہوسکتی ہے اگر مقتول اپنی موت سے مرا ہے تو پھر سزا جزا اور دیت اور قصاص کیون دیا جاتا ہے۔

جواب۔ سوال مین دو باتین ہین اول کا جواب یہ ہی کہ خدا نے اپنے علم مین جان رکھا ہے کہ اگر فلان یہ طاعت نکریگا تو اوسکی عمر چالیس برس کی ہوگی اور اگر کریگا تو ستر برس کی ہوگی۔ پس نسبت اس زیادتی کی اس طاعت پر مبنی ہی اللہ پاک کے علم پر اور جسکی عمر مین زیادتی نہین ہی اوس سے وہ طاعت ہرگز ادا نہ ہوسکے گی جنیسا خدا نے تقدیر کیا ہی وہی ہوگا۔

جواب ثانی کا یہ ہے کہ قاتل پر سزا اور ضمان اسواسطے ہے کہ اوسنے ایسے امر کا ارتکاب کیا کہ جس سے وہ سخت منع کیا گیا تھا اور ایسے فعل کا کسب کیا کہ جسکے بعد خدا عادت جاریہ کے موافق موت پیدا کر دیتا ہے۔ جبکہ قاتل ایسی سخت علانیہ غلطی کرتا ہی تو اوسکی سزا بھی سخت دی جاتی ہے۔ ایک شخص کعبی نامی کہتا ہی کہ مقتول کے واسطے دو اجل ہین ایک قتل دوسری موت۔ اگر قتل نہین کیا جاتا تو وہ اپنی موت تک زندہ رہتا۔ اور فلاسفہ کہتے ہین کہ حیوان کے لیے ایک موت طبعی ہی جبکہ رطوبت اصلی تحلیل ہوجاتی ہے اور حرارت غریزی زائل ہوجاتی ہی تو آدمی مر جاتا ہے۔ دوسری غیر طبعی ہی جو بسبب آفات و امراض واقع ہوتی ہی الغرض خدا نے جو وقت مقرر کر دیا اوسی وقت مقررہ پر ہر سبب اور ہر صورت سے موت آجاتی ہی۔

ع۔ حرام رزق ہے۔

ش۔ رزق وہ ہے جو خدا نے حیوانون کے کھانے کے واسطے مقرر کیا ہی کبھی وہ حلال ہوتا ہے کبھی حرام۔ اور معتزلہ نے رزق کو دو طرح بیان کیا ہی (۱) رزق وہ ہے کہ مالک اپنے مملوک کو کھا دے (۲) اوس سے نفع حاصل کرنے مین کوئی مانع نہ ہو اور یہ حلال اشیا مین ہوسکتا ہی اول شق تسلیم کرنے مین لازم آتا ہی کہ چار پائے جو کچھ جنگل مین کھاتے ہین وہ رزق نہین ہوا کیونکہ وہ اونکی ملک سے نہین ہی۔ اور دوسری شق ماننے سے یہ لازم آتا ہے کہ جس نے حرام کھا کر زندگی بسر کی تو گویا اوس نے بغیر رزق کھائے زندگانی گذار دی۔ حالانکہ وہ رزق کھا چکا

اور رزق وہی ہی جسکو انسان کھاکر زندہ رہے اور اپنے بدن کی تندرستی رکھے اور حقیقت مین رزق پیدا کرنے والا خداوند تعالے کے سوا اور کوئی نہین ہی چنانچہ مشہور ہے وزبان زد جمہور ہے کہ لا رزاق الا اللہ وحدہٗ یعنی رازق نہین ہی مگر خدا لاشریک ہے۔ الحاصل شے جو کھائی جاتی ہی اور حلال سے کبھی وہ بھی حرام ہو جاتی ہے مگر در اصل وہ شی حرام نہین ہوتی۔ اوسکا فریب اور دغا اور بے اجازت سے کھانا حرام ہے اسی واسطے اسکے کھانیوالے کو برا کہا جاتا ہی اور اس کو مستحق عذاب جانتے ہین۔

م۔ اور ہر ایک بھر لیتا ہے رزق سے اپنے نفس کو خواہ وہ حلال ہو خواہ حرام (یعنی خواہ وہ حلال ہو یا حرام غذا ہو جاتی ہی) اور یہ بھی متصور نہین ہو سکتا کہ انسان اپنا رزق خود نکھاوے اور غیر کھا جاوے۔

ش۔ خدا تعالے نے جسقدر جسکی غذا مقرر کی ہی وہ اُس کو کھا لیتا ہی اوسکی مقررہ غذا دوسرا نہین کھا سکتا۔ الغرض رزق کھانے والے کی ملک ہین ہو جاتا ہے۔

م۔ اللہ تعالے گمراہ کرتا ہی جسکو چاہتا ہے اور ہدایت کرتا ہی جسکو چاہتا ہے۔

ش۔ مراد ضلالت اور اہتدا سے پیدا کرنا ضلالت اور اہتدا کا ہے نہ کہ بتانا طریق حق کیونکہ طریق حق بتانا عام ہی اسی طرح ضلالت کو بھی جاننا چاہئے کبھی مجازاً نسبت ہدایت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف و قرآن کی جانب دی جاتی ہی اور ضلالت کی نسبت شیطان کی طرف اور بتون کی طرف دیجاتی ہے۔ مشایخ متکلمین فرماتے ہین کہ ہمارے نزدیک ہدایت سے مراد خلق اہتدا ہے اور یہ قول ہمل اللہ علم یہتدل یعنی ہدایت کی خدا نے اور نہین ہدایت پائی اوس نے مجازاً دلالت اور دعوت اہتدا کی طرف ہی۔ اللہ پاک فرماتا ہے لا تہدی من احببت یعنی تو ہدایت نہین کر سکتا جسکو تو چاہتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ مقصد اور مطلب تک پہنچانا اللہ کا کام ہی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی ہے اللھم اھد قومی یعنی اے بار خدا ہدایت کر میری قوم کو۔

ف خداوند تعالے جسکو چاہی راہ راست پر لے آوے اور جسکو چاہے گمراہ کر دے اور جسکو

وہ گمراہ کردے اوس کو کوئی ہدایت نہین کرسکتا اور جس کو وہ ہدایت کردیتا ہے اوس کو کوئی
گمراہ نہین کرسکتا۔ کتاب اور سنت اسی طرح ناطق ہی باوجود اسکے نسبت ہدایت کی قرآن و پیغمبر
کی طرف اور نسبت ضلالت کی شیطان اور بتون کی طرف واقع ہوئی ہی پس ہم کو دونون پر ایمان
اور اعتقاد رکھنا چاہیے۔ ہدایت کے دو معنی ہین ایک تو راہ راست دکھلانا دوسرا راہ راست پر لیجانا
اور مقصد پر پہنچانا سو یہ دوسرا معنی مخصوص جناب کبریائے الہی سے ہے یہ بات کسی اور سے
نہین ہوسکتی ہی اور ہدایت کے اول معنی قرآن و رسول کے لئے ثابت ہی کیونکہ وہ بیان طریق
مستقیم کرتے ہین اور راہ راست بتلاتے ہین۔ ولیکن مقصد پر پہونچانا خدا کے اختیار مین ہے۔
انک لاتھدی[1] وانک لتھدی دونون کے معنی سمجھ مین آگئے۔ پیغمبر کو ہدایت کا سبب
کیا ہے اور شیطان کو گمراہی کا اور درحقیقت تمام خدا کی طرف سے ہی کیونکہ وہ حاکم با اختیار
ہے جیسا چاہتا ہی کرتا ہے اوسکو کوئی پوچھنے والا نہین ہی اور وہ سب کو پوچھنے والا ہے۔

ہم۔ جو بات بندہ کے لئے صالح ہو اوسکا کرنا خدا پر واجب نہین ہی۔

ش۔ اگر خدا پر واجب ہوتا تو کافر فقیر دنیا مین محتاج اور آخرت مین معذب ہوتا اور اوسکا
احسان بھی بندہ پر نہ ہوتا کیونکہ جو چیز اوسکے لایق ہی وہ اوسکا مستحق ہی اور جب کسی قسم کی بھلائیان
اوسکے ساتھ کی جائین تو وہ اوس کے شکر کرنے کا بھی مستحق نہوتا۔ کیونکہ دینا تو واجب ہی تھا اور
نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا کا احسان اوس احسان سے زیادہ ہوتا جو ابی جہل کے ساتھ کیا ہی
اور نہ خدا سے مصیبتون اور قحط کے دور کرنے کے لئے اور کشادگی و ترقی وغیرہ حاصل کرنے کے
لئے دعا کی جاتی۔ اصل ان مفاسد کی اصول معتزلہ سے بنا ہین وہ کہتے ہین کہ ترک اصلح بخل
اور نادانی ہی جواب اسکا یہ ہے جو کوئی اپنی شے کسیکو نہ دے تو اس مین بخل اور نادانی نہین ہی
خدا جو کچھ دیتا ہی اوسکا کرم و انعام ہے اور وہ اپنے علم و حکمت سے سب انتظام کرتا ہی یہی اوسکا
عدل و انصاف و حکمت ہی۔ معتزلہ کی ایسی باتون سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے ہین اگر خدا
پر واجب ہوتا کہ جو جس لایق ہی وہ اوس کو دیتا اور اوس کو ترک نہ کرتا کیونکہ واجب ترک کرنیوالا تو

[1] البتہ تو ہدایت نہین کریگا اور البتہ تو ہدایت کرے گا۔ ۱۲

بخل اور جہل لازم آتا ہی تو پھر خدا کے مختار کل ہونے مین کیا خوبی نکلتی۔

ف - خدا جس کو چاہے سزا دے جسکو چاہے انعام بخشے اس مین اُسکا ظلم نہین ہی کیونکہ ظلم اوس کو کہتے ہین کہ کوئی دوسرے کی چیز مین اپنا تصرف کرے اور یہان کل مخلوقات خدا کی ملک سے ہی اور خداوند عالم مالک حقیقی ہی جیسا اوس مین تصرف کرے روا ہی مملوک کا اس مین کچھ عذر نہین چل سکتا اگر عذر کرے تو بیجا ہے۔

لمعان چوتھا مسائل متفرقہ مین

شعلۂ اول مشتمل بر نو مسائل

مسئلہ اول عذاب قبر مین

م - عذاب قبر کافرون کے واسطے اور بعض گنہگار مومنون کے واسطے اور خوشی و نعمت قبر مین فرمانبردار بندونکے واسطے ہی جیسا کہ خداوند پاک جانتا اور ارادہ کرتا ہی۔

ش - بعض گنہگار مومنون کی تخصیص اسواسطے کی ہی کہ بعض گنہگارونکی خطا جبتک خداوند عالم چاہے گا تو معاف فرمادے گا۔

ف مراد قبر سے عالم برزخ ہی جسکو عالم مثال کہتے ہین اور عالم برزخ دار دنیا اور دار آخرت کے درمیان واسطہ ہے۔ اگر کوئی کہے کہ عذاب قبر اور عذاب جسمانی تو تن کے ساتھ ہے اور جبکہ روح بدن سے الگ ہوجائے گی اور جسم گل سڑ جائیگا اور اُس کے سب اجزا تحلیل ہوجائیگے اوسوقت قوی حسیہ و خیالیہ مفقود ہوجائینگی پھر کسطرح زکوۃ نہ دینے والے کو گنجا سانپ متمثل ہوگا اور کافرون کو قبر مین ننانوے سانپ کیونکر مسلط ہونگے جیسا کہ حدیث شریف مین آیا ہی کیونکہ یہ بہرہ صورت حسی یا خیالی ہوگی اور حس و خیال بعد موت کے جاتے رہین گے پس اسکا ثبوت کیونکر ہے - جواب اسکا یہ ہے کہ اس امر کا وہ شخص منکر ہی جو حشر اجساد کا منکر ہی اور روح کا عود کرنا جسم کی طرف محال جانتا ہے حالانکہ یہ بات نہین ہی خدا قادر ہے کہ روح کا تعلق کسی ایسے جسم سے کردے کہ بعد موت نفس اوس مین حلول کرے یا اُس سے متعلق ہوجاوے۔ کیونکہ

بعید نہین ہے کہ خدا نے بعض جسم اسی لئے بنائے ہون کہ موت کے بعد روح کا ادنسے تعلق ہو جایا کرے اور اوس تعلق کی وجہ سے عذاب ثواب روح کو محسوس ہو۔ خارجی اور اکثر معتزلہ اور مرجیہ و جہمیہ و بعض شیعہ عذاب قبر کے منکر ہین۔ اس خیال سے کہ مردہ مین جب ادراک نہین تعذیب اور تنعیم اوسکی محال ہے مگر ایسا خیال کرنا غلط ہے کیونکہ ارواح کے لئے فنا نہین ہے چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے خلقتم لا بد اسپر دال ہے پس موت سے نئے تعلق کے بعد قبر مین دوبارہ اسکا من وجہ تعلق ہو کر ادراک ہوا امر ممکن ہے جس سے امکان تعذیب اور تنعیم ظاہر ہو گیا ہے اور دلائل شرعی بھی اسپر دال ہین بہرحال اسکی تصدیق واجب اور انکار جہالت ہے اور نفس کا تعلق موت کے بعد نئے اجسام کے ساتھ شرع مین ثابت ہے جیسا کہ شہیدونکی ارواح سبز پرندونکے شکم مین جو جنت کی نہرون مین چلتے گا اور عرش کے نیچے قندیلون مین جگہ پکڑے گا رہتی ہین اور وہ جانور اجسام عنصریہ سے نہین ہین اور نہ ان جانورون کو ان روحون سے نشو نما ہوتا ہے بلکہ ارواح شہدا کی صرف اونسے متعلق ہو کر لذتین حاصل کرتے ہین بغیر محنت اور تکلیف کے جیسا کہ گھوڑے کا سوار حالت سواری مین لذت حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح بعد موت عذاب قبر ہوتا ہے اگرچہ عذاب ہوتے دکھائی نہین دیتا ہے جیسے کہ پانی مین ڈوبے ہوئے اور جانورونکے کھائے ہوئے اور سولی دئے ہوئے کو عذاب ہوتا ہے گو اس سے ہم مطلع نہین ہوتے ہین مگر اوسکی جان پر جو گزرتی ہے وہی جانتا ہے اگر خدا کی عجائبات قدرت کو غور سے دیکھین تو قوت انسانی اوسکا احاطہ نہین کرسکتی۔ الغرض شرع مین روح کا جسم سے علیحدہ ہونا اور اس سے متعلق ہو کر ثواب عذاب پانا بیان کیا گیا ہے اوسکی تصدیق بہرحال واجب ہے۔

مسئلہ دوسرا سوال منکر نکیر مین

م۔ سوال منکر نکیر ثابت ہے دلائل سمعیہ سے۔

ش۔ منکر نکیر دو فرشتے ہین قبر مین آکر بندہ سے سوال کرتے ہین اوسکے رب اور دین اور نبی سے یعنی کون تیرا خدا ہے۔ دین تیرا کیا ہے اور نبی تیرا کون ہے یعنی کس کی امت مین ہے۔ سید ابو شجاع فرماتا ہے کہ لڑکون سے بھی سوال ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک انبیا علیہم السلام

سے بھی سوال ہوتا ہے پس جس شخص نے اونکو جواب باصواب نہین دیا اوسپر عذاب ہوتا ہے
حدیث شریف اور قرآن مجید مین تصریح ہے اللہ پاک فرماتا ہے النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا
یعنی آتش پیش کیجاویگی اونپر صبح وشام - وقولہ تعالیٰ ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد
العذاب وقولہ تعالیٰ اغرقوا فادخلوا نارا حدیث شریف مین آیا ہے کہ پیشاب کی پلیدی سے پاک رہو
یعنی بدن پر نہ لگنے دو کیونکہ عموما عذاب قبر اسی سبب سے ہے اور جس نے جواب باصواب دیا یعنی کہا کہ
رب میرا اللہ وحدہ لاشریک ہے اور دین میرا اسلام اور نبی میرا محمد رسول اللہ ہے اوسکو قبر مین بہت
آرام دیا جائیگا - حدیث مین آیا ہے کہ جب میت قبر مین رکھا جاتا ہے دو فرشتے سیاہ نیلگون آنکھین تے
ہین ایک کا نام منکر دوسرے کا نام نکیر ہے - پیغمبر صاحب نے فرمایا ہے کہ قبر باغ ہے جنت کے باغون
مین سے یا ایک گڑھا ہے دوزخ کے گڑھون سے - باعتبار آرام وتکلیف ایسا فرمایا ہے

ف بعض علماء کہتے ہین کہ منکر نکیر دو فرشتے گنہگارون کے واسطے ہین اور نیک بندون کے لئے
مبشر وبشیر ہین مگر یہ نادر ہے حدیث مین انکا ذکر کم پایا جاتا ہے - اور صاحب خلاصہ وبزازی
نے اپنے فتاوی مین تصریح کی ہے کہ دفن کرنے کے بعد سوال نہین ہوتا ہے بلکہ آدمیون کے چلے جانے
کے بعد ہوتا ہے اور اگر میت کو کسی تابوت مین اس نیت سے رکھا کہ یہان سے اوٹھا کر اور کسی جگہ
لیجائینگے تب بھی سوال نہین ہوتا ہے اور جو کسی درندہ نے کھایا تو اوس کے شکم مین سوال ہوگا
اور اصح یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے سوال نہین ہوتا ہے اور اگر ہوتا ہے تو توحید واحوال
امت سے ہوتا ہے بطور تعظیم وتشریف اور اطفال مؤمنین مین اختلاف ہے - اکثر کے نزدیک سوال ہوتا
ہے مگر ملائکہ اس کو تلقین کردیتے ہین یا خدا کی طرف سے الہام ہوجاتا ہے اور سوال اطفال مشرکین اور
اونکے ثواب و عذاب مین امام ابو حنیفہ رح نے توقف فرمایا ہے - محمد بن الحسن کہتا ہے کہ مین یقین کرتا ہون
کہ خدا کسی بیگناہ کو عذاب نہین دیتا ہے - اور جنون سے بھی سوال ہوتا ہے اور امام ابو حنیفہ رح نے
کیفیت ثواب مسلمانان جن مین توقف کیا ہے اور جو جن کہ کافر ہین بالاتفاق معذب ہوتے ہین
اور ابن عبدالبر کہتے ہین کہ کافر مجاہر یعنی جو ظاہر کھلم کھلا کفر کرتا ہے اوس کو بے سوال [illegible]

؎ قیامت کے دن آل فرعون سخت عذاب مین داخل ہونگے ۱۲ ؎ غرق کیے گئے اور داخل کیے گئے آگ مین ۱۲

ہوتے عذاب دیتے ہین اور منافق سے سوال ہوتا ہے اور بعض شارحین سے منقول ہے کہ شہیدون سے جنھون نے اللہ کی راہ مین جان دی ہے اور اس سے جو شب جمعرات کو مرا ہے اور وہ شخص جو ہر روز سورہ ملک پڑھتا ہو یا وہ شخص جو اسہال یا استسقا کی بیماری مین مرا ہو سوال نہین ہوتا ہے اور ترمذی اور ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے کہ سوال مخصوص اس امت غلطی سے ہے کیونکہ اس مین حکمت ہے کہ عالم برزخ مین عذاب پاکر گناہون سے پاک ہو جاوین تاکہ قیامت کو بے گناہ اوٹھین۔ ایسا ہی شرح عقید طحطاوی مین تحریر ہے اور تقسیم کو توقف بھی نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ تیسرا قبرون سے اوٹھنے مین

متن۔ والبعث حق۔ قیامت کے روز اوٹھنا حق ہے۔

شرح۔ خدا تعالیٰ قیامت کو مُردون کو قبرون سے اوٹھاے گا یعنی اونکے اجزاء اصلیہ جمع کر پھر اونمین روح داخل فرمائیگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثم انکم یوم القیمۃ تبعثون یعنی پھر البتہ تم قیامت کے روز اوٹھوگے۔ وقولہ تعالیٰ قل یحییہا الذی انشاھا اول مرۃ یعنی کہدے پھر کر زندہ کریگا اونکو وہ جس نے اونکو اول دفعہ پیدا کیا علاوہ اسکے بہت آیات ناطقہ حشر اجساد مین وارد ہین۔ فلاسفہ کہتے ہین کہ اعادہ معدوم کا بعینہ نہین ہوسکتا سو اونکی دلیل غیر معتمد بہ ہے اور نہ ہمارے مقصود کو مضر ہے۔ غرض ہماری یہ ہے کہ خدا تمام اجزاء اصلیہ انسان کو جمع کر پھر اونمین روح ڈالدیگا چاہے اوسکو اعادہ معدوم کا بعینہ کہو یا نکہو۔

سوال ایک انسان دوسرے انسان کو کھا گیا اور وہ انسان ماکول انسان آکل کا جزو ہو گیا اور یہ بھی مر گیا تو قیامت کو اس کے اجزا دونون مین عود نہین کر سکتے کیونکہ یہ محال ہے ایک کی طرف عود کرینگے تو دوسرا انسان بجمیع اجزا معاد نہین ہوگا پھر تمام اجزا کا جمع ہونا کیونکر ممکن ہوگیا۔

جواب۔ اجزاء اصلیہ باقیہ وہی ہین جو اول عمر سے آخر تک ہو اور اجزاء ماکولہ آکل مین فضلہ ہین نہ اصلیہ اجزاء ماکولہ آکل کے اجزاء اصلیہ نہین بن سکتے۔

سوال - دوبارہ بدن جو بنایا جائیگا وہ اول بدن کی طرح نہین ہوگا - چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے اہل الجنۃ جرد مرد وان الجہنمی ضرسہ مثل احد یعنی اہل جنت جرد و مرد ہونگے [illegible] کہتے ہین کہ جسکے بدن پر بال نہوا مرد وہ ہے جسکے داڑھی نہو اور جہنمی [illegible] اوسکی داڑھ جبل احد کی مانند ہوگی اس قول سے تناسخ پایا جاتا ہے -

جواب - اگر بدل [illegible] اجزاء اصلیہ بدن اول سے ترکیب نہ پاتا جب تناسخ ہوتا البتہ اعادہ روح کا منکر [illegible] کا اور اعادہ روح کے محال ہونے پر کوئی دلیل نہین ہی -

ف - چونکہ تناسخ کا ذکر اس جگہ آگیا ہی اس لئے ابطال تناسخ مین بحث کی جاتی ہی کوئی قائل ہی کہ نفس انسانی منتقل نہین ہوتا ہی گر بدن انسان مین بعض انتقال نفس انسان مین حیوان مین جائز رکھتے ہین بعض نباتات مین بعض جمادات مین - جب نفس انسان کا تعلق بدن انسان سے ہوتا ہی تو نسخ اور جب تعلق بدن حیوان سے ہوتا ہے تو مسخ اور جب تعلق نبات سے ہوتا ہے تو رسخ اور جماد سے ہوتا ہی تو فسخ لیتے ہین - اگر اعادہ روح کو تناسخ کہین تو کچھ مضائقہ نہین ہی - مگر کلام اس مین ہی جیسا کہ اہل ہنود قائل ہین کہ دنیا مین ایک روح ایک جسم عنصری سے متعلق ہو اور پھر بعد رفع ہونے اس تعلق کے دوسرے جسم عنصری سے جو پہلے سے مغائر ہی متعلق ہو جاتا ہے - گویا زمانہ پہلے جسم کا دار العمل ہی اور دوسرا جسم جو اوسی روح کو بعد مفارقت جسم اول ملتا ہے وہ زمانہ دار الجزا ہی - یعنی انسان جیسا عمل کرتا ہی اوس کو جزا سزا اسی دنیا مین تبدل ابدان مین دیجاتی ہے یہ کئی وجہون سے باطل ہے -

(۱) مجرم کو سزا دیتے ہین تو اوس کو اوسکے جرم کی اطلاع دینا ضرور ہی کہ فلان جرم فلان وقت مین کیا تھا اوسکے عوض مین یہ سزا دیجاتی ہی لیکن کوئی انسان اس بات کا علم نہین رکھتا ہے کہ مجکو جو تکلیف لاحق ہی فلان جرم کی وجہ سے ہی جو اس جسم حاصل کرنے کے پیشتر کسی اور جسم سے تعلق رکھنے کی حالت مین سرزد ہوا تھا پھر ایسی بے خبر سزا سے کیا فائدہ ہے -

(۲) یہ کہ کسی آدمی نے ایسا تصور کیا کہ بعد مرگ اوس کو قالب گاو یا شتر کا دیا گیا اور اسکی روح اوس مین ڈالی گئی گویا اوسکے کردار کی یہ سزا تجویز ہوئی مگر اس امر کے تسلیم کرنے مین بھی مدعا نہین نکلتا کیونکہ

ابطال تناسخ

اس قالب گاؤ یا شتر وغیرہ کی تکلیف پانے کے بعد پھر بھی روح کے لئے آرام و راحت کہاں ہوتے
ہیں بعد موت پھر کوئی قالب عنصری دیا جاتا ہے پھر وہ اسی طرح سے جزا سزا پاتا رہتا ہے۔ بھلا یہ کوئی
انصاف کی بات ہے کہ دار العمل اور دار جزا دونوں اسی دنیا میں جسم عنصری کے ساتھ ہوں۔ اور
پس معلوم ہوتا ہے کہ چرند و پرند وغیرہ سوائے انسان کے فکر معاد سے آزاد ہیں حیوانات کو نیکی بدی سے
کچھ واسطہ نہیں وے فکر معاش تو البتہ کسی قدر رکھتے ہیں۔

(۳) اگر تناسخ سے تبدیل ابدان ہو کر انسان اپنے اعمال کی سزا پاتا ہے تو ابتدائے شروع ہستی میں انسان
نے کونسا عمل کیا کہ جسکی وجہ سے جسم انسانی حاصل ہوا اور انواع حیوانات مثل گاؤ و شتر و اسپ
و فیل وغیرہ نے کونسا عمل کیا کہ جس سے ابتدا میں جسم گاؤ و شتر و اسپ و فیل وغیرہ عطا ہوا۔ اصل تو
یہ ہے کہ ہر ایک نوع حیوانات وغیرہ جدا جدا مخلوق ہے۔ جیسا مبدء فیاض سے جسکو جیسا جسم عطا ہوا
اوس کو بس ہے۔ دنیا دار العمل ہے اور آخرت دار الجزا ہے جیسا جو کوئی کرے گا اوسکی جزا سزا قیامت
کو ملے گی۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے الدنیا مزرعة الآخرة تناسخ کے ماننے والے حشر اجساد
کے منکر ہیں۔ یہ اونکی بالکل خام خیالی ہے۔

(۴) قرآن مجید میں خداوند عالم فرماتا ہے [1] وَلَوْ تَرٰى إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ
وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَا كَانُوا يُخْفُونَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوا
لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ وَقَالُوا إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ
وَلَوْ تَرٰى إِذْ وُقِفُوا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ قَالَ أَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۚ قَالُوا بَلٰى وَرَبِّنَا ۚ قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ
بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝ وقوله تعالى [2] وَلَوْ تَرٰى إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُوا رُءُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا
وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ ۔ آیات قرآنی سے بخوبی ثابت ہے کہ اگر تناسخ واقع ہوتا

---

[1] دیکھے تو جسوقت کھڑے کئے جاوینگے اوپر آگ کے پس کہینگے کاش کہ ہم پھیرے جاویں اور نہ جھٹلاویں نشانیاں رب اپنے
کی کو اور ہوویں ہم ایمان والوں سے بلکہ ظاہر ہو گیا جو چھپاتے تھے پہلے اس سے اور اگر پھیرے جاویں تو کریں وہی
جو منع ہوا تھا اونکو اور وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہمکو زندگی نہیں مگر یہی دنیا کی اور ہم کو پھر نہیں اوٹھنا اور کبھی
تو دیکھے جسوقت وہ کھڑے کئے جاوینگے اونکے رب کے سامنے فرماویگا کیا یہ حق نہیں ہے وہ کہینگے کیوں نہیں قسم
ہمارے رب کی فرماویگا چکھو عذاب بدلے اوسکے جو تھے تم کفر کرتے ۱۲ منہ

[2] اور جسوقت دیکھے تو منکر سر
ڈالے ہونگے اپنے رب کے پاس۔ اے رب ہمنے دیکھ لیا اور سن لیا۔ اب ہم کو پھر بھیج ہم کریں عمل اچھے ہم یقین کرنے
والے ہیں ۔۔ ۱۲

توخداتعالی اونکو جواب مین فرماتا کہ تم کیون آرزو پھر جانے کی کرتے ہو تم کو کبھی دفعہ دنیا برتی دیا ہے مگر ایسا نہین فرمایا اور کلام الہی سے یہ بھی صاف طور پر روشن ہی کہ جو تناسخ کے قایل ہین وہ حشر اجساد کے منکر ہین اسلئے جو پڑھکر دیکھتا ہی وہ لوگ قیامت کو یقین کرلین ایسے کہ بشیا قد نقطا پڑھے طوالت کی گنجایش نہین ہی اس لئے اسیقدر دلائل معقول و منقول ارباب دانش لوگون کو کافی ہین اور بعث سے مراد یہی ہی کہ قیامت کے روز خداتعالی مُردون کو زندہ کرکے قبرون سے اوٹھاوینگا۔ چنانچہ شرع مین اسکی خبرآچکی ہی۔ بلکہ خداتعالےنے پہلی پہل مخلوق کو پیدا کیا تو پھر دوبارہ مردون کو زندہ کرنے مین کچھ تعجب نہین ہی وہ خالق قادر ہی۔ کقولہ تعالیٰ وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ[1] اور حقیقت مین تخم آدمی زاد کو کہ منشاء انبعاث نشو و نما اوسکا ہو باقی رکھین کہ جسکو عجب الذنب[2] کہتے ہین اور زمین مین پنہان کرتے ہین چنانچہ گھاس تکمیل مین باران برسنے کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہی اسیطرح آدمی بھی اُس روز پیدا ہو جاوینگے۔ حدیث مین آیا ہی کہ قیامت کو قصاص خلایق کا ایک دوسرے سے لیا جاویگا یہانتک کہ سینگ دار بکری سے کہ بے سینگ والی کو مارا ہی بلکہ ایک چیونٹی کو ناحق ستایا ہی اس سے بھی قصاص لیا جاویگا بعض علما کے نزدیک طفل سے بھی قصاص لیوینگے اور بعد قصاص کے حیوانات معدوم کئے جاوینگے اور جو جانور کہ ذبح ہو کر کھائے گئے ہین وہ بہشت کی خاک بنائے جاوینگے اور بعث و نشو نفخ صور کی وجہ سے ہوگا ابتدا قیامت مین صور پھونکا جاویگا کہ جس سے زمین و آسمان مین ہول و دہشت طاری ہوگی اور تمام جاندار مرجاوینگے کقولہ تعالے وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ[2] وقولہ تعالے۔ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ[3] پھر دوبارہ صور پھونکا جاویگا کہ جس سے مُردے قبرون سے زندہ ہو کر اوٹھینگے

---

[1] اور وہی ہے کہ پیدا کیا خلق کو پھر زندہ کریگا اوس کو اور وہ بہت آسان ہے اوسپر ۱۲ منہ

[2] اور جسدن پھونکا جاویگا نرسنگا پس ڈر جاویگا جو کوئی آسمان اور زمین مین ہی مگر جسکو خدا نے چاہا ۱۲ منہ

[3] اور پھونکا جاویگا صور پس بیہوش ہو جاویگا جو کہ آسمانون اور زمین مین ہے مگر جسکو خدا چاہے وہ بیہوش نہ ہوگا۔ ۱۲ منہ

[2] ریڑہ کی ہڈی ۱۲

اور منتشر ہونگے۔ اللہ پاک فرماتا ہے ثم نفخ فیہ اخری فاذا ھم قیام ینظرون[1] اور فرماتا ہے
ونفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الی ربھم ینسلون[2] فاصلہ درمیان دو نفخۂ صور کے
چالیس برس کا ہوگا اور تعمیم من فی السموات ومن فی الارض سے معلوم ہوا کہ اثر اس فزع وصعق
کا تمام اہل زمین و آسمان کو ہوگا یعنی جن وانس وملائکہ کو باستثنا الا من شاء اللہ سے
جبرئیل ومیکائیل واسرافیل وعزرائیل وحور وخزنہ وحاملان عرش وشہدا مراد ہین اور کبھی نفخۂ
احیا کو قیامت کہتے ہین اور زمان دراز سے مراد لیتے ہین اور ابتداے مرگ سے دخول جنت
تک روز قیامت ہے اور حقیقت مین نظر غور سے دیکھین تو ہر روزہ آدمیون پر یہ حال گزرتا ہے چنانچہ
شرع مین خبر ہے جبکہ شام ہوتی ہے اور اپنے گھرون آکر سو جاتے ہین یہ بمنزلہ مرگ ہے یہان اثر
نفخۂ اول کا ظاہر ہوتا ہے اور جب صبح ہوتی ہے اور سب بے اختیار بیدار ہو جاتے ہین اور
اوٹھکر منتشر ہوکر کاروبار کرتے ہین یہان اثر نفخۂ بعث ونشور کا ظاہر ہوتا ہے واللہ اعلم۔

مسئلہ چوتھا میزان مین

م۔ والوزن حق۔ یعنی تولنا اعمال بندون کا قیامت کو حق ہے۔

ش اللہ پاک فرماتا ہے۔ والوزن یومئذ الحق یعنی وزن اُس روز حق ہے عبارت میزان
سے یہ ہے کہ جس سے اعمال کی مقادیر معلوم ہوسکے گر اوسکے ادراک کی کیفیت سے عقل قاصر ہے

سوال۔ اعمال تو از قسم اعراض ہین اگر اونکا اعادہ ممکن بھی ہوا تو وزن نہین ہوگا کیونکہ خدا
کو معلوم ہے پھر وزن کرنا عبث ہے۔

جواب (۱) حدیث مین آیا ہے کہ نامۂ اعمال تولے جائینگے دوسرے اس وزن مین حکمت ہے
کہ بندون پر ایک دوسرے کا حال ظاہر ہوجاوے اور جان لین کہ فلان کے اعمال ایسے ہین اور
فلان کے ایسے۔

ف۔ میزان کا مفصل طور پر علم خداوند عالم کو ہے بروایت سلمان رض عنہ مروی ہے کہ اگر ایک
پلہ مین زمین و آسمان اور جو کچھ اوس مین ہے سب رکھدین تو سما جاوین اور نیکی کا پلہ عرش کے
سیدھی طرف جنت کے مقابل ہوگا اور بدی کا پلہ عرش کے بائین طرف دوزخ کے مقابل ہوگا

---

[1] پھر پھونکا جائیگا بیچ اوسکے دوبارہ پس ناگہان وہ کھڑے ہونگے دیکھین گے ۱۲ منہ [2] اور پھونکا
جاویگا صور مین ناگہان وہ قبرون سے اپنے رب کی طرف دوڑینگے ۱۲ منہ [3] جمع جدث اسی در روضۂ جنت ۱۲

الغرض میزان کی تعریف یہ ہے کہ جس سے کمی وبیشی کا اندازہ معلوم ہوسکے اور دنیا مین اسکی کئی مثالین موجود ہین - ترازو آسطرلاب - مسطر - علم عروض علم موسیقی - ترازو سے ہلکی بھاری چیزون کا وزن معلوم ہو جاتا ہے - آسطرلاب سے آفتاب کی حرکت کا اندازہ جانا جاتا ہے - مسطر سے خطون کی مقدار پہچانی جاتی ہے - عروض سے حرفون کی حرکات معلوم ہو جاتی ہین اور کلام کا وزن کیا جاتا ہے - علم موسیقی سے آوازونکی مقدار معلوم کیجاتی ہے سو خدا تعالی کو اختیار ہے کہ قیامت کے روز میزان حقیقی کو ترازو کی شکل پر متمثل کرے اور اعمال نامون کو یا اعمال حسنہ یا سیئہ کو مجسم کر اُس مین وزن کر دکھائے یا میزان حقیقی کو کسی اور شکل خیالی یا حسی پر متمثل کردے - بہرحال جب میزان سے زیادتی ونقصان کا اندازہ ہوگا اوسکی تصدیق واجب ہے کقوله تعالےٰ[1] وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا صراحتاً وزن ہونے پر دال ہے - موازین جمع میزان کی - آیت مین یا تو باعتبار تعداد میزان کے کہے یا باعتبار تعداد اوزان کے ہے واللہ اعلم -

مسئلہ پانچوان نامۂ اعمال مین

عم - والکتاب حق - یعنی نامۂ اعمال حق ہے -

ش - نامۂ اعمال اوس کو کہتے ہین کہ جس مین بندونکی نیکی اور بدی لکھی ہوئی ہون قیامت کو نامۂ اعمال مومن کو سیدہے ہاتھ مین دئے جائینگے اور کافرون کو بائین ہاتھ مین پیٹھ کے پیچھے اسطرح سے کہ کافر کا اولٹا ہاتھ پشت پر چپکا وین یا سینہ چیر کر پشت کی طرف نکالا جاویگا تاکہ مومن اور کافر مین تمیز ہو - خدا تعالی فرماتا ہے[2] وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا وقوله تعالےٰ[3] فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهُ بِيَمِيْنِهِ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا اور اس جگہ مصنف رح نے حساب کا ذکر اسواسطے بیان نہین کیا کہ مراد کتاب سے حساب ہے جبکہ کتاب حق ہے تو حساب بھی حق ہے -

---

[1] رکھین گے ہم ترازوئین انصاف کی قیامت کے روز پھر ظلم نہ ہو گا کسی پر ایک ذرہ ۱۲ منہ
[2] اور نکالین گے ہم بندے کے واسطے قیامت مین کتاب ملی کی اوس کو کھلی ہوئی - ۱۲ منہ
[3] جسکو سیدہے ہاتھ مین نامۂ اعمال دیا جائیگا اوسکا حساب آسان ہو گا - ۱۲ منہ

ف - نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ مین مطیع کو دئے جاینگے اور گنہگار بھی اس مین شامل ہین۔ بعض کہتے ہین کہ گنہگارون کو بھی اولٹے ہاتھ مین دیوینگے ولیکن بعد اجرای وعید یا دوزخ سے نکال لینے کے بعد سیدھے ہاتھ مین دینگے اور ایسا بھی آیا ہی کہ نہ سیدھے ہاتھ نہ اولٹے ہاتھ مین دینگے بلکہ سامنے سے دکھاینگے یا بالکل نہ دینگے بلکہ اس مین جو لکھا ہوگا اوس کے روبرو پڑھکر سناوینگے الحاصل احوال عاصی اس بارہ مین موقوف ہی اور قرآن مین ذکر نہین ہے مگر جسقدر بطریق اجتہاد و استنباط علمانے لکھا ہے یہان درج کیا گیا ہی۔

مسئلہ چھپا سوال آخرت مین

م - والسوال حق (سوال آخرت حق ہے)

ش - دریافت کرنا خداوند عالم کا قیامت کے روز بندون سے کہ کیا کیا نیک و بدکام کئے ہین حق ہی حدیث شریف مین آیا ہی کہ اللہ پاک قریب کریگا مومن کو اور اوسپر حجاب رحمت ڈالکر اسطرح پوچھے گا کہ کسی کو خبر نہ ہوگی کہ تو نے دنیا مین یہ گناہ کیا تھا وہ خدا کے سامنے اقرار کریگا اور خیال کریگا کہ اب مین ہلاک ہوا اللہ پاک فرماویگا کہ جسطرح مین نے دنیا مین تیرے گناہون کو پوشیدہ کیا تھا آج اپنی رحمت سے بخشتا ہون پھر نامہ اعمال نیکی کا اوس کو عطا ہوگا اور کافر اور منافق کو خداوند عالم سب مخلوق کے سامنے فضیحت کریگا کہ دیکھو انھون نے دنیا مین ایسے کام کئے تھے۔ لعنت اللہ علی الظالمین۔

ف - حدیث مین وارد ہی کہ اول حساب جبرئیل امین سے ہوگا کہ امانت وحی کو انبیا کو کسطرح پہونچائی۔ بعض احادیث سے پایا جاتا ہے کہ پہلے سوال لوح محفوظ سے ہوگا اور لوح محفوظ کو حاضر کرین گے وہ ہیبت کبریائی سے تھرانے لگے گا پوچھا جاویگا کہ تو نے تبلیغ علوم جبرئیل کو کسطرح کی ہے اور کون گواہ ہے وہ عرض کریگا کہ گواہ اسرافیل ہی اسرافیل کو حاضر کرین گے پھر پیغامبر علیہم السلام حاضر ہونگے اور تبلیغ وحی و امانت رسالت سے پوچھے جاینگے اور تمام ہیبت اور عظمت سوال کبریائی سے کانپینگے۔ پہلے عبادات مین نماز کا سوال ہوگا اور معاملات مین خون کا۔ حسنات ظالم مظلوم کو دئے جاینگے اور سیئات مظلوم کے ظالم کو۔ روایت ہے کہ

کہ سات سو مقبول نمازین ایک دانگ یعنی ۶ رتی مال کے عوض مین مجھ جاوینگی اور بعض روایات مین آیا ہے کہ جسکو ستر پیغمبرون کا ثواب ملا ہوگا اور کوئی اوسپر نصف دانگ مانگتا ہوگا وہ بہشت مین نہ جانے پاویگا جب تک کہ وہ مانگنے والا راضی نہ ہوگا اور جب خدا چاہے گا کہ اوس کو راضی کرے تو اوس کو حکم فرمائیگا کہ تو بہشت خرید سکتا ہی وہ عرض کریگا کہ بار الہ میرے پاس اسقدر قیمت کہان ہی کہ جو خرید کرون حکم فرمائیگا کہ تو خرید سکتا ہی اگر تو اس بھائی مسلمان کو اپنا حق بخشدے جو تو مانگتا ہے تو مین تجھکو بہشت مین جانے کی اجازت دیتا ہون پس وہ یہ حکم سنکر شاد ہو جائیگا اور اس کو بخشدیگا ؎ اگر در دہر یک صلائے کرم ❊ عزازیل گوید نصیبے برم ❊ بہ تہدید گر برکشد تیغ حکم ❊ بمانند کروبیان صم و بکم ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

مسئلہ ساتوان حوض کوثر مین

م - والحوض حق - یعنی حوض کوثر کا ہونا حق ہے -

ش - اللہ پاک فرماتا ہی انا اعطیناک الکوثر یعنی ہمنے تجکو کوثر عطا کیا - اور حدیث مین آیا ہی کہ میرے حوض کی مسافت ایک مہینہ کا راستہ ہی اور گوشے اوسکے برابر ہین پانی اوسکا سفید دودہ سے زیادہ - خوشبو اوسکی مشک سے عمدہ اور اوسپر کوزے ستارون سے زیادہ رکھے ہوئے ہین جو کوئی اوس مین سے پانی پی لے پھر کبھی پیاسا نہ ہو -

ف - ایک مہینہ کی مسافت کا ذکر باعتبار فراخی و وسعت فرمایا ہی نہ باعتبار پیمایش - حدیث مین آیا ہے کہ ساقی کوثر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہونگے -

مسئلہ آٹھوان پل صراط مین

م - والصراط حق - (پل صراط حق ہے)

ش - صراط ایک پل ہی کہ دوزخ کی پشت پر قیامت کے روز رکھا جائیگا بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہوگا - جنتی اوسپر سے عبور کر جائینگے اور دوزخی کٹکر دوزخ مین گر جائینگے اکثر معتزلہ اس بات کو نہین مانتے کہ ایسے باریک شی پر عبور ممکن نہین ہی اگر عبور ممکن ہو تو مومنون کو ایک قسم کی تعذیب ہی - جواب اسکا یون دیا ہی کہ خدا قادر ہے کہ عبور اوسپر ممکن کردے اور

مومنون پر آسان کردے حدیث مین آیا ہی کہ بعض مومن مثل بجلی کے نکل جائینگے بعض مانند ہوا کے اور بعض اسپ تیز رو کی طرح چلے جائینگے۔

ف۔ پلصراط کی باریکی بال سے بھی زیادہ ہی بلکہ اوسکو خط ہندسے کی طرح جاننا چاہیے۔ چنانچہ سایہ اور دہوپ کے درمیان خط فاصل ہوتا ہے کہ جسکا عرض کچھ نہین ہوتا وہ ایک خط متوسط ہی نہ دہوپ مین نہ سایہ مین پس جس نے دنیا مین سب کام اعتدال کے ساتھ کئے ہین وہ اوسپر برابر چلا جائیگا اور کسی جانب کو نہ جھکے گا اور خط مستقیم کی اہل ہندسہ بھی تعریف کرتی ہین کہ جسکا عرض نہ ہو۔ اللہ پاک فرماتا ہے۔ وان منکم الا واردھا یعنے تمسے کوئی نہین مگر پل دوزخ یعنی صراط پر وارد ہونے والا۔ اور مخبر صادق نے فرمایا ہے عظموا ضحایاکم فانھا علی الصراط مطایاکم یعنی اپنی قربانیون کو فربہ کرو کہ وہ پل صراط پر تمھاری سواریان ہونگی۔

مسئلہ نوان جنت و دوزخ مین

م۔ جنت اور دوزخ حق ہین اور وہ دونون مخلوق اور موجود ہین اور اونکو ہمیشہ بقا ہے اور اہل اونکے فنا نہین ہونگے۔

ش۔ جنت اور دوزخ کے ثبوت مین بہت آیات واحادیث وارد ہین اور اوسکی تعریف مین آیا ہی کہ عرض اونکا آسمانون اور زمین کی مانند ہوگا۔ معتزلہ کہتے ہین کہ جنت اور دوزخ کو خدا قیامت کے دن پیدا کریگا مگر یہ باطل ہی کیونکہ آدم و حوا علیہما السلام کا قصہ جنت مین رہنے کا قرآن مین آچکا ہے قولہ تعالے واسکن انت وزوجک الجنۃ الخ یعنی تو اور تیری زوجہ جنت مین رہو۔ دوسری جگہ پھر فرماتا ہے اعدت للمتقین واعدت للکافرین یعنی جنت متقیون کے واسطے اور دوزخ کافرون کے واسطے بنائی گئی ہے۔

سوال۔ خدا فرماتا ہی اکلھا دائم یعنی جنت کے میوے ہمیشہ رہین گے اگر جنت اسوقت موجود ہے تو اوسکے میوے ہلاک ہو جاوینگے اور ہمیشہ نہین رہین گے کیونکہ اللہ پاک فرماتا ہی کل شیء ھالک الا وجھہ یعنی سب چیزین ہلاک ہونگی مگر ذات خدا باقی رہے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنت کے میوے اور جنت قیامت کو پیدا کی جاوے گی۔

جواب - جنت کے میوے اس اعتبار سے ہمیشہ رہین گے کہ جب وہ فنا ہو جاوینگے تو اوسکے
بدلے اور پیدا ہو جاوینگے پس اس سے آیات مین مطابقت ہوگئی اور علاوہ اسکے وجود امکانی
وجود واجبی کی نسبت بمنزلہ عدم ہے اور مومن جنت مین اور کافر دوزخ مین ہمیشہ رہین گے۔
خدا فرماتا ہے خالدین فیہا ابدا۔

ف- جنت اور دوزخ کے بارہ مین جیسا کہ شارع نے خبر دی ہی حق ہے جنت کے بارے مین
ایسا کہتے ہین کہ چوتھے آسمان پر ہی یا ساتوین آسمان پر ہے اور دوزخ زمین کے نیچے اور
بقولے آسمان پر- الحاصل انکے تعین مکان کا خدا کو علم ہے - اکثر کے نزدیک بہشت عرش کے
نیچے ہے اور دوزخ زمین کے نیچے اور بہشت کا عرض آسمانون اور زمین کی مانند فرمایا یہ
اوسکی وسعت کی تمثیل ہی کیونکہ دنیا مین اس سے زیادہ کوئی وسعت کی مثال نہین ہی در اصل انکی
حدود اور وسعت کا خدا کو علم ہی اور بہشت و دوزخ اور اونمین رہنے والے فنا نہ ہونگے مراد اس سے
یہ ہے کہ ایک مرتبہ کسیوقت تک مردہ ہو کر زندہ ہونگے پھر اونکو حیات اور بقا ابدی ہی اور موت
کے روز موت کو مینڈھے کی شکل مین لاکر لوگون کے روبرو ذبح کردیجائے گی وخلقتکم للابد
اسی طرف اشارہ ہی- جنت مین لذتین محسوسہ ملنے کا وعدہ ہی چنانچہ عمدہ عمدہ مکانات اور میوہ جات
اور حور و غلمان اور سونے چاندی کے برتن وغیرہ وغیرہ سب کی تصدیق واجب ہی کیونکہ یہ سب ممکن ہین
عطاے الہی اور بندونکی خواہشین متمثل ہین بلکہ ہر شخص کی خواہش ایک صورت پر ظہور کرے گی-
حدیث مین آیا ہے کہ مین نے ایک حور گندم رنگ سرخ لب دیکھی جبرئیل سے پوچھا یہ کون ہی اونھون نے
جواب دیا کہ جعفر ابن ابیطالب کی اسی عورت سے نہایت رغبت خدا کو معلوم ہوئی تو اس کو اس شکل
مین ظاہر کردیا- اور یہ لذتین یا تو حسی ہونگی یا خیالی یا عقلی-

(۱) لذت حسی تو ظاہر ہے جیسے اس عالم مین ہے ویسے ہی اس عالم مین ہوگی کیونکہ اس عالم مین
روح کا اعادہ جسم کی طرف ہونے پر ان لذات حسیہ کا امکان بخوبی ثابت ہوتا ہے-

(۲) لذت خیالی جیسا کہ خواب مین مگر خواب کی لذتین جلد منقطع ہونے کے سبب کچھ اعتبار نہین
رکھتین اگر ہمیشہ رہتین تو لذت حسی اور خیالی مین کچھ فرق نہ ہوتا کیونکہ انسان کا لذت یاب ہونا

جب ہی ہوتا ہے کہ خیال اور حِس مین صورت نقش پذیر ہوتی ہے قیامت کو بہشت مین جس چیز کو جسکا دل چاہے گا اور اُسکا جب وہ خیال کریگا تو وہ چیز اوسکے خیال مین نقش ہوجائیگی اور اوسکے خیال مین نقش ہونے کا سبب اوسکی خواہش ہوگی پھر خیال باعث ہوگا دیکھ لینے کا یعنی قوت باصرہ مین وہ شی نقش ہوجائے گی پس اوس کو اوسکی لذت حاصل ہوجائے گی۔

(۳) لذت عقلی۔ ضرور ہے کہ یہ محسوسات لذات عقلی کی مثالین ہون جو محسوس نہین ہین کسی نے خواب مین سبزی اور پانی اور خوش شکل نہرین دودھ اور شہد اور شراب کی بھری ہوئین اور موتیون اور جواہرات کے مکانات دیکھے اب اوسکی تعبیر خوشی کے ساتھ کئی طرح پر کی جاویگی۔ بعض سے لذت ملک و دولت و حکومت بعض سے فتح و غلبہ اعدا پر اور بعض سے دوستون سے ملاقات مراد لیجائے گی۔ لذات عقلی کو بھی ایسا ہی تصور کرنا چاہئے اگرچہ وہ لذتین نہ آنکھ نے دیکھین نہ کان نے سنین نہ کسی کے دل پر اوسکا خیال گذرا۔ الحاصل جو جس مرتبہ کا ہوگا اوسکو اوسی مرتبہ کی لذت و نعمت عطا ہوگی خدا کی قدرت کا احاطہ قوت بشری سے نہین ہوسکتا۔ جبقدر مخبر صادق نے سمجھایا اوس کو سچ جاننا چاہئے۔ جنت مین سب سے زیادہ لذت تجلی دیدار الٰہی سے حاصل ہوگی جسکی کیفیت دریافت کرنے مین عقل قاصر ہے۔ ہر روز نئی نئی نعمتون حق تعالے سے مسرور ہوگا کہ جسکی کنہ حقیقت خدا کے سواے دوسرا نہین جانتا۔ خداوند عالم فرماتا ہے فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین[1]۔ اسی طرح بندون کے اعمال قبیحہ دوزخ مین طوق و زنجیر و زقوم کی شکل مین آکر باعث تکلیف و ایذا ہونگے دل کی سیاہی جہنم کی اندھیری ہوکر تکلیف دیگی۔ سید احمد خانصاحب نے تفسیر احمدیہ مین صفحہ ۴۲ پر تحریر فرمایا ہے۔ پس بہشت کی کیفیت یا لذات کا جسکو قرۃ اعین کے ساتھ تعبیر کیا ہے بیان کرنا گویا خدا ہی اوسکا بیان کرنا چاہے محال سے بڑھکر محال ہے۔ اور محال ہونے پر یہ دلیل فرمائی ہے۔

قولہ انسان مطابق اپنی فطرت کے اونہین چیزون کو سمجھ سکتا ہے اور اونہین کا خیال اوس کے دل مین آسکتا ہے جو اوس نے دیکھی یا چھوئی یا چکھی یا سونگھی یا قوت سامعہ سے محسوس کی ہون اور بہشت کی جو قرۃ اعین یعنی راحت یا لذات ہے جس کو نہ انسان نے دیکھا نہ چھوا ہے نہ سونگھا ہے نہ قوت

---

[1] کوئی نہیں جانتا ہے کہ کیا چھپا رکھی ہے اونکے واسطے آنکھون کی ٹھنڈک یعنی راحت سے ۱۲ منہ

سامعہ سے اوسکا حس کیا ہے پس فطرت انسانی کے مطابق انسان کو اوسکا بتلانا ناممکن ہے۔
سبحان اللہ کیا خوب دلیل ہے کوئی عقلمند اس بات کو تسلیم نہین کرتا کہ انسان کو اونھین کا علم ہے جو حواس
خمسہ سے محسوس ہین بہت سی چیزون کو ہم قطعی طور پر جانتے ہین اور وہ حواس خمسہ سے محسوس نہین ہین
چنانچہ مجردات جیسے عقل و نفس۔ محبت و عداوت۔ حدوث و قدم۔ وجود ملائکہ و خدا تعالی کی ذات
اور اپنی روح کا موجود ہونا وغیرہ وغیرہ یہ چیزین نہ آنکھ نہ کان نہ ذائقہ نہ سامعہ نہ لامسہ سے
محسوس ہین اور ہم کو انکا علم ہے۔ غایۃ الامر یہ بات لازم آوے گی کہ جنت کی جسقدر کیفیات ہونگی او
حقیقت کوئی نہین جانتا نہ یہ کہ اون اشیاء جنت کی حقیقت کسی کو معلوم نہین۔ دیکھو پیغمبر صاحب کو
جسقدر بذریعہ وحی والہام معلوم ہوا اون کو آپ نے بیان فرمایا ہے اور جن اشیا کا علم خدا نے
نہین دیا اونکو بیشک کوئی نہین جانتا۔ انتہی یہ بات کہہ سکتے ہین کہ اوس کے بیان سے انسان
عاجز ہو سکتا ہے نہ کہ خدا جو کہ توانا اور قادر اور خالق ہمہ اشیا کا ہے۔ معاذ اللہ عن ذلک۔
(وتعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا) واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم (کذا فی مقدمہ
تفسیر حقانی صفحہ ۶۹) اور بہشت کی نعمتون کے بارے مین حدیث مین ایسا بھی آیا ہے کہ بہت
نعمتین ایسی ہین کہ نہ اونکو کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی نہ کسی کے دل پر اوسکا خیال گزرا
خدا نے اونکو کسی حکمت اور مصلحت سے پوشیدہ کیا ہے اور اوسکی تفصیل بیان نہ فرمائی نہ یہ کہ خدا
بیان کرنے مین عاجز ہے۔ حاصل کلام شارع کے حکم اور کلام اور حکمت اور مصلحت کے مقابل ہماری
عقلی دلیل بالکل لوچ اور بے اصل ہے کیونکہ ہمارا فہم ان مطالب عالیہ تک نہین پہونچ سکتا ؎

کار استدلالیان چوبین بود ✤ کار چوبین سخت بے تمکین بود ✤ گر باستدلال کار دین بدے ✤
فخر رازی رازدار دین بدے ✤ ✤ ✤

بیان اعراف

اعراف اوس مکان کا نام ہے کہ بہشت اور دوزخ کے درمیان ہے نہ وہ خوبی اور لطافت و راحت
مین بہشت کی مانند ہے اور نہ وہ محنت اور سختی اور تکلیف مین دوزخ کی طرح ہے بعض بزرگون سے
منقول ہے کہ خدا پاک نے اوس کو کافرون کے بچون کے واسطے اور اون لوگون کے واسطے جو

جو درمیان زمان دو پیغمبرون کے ہوتے ہین (کہ اونکو نہ اول پیغمبر کی پوری طرح پر ہدایت پہونچی
نہ پچھلے نبی پیدا ہونے تک زندہ رہے) بتایا ہی۔ امام سبکی فرماتا ہے کہ مین نے قول اعراف کو
حدیث مین نہ پایا۔ اور قرآن مین جو فرمایا ہے وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماہم
مراد اعراف سے بلندی پر دون اور اُس دیوار سے ہے کہ بہشت اور دوزخ کے درمیان ہوگا اور
وہان انبیا اور شہدا اور اخیار اور علماے مومنین کھڑے ہونگے یا ملائکہ بشکل انسان اہل بہشت
اور دوزخ کو علامت پیشانی سے پہچانکر اوس سے خطاب کرینگے۔

شعاع دوم مشتملبر شتات مسائل

مسئلہ اول۔ گناہ کبیرہ مومن کو ایمان سے نکالکر کفر مین داخل نہین کرتا۔

م۔ گناہ کبیرہ مومن بندہ کو ایمان سے خارج کر کفر مین داخل نہین کرتا ہی۔

ش۔ گناہ کبیرہ مین بہت سی روایات مختلفہ ہین۔ ابن عمر سے روایت کی گئی ہی کہ گناہ کبیرہ نو ہین
الله کے ساتھ شریک کرنا۔ کسی کو ناحق قتل کرنا۔ زنا کی تہمت کسی محصنہ پر لگانا۔ زنا کرنا۔ لشکر جہاد
مین سے فرار ہونا۔ جادو کرنا۔ یتیم کا مال کھاجانا۔ ایماندار مان باپ کی نافرمانی کرنا۔ اور اونکو
ستانا۔ حرم یعنی مکہ شریفہ مین گناہ کرنا یا اُس فعل کا ارتکاب کرنا جو وہان منع ہی۔ علاوہ اسکے اور بھی
علماے دین نے شمار کئے ہین۔ بیاج کھانا۔ چوری کرنا۔ نشہ پینا۔ سور کا گوشت کھانا۔
جھوٹی گواہی دینا۔ بے عذر کسی کی گواہی ندینا اور چھپانا۔ رمضان کا روزہ بے عذر شرعی توڑ دینا
نماز نہ پڑھنا۔ بے وقت نماز کرنا۔ مال کی زکوۃ ندینا۔ جھوٹی سوگند کھانا۔ قطع رحم کرنا یعنی
اپنون سے بگاڑنا۔ تولنے مین خیانت کرنا۔ مسلمانون کے ساتھ ناحق لڑائی کرنا۔ خاوند کا
عورت پر ظلم کرنا۔ خاوند جورو کے درمیان جدائی کرانا۔ صحابہ کو گالیان دینا۔ رشوت لینا۔
بادشاہ یا حاکم کے پاس چغلخوری کرنا۔ اہل علم اور قرآن کی اہانت کرنا۔ امر معروف اور نہی منکر کو
باوجود قدرت ترک کرنا۔ قرآن کو پڑھکر بھول جانا۔ کسی جاندار کو آگ مین جلانا۔ عورت کو خاوند
کی نافرمانی کرنا۔ مغفرت خدا سے ناامید ہونا۔ خدا کے عذاب سے بے خوف ہونا۔ اور جمیع

ملہ اور اوپر اعراف کے مرد ہونگے پہچانتے ہین ہر ایک کو اوسکی نشانی سے ۱۲ منہ

شے مثل انکے ہو کبیرہ ہے اور جسپر شرع مین وعید وارد ہوا ہے وہ بھی گناہ کبیرہ ہے اور صغیرہ پر مداومت واصرار کیا جاوے تو وہ بھی گناہ کبیرہ ہوجاتا ہے۔ حاصل کلام کبیرہ کفر نہین ہے اور بندے کو ایمان سے خارج نہین کرتا۔ بسبب بقاء تصدیق کہ وہ حقیقت ایمان ہے۔ معتزلہ کہتے ہین کہ مرتکب گناہ کبیرہ نہ مومن ہے نہ کافر درمیان کفر و ایمان ایک مرتبہ قایم کرتے ہین اور اعمال کو جزو حقیقت ایمان سے جانتے ہین۔ خوارج کے نزدیک مرتکب کبیرہ بلکہ صغیرہ بھی کافر ہے یہ کہنا انکا بالکل باطل ہے ہم اپنے دعوی کے ثبوت مین تین دلیلین بیان کرتے ہین۔

(۱) ہمنے بیان کیا کہ حقیقت ایمان تصدیق قلبی ہے پس بندہ مومن اُس سے نہین نکلتا ہے مگر اُس وقت کہ تصدیق قلبی جاتی رہے اور مجرد اقدام کبیرہ بسبب غلبۂ شہوت یا پاسداری۔ یا عار یا شیخی کرنا اور خوف عقاب اور امید عفو اور ملزم توبہ بھی ساتھ ہو تو تصدیق کو منافی نہین ہے۔ ہان جب کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال جانکر کرے گا تو کافر ہوگا۔ کیونکہ یہ علامت تکذیب کی ہے اور ایسی حالت مین تصدیق قلبی نہین پائی جاتی ہے یا دلالت شرعیہ سے کفر ثابت ہوتا ہو جیسے بتون کو سجدہ کرنا۔ اور مصحف شریف کا پلیدی مین پھینکدینا۔ اور کفر کے کلمے زبان سے نکالنا صریح کفر ہے اس لئے اسکی تصریح کی گئی ہے۔ ایمان عبارت ہے تصدیق سے اور اقرار شرط ہے اور مومن مصدق کافر نہین ہوگا جب تک تکذیب یا شک اوسکی تصدیق پر ثابت نہو۔

(۲) احادیث اور آیت مین مومن پر عاصی کا اطلاق ثابت ہے۔ کما قال اللہ تعالی[1] یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی وقولہ تعالی یا ایھا[2] الذین امنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا وقولہ تعالی وان[3] طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا الایۃ چنانچہ اسی طرح اور بہت جگہ ذکر ہے۔

(۳) جو اہل قبلہ مرتکب گناہ کبیرہ بدون توبہ مر جاوے اور لوگ اوسکے افعال سے واقف ہون تو اوسکے واسطے دعا اور استغفار کرنے پر اجماع زمانہ سرور کائنات سے آجتک چلا آتا ہے البتہ کافر کے لئے جائز نہین ہے۔

---

[1] اے ایمان والو حکم ہوا تمپر بدلا برابر مارے گیو مین ۱۲ [2] اے ایمان والو توبہ کرو اللہ کی طرف صاف دل کی توبہ [3] اور اگر دو فرقے مسلمانون کے آپس مین لڑین تو ان مین ملاپ کرو ۱۲ منہ

معتزلہ بھی دو دلیل پیش کرتے ہین اسپر کہ مرتکب کبیرہ نہ مومن ہی نہ کافر بلکہ وہ فاسق ہی۔

(۱) اہل سنت فاسق پر مومن کا اطلاق کرتے ہین اور خوارج کافر کا اور حسن بصری منافق کا پس مرتبہ فسق کا درمیان کفر اور ایمان کے ہے۔

(۲) قرآن سے پایا جاتا ہے کہ فاسق مومن نہین ہی۔ کما قال اللہ تعالے [۱] افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوٗن مومن کو فاسق کے مقابل بیان فرمایا ہی وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم [۲] لا یزنی الزانی وھو مومن وقولہ علیہ السلام [۳] لا ایمان لمن لا امانۃ لہ اور نہ وہ کافر ہے کیونکہ اہل امت اوسکو قتل نہین کرتے اور نہ اوسپر احکام مرتد کے جاری کرتے اور مسلمانون کے گورستان مین اوس کو دفن کرتے ہین پس صاف ظاہر ہے کہ مومن اور کافر کے درمیان ایک درجہ اور ہے۔

جواب اسکا یہ ہی۔ اول تو سلف سے کوئی درمیانی مرتبہ کا قائل نہین ہی اور آیہ مین جو لفظ فاسق کا آیا ہے اوس سے کافر مراد ہے نہ گنہگار اور حدیث مین جو فرمایا ہے وہ بسبیل تغلیظ اور مبالغہ اور زجر و توبیخ ہے اور ہم پہلے آیت لکھ چکے ہین کہ جس مین مومن پر عاصی کا اطلاق ہوا ہے اور اب پھر ہم حدیث پیش کرتے ہین۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ ان الفاسق مومن حتی قال لابی ذر لما بالغ فی السوال وان زنی وان سرق علی رغم انف ابی ذر یعنی رسول اللہ سے ابوذر نے سوال کیا کہ اگر کسی نے زنا کیا تب بھی مومن ہی آپ نے فرمایا ہان پھر سوال کیا کہ اگر چوری کی تب پھر فرمایا کہ ہان۔ اگر ابی ذر ناک رگڑے تو بھی مومن ہی۔ پس اس سے سب شبہات رفع ہوگئے اب خوارج کی دلیل کسیقدر درج کر اوسکا بھی رد لکھا جاتا ہے۔

خوارج کہتے ہین کہ فاسق کافر ہی کما قال اللہ تعالے [۴] ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون۔ وقولہ تعالے [۵] ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون پس کافر فاسق ایک ہین۔ وقولہ علیہ السلام [۶] من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر اور عذاب کافر کے لئے مخصوص ہی

[۱] کیا پس جو شخص ہو ایمان والا مانند اوسکی ہی نافرمان نہین برابر ہوتے ۱۲ [۲] نہین زنا کرتا ہی زانی ورآنحالیکہ وہ مومن ہو ۱۲ [۳] نہین ایمان ہی واسطے اوسکے جو امانت دار نہین ہے ۱۲ [۴] جو لوگ نہین حکم کرتے اللہ کے نازل کئے پر پس وہ لوگ کافر ہین ۱۲ [۵] اور جس نے کفر کیا اسکے پیچھے پس وہی لوگ بے حکم ہین ۱۲ [۶] جسنے ترک کی نماز کو قصداً پس تحقیق وہ کافر ہے ۱۲ منہ

کما قال اللہ تعالیٰ[1] ان العذاب علی من کذب وتولّے وقولہ تعالیٰ[2] لا یصلٰھا الا الاشقی
الذی کذب وتولّی وقولہ تعالیٰ[3] ان الخزی الیوم والسوء علی الکافرین پس ان آیات
سے معلوم ہوا کہ عذاب کافرون کے واسطے ہے مومن کو عذاب نہ ہوگا پھر فاسق کیسے مومن ہو سکتا
ہے - جواب اس سب کا یہ ہے کہ یہ آیات متروک الظاہر ہین نصوص قاطعہ سے جو سابق درج
کی گئی ہین وہ دلالت کرتی ہین کہ مرتکب گناہ کبیرہ کافر نہین ہی اور اجماع اسی پر ہو چکا ہی - اور
خوارج انعقاد اجماع سے خارج ہین انکا قول اعتبار کے لائق نہین -

ف - علاوہ ان سب کے خدا نے فرمایا ہے[4] وھو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مومن
آدمیون کو خدا نے دو قسم فرمایا کافر او مومن تیسری قسم نہین فرمائی پس اسکی تصدیق کرنا ضرور ہے
الغرض نور ایمان کے مقابل سب گناہ مضمحل ہین جیسا کہ کفر کے ساتھ حسنات بے سود ہین جو شخص
گناہ کو حلال یا ہلکا سمجھ کر کریگا تو اسکے کفر مین شک نہین ہی - البتہ گناہ قوت ایمان کو کم کر دیتا ہے
اور کثرت گناہ سے دل سیاہ ہو جاتا ہے اور کفر کی حد سے جا ملتا ہے -

مسئلہ دوسرا مومن اہل کبائر دوزخ مین ہمیشہ نہ رہے گا

م - مومنون سے جو اہل کبائر ہین وہ ہمیشہ دوزخ مین نہ رہین گے اگرچہ بدون توبہ مر جائین
ش - اللہ پاک فرماتا ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ یعنے جسنے ذرہ برابر عمل نیک
کیا وہ اس کو دیکھے گا - پس جسنے عمل نیک کیا وہ اوس کو دیکھے گا - پس جسنے عمل نیک
کیا ہے وہ اوسکی جزا قبل دخول دوزخ نہین دیکھے گا بلکہ بعد خروج دوزخ جنت مین پاوے گا
کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے[5] وعد اللہ المومنین والمومنات جنات وقولہ تعالیٰ[6] ان الذین
آمنوا وعملوا الصلحات کانت لھم جنات الفردوس اور یہ نصوص صحیح اس بات پر دلالت
کرتے ہین کہ مومن اہل جنت سے ہین جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بندہ گنہگار ایمان سے خارج
نہین ہوتا ہی اور ہمیشہ دوزخ مین رہنا سب سے زیادہ سخت عذاب کفر کی سزا ہے کیونکہ کفر سب سے

---

[1] عذاب اوسپر ہی جو جھٹلاوے اور مونھ پھیرے ۱۲ [2] نہ داخل ہوگا اوس آگ مین مگر بڑا بدبخت جسنے جھٹلایا اور مونھ موڑا ۱۲ [3] بیشک رسوائی آج کے دن اور برائی کافرون پر ہے [4] اور وہی ہے کہ پیدا کیا تم کو پس تم مین سے کافر اور تم مین سے مومن ہین ۱۲ [5] وعدہ کیا ہی اللہ نے مومنین اور مومنات سے جنتون کا ۱۲ [6] جو لوگ یقین لاتے ہین اور عمل نیک کئے ہین اونکے واسطے ہین باغ بہشت کے ۱۲ - منہ -

بڑھ کر گناہ ہے۔

سوال۔ مرتکب گناہ کبیرہ جو بلا توبہ مرجاوے وہ ہمیشہ دوزخ مین رہیگا چنانچہ قرآن سے پایا جاتا ہے کما قال اللہ تعالے ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاءہ جہنم خالدا فیہا[1] وقولہ تعالے ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیہا[2] وقولہ تعالے من کسب سیئۃ واحاطت بہ خطیئتہ فاولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون[3]

اسکا کیا جواب ہے۔

جواب۔ آیت مین قاتل مومن کو خلود دوزخ کی سزا فرمائی ہے وہ اس بنا پر ہے کہ جب قاتل مومن کو بسبب مومن ہونے کے قتل کرے کیونکہ ایسا کرنا کفر ہے اس لئے اُس کو خلود نار کی سزا دی جاویگی اور اسی طرح تجاوز کرنے والا حد اسلام سے کافر ہوجاتا ہے پس اوسکو بھی خلود نار کی سزا بوجہ کفر ہوگی۔

ف۔ علاوہ ان جوابات بالا کے یہ ہے کہ اکثر محاورہ مین لفظ ہمیشہ کو بجاے بہت دیر کے استعمال کرتے ہین جیسے کہتے ہین کہ یہ شخص ہمیشہ خراب ہوگا مراد یہ ہوتی ہے کہ بہت دنون تک خراب ہوگا نہ کہ خرابی مین ابد تک رہیگا اور کبھی نہ نکلیگا۔

کمالین حاشیہ جلالین سیپارہ والمحصنت مین جہان آیت ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ کا ذکر ہے لکھا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے من لقی اللہ تعالی لا یشرک بہ شیئا دخل الجنۃ ولا یضرہ خطیئتہ یعنی جو شخص ملاقی ہوگا اللہ تعالے سے درآنحالیکہ خدا کے ساتھ کسی شی کو شریک نہین کیا ہے داخل ہوگا جنت مین اور اوسکی خطائین اوس کو مضر نہوگی۔

اس سے معلوم ہوا کہ مشرک کے سوا اور کوئی دوزخ مین ہمیشہ نہ رہیگا دنیا مین جو کافر ہوا اوس نے اپنے کفر سے توبہ کر اسلام قبول کیا اور خاتمہ اسی پر ہوا تو وہ بیشک جنت مین جاویگا۔

---

[1] اور جو کوئی مار ڈالے مسلمان کو جانکر پس سزا اوسکی دوزخ ہے ہمیشہ رہے گا اوس مین ۱۲

[2] اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ و رسول کی اور گذر جاوے حدون سے اوس کو داخل کریگا آگ مین ہمیشہ اوس مین رہنے والا ۱۲

[3] جسنے کی گناہ اور گھیر لیا اوس کو اُس کے گناہ نے پس وہی لوگ رہنے والے ہین دوزخ مین وہ اوس مین ہمیشہ رہنے والے ۱۲ منہ

مسئلہ

مرتکب صغیرہ پر عذاب ہونا اور کبیرہ کا بخشا جانا جائز ہی اُس حالتمین کہ کبیرہ کو حلال جانا نکیا ہو

م۔ گناہ صغیرہ کرنے والے پر عذاب ہونا اور کبیرہ کا بخشا جانا جبکہ حلال جانا نہ کیا ہو جائز ہے اور حلال سمجھنا کفر ہے

ش۔ مرتکب گناہ صغیرہ پر عذاب ہونا جائز ہی خواہ وہ مرتکب کبیرہ ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ خدا پاک فرماتا ہے۔ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء وقولہ تعالےٰ لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصہا بخشنا نہ بخشنا خدا کی مرضی پر موقوف ہے۔

سوال۔ جو گناہ کبیرہ سے بچا اوسپر عذاب جائز نہین۔ کما قال اللہ تعالےٰ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ یعنے اگر بچے رہوگے بڑے گناہوں سے جو منع کیے جاتے ہو اوس سے دُور کرینگے ہم تقصیرین تمھاری۔

جواب۔ مراد اس جگہ کبیرہ سے کفر ہے: گناہ اور عفو کبیرہ کا جواز آیت یغفر مادون سے روشن ہے اسیواسطے ان نصوص کی تاویل کیجاوے گی جو ہمیشہ دوزخ مین گنہگار رہنے پر دلالت کرتے ہین اور اسی سے جواز عذاب ہونے کا ثابت ہے کہ اگر اوسنے نہ بخشا تو عذاب ہوگا۔

مسئلہ (۱) خدا شرک کے سوا جسکو چاہیگا بخشدیگا

م۔ اللہ تعالےٰ نہین بخشتا ہی اوس کو جو اوسکا شریک کرے اور بخشتا ہی سوائے اوسکے جسکے لیے چاہتا ہے[1]

ش۔ خدا تعالےٰ نے خبر دی ہے کہ مین شرک کو ہرگز نہ بخشونگا اور گناہ بخشنا اوسکی مشیت پر موقوف ہے اور اسی پر اجماع ہی۔ البتہ شرک بخشنا عقلاً جائز ہی گو دلیل سمعی وہ اللہ تعالےٰ لا یغفر ان یشرک ویغفر مادون ذلک لمن یشاء سے عدم بخشش ثابت ہی اور نہ بخشنے کی یہ وجہ بھی ہے کہ کافر کفر کرتا ہی اور اوسپر اعتقاد ابدی رکھتا ہو اور اس کفر سے معافی اور مغفرت کا طلبگار بھی نہین ہوتا ہے اس لئے اُس کو سزا بھی ابدی ہونا مصلحتاً اور حکمتاً ہے بخلاف اور گناہوں کے

---

[1] بخشتا ہی سوائے اوسنے (شرک) جسکے واسطے چاہتا ہے ۱۲ [2] چھوٹے چھوٹی بات نہ بڑی بات مگر گن لیا ہے اوس کو ۱۲ منہ

سوال آیات اور احادیث عاصیون کے وعیدین وارد ہین اونسے خلاف کیونکر ہوگا۔ وقال اللہ تعالیٰ مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ یعنی نہین بدلا جاتا ہی قول میرے نزدیک اور جب گنہگار جان لیگا کہ عذاب معاف ہوجاوے گا تو وہ اور بھی گنہ کرنے پر دلیر ہوجائیگا۔

جواب خدا نے گنہگارون کے تئے وعید یعنی وعدہ عذاب دینے کا بطریق عموم فرمایا ہے خاص اس سے مستثنیٰ ہین کس لئے کہ اکثر نصوص عفو مین آچکی ہین اور وعید مین خلاف کرنا محض کرم ہے اور مجرد جواز عفو سے یہ واجب نہین کہ عذاب نہوگا پھر عدم عذاب کا علم خاص طور پر کیسے حاصل ہوسکتا ہے

ف۔ آدمی دو قسم ہین کافر اور مومن اور پھر مومن دو قسم ہین مطیع اور عاصی اور پھر عاصی دو قسم ہین تائب اور غیر تائب۔ کافر ہمیشہ دوزخ مین اور مطیع اور تائب ہمیشہ جنت مین رہین گے اور عاصی غیر تائب اللہ کی مشیت مین ہی اگر بقدر معصیت عذاب دیگا تو اوس کو دوزخ مین ڈالکر پھر نکالیگا اور پھر بہشت مین داخل کرے گا ؎ اگر بخشے زہے رحمت نہ بخشے تو شکایت کیا ✤ سر تسلیم خم ہی جو مزاج یار مین آئے ✤ وعدہ کا ایفا کرنا ضرور ہی الکریم[1] اذا وعد وفا اور وعید مین ضرور نہین بلکہ نہ سزا دینا انعام و کرم ہے چنانچہ دنیا مین جب کوئی حاکم یا بادشاہ سخت سزا کا حکم دیتا ہے اور پھر وہ مصلحتاً اُس سزا کو معاف کردیوے تو سب لوگ اسکا رحم اور کرم تصور کرین گے کوئی اوس کو وعدہ خلاف نہیگا۔ البتہ کسی شئی کے دینے کا وعدہ کرکے نہ دیگا تو وعدہ خلاف کہین گے۔ اب رہا یہ کہ شرک نہ بخشنا سو اگر وہ نہ بخشے تو کوئی مانع نہین ہے مگر عقل کا بیان کچھ دخل نہین۔ یفعل[2] ما یشاء و یفعل ما یرید

کرا زہرہ آن کہ از بیم تو ✤ کشاید زبان جز بہ تسلیم تو

مسئلہ (۵) شفاعت مین

م۔ شفاعت کرنا انبیا اور نیکون کا گنہگارونکے واسطے مشہور اور ثابت ہے۔

ش۔ جبکہ جواز عفو و مغفرت بدون شفاعت کے ثابت ہوا جیسا کہ اوپر ذکر ہوچکا ہے تو شفاعت سے معاف کرنا اور بھی اولے اور قرین قیاس ہے۔ وقال اللہ تعالےٰ واستغفر[3] لذنبک و للمومنین والمومنات۔ وقولہ تعالےٰ فما تنفعھم[4] شفاعة الشافعین یہ کلام الٰہی دلالت کرتا ہی

---

[1] کریم جب وعدہ کرے وفا کرے ۱۲ [2] کرتا ہی جو چاہتا ہی اور کرتا ہے وہ جو ارادہ کرتا ہے ۱۲
[3] بخشش طلب کر اپنی اور مومنین اور مومنات کی خطاکے لئے ۱۲ [4] پس کافرون کو مفید نہین ہے سفارش سفارش کرنیوالونکی

ثبوت شفاعت پر کس لئے کہ شفاعت کوئی شی فائدہ مند ہی نہ کافرون کو نہین ہے نہر کافرون کے حق میں مفید ہے اور حدیث مین آیا ہے شفاعتی لاهل الکبائر من امتی یعنی شفاعت میری میرے امتی گنہگارون کے واسطے ہے اور یہ مشہور ہے بلکہ اور احادیث شفاعت کے بارہ مین متواتر ہین

سوال خداوند عالم قرآن مین فرماتا ہے کہ قیامت کے دن کسی کی سفارش قبول نہ کیجائے گی اور نہ کوئی سفارش کریگا۔ کقوله تعالے واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا ولا تقبل منها عدل ولا تنفعها شفاعة ولا هم ینصرون - یعنی ڈراس دن سے کہ نہ کام آوے کوئی شخص کسی شخص کے ایک ذرہ اور نہ قبول کیا جاے اس سے بدلا نہ فائدہ دیگی اس کو شفاعت اور نہ وہ مدد کئے جاوینگے۔ وقوله تعالے وما للظالمین من حمیم ولا شفیع یعنی کوئی نہین گنہگارون کا دوست اور سفارشی کہ جسکی بات مانی جاوے ۔

جواب دلالت کلام الہی کی تمام اشخاص اور ازمان اور احوال مین ہے خاص وقت اور خاص اشخاص اور احوال مین نہین اور یہ کلام خاص کافرون کے حق مین ہے گنہگار مومنین کے لئے شفاعت اور عفو دلائل قطعیہ کتاب اور سنت اور اجماع سے ثابت ہو چکی ہے اس مین کوئی طرح کا شک نکرنا چاہئے

ف۔ سفارش کرنا انبیا اور اولیا و علما و ملائکہ کا گنہگارون کے معافی کے لئے حق ہے سب سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم گنہگارونکی سفارش معافی کے لئے کرینگے ۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی بحوالہ حدیث صحیح بخاری و مسلم تکمیل الایمان مین یہ مضمون تحریر فرماتے ہین کہ قیامت کے روز تمام خلقت ہول اور دہشت سے گھبرا اوٹھے گی اور اپنا شفیع تلاش کرے گی۔ اول سب لوگ حضرت آدم ع کے پاس آکر کہین گے آپ ہمارے سب کے باپ ہین اور خدا نے آپ کو مسجود ملائکہ کیا ہے ہمارے لئے سفارش فرمادین آپ عظمت و جلال کبریائی دیکھکر ٹالدینگے اور کہینگے کہ تم نوح ع علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ تمھارے لئے سفارش کرینگے پھر سب نوح علیہ السلام کے پاس آوینگے نوح علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کو بتاوینگے اور ابراہیم علیہ السلام موسی علیہ السلام کو اور موسی علیہ السلام عیسی علیہ السلام کو اور حضرت عیسی جناب خاتم النبیین سرور کائنات محمد مصطفی صلعم کو بتا دینگے پھر سب خدمت مین حضرت سید رسل شفیع روز محشر مکرم بخطاب لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر

حاضر ہونگے اور عرض کرینگے آپ اوٹھ کر مقام محمود مین کہ جسکا خدا نے وعدہ کیا ہے[۱] عَسٰی اَنْ
یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۱؎ کھڑے ہونگے اور خداوند عالم کو سجدہ کرینگے حکم ہوگا سر سجدہ
سے اوٹھا اور جو چاہے طلب کر۔ آپ عرض کرینگے خداوندا گنہگارون کو بخشدے جناب کبریائی
مین آپکی سفارش منظور ہوکر گنہگارون کی خطا معاف ہوگی اللہ جل وعلی شانہ آپکی سفارش سے
یہانتک گنہگارون کو بخشدیگا کہ آپ راضی ہوجاوینگے چنانچہ اللہ پاک قرآن مین فرماتا ہے[۲] وَلَسَوْفَ
یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی آنحضرت کی سفارش سے کوئی باقی نہ رہے گا مگر وہ لوگ کہ جنمین بجز
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے ذرہ نیکی نہین ہے اور بالکل گناہون مین غرق ہونگے آپ انکی شفاعت کا حکم
چاہینگے حکم ہوگا۔ اے حبیب یہ لوگ میرے بندے ہین اب انکو مین نے آگ دوزخ سے نکالا
اور بخشا پھر جناب کبریائی سے خطاب ہوگا کہ اے محمد جو کچھ تمھارے دل مین آرزو ہو کہو مین سب تمھاری
خاطر منظور کرتا ہون اس روز آپکی عزت اور جاہ و شوکت خلق پر ظاہر ہوگی کہ بارگاہ لم یزلی مین آپکو
کسقدر قرب حاصل ہے اور پروردگار عالم کو آپکی کسقدر خاطرداری ہے۔ ؎

قیامت کو قدر انکی کھل جائیگی ؎ رضائی خدا اون پہ ڈھلجائیگی

الحاصل خدا وحدہ لاشریک کی رحمت سے ناامید نہ ہونا چاہیئے۔ کما قال تعالے[۳] لَا تَقْنَطُوْا
مِنْ رَّحْمَةِ اللہِ اِنَّ اللہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا۔ یہ امیدواری اور بشارت گنہگارون کو کافی ہے
اُمَّةٌ مُذْنِبَةٌ وَرَبٌّ غَفُوْرٌ یعنی امت گنہگار ہے اور خدا معاف کرنے والا ہے نور ایمان کے
مقابل سیاہی کوہ گناہ ایک گھاس کے تنکے کی برابر ہے مگر ایمان کا ہونا ضرور و شرط ہے
اس دنیا سے خاتمہ بالخیر ہو تو سب کچھ امید ہے ؎ ایمان چو سلامت بلب گور بریم ؎ احسنت
زہے چستی و چالاکی ما ؎ صد ہزار شکر ہے کہ ہم کو خدا نے کریم نے ایسے نبی کریم کی امت مین پیدا
کیا کہ جسکو گنہگاران امت کا از حد خیال ہے بلکہ سفر آخرت کی حالت مین بھی زبان سے امتی امتی
فرماتے رہے۔ ؎

یارب تو کریمی و حبیب تو کریم ؎ صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

---

[۱] نزدیک ٹھہرا کرے تجھکو تیرا رب تعریف کے مقام (مقام شفاعت) مین ۱۲ [۲] اور جلدی دیگا تجھکو تیرا رب
پھر تو راضی ہوگا ۱۲ منہ [۳] مت ناامید ہو رحمت خدا سے بیشک اللہ بخشتا ہے سب گناہ ۱۲ منہ

مسئلہ (۶) ایمان و اسلام مین

م - ایمان تصدیق ہے اُن احکام پر جو خدا کی طرف سے مخبر صادق پہ آئے ہین اور زبان سے اقرار کرنا -

ش - ایمان تصدیق قلبی ہے یعنی سچ جاننا اور اعتقاد کرنا پیغمبر صلعم پر کہ وہ رسول اللہ ہین اور اونکے حکم کی تابعداری اور فرمانبرداری کرنا حقیقت تصدیق یہ نہین ہے کہ مخبر صادق اور اوسکی خبر کو بغیر قبول واذعان ولمین سچ جاننا بلکہ تصدیق یہ ہے کہ مخبر صادق اور اوسکی خبر کو معہ اذعان اور قبولیت کے دل مین سچ سمجھنا جسکو فارسی مین گرویدن سے تعبیر کرتے ہین تصدیق اقسام علم سے ہے جیسا کہ اہل منطق کے نزدیک مسلم ہے کہ علم تصوری ہوگا یا تصدیقی - اگر کسی نے جمیع اخبار مخبر صادق پر تصدیق کی اور زبان سے بھی اقرار کیا اور پھر بتون کو اپنے اختیار سے سجدہ کیا تو اس کو کافر کہین گے کیونکہ یہ علامت تکذیب و انکار ہے ایسے لوگون کے بارے مین خدا فرماتا ہے وَمَا یُؤمِنُ اَکثَرُھُم بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُم مُشرِکُون[1] تصدیق قلبی رکن ہے اور زبان سے اقرار کرنا شرط ہے دنیا مین بنا بر اجرائے احکام کیونکہ تصدیق قلبی امر پوشیدہ ہے اوسکی کوئی علامت ہونا ضرور ہے پس جسنے تصدیق کی دل مین اور زبان سے اقرار نہین کیا تو وہ اللہ کے نزدیک مومن ہے اگرچہ احکام دنیا مین مومن نہین ہے اور جسنے زبان سے اقرار کیا اور دل مین تصدیق نہ کی تو وہ منافق ہے خدا فرماتا ہے اُولٰئِکَ کَتَبَ فِی قُلُوبِھِمُ الاِیمَانَ[2] وقولہ تعالی وَقَلبُہٗ مُطمَئِنٌّ بِالاِیمَانِ[3] وقولہ تعالی وَلَمَّا یَدخُلِ الاِیمَانُ فِی قُلُوبِکُم[4] قال النبی صلعم اَللّٰھُمَّ ثَبِّت قَلبِی عَلٰی دِینِکَ[5] - آنحضرت نے ایک قوم پر لشکر بھیجا اوس مین ایک شخص مرداس[6] فدک کی مسلمان تھا جب اوسکی قوم بھاگی تو وہ بھی اپنا مال و اسباب لیکر اونکے ساتھ متحصن ہوا جب لشکر تکبیر گویون کا قریب پہنچا مرداس نے بھی آواز سے تکبیر کہی اُسامہؓ ابن زید نے یہ گمان کرکے کہ یہ غازیون کی دہشت سے تکبیر کہتا ہے مار ڈالا تو آنحضرت نے فرمایا کہ اے اُسامہ کیا تونے اُسکا دل چیر کے دیکھا تھا اُسامہ شرمندہ ہوگئے

---

[1] اور نہین ایمان لاتے اکثر وہ اللہ پر مگر وہ مشرک ہیں ۱۲ [2] وہ لوگ کہ لکھا گیا اونکے دلون مین ایمان ۱۲
[3] اور دل اوسکا مطمئن ہے ساتھ ایمان کے ۱۲ [4] اور جبکہ نہین داخل ہوگا ایمان تمہارے دل مین ۱۲
[5] اے پروردگار ثابت رکھ دل میرا تیرے دین پر ۱۲ [6] مرداس بالکسر میم و سکون را و بفتح دال مہملہ - نام مردے از صحابہ ۱۲ منہ

اور یہ آیت نازل ہوئی ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا

سوال۔ اہل لغت کے نزدیک اقرار زبانی کافی ہے اور آنحضرت اور اونکے اصحاب اوس شخص پر ایمان کا حکم کرتے تھے جسنے کلمہ شہادت کا زبان سے کہا اور دل کا حال دریافت نہین کرتے تھے۔

جواب۔ اقرار زبانی ایمان مین کافی نہین ہو کیونکہ بہت لوگ زمانہ آنحضرت مین زبان سے اقرار کر مومن بن بیٹھے تھے اور دل سے تصدیق نہ کی تھی خدا نے اونکے واسطے خبر دی کہ وہ مومن نہین ہین۔ کما قال اللہ تعالےٰ ومن الناس من یقول امنا باللہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمومنین وقولہ تعالےٰ وقالت الاعراب امنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا البتہ زبان سے اقرار کرنے والا ظاہر مین بحسب لغت مومن کہلائیگا اور احکام ایمان کے اوسپر جاری ہونگے۔ مگر خدا کے نزدیک اوسکا ایمان نہین ہوگا۔ پس آیات منطوقہ اور اجماع سے ثابت ہے کہ تصدیق قلبی اور اقرار زبانی ایمان ہی اور محدثین اور متکلمین کہتے ہین کہ ایمان تصدیق قلبی اور اقرار زبانی اور عمل بالارکان سے مراد ہے۔ مگر مصنف رح عمل بالارکان کو شامل کرنے سے انکار کرتا ہے وہو ہذا۔

م۔ البتہ اعمال زائد ہوتے ہین اور ایمان نہ زیادہ نہ کم ہوتا ہے۔

ش۔ اس جگہ دو امر قابل غور ہین (۱) اعمال حقیقت ایمان مین داخل نہین ہین کیونکہ حقیقت ایمان تصدیق ہے جیسا کہ بیان ہوا اور قرآن مین اعمال کو عطف کیا ہے ایمان پر اور ظاہر ہے کہ عطف مغایرت کو مقتضی ہے اور نہ معطوف حقیقت معطوف علیہ مین داخل ہوسکتا ہے کقولہ تعالےٰ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اور صحت اعمال کے لئے ایمان شرط ہے قال اللہ تعالےٰ ومن یعمل من الصلحات من ذکر او انثی وھو مومن

سلہ اور مت کہو واسطے اوسکے جو تمہاری طرف سلام علیک کرے کہ تو مسلمان نہین ہی ۱۲ سلہ اور بعضے لوگون مین سے وہ ہین جو کہتے ہین ایمان لائے ہم اللہ پر اور پچھلے دن پر (قیامت پر) اور نہین وہ ایمان لانے والے ۱۲۔ سلہ کہا گنواروں نے ایمان لائے ہم تو کہہ تم ایمان نہین لائے لیکن کہو مسلمان ہوئے ۱۲ منہ سلہ ہر آئینہ جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کیے ۱۲ سلہ اور جو کوئی کچھ عمل نیک کرے مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان والا ہو ۱۲

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ شرط غیر ہے مشروط سے اور قطعی طور پر قرآن مین اثبات ایمان کا اونپر ہوا ہے کہ جنھون نے بعض اعمال ترک کئے ہین کما قال اللہ تعالے وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا الغرض اعمال ایمان سے غیر ہے مسائل عقائد کے علمی اور فقہ کے عملی ہین۔

(۲) حقیقت ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم کیونکہ تصدیق قلبی مین کمی و بیشی تصور نہین ہوسکتی چاہے طاعات کرے یا نکرے اور آیات جو زیادتی ایمان پر دال ہین اونکو امام ابوحنیفہ رح نے یون محمول کیا ہے کہ پہلے آدمی فی مجملہ ایمان لاتا ہے پھر اُس کو احکام الہی کی جسقدر تفصیل معلوم ہوتی جاتی ہے اوسپر ایمان لاتا جاتا ہے اس بنا پر زیادتی مقصود ہے غرض کہ ایمان اجمالا واجب ہے جسکا علم اجمالا ہے اور تفصیلا واجب ہے جسکا علم تفصیلاً ہے ایمان اجمالی تفصیلی سے درجہ مین کم نہین ہوتا ہے یا مجاز او بوجہ ثبات اور دوام کے کہتے ہون بلکہ زیادتی ایمان سے مراد ایکقسم رونق اور روشنی قلب ہے جو اچھے عمل کرنے سے پیدا ہوتی ہے اور کمی سے مراد زنگ اور سیاہی دلکی ہے جو گناہ کرنے سے ہوجاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ اعمال کو جزء ایمان مانتے ہوئے ہین اونکے نزدیک ایمان کم و زیادہ ہوجاتا ہے اور محققین حنفیہ رح کے نزدیک حقیقت تصدیق قلبی زیادتی و نقصان کو قبول نہین کرتی البتہ اعمال نیک کے سامنے جب اوس مین رونق آجاتی ہے تو قوی اور گناہ کرنے سے بوجہ بے رونقی ضعیف کہتے ہین اور یہ بات قطعی طور پر ہے کہ تصدیق احاد امت کی مثل تصدیق نبی صلعم کے نہین ہے بر قوی او ضعیف کا اندازہ معلوم ہوا چنانچہ قرآن مین خبر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا ولکن لیطمئن قلبی یعنی ہر آئینہ مطمئن ہوجاوے دل میرا یہ اُس قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب خدا نے فرمایا تھا کہ مین مردہ کو زندہ کرون اور زندہ کو مردہ جسپر ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ الہی مردہ کو زندہ کیسے کرتا ہے حکم ہوا تجھے اسپر ایمان نہین عرض کیا کہ ایمان تو ہے ولیکن اور اطمینان ہوجاوے اگر ایمان زیادہ ہوتا تو ابراہیم اطمینان کی جگہ زیادہ ہونے کے لیے عرض کرتے۔ اور تصدیق اعتقادی امر اختیاری کسبی ہے اس لئے مومن مکلف ہوتا ہے

ف۔ ایمان مثل ستون سنگین کے ہے اور اعمال اوسپر بمنزلہ جلا اور رونق کے ہے جسطرح ستون کو پشتی اور قلعی وغیرہ سے پختہ کرتے ہین تو وہ مستحکم کھڑا رہتا ہے اور بدون پشتی و سہارے کے احتمال

---

۱ اور اگر دو فرقے مسلمانون کے آپس مین لڑ پڑین تو اون مین ملاپ کرا دو ۱۲

رگڑ جانے کا ہے۔ اسی طرح ایمان کو اعمال صالحہ سے پختگی اور قوت ہوتی ہے اور بغیر اوس کے ضعیف اور ناتوان ہوتا ہے کمزوری کا تھوڑے سے صدمہ سے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے جس کسی کو فقط تصدیق قلبی ہو اور اعمال صالحہ مطلق نہ ہون اوس کو ایسا سمجھنا چاہیئے کہ وہ شخص دار اسلام کے اس کنارے پر کھڑا ہے کہ جسکی دوسری طرف سرحد دار کفر ہے ذرا ٹھوکر لگنے پر اندیشہ اوس طرف گر جانے کا ہے اس بنا پر ایمان کامل و ناقص بولا جاتا ہے یا فی نفسہ ایمان کو روح کی مانند سمجھنا چاہیئے کہ اس مین زیادتی اور نقصان متصور نہین البتہ اوس کے ساتھ جسم بڑھتا اور گھٹتا ہے اسی طرح ایمان کے ساتھ اعمال کم و بیش ہوتے رہتے ہین اور آیت ناطقہ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مین جو درمیان ایمان و اعمال عطف آیا ہے اس سے مغائرت ایمان اور عمل مین ثابت ہو چکی ہے لیکن اگر کوئی کہے کہ کبھی عطف مرادف الفاظ مین تاکید آتا ہے جس سے مغائرت لازم نہین آتی جیسے رنج و فکر۔ درد و الم۔ راحت و آرام۔ بیحد و بیشمار۔ بلندی و اونچائی وغیرہ تو جواب اسکا یہ ہے کہ بیشک عطف تاکیدی مین مغائرت نہین ہوتی ہے مگر بیان ایمان اور اعمال مرادف نہین ہین جیسا تمام کتب لغات شاہد ہین۔

م۔ ایمان اور اسلام ایک ہے۔

ش۔ اسلام یعنی فروتنی اور احکام دین قبول کرنا ہے۔ مومن پر مسلمان کا اور مسلمان پر مومن کا اطلاق شرع مین آیا ہے۔ کما قال اللہ تعالے فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ [1] یہ اوس قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ قوم لوط پر نافرمانی کی وجہ سے سنگساری ہوئی تو حضرت لوط کو بچا نکالا اور اوس نواح مین سلمانون سے آپ ہی کا گھر تھا دیکھو مومن اور مسلمان ہر دو کا اطلاق حضرت لوط پر ہوا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان ایک ہی کوئی شرع مین یہ نہین کہہ سکتا کہ فلان مسلمان ہے اور مومن نہین یا مومن ہے مسلمان نہین۔ بحسب اصطلاح اتحاد ہے بحسب مفہوم چونکہ ایمان تصدیق کرتا ہے اخبار مخبر صادق پر اور اسلام انقیاد اور فروتنی ہے لیکن انقیاد اور فروتنی بعد قبول امر و نہی متحقق ہے اس بنا پر ایمان اور اسلام ایک ہے۔

سوال۔ قرآن سے پایا جاتا ہے کہ ایمان اور ہے اور اسلام اور۔ کما قال اللہ تعالیٰ قَالَتِ الْاَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا [2] اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ایمان غیر اسلام ہے

---

[1] پھر بچا نکالا ہمنے جو تھا اوس گانون مین ایمان والا پس نہ پایا ہمنے اوس جگہ سوا ایک گھر کے مسلمانون سے ۱۲ منہ

[2] اور کہا گنوارون نے ایمان لاے ہم کہا نہین ایمان لائے تم و لاکن کہو اسلام لائے ہم ۱۲ منہ

جواب - اس آیت مین اسلام سے فروتنی و انقیاد ظاہری مراد ہے نہ اذعان اور انقیاد باطنی
جیسا کہ کوئی کلمۂ شہادت بدون تصدیق پڑھ لے - غرض کہ شرع مین ایمان بدون ایمان نہین
ہوتا ہے یہ بات اور ہی کہ خدا دلون کا حال جاننے والا ہے اس نے آگاہ کر دیا کہ یہ لوگ محض
ظاہری تابعداری کرتے ہین اگر خدا اسکی اطلاع نہ دیتا تو ان کے ایمان مین کون شک کرتا جو ظاہر
دیکھ لینے کو ایمان رکھتا ہے اوسکا ایمان خدا کے نزدیک نہین ہی چنانچہ اسکا بیان گذر چکا -

سوال - حدیث شریف مین آیا ہی کہ فرمایا آنحضرت نے کہ ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخین ہین اعلیٰ
اون مین سے کلمۂ شہادت اور ادنیٰ اون مین سے راستون سے اذیت دور کرنا مثل کانٹے کنکر
پتھر وغیرہ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ نماز پڑھنا زکوٰۃ دینا - رمضان کے روزے رکھنا اگر مقدور ہو
حج بیت اللہ کا کرنا - یہ جو آنحضرت نے فرمایا ہے سب اعمال ہین اس سے تصدیق قلبی تو نہین پائی
جاتی پھر تم تصدیق قلبی کہان سے نکالتے ہو -

جواب تصدیق قلبی ہونے کے بعد یہ اعمال ظہور مین آتے ہین سو یہ اعمال ثمرات اسلام اور علامات
ایمان ہین -

م جبکہ بندہ کو تصدیق اور اقرار صحیح ہو تو کہے کہ مین تحقیق مومن ہون اور یہ سزاوار نہین ہی کہ کہے کہ مین
مومن ہون انشاء اللہ -

ش - اگرچہ انشاء اللہ کہنا از روی ادب اور مشیت ایزدی کی طرف حوالہ کرنا ہے مگر اس مین شک
اور وہم پایا جاتا ہے اس لئے نہ کہنا اولیٰ ہے اور ایمان مین شک کرنا کفر ہی - مصنف نے نہین سزاوار
کی جگہ نہین جائز اسواسطے نہین کہا کہ اکثر بزرگ اور صحابہ اور تابعین اور علماء شافعیہ اور بعض شاعرہ
نے انشاء اللہ کہنا جائز رکھا ہے - اس بنا پر کہ ایمان اور کفر اور سعادت و شقاوت خاتمہ ہونے پر متحقق ہی
یا ایسے ایماندارون مین ہونے کا تردد ہو جنکے بارے مین خدا فرماتا ہے[ف] اولئک ھم المومنون حقا
لھم درجات عند ربھم ومغفرۃ ورزق کریم الحاصل مومن نیک بخت وہی ہی جو ایمان پر مرا اور
کافر بدبخت وہ ہی جو کفر پر مرا اگرچہ مدت العمر کفر یا طاعت کی ہو مدار مدار خاتمہ پر ہے -

---

ف وہی ہین سچے ایمان والے ان کے واسطے درجے ہین ان کے رب کے پاس اور معافی اور روزی آبرو کی ۱۲

مسئلہ ساتوان نیکبخت بدبخت ہوجاتا ہی اور بدبخت نیک

م نیک بخت کبھی بدبخت ہو جاتا ہی اور بدبخت کبھی نیک بخت اور تغیر سعادت و شقاوت مین ہی نہ اسعاد و اشقاء مین کیونکہ یہ صفات خدا سے ہین اور خدا اور اوسکی صفات پر تغیر نہین آسکتا۔

ش نیک بخت نے ایمان کے بعد کفر کیا تو شقی یعنی بدبخت ہوا اور بدبخت کفر کے بعد ایمان لایا تو سعید یعنی نیکبخت ہوا اور اسعاد (تکوین) سعادت اور اشقاء تکوین شقاوت ہی اور یہ صفات خداوندعالم سے ہے اس مین تغیر نہین ہوسکتا کیونکہ قدیم محل حوادث نہین ہوتا ہے اسکا بیان سابق صفات خدا مین مفصل ہوچکا ہے اور سعید اور شقی کا تغیر ظاہری ہے نہ باطنی کیونکہ ازل سے جو سعید ہی وہ سعید ہوگا اور جو بدبخت ازلی ہی وہ بدبخت ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہی[1] السعید من سعد فی بطن امہ والشقی من شقی فی بطن امہ الغرض جس نے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا اوس کو بدبخت اور جسنے کفر کے بعد ایمان اختیار کیا اُس کو نیکبخت کہین گے۔ خاتمہ اللہ کی مشیت پر ہی واللہ اعلم

ف موت کے وقت ایمان لانا اور توبہ کرنا اس مسئلہ کو بیان مناسب جانکر کسیقدر لکھتا ہون کہ موت کے وقت یعنی نزع کی حالت مین ایمان لانا اور توبہ کرنا مقبول نہین ہی چنانچہ مشہور ہے ایمان الیاس غیر مقبول حدیث مین آیا ہے[2] اللہ یقبل توبۃ العبد مالم یغرغر اور قرآن مین اللہ پاک فرماتا ہے[3] ولیست التوبۃ للذین یعملون السیات حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الآن۔ آیت سے صاف روشن ہی کہ توبہ اور ایمان موت کے وقت قبول نہین یعنی جسوقت جان نکلتی ہو۔ چنانچہ فرعون نے غرق ہوتے وقت کہا تھا کہ مین ایمان لایا جیسا کہ قرآن مجید مین ذکر ہے[4] حتی اذا ادرکہ الغرق قال امنت انہ لا الہ الا الذی امنت بہ بنوا اسرائیل وانا من المسلمین مگر خدا کے یہان اوسکا ایمان قبول نہین ہوا جسکی خدا قرآن مین خبر دیتا ہے۔[5] وجعلناھم ائمۃ یدعون الی النار ویوم القیمۃ لا ینصرون واتبعناھم فی ھذہ الدنیا لعنۃ

---

[1] سعید وہ ہی جو نیک ہوا اپنی ماں کے پیٹ مین اور بدبخت وہ ہی جو بدبخت ہوا اپنی ماں کے شکم مین ۱۲ [2] اللہ توبہ قبول کرتا ہی بندہ کی جب تک نہ غرغرہ کرے۔ غرغرہ کر نیکے (یعنی مرنے کی حالت مین جبکہ سینہ مین سانس اٹکٹر اٹکتے ہین اسکو اٹا لینا بھی) [3] اور نہین توبہ ان لوگون کی جو کرتے جاتے ہین برے کام۔ یہانتک کہ جب حاضر ہوتی ہی انمین سے کسی کو موت کہتا ہی البتہ اب مین توبہ کرتا ہون ۱۲ منہ

[4] جبکہ پہونچا اوسپر (فرعون پر) ڈوبا تو کہا یقین جانا مین نے کہ کوئی معبود نہین مگر جسپر یقین لاتے ہی بنی اسرائیل اور مین ہون حکم بردارون سے [5] ہمنے فرعون اور اوس کے لشکریون کو پیشوا دوزخیون کا کیا بلاتے تھے دوزخ کی طرف نہ مدد کو پاوینگے قیامت مین اور پیچھے رکھی ہمنے اوپر اس دنیا مین پھٹکار اور قیامت کے روز وہ برائی کئے گیون سے ہین ۱۲ منہ

ویوم القیامۃ ہم من المقبوحین ؎۔

شعلۂ سوم مشتمل بر سات مسائل

مسئلہ اول خلفاء اربعہ کی فضیلت مین

م۔ افضل البشر نبی صلعم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق ہین اونکے بعد حضرت عمر فاروق پھر حضرت عثمان ذوالنورین پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہین۔

ش۔ سب سے افضل اور بہترین خلایق حضرت محمد صلعم ہین آپکے بعد حضرت ابو بکر صدیق ہین کہ جنھون نے بلا توقف اور تردد نبوت و معراج کی تصدیق کی۔ انکے بعد حضرت عمر فاروق ہین اونھون نے مقدمات اور قضایا نہایت انصاف کے ساتھ فیصل کئے اور حق و باطل کو جدا کر دکھایا پھر انکے بعد حضرت عثمان ذوالنورین ہین آنحضرت نے انکے ساتھ اپنی صاحبزادی رقیہ کی شادی کی اور جب بی بی رقیہ کا انتقال ہوگیا تو دوسری صاحبزادی ام کلثوم سے بیاہ کر دیا اور جب ام کلثوم کا بھی انتقال ہوا تو آنحضرت نے فرمایا کہ اگر میرے اور لڑکی ہوتی تو مین پھر بیاہ دیتا اسی وجہ سے آپ کو ذی النورین کہتے ہین۔ پھر انکے بعد جناب علی مرتضی جو آنحضرت کے چچا زاد بھائی اور داماد ہین۔ خاتون زہرا کی انھین کے ساتھ شادی ہوئی۔ اگر کوئی کہے کہ آنحضرت کے بعد جو خلفاء اربعہ کی فضیلت بیان کی گئی مگر احادیث صحاح سے حضرت عیسی علیہ السلام کا پھر دنیا مین نازل ہونا ثابت ہے اس لئے آنحضرت کے بعد فضیلت عیسی علیہ السلام کی بیان کرنا چاہئے تھا کیونکہ آپ بھی نبی اور رسول ہین بجاے بعد نبی کے بعد انبیا کہا جاتا تو بہتر تھا۔ جواب اسکا یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام پہلے نبی ہو چکے ہین اگرچہ آپکے نازل ہونے کی خبر ہے مگر بعد آنحضرت کے کوئی نبی نہ ہوگا اس لئے انبیا کا لفظ نہ کہا اور ظاہر ہے کہ نبی کا درجہ دوسرون سے زیادہ ہے بیان جو فضیلت بیان کی گئی ہے بعد درجہ نبوت ہے۔ خلفاء اربعہ کے بعد افضل خلایق اصحاب رسول اللہ ہین اکثر اہل اسلام ترتیب افضلیت کی ایسے ہی دیتے ہین اور بہت سے اس مین کلام کرتے ہین کوئی حضرت علی کو حضرت عثمان سے افضل جانتے ہین اور کوئی بالعکس۔ غرضکہ اس مسئلہ مین توقف کرنا کچھ واجبات دینیہ یا دنیاویہ کو مخل نہین ہے تاہم اس مین بہت کچھ بحث چلی آتی ہے

اگلون نے سنت جماعت کی یہ علامت رکھی ہے کہ تفضیل شیخین اور محبت ختنین کی رکھنا اور انصاف
یہ ہے کہ افضلیت سے مراد کثرت ثواب ہے اور اس مین توقف ہے۔

م اور اونکی خلافت اسی ترتیب پر ہے۔

ش - خلافت سے مراد نیابت رسول اللہ ہے دنیا مین احکام دین جاری کرنے کے لیے بعد آنحضرت کے خلیفہ ابو بکرؓ پھر عمرؓ پھر عثمانؓ پھر علیؓ ہوئے ہین۔ جب آنحضرت نے اس دنیا سے سفر کیا تو سب اصحاب رسول قبیلہ بنی ساعدہ کی چوپال مین جمع ہوئے اور بعد مشورہ کے ابو بکرؓ کو خلیفہ کیا اور سب نے بیعت کی مگر حضرت علیؓ نے کچھ دنون کے بعد کوئی تین دن کوئی تین مہینے کوئی چھ مہینے بعد بیعت کرنا کہتا ہے مگر یہ توقف حضرت علی کا بوجہ مفارقت سرور کائنات ہوا اگر خلافت ابو بکر حق نہ ہوتی تو صحابہ رسول اللہ ہرگز اسپر اتفاق نکرتے اور حضرت علیؓ لڑائی اور جنگ کرتے جیسا کہ امیر معاویہ کے ساتھ کیا اور شیعہ کہتے ہین کہ حضرت علی کے حق مین نص وارد ہو چکی تھی یعنی آنحضرت نے فرما دیا تھا مگر یہ قول کسی صورت سے صحیح معلوم نہین ہوتا ہے کیونکہ اصحاب رسول اللہ ناحق پر اتفاق اور عمل نص وارد کا ہرگز ترک نکرتے۔ الغرض جب ابو بکرؓ اپنی زندگی سے مایوس ہوئے تو حضرت عثمان کو بلایا اور خلافت حضرت عمرؓ کے لیے لکھ کر دیدی۔ عثمانؓ اسکو لکھے ہوئے کو لوگون کے سامنے لائے اور کہا کہ اس مین جس شخص کے لیے لکھا ہے اوسکی بیعت کر دیا تاکہ وہ لکھا ہوا حضرت علیؓ کے پاس پہونچا تو حضرت علیؓ نے کہا کہ ہمنے اوسکی بیعت کی کہ جسکے واسطے اس مین لکھا ہے اگرچہ عمرؓ ہی کیون نہو۔ الحاصل سبنے حضرت عمر کی خلافت پر اتفاق کیا۔ جب حضرت عمرؓ شہید ہو گئے تو خلافت کو ان چھ آدمیون کے شوری مین چھوڑ دیا عثمانؓ و علیؓ عبد الرحمن بن عوف کے سپرد کر اختیار دیا کہ جیسا تم کر دوگے ہم کو منظور ہے۔ عبد الرحمن بن عوف نے حضرت عثمان کو پسند کر سب کے روبرو بیعت کی تو پھر سب نے اونکی بیعت کی اور اونکی خلافت پر اتفاق اور اجماع ہو گیا اور جب حضرت عثمان شہید ہوئے تو امر خلافت مہمل رہگیا اوسوقت سب اکابر مہاجرین اور انصار جمع ہوئے اور حضرت علی کو خلیفہ کیا اور بیعت کی اور جو اندرونی لڑائیان حضرت علی کی امیر معاویہؓ اور طلحہؓ و زبیر و عائشہؓ کے ساتھ ہوئین وہ خطائی اجتہادی پر محمول کی گئی ہین تاکہ اصحاب رسول اللہ پر کوئی بدظنی نکرے چنانچہ شیعہ اور سنی کے دلائل اور سوال و جواب مفصل کتب

چھ آدمیون سے مراد … سعد بن ابی وقاص و زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہم

مطولات مین درج ہین۔

ھ۔ خلافت تیس برس تک رہی اسکے پیچھے بادشاہی اور امیری ہوئی۔

ش۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے الخلافة[1] بعدے ثلثون سنة ثم یصیر بعد ها ملکا عضوضا حضرت علیؓ نے آنحضرتؐ کی وفات سے تیسوین برس شہادت پائی۔ پھر خلافت کا کام پانچ چھ مہینے بعد امیر معاویہ کی طرف منتقل ہوا اور خلافت ختم ہوگئی اسکے پیچھے بادشاہ اور امرا ہوئے اور کل مجتہدین امت اکثر خلفاء عباسیہ اور بعض مروانیہ مثل عمر بن عبد العزیز کی خلافت پر متفق ہین جامع تاویل اور مشکل ہے الحاصل خلافت سے مراد خلافت کاملہ ہے وہ بموجب حدیث شریف تیس برس تک رہی بہرحال امت کو امام مقرر کرنا واجب ہے جب ایک امام فوت ہوجاوے تو اوسکے دفن کے اول دوسرا مقرر کرلینا چاہئے۔ کیونکہ اکثر واجبات شرعیہ امام کے ہونے پر موقوف ہین اور اس امر کو ضروری ولابدی سمجھا ہے۔

ف۔ جسطرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء پر شرف حاصل ہے اسی طرح آپکی امت کو اور امتون پر شرف ہے کما قال اللہ تعالیٰ کنتم خیر امة[2] اخرجت للناس۔ حدیث مین آیا ہے کہ اگلی امتون کی عمرون کے سامنے اس امت کی عمرین ایسی ہین جیسے تمام دن کے مقابل عصر سے مغرب تک کا وقت باوجود اس کے کہ اگلی امتون کی عبادت زیادہ ہوگی اور اس امت کی کم مگر ثواب اس کو زیادہ ملیگا جیسا کہ کوئی شخص کسیکو اجرت مقررہ دیوے اور کسیکو اجرت مقررہ سے زیادہ بطور انعام دیوے تو کوئی اعتراض نہین کرسکتا دینے والے کو اختیار ہے اور ثواب و فضائل اس امت مرحومہ کی حدیث مین بہت ہے۔ اور امت کے لوگون مین سے اصحاب رسول اللہؐ بہتر اور فاضل تر ہین قرآن مین آیا ہے والزمهم كلمة التقوى[3] وكانوا احق بها واهلها وكان الله بكل شیء علیما حدیث مین آیا ہے کہ اگر تم مین سے کوئی احد پہاڑ کی برابر سونا خدا کی راہ مین خرچ کرے تو صحابی کے نصف پیمانہ جو کی برابری نہوگی۔ دوسری حدیث مین آیا ہے خیر القرون قرنی یعنی بہتر زمانون

---

[1] خلافت بعد میرے تیس برس ہے اوسکے پیچھے بادشاہی گزندہ ہے ۱۲ منہ۔ [2] تم ہو بہتر سب امتون سے جو پیدا ہوئی ہین لوگون مین ۱۲ منہ [3] اور وہ بہت حقدار ہین اوس کے اور اوس کے لایق اور ہے اللہ ہر چیز سے خبردار ۱۲ منہ

سے میرا زمانہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اصحابون نے جمال مصطفیٰؐ کو بے واسطہ دیکھا اور اونکی محبت مین جان و مال کو خدا کی راہ مین خرچ کیا ابو عمرو بن عبد اللہ محدث کے نزدیک پچھلے زمانہ کے مسلمان اصحابون کے مرتبہ کی برابر یا بہتر ہین اس کی سند مین یہ حدیث بیان فرمائی مثل امتی[1] کمثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ اور ایسا بھی حدیث مین آیا ہے کہ کسی نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ ہم آپ پر ایمان لائے اور آپکے ساتھ جہاد کیا کوئی ہم سے اور بھی بہتر ہے فرمایا۔ ہان۔ وہ قوم کہ تمہارے بعد پیدا ہوگی اور بے دیکھے مجھپر ایمان لاوے گی۔ اور بعض مفسرین نے یؤمنون بالغیب کی ایسی ہی تفسیر کی ہے ولیکن جمہور علماء کا اسی پر اتفاق ہے کہ پچھلون کی بہتری کا جو اثبات کیا ہے یہ بطور خاص ہے۔ کیونکہ ایمان بغیب ہے مگر فضل کلی صحابہ کو ہے اور یہی تحقیق اور قول مختار ہے کیونکہ مصاحبت اور ہمنشینی آنحضرتؐ کے ساتھ ایسی فضیلت اور کرامت ہے کہ جسکی برابر کوئی فضیلت اور کرامت نہین پہنچ سکتی اگرچہ اولیاء اللہ کو صحبت معنوی آنحضرتؐ کے ساتھ حاصل ہے واللہ اعلم۔ **ف**

اور خلفاء اربعہ سب اصحابون سے افضل ہین اور فضل اونکا ترتیب خلافت پر ہی۔ بعد نبی صلعم کے اول خلیفہ جناب ابوبکر صدیقؓ ہوے دو برس چار مہینے مسند خلافت پر رونق افروز رہکر تریسٹھ ۶۳ برس کی عمر مین رہگرا ے عالم بقا ہوے آپکے بعد جناب عمر فاروقؓ خلیفہ ہوئے دس برس چھ مہینے خلافت کرکے تریسٹھ ۶۳ برس کی عمر مین آپنے بھی دنیا سے سفر کیا یعنی ابو لولو مجوسی کے ہاتھ سے شہید ہوئے پھر آپکے بعد جناب عثمان بن عفان خلیفہ ہوئے بارہ برس چند روز کم خلافت کرکے بیاسی برس کی عمر مین بلوہ عام مین شہید ہوئے پھر آپکے بعد جناب علی مرتضیٰ مسند خلافت پر تشریف فرما ہوئے چار برس نو مہینے خلافت کرکے تریسٹھ برس کی عمر مین ابن ملجم کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ پھر آپکے بعد جناب حسنؓ ابن علی نے پانچ ماہ خلافت کرکے سب کام خلافت کا امیر معاویہ کے سپرد کردیا۔ کیونکہ بموجب فرمان سید کائنات تیس برس پورے ہو چکے چنانچہ چوتھی جلد مظاہر حق کتاب الفتن مین بحوالہ جامع الاصول ایسا ہی لکھا ہے اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر مین یون تحریر کرتے ہین کہ خلافت صدیق اکبرؓ دو برس تین مہینے و خلافت فاروقؓ دس برس چھ مہینے و خلافت عثمان بارہ برس و خلافت علیؓ

---

[1] کہا وت امت میری کی مثل بارش کے ہے نہین معلوم ہوتا ہے اول بہتر ہے یا آخر ۱۲ منہ

چار برس نو مہینے و خلافت حسن چھ مہینے ہوئی۔ آنحضرتؐ کے تیس برس بعد بادشاہی اور امیری ہوئی
اور خلافت ختم ہوئی شاہان عباسیہ اور امیر معاویہ پر خلفاء کا مجازاً اطلاق ہے نہ حقیقی۔ حاصل
کلام افضلیت سے مراد کثرت ثواب ہے ہر ایک انھین اپنے اپنے جوہر کمال کے ساتھ یکتا ہے
امام علیم الدین عراقی سے نقل کی گئی ہے کہ فاطمہ اور اونکا بھائی ابراہیم باتفاق خلفاء اربعہ سے افضل
ہین اور امام مالک سے نقل ہے کہ وہ فرماتے تھے ما افضل علی بضعۃ النبی احد ا یعنی مین کسیکو
جگر پارہ رسول اللہ پر فضیلت نہین دیتا ہون۔ اس قسم کی روایات مضر مقصود اور منافی مدعا نہین ہین
کیونکہ افضلیت ایک دوسرے پر کسی اور وجہ خاص سے ہے اور مفضولیت کسی اور وجہ سے اور جگر پارہ
رسول اللہ کی فضیلت جو بیان کی گئی ہے کثرت ثواب اور نفع رسانی اسلام سے نہین ہے بلکہ مزید شرف
و نسب و کرامت جوہر ذات ہے اور اس مین شک نہین ہے کہ اولاد پیغمبر صلعم پیغمبر صاحب کے اجزا ہین اور
اونکی وہ شرف و شان ہے کہ ذات شیخین مین نہین پائی جاتی اس جگہ کسی کو مجال دم زدن نہوگی باوجود اسکے
کہ ثواب شیخین کا اکثر اور نفع رسانی اسلام بہت زیادہ ہے۔ اور قول خطابی جو علماء سنت جماعت سے ہے
شک معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ خیریت کیا شی ہے اور افضلیت کیا ہے کیونکہ ایسا کہا گیا ہے ابو بکر خیر من
علی و علی افضل من ابی بکر۔ اگر مراد خیریت ابو بکرؓ کسی اور وجہ سے اور افضلیت علی کسی اور وجہ سے ہے
تو یہ بات دائرہ خلاف اور محل نزاع سے باہر ہے چنانچہ خیریت سے کثرت ثواب اور نفع رسانی اسلام اور
افضلیت سے شرف ذات و کرامت مراد لیجاوے تو ہو سکتا ہے واللہ اعلم۔ ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ مین نے
کوفہ کی مسجد مین منبر پر حضرت علی کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بہترین اس امت کا بعد پیغمبر خدا ابو بکرؓ
پھر عمرؓ ہے اسیطرح اور بھی روایات منقول ہین اور بعد خلفاء اربعہ کے فضیلت عشرہ مبشرہ کو ہے پھر مجاہدین
بدر کو پھر مجاہدین احد کو ہے بدر کی لڑائی ہجرت کے دوسرے سال اور احد کی چوتھے سال ہوئی اس کے
بعد فضیلت اہل بیعت رضوان کو ہے اور بیعت رضوان اُس بیعت کا نام ہے کہ مسلمانون نے بعد صلح حدیبیہ
کے رسول اللہ سے کی۔ چنانچہ مولٰنا اولٰینا عبد الرحمن خانصاحب نے اس قصہ کو مفصل بیان کیا ہے
کہ ہجرت سے چھ برس بعد پیغمبر صاحب عمرہ کی نیت سے مکہ کو روانہ ہوئے اور جب حدیبیہ گانون سے
پاس پہونچے وہان مکہ والون نے روکا آنحضرتؐ نے عثمانؓ کو صلح کے واسطے مکہ مین بھیجا اونکے شہید

ہونے کی خبر پاایک ہزار پانسو صحابی سے ایک درخت کیکر کے نیچے سب سے ہاتھ مین ہاتھ لیکر اقرار لیا کہ ہم سب حضرت عثمان کے بدلا لینے کو خدا کی راہ مین جان دینگے اور اس سے وعدہ خلافی نکرینگے اور بعد صحابہ کے فضل و کرامت علم اور تقوی کے ساتھ ہے کما قال اللہ تعالیٰ یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات اور حدیث مین آیا ہے فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد وقولہ تعالیٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم اور بعض اولاد اصحاب کی فضیلت اونکے باپون کی ترتیب سے جانتے ہین مگر اولاد فاطمہ کہ سب سے افضل ہین۔ چنانچہ سردر کائنات نے فرمایا ہے ان فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ وان الحسن والحسین سید اشباب اھل الجنۃ اس حدیث سے فضیلت فاطمہ رض کی جنت کی سب عورتون پر ثابت ہے۔ اور حدیث مین ایسا بھی آیا ہے کہ افضل عورتون مین فاطمہ و خدیجہ و عایشہ و مریم و آسیہ ہین۔ دوسری حدیث مین آیا ہے کہ فاطمہ اس امت مین مثل مریم کے ہے اور بعضے علما حضرت عایشہ اور فاطمہ کو افضل جانتے ہین بعض عایشہ رض کو فضیلت دیتے ہین کہ وہ زمانہ خلفا مین مجتہدہ تھین اور فتوی دیتی تھین اور ایسا بھی کہتے ہین بعد خدیجہ رض عایشہ افضل ہین۔ جلال الدین سیوطی اپنے فتاوی مین لکھتے ہین کہ اس جگہ تین مذہب ہین کوئی فاطمہ کو عایشہ سے افضل جانتا ہے اور بعضے برابر اور بعضون نے توقف کیا ہے اکثر علمای حنفیہ اور بعض شافعیہ کا اس مین توقف ہے۔ الحاصل ہر ایک کو فضیلت وجوہ مختلفہ سے ہے چنانچہ حدیثون سے معلوم ہوتا ہے کہ فاطمہ رض پیغمبر صاحب کے نزدیک اولاد مین سے محبوب تر اور بعد از خدیجہ عایشہ رض ازواج مطہرات سے محبوب تر تھین بہر حال شرف ذات وطہارت طینت وپاکی جوہر مین کوئی برابر فاطمہ اور حسن حسین و دیگر اہل بیت کے نہین ہے اور فضیلت یعنی زیادتی ثواب کا حال خدا جانتا ہے۔

مسئلہ دوسرا امام مقرر کرنے مین مع شرائط وغیرہ

ہم مسلمانون کے واسطے امام کا ہونا ضروری ہے تاکہ اونکے لئے احکام جاری کرے اور حدود قایم کرے اور آپس کی پھوٹ کو روکے اور لشکر کی درستی کرے اور اونکے صدقون کو لیکر حسب موقع

سلہ بلند کرتا ہے اللہ درجے ان لوگون کے جو ایمان لائے ہین تم مین سے اور ان لوگون کے کہ جنکو علم دیگئے ہین ۱۲ سلہ ایک فہمیدہ عالم ہزار عبادت کرنے والون سے شیطان پر سخت ہے ۱۲ سلہ ہر آئینہ بہت بزرگ تمہارا خدا کے نزدیک وہ ہے جو پرہیزگار تم سب سے زیادہ ہے ۱۲ سلہ مقرر فاطمہ جنتی عورتون مین سردار ہے اور مقرر حسن حسین جوانان جنت کے سردار ہین ۱۲ سلہ فاطمہ بنت محمد صلعم و خدیجہ و عایشہ ازواج محمد صلعم و مریم ام عیسی و آسیہ زوجہ فرعون ۱۲

خرچ کرے اور سرکشون اور چورون اور لٹیرون کی سرکوبی کرے عیدون اور جمعون کو قایم رکھے اور خلقت کے مقدمات فیصل کرے اور سچی گواہیون کو قبول کرے اور چھوٹے بچے جو لاوارث ہون اونکی بیاہ شادی کردے اور غنیمتون کے مال کو تقسیم کرے۔

ش - انتظام اور بند وبست بغیر امام اور افسر کل کے نہین ہوسکتا اس لئے ایک امام کا ہونا ضروری ہے اگر ہر ملک اور خطہ مین کسی صاحب شوکت کو وہین کے لوگ امام بنالین تو کثرت امامون سے لڑائی جھگڑے ہونا شروع ہوجاوین کیونکہ ہر ایک کو اپنے اپنے ملک کی حکمرانی کی وجہ سے ایک دوسرے کے حکم کی اطاعت کا خیال نہ رہے گا کہ جس سے امور دین مین خلل ہوگا جیسا کہ فی زمانا مشاہدہ مین آرہا ہے اگر کوئی کہے کہ انتظام کے لئے وہی شخص کافی ہے جو بڑی بھاری ریاست رکھتا ہو اور صاحب حشمت وشوکت ہو خواہ وہ امام ہو یا نہو جیسا کہ ترکون کی بادشاہت ہے۔ جواب اسکا یہ ہے کہ بیشک بعض انتظامات دنیاوی اچھی طرح ہوسکتے ہین مگر امور دین مین خلل رہیگا اور یہان امر دین ہی اعظم امور اور عمدہ مقصود ہے اسکا انتظام بغیر امام المسلمین نہین ہوسکتا امام وہ ہے کہ جسکو ریاست دین اور دنیا دونون حاصل ہو۔

م - امام کو ظاہر ہونا چاہئے نہ کہ پوشیدہ اور منتظر اور امام قوم قریش سے مقرر کرنا چاہئے خصوصیت بنی ہاشم و اولاد حضرت علی پر نہین ہے۔

ش - امام کا ظاہر طور پر ہونا ضرور ہے کیونکہ جس غرض سے وہ مقرر کیا جاوے اس کام کو انجام دے نہ کہ خوف دشمنون سے چھپا بیٹھا رہے اور اُس وقت ظاہر ہو کہ جب دنیا سے شر وفساد مٹ جاوے اور ظلم زیادتی جاتی رہے جیسا کہ شیعہ امامیہ گمان کرتے ہین کہ بعد رسول اللہ حضرت علی امام ہین پھر اونکے بیٹے حسن پھر اونکے چھوٹے بھائی حسین پھر اونکے بیٹے زین العابدین پھر اونکے بیٹے محمد باقر۔ پھر اونکے بیٹے جعفر صادق۔ پھر اونکے بیٹے موسی کاظم پھر اونکے بیٹے علی رضا پھر اونکے بیٹے محمد تقی پھر اونکے بیٹے علی نقی پھر اونکے بیٹے حسن عسکری پھر اونکے بیٹے محمد مہدی جو قایم اور منتظر ہین اور یہ خوف دشمنون سے پوشیدہ ہین اور جب ظاہر ہونگے تو دنیا کو عدل و انصاف سے اسطرح بھر دینگے کہ جسطرح پہلے ظلم و جور سے مالامال تھے اور عمر اونکی ایسی دراز مانتے ہین جیسے حضرت عیسی اور خضر علیہ السلام کی ہے۔ یہ باتین ایک شبہے اصل ہے ہر ایک صاحب فہم سلیم جان سکتا ہے کہ جب وجود امام سے اغراض مطلوبہ حاصل نہین

ہوتے ایسی حالت مین اونکا اختفا اور عدم برابر ہے بلکہ جب دنیا مین فساد اور اختلاف وظلم زیادہ ہو
ایسے وقت مین آدمیون کو امام کی سخت حاجت ہی بہت تو یہ ہے کہ خوف دشمنون سے دعوی امامت کا
نکرے اور امام کا خاندان قریش سے ہونا شرط ہے چنانچہ انصار نے اسپر حجت کی تھی کہ امام بنی ہاشم
کے سوا اور ہونا چاہیئے تو حضرت ابو بکرؓ نے حدیث پڑھی الائمۃ من قریش یعنی امام قریش سے ہین تو
سب نے اجماع کر لیا اور کسی نے انکار نہ کیا غرضکہ ہاشمی اور علوی کی خصوصیت نہین ہی ورنہ ہاشمی اور
علوی قریش سے باہر نہین ہین دیکھو ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمان تینون خلیفہ قریشی ہین اور چوتھے خلیفہ
حضرت علی بنی ہاشم سے ہین اور قریشی بھی ہین قریش اولاد نضر بن کنانہ کا نام ہے اور ہاشم ابو عبد المطلب
آنحضرت کے دادا ہین نسب انکا اسطرح ہی۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن
قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن
مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان - اور علویہ اور عباسیہ بنی ہاشم سے ہین
عباس اور ابو طالب دونون عبد المطلب کے بیٹے ہین اور نسب ابو بکرؓ کا اسطرح ہی - ابو بکر بن ابی قحافہ
بن عثمان بن عامر بن عمرو بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی - اور نسب عمرؓ کا اسطرح ہی - عمر بن خطاب
بن نفیل بن عبد العزی بن ریاح بن عبد اللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب -
اور نسب عثمانؓ کا اسطرح ہی - عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف

م - اور یہ شرط نہین ہی کہ امام معصوم ہو اور نہ یہ شرط ہے کہ اہل زمانہ سے افضل ہو -

ش - امام کے لئے معصوم کی شرط نہین ہی کیونکہ معصوم صفت نبی کی ہی نہ امام کی اگر کوئی کہے
کہ خدا نے فرمایا ہے لا ینال عھدی الظالمین یعنی نہین پہونچے گا میرا عہد (خلافت)
ظالمون کو - اور یہ ظاہر ہے کہ غیر معصوم ظالم ہے پس عہدہ امامت بھی اوس کو نہ ملنا چاہئے جواب
اسکا یون ہی کہ ظالم اور ہی اور غیر معصوم اور - ظالم اوس کو کہتے ہین کہ جو ارتکاب کرے ایسے گناہ کا
کہ جس مین انصاف ساقط ہو جاوے اور رسالہ اوس کے عدم تو بہ بھی ہو اور غیر معصوم کو ظالم ہونا
لازم نہین ہی - اور حقیقت عصمت یہ ہے کہ خداوند تعالے بندے سے گناہ نہ ہونے دے باوجود اسکے
کہ مادہ گناہ بندہ مین موجود ہو - اور شیخ ابو المنصور ماتریدی فرماتا ہے کہ عصمت سے تکلیف شرعی زائل

نہین ہوتی ہی اور یہ قول کہ عصمت ایک خاصہ ہی نفس مین کہ جس سے صدور گناہ نہین ہوسکتا باطل ہی
کیونکہ اگر گناہ اوس کی وجہ سے ممتنع ہو تو پھر تکلیف شرعی صحیح نہین ہی اور نہ وہ مستحق ثواب کا ہے۔
اور امام کا افضل ہونا بھی ضرور نہین خواہ امام فضیلت مین مساوی ہو یا کم مگر امامت کی مصلحتون اور
مفاسد کو خوب سمجھتا ہو اور ضروریات کے قایم کرنے پر قادر ہو کہ جس سے شر و فتنہ دفع ہو جاتے۔

م - اور یہ شرط ہے کہ امام اہل ولایت مطلقہ کاملہ ہو اور سیاست دار اور قادر ہو بنا بر اجرای احکام
و نگہداشت حدود دار اسلام اور ظلم ظالم سے مظلوم کا فریاد رس ہو۔

ش - اہل ولایت مطلقہ کاملہ سے مراد مسلمان مذکر عاقل بالغ آزاد ہے۔ کافر تو امامت سے
یون خارج ہے کہ خدا نے فرمایا ہے ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا[1]
اور غلام اس وجہ سے خارج ہے کہ آقا کی خدمت کرنے سے لوگون کی نظرون مین حقیر ہوتا ہے۔
اور عورت اس وجہ سے کہ ناقص عقل و دین ہی اور لڑکا اور مجنون تدبیر امور سے قاصر ہوتا ہے
بس امام کا سیاست دار ہونا ضرور ہے تاکہ امور مسلمین مین اپنی رائی اور دبدبہ اور شوکت سے تصرف
کرے اور اپنے علم و عدالت و شجاعت پر قادر ہو کیونکہ امام انتظام اور بند وبست کی غرض سے مقرر
کیا جاتا ہے۔

م - اور امام بسبب فسق اور ظلم کے معزول نہین کیا جاوے۔

ش - امام کو گناہ کرنے اور ظلم کرنے سے معزول نہین کرنا چاہیے کیونکہ سابق زمانہ مین
بعد خلفاء راشدین اماموں اور امیرون سے ظلم و فسق ظاہر ہوا مگر سب لوگ فرمانبردار رہے اور جمعہ
اور عید اونکے حکم سے ہوتے رہے اس لئے امامت کی شرطون مین عصمت نہین ہے۔ امام شافعی
فرماتے ہین کہ امام کو گناہ اور ظلم کے سبب سے معزول کردینا چاہیے کیونکہ جب اوس سے اپنی ہی
درستی نہین ہوسکتی ہی تو خلایق کی اصلاح کیونکر کرے گا۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہین کہ وہ اہل ولایت
سے ہے چنانچہ باپ فاسق اپنے خورد سال بچون کا نکاح کردیتا ہے تو صحیح ہوتا ہے اور کتب شافعیہ
مین مسطور ہے کہ قاضی معزول کیا جاتے بخلاف امام کے کیونکہ امام کے معزول کرنے مین فساد ٹھیرا

---

[1] ہرگز نہ کریگا اللہ کافرون کے واسطے مومنون پر راہ ۱۲

ہونے کا اندیشہ ہے کس لئے کہ امام صاحب حشمت وشوکت ہوتا ہے بخلاف قاضی اور امام ابی حنیفہؒ اور آپکے شاگرد محمد وابی یوسف کے نزدیک فاسق کی قضا جائز نہین ہی اور بعض مشائخ فرماتے ہین کہ تقلید کرتے وقت وہ فاسق نہ تھا تو اوسکی قضا صحیح ہوگی ورنہ نہین کیونکہ اول مقلد نے اوسکی عدالت پر اعتماد کیا اب وہ بدون عدالت اوسکی قضا پر راضی نہین ہوگا پس قاضی معزول کیا جاسے اور فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی کہ سب کا اسی پر اجماع ہی کہ اگر رشوت لیکر کوئی حکم دیوے تو وہ حکم نافذ نہین ہوگا اسی طرح کسی نے رشوت دیکر عہدہ قضا کا لیا تو وہ قاضی نہین ہے۔

مسئلہ تیسواں ہر نیک وبد کے پیچھے نماز جائز ہے اور ہر گناہ گار کے جنازے کی نماز پڑھنا درست ہے

م ۔ اور نماز ہر نیک وگنہگار کے پیچھے پڑہنا جائز ہی اسی طرح ہر نیک وگنہگار کے اوپر پڑھنا جائز ہے **ش** ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے صلوا خلف کل بر وفاجر اور علمائے امت گنہگاروں کے پیچھے نماز پڑھتے چلے آئے ہین کیونکہ فسق اور بدعت سے کفر نہین ہوتا ہی البتہ کفر ثابت ہونے پر نماز درست نہین۔ اور بعض بزرگون سے منقول ہی کہ بدعتی کے پیچھے نماز منع ہی مراد اس سے مکروہ ہے اور کراہت مین کچھ کلام نہین ہی یہانتک کہ معتزلہ بھی فاسق کے پیچھے نماز جائز رکھتے ہین اگرچہ وہ فاسق کو غیر مومن جانتے ہین لیکن اونکے نزدیک شرط امامت مین عدم کفر ہی نہ وجود ایمان جو بمعنی تصدیق و اقرار او اعمال ہے اسی طرح جب کوئی ایمان پر مرجاوے تو اوس کے جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لا تدعوا الصلوٰۃ علی من مات من اھل القبلۃ یعنی مت ترک کرو تم نماز اس شخص پر جو مرگیا ہو اہل قبلہ سے اگر کوئی کہے کہ شاید ان مسائل کے فروعات فقہ ہین علم کلام مین بیان کرنا ضرور نہین اور اگر باعتبار اس کے کہ انکی حقیقت پر اعتقاد رکھنا واجب ہی اس سئے اصول کلام مین بیان ہوا تو پھر انھین پر کیا منحصر ہی جمیع مسائل فقہ کو ایسا ہی جاننا چاہتے۔ جواب اسکا یہ ہے کہ جب ہم مقاصد علم کلام سے یعنی مباحث ذات وصفات وافعال ومعاد ونبوت وامامت سے فارغ ہوتے جیسا کہ قانون اہل اسلام وطریقہ سنت وجماعت ہے تو ابکے سعید۔ اون مسائل کا تنبیہا بیان کرنا ظاہر

سلہ نماز پڑہو تم ہر نیک وگنہگار کے پیچھے ۱۲

ہوا کہ جس سے تمیز اہل سنت اور معتزلہ اور شیعہ اور فلاسفہ اور ملاحدہ وغیرہ مثل اہل ہوا اور بدعت کے معلوم ہو جن فروعات اور جزئیات کا تعلق عقائد سے ہو اسکا بیان کرنا ضروری اور لابدی ہے۔

مسئلہ چوتھا صحابہ کو آپس کی لڑائیونکی وجہ سے بُرا نہ کہنا چاہئے

م۔ ہم صحابہ کو بُرا کہنے سے رُکینگے مگر بخیر یاد کرینگے۔

ش۔ صحابہ کے مناقب مین احادیث صحیحہ وارد ہو چکی ہین اس لئے لعن و طعن سے باز رہنا واجب ہے فرمایا آنحضرت نے[۱] لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ وقولہ صلعم[۲] اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ تعالے فیوشک ان یاخذہ پھر جدا جدا ہر ایک صحابی مثل ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و حسنؓ حسینؓ و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے مناقب مین بہت حدیثین وارد ہین اور اونکے آپس کے جھگڑے اور لڑائیان محمول بتاویلات ہین یعنی خطاے اجتہادی ہوئی۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے قاتلون کو سزا دینے پر جنگ ہوئی۔ الغرض کسی امر مین لعن طعن اور گالی دینا برخلاف دلائل قطعی کفر ہے مثلاً قذف حضرت عائشہؓ۔ اگر دلیل قطعی کے خلاف نہو تاہم بدعت اور فسق ہے۔ الحاصل سلف مجتہدین و علماء صالحین سے جواز لعن امیر معاویہ اور اونکے گروہ پر منقول نہین ہے اسواسطے کہ غایت امر اونکا خروج اور بغاوت امام سے ہے اور یہ بات موجب لعنت نہین ہے اور یزید بن معاویہ پر لعنت کرنے مین اختلاف ہے خلاصہ وغیرہ مین ذکر ہے کہ یزید اور حجاج بن یوسف پر لعنت نہ کہنا چاہیے کیونکہ آنحضرت نے

---

[۱] مت گالی دو تم میرے اصحابون کو پس اگر تم نے کوئی خرچ کرے جبل احد کی برابر سونا نہین برابر ہوگا ربع مد اونکے کو اور نہ نصف مد اونکے کو ۱۲ [۲] ڈرو تم اللہ سے میرے اصحابون کے بارے مین مت پکڑو تم اونکو نشانہ میرے پیچھے پس جس نے دوست رکھا اونکو پس بسبب دوستی میری کے اوس نے دوست رکھا اونکو اور جس نے دشمنی رکھی اونسے پس بسبب دشمنی میری کے اوس نے دشمن رکھا اونکو اور جس نے ستایا اونکو پس مقرر ستایا اوس نے مجکو اور جس نے مجکو ستایا پس ہر آئینہ ستایا اوس نے خدا کو اور جس نے ستایا خدا کو پس عنقریب گرفتار کریگا اوسکو خدا ۱۲ مشکوٰۃ

فرمایا ہے کہ اہل قبلہ و مصلین پر لعنت نہ کہنا چاہتے۔ اور بعضون نے یزید پر لعنت کا اطلاق کیا ہے
کیونکہ جسوقت اوس نے حکم قتل امام حسینؓ دیا تو اوسپر کفر عاید ہوا اور اتفاق کیا ہے اکثرون نے جواز
لعنت کا اوسپر کہ جس نے حسین کو قتل کیا اور حکم دیا اور اونکے قتل کو جائز جانا اور جو اوسپر راضی ہوا
اور یہ سچ ہے اور تواتر سے ثابت ہے کہ یزید کا قتل حسینؓ سے راضی ہونا اور اسکا استبشار کرنا
اور اہانت اہل بیت نبی صلعم کی کرنا اوسکی شان بلکہ اوس کے ایمان مین کچھ جاتے توقف نہین ہے لعنۃ اللہ
علیہ و علی انصارہ و اعوانہ (شرح عقائد نسفی)

ف۔ سب اصحابون کی شان مین ادب سے کلام کرنا چاہتے کیونکہ اونکو صحبت رسول خدا کی نصیب
ہونا یقینی ہے اور دوسری باتین جو اونکی نسبت کہی جاتی ہین ظنی ہین بہرحال اپنی زبان کو برائی سے
روکنا چاہئے اور یزید کے بارے مین بہت کچھ بحث ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بعد مسندنشینی کے یزید نے
بہت برے کام کئے کہ جسکے اہل تواریخ شاہد ہین۔ یہانتک کہ وہ شراب خوار اور زانی اور بدکار تھا
اوس نے جناب امام حسینؓ کو قتل کرایا۔ اہل بیت رسول اللہ کی اہانت کی پھر اہل مدینہ کے قتل کو مدینہ منورہ
مین لشکر بھیجا اور صحابہ اور تابعین کے قتل کا حکم دیا اور مدینہ مین نہایت بے ادبانہ کام کیا مسجد نبوی کا
کچھ ادب نہ کیا گھوڑے تک وہان بندھے اسکے بعد لشکر مکہ معظمہ کو بھیجا اور عبداللہ بن زبیر کے قتل کا
حکم دیا۔ ان جاسے ستبرکہ مین خوب جنگ و جدل ہوا بہت آدمی ناحق قتل ہوتے جسکا مفصل حال کتب
سیر مین درج ہے اسیوجہ سے اکثر اسپر لعنت کرتے ہین کیونکہ اہانت وایذا اہل بیت موجب اہانت وایذا
رسول اللہ ہے اور یہی سبب کفر کا موجب لعن و خلود نار ہے کما قال اللہ تعالیٰ ان الذین یوذون اللہ
ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلہم عذابا مھینا ۝ چنانچہ امام احمد حنبلؒ نے
اوسپر لعنت کہی ہے اور ابن جوزی نے اپنی کتاب مین سلف سے اوسپر لعنت نقل کی ہے اور بعضون نے
توقف کیا ہے اور بعضون نے منع کیا ہے کسواسطے کہ خاتمہ اوسکا معلوم نہین ہے شاید اوس نے
بعد کفر و معصیت توبہ کی ہو اور ویسے تو شارب خمر اور راشی اور مرتشی وغیرہ پر حدیث مین لعنت آئی ہے
اور تارک صلوۃ پر کفر آیا ہے ایسی حدیثین تغلیظا و تہدیدا ہین۔ جاننا چاہئے کہ لعنت دو قسم ہے

ف۱ جو لوگ ناخوش کرتے ہین اللہ کو اور اوس کے رسول کو لعنت کی ہے اللہ نے اون کو دنیا مین اور آخرت
مین اور تیار کیا ہے اونکے واسطے عذاب ذلت دینے والا ۱۲ منہ

ایک تو ہانکنا اور دور کرنا و نا امید مطلق کرنا رحمت و فضل الہی سے یہ خاص قسم کافرون کے حق مین ہے
دوسری قسم جس سے مراد دوری اور محرومی مقام قرب رضا الہی سے اور جھڑکنا ہے جیسے کسی بدکار کو
واسطے بے اختیار زبان سے نکلجاتا ہی اور آدمی کو اس سے احتراز مشکل ہو (کذا فی مشاہیر حق جلد ۲)
اول قسم کے لعنت کہنے والے کے حق مین خوفناک ہو کس لیئے کہ جسپر لعنت کہی جاوے اگر وہ مستحق اوسکا
نہین ہی یعنی وہ کافر نہین ہی تو لعنت اور کفر دینے والے پر عائد ہوتا ہے کما فی الحدیث ۔ عن[۵۱] ابی ذر
قال رسول اللہ صلعم لا یرمی رجل رجلا بالفسوق و لا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ
ان لم یکن صاحبہ کذلک رواہ البخاری ۔ و[۵۲] عن ابی ہریرہ ان النبی قال لا ینبغی
لصدیق ان یکون لعانا رواہ المسلم ۔ خلاصہ یہ کہ نبیوں کا کام یہ ہے کہ مخلوق کو کفر
اور شرک سے نکالکر اسلام اور رحمت خدا کی طرف لے آوین چونکہ تمام علمای دین وصدیق
بالیقین وارث انبیا علیہم اسلام مین پس اونکا بھی ایسا ہی طریقہ ہے ۔ ہر مسلمان کو لازم ہے کہ ہم
ایک بندہ خدا کو رحمت الہی کی طرف بلاوے اور جو یزید کو اوس کے مرے بعد لعنت کرنے کو منع
کرتے ہین کچھ یزید کی طرفداری اور دوستی کی راہ سے نہین ہے بلکہ اپنے بچاؤ کے سبب سے
اپنی زبان کو روکتے ہین کہ شاید توبہ کی ہو اور توبہ قبول کرنا خدا کے اختیار ہی اور یہ امر مبہم ہے
اس لیئے اس مین توقف اولی ہے امام اعظم رح نے بھی اس مین توقف اسی وجہ سے فرمایا ہے حالانکہ
لعن طعن جسپر قرآن مین منصوص آیا ہے اوس کے بھی کہنے کا فائدہ کہین نہین دیکھنے مین آیا ۔
دیکھیئے حضرت امیر حمزہ عم مکرم رسول اللہ کیسے راہ خدا مین جو بالاتفاق جہاد تھا کس غربت و کربت
مین بحضور شہید ہوے جسکا صدمہ دل مبارک پر کیا کچھ گذرا اور وہ سید الشہدا حقیقی کہلاتے تاہم
اسلام ایسے قاتل کا بحکم الہی قبول ہوا پھر بے دیکھنے کے حضرت روادار نہوتے اور جو علامہ تفتازانی
نے جرأت فرمائی ہے وہ قاضی یا مفتی حنفیہ نہ تھے حنفیہ کے مفتی الثقلین تو مصنف رسالہ عقائد نسفی ہین
جنکی اور بھی کتابین فقہ و تفسیر وغیرہ معمول بہا ہین کیا بعید ہے کہ علامہ موصوف نے برعایت عہد حیدر ثانی

---

[۵۱] ابی ذر سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ کوئی شخص کسی کو فسق اور کفر کی تہمت نہ کرے کیونکہ جس کو کہا ہے
اوس مین فسق اور کفر نہ ہوگا تو یہ فسق اور کفر کہنے والے پر لوٹ آتا ہے ۔ ۱۲ منہ

[۵۲] ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت نے نہین چاہیئے سچے آدمی کو کہ بہت لعنت کرنے والا ہو ۔ ۱۲ منہ

جو تواریخ سے ظاہر ہے ایسی مبادرت فرمائی ہو بہر حال انہی امامون نبی زادون کی ارواح متعلقین
کو خیرات و درود و فاتحہ سے یاد شاد کرنا چاہیئے لعن طعن کی لغویات بیہودہ لگنا چاہتے
ہو ہین گے کھانے والے غم کے ان کو کیا تبرا ہی طعام خوش کے آگے ذکر بدبو ہو نہین سکتا۔

مسئلہ پانچوان اُن لوگون کے جنتی ہونیکی گواہی دینا جنکی آنحضرت نے خبر دی ہی

م اور گواہی دیتے ہین ہم جنتی ہونے پر دس آدمیون کے جنکے لئے آنحضرت نے جنتی ہونے کی خوشخبری فرمائی۔

ش۔ حدیث مین آیا ہے کہ ابو بکرؓ اور عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ۔ عبدالرحمنؓ بن عوف سعدؓ بن ابی وقاص۔ سعیدؓ بن زید۔ ابو عبیدہؓ بن جراح جنتی ہین اور فاطمہؓ اور حسنؓ حسینؓ رضی اللہ عنہم بھی جنتی ہین کیونکہ حدیث مین وارد ہی کہ فاطمہ جنت کی عورتون کی سردار ہین اور حسن حسین جوانان بہشت کے سردار ہین۔ غرضکہ تمام صحابہ کا ذکر خیر کے ساتھ کرنا چاہیئے اور جسکی خبر حدیث و قرآن سے جنتی و دوزخی ہونے کی نہین ہی اُس کے لئے کچھ نہین کہ سکتے ان عموماً یون کہ سکتے ہین کہ ایماندار جنتی اور کافر دوزخی ہی۔

مسئلہ چھٹا موزون پر مسح درست ہے

م۔ اور ہم جائز رکھتے ہین موزون پر مسح کرنا سفر و حضر مین۔

ش۔ موزون پر مسح کرنا حدیث مشہور سے ثابت ہی حضرت علی ابن ابیطالب سے کسی نے موزون کے مسح کے لئے پوچھا فرمایا کہ پیغمبر صاحب نے تین رات و دن تک مسافر کے لئے اور ایک رات دن مقیم کے لئے حکم دیا ہے اور جناب ابو بکر سے بھی روایت کی گئی ہی کہ رسول اللہ نے مسافر کو موزون پر مسح کرنے کی تین دن اور تین رات کی اجازت فرمائی اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات کی اسطرح پر کہ جب اول وضو کیا جاوے پاؤن دہوکر موزے پہن لے پھر دوبارہ وضو کے وقت پاؤن دہونا ضرور نہین مسح کافی ہے۔ حسنؓ بصری فرماتے ہین کہ ملے ستر صحابہ

سے موزون پر مسح جائز ہونا معلوم ہوا۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ مین نے اُس وقت موزون کے مسح کا حکم دیا کہ جب مجکو خوب اسکی تحقیق ہوگئی۔ امام کرخی یہانتک فرماتے ہین کہ مجکو اوسپر کفر کا خوف ہے کہ جو موزون پر مسح ناجائز جانتا ہے۔ حاصل کلام ناجائز جاننے والا بدعتی ہے۔ انس بن مالک نے فرمایا ہے کہ سنت جماعت کی تین نشانیان ہین۔

(۱) محبت شیخین کی رکھنا۔ (۲) ختنین پر طعن نکرنا۔ (۳) موزون پر مسح کرنا۔ اور بعضون نے یون بیان کیا ہے۔ (۱) ابوبکرؓ اور عمرؓ کو فاضل جاننا (۲) اور علیؓ و عثمانؓ سے محبت رکھنا (۳) اعتقاد جواز مسح موزہ کا رکھنا۔

مسئلہ ساتوان نبیذ تمر کو حرام نہ جاننا

م۔ اور نبیذ تمر کو ہم حرام نہین جانتے ہین۔

ش۔ نبیذ اوس کو کہتے ہین کہ چھوارون خواہ انگورون کو پانی مین بھگو کر اوسکا رس نکالکر کسی مٹی کے برتن مین رکھ چھوڑتے ہین تاکہ اُس مین تیزی مثل سرکہ کے آجاوے پھر اُس کو کھانے مین استعمال کرتے ہین۔ مشروع اسلام مین اسکا کھانا آنحضرتؐ نے مصلحت سے منع فرمادیا تھا کہ اکثر اس قسم کے برتن شراب کھینچنے کے تھے بعد مین اس حکم کو منسوخ فرماکر اجازت فرمادی اہل سنت کے نزدیک بخلاف شیعون کے نبیذ حلال ہی اور جب اس مین نشہ پیدا ہوجاوے اُسوقت حرام ہی

شعاع چہارم مشتمل بر بارہ مسائل

مسئلہ پہلا انسان کو وہ مرتبہ نہین ملتا کہ اُس سے عبادت معاف ہوجاوے

م۔ بندہ اُس مرتبہ کو نہین پہنچتا کہ اُس سے امر و نہی کی تکلیف ساقط ہو جاوے۔

ش۔ تکلیف شرعی عام ہی اور کل مجتہدین کا اجماع ہے کہ تکلیف شرعی کسیکو معاف نہین ہوسکتی بعض مباحین کا قول ہی کہ جب بندہ خالص دل سے ایمان پسند کرلے اور عشق اور محبت

کے انتہا درجہ کو پہنچ جاوے تو اوس کے دل کی سب کدورت جاتی رہتی ہی اور منعکس تجلیات ربانی ہوکر ہمہ تن نور ہوجاتا ہے اوس وقت اُس سے تکلیف امرونہی معاف ہوجاتی ہے اگر اُس سے گناہ کبیرہ بھی سرزد ہوگا تو عذاب دوزخ نہ ہوگا اور بعضوں نے مبالغہ کیا ہے کہ اس سے عبادت ظاہری بھی معاف ہوجاتی ہے اُس کی عبادت فقط تفکر یعنے اُس کے عشق ومحبت مین دل سے غور وفکر کرنا ہے جسکو روحانی عبادت کہنا چاہیے۔ مگر شرع شریف مین ایسے اعتقاد رکھنے والے پر کفر اور گمراہی کا اطلاق ہوتا ہے کسواسطے کہ محبت اور ایمان مین سب سے فائق تر افضل واکمل انبیا علیہم السلام خصوصًا حبیب اللہ تعالے صلعم ہین اور اُنکے حق مین تکلیف شرعی نہایت تاکید کے ساتھ ہے جیسا عوام الناس۔

سوال۔ حدیث مین آیا ہے کہ جو اللہ پاک سے عشق ومحبت رکھے گا اسکو گناہ ضرر نہین دیگا۔ چنانچہ قولہ عم اذا احب اللہ عبدا لم یضرہ ذنب اسکا کیا مطلب ہے۔

جواب۔ کسی عشق ومحبت رکھنے والے کو گناہ کی اجازت یا اُسکی سزا کی معافی کا حکم عام نہین ہی بلکہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ جو اللہ تعالے سے عشق ومحبت رکھے گا اُس کو خدا گناہ سے بچاویگا اور جبکہ وہ گناہ سے بچے گا تو اُس کو کچھ ضرر نہ پہنچے گا۔

مسئلہ دوسرا نصوص قرآنی کو ظاہر معنون سے پھیر کر اور معنی لینا الحاد ہے

م۔ معنی نصوص قرآنی کے ظاہر ہون وہی لینا چاہیئے اور ظاہری معنون کو پھیر کر ایسے معنی لینا جیسا کہ اہل باطن بیدین مدعی ہین الحاد ہے اسیطرح نصوص قرآنی کو رد کرنا کفر ہے۔

ش۔ جبکہ معنی آیات کے دلیل قطعی سے خلاف ہون تو اسوقت تاویل کرنا کچھ مضائقہ نہین چنانچہ جن آیات مین جہت اور جسمیت باریتعالے پائی جاتی ہے ایسی آیات قسم نصوص سے نہین ہین بلکہ متشابہ سے ہین اور یہان مراد نصوص سے عام اقسام نظم متعارف ہے نہ مقابل [illegible]

ملہ جب محبت رکھے گا اللہ سے بندہ نہیں ضرر دیگا اوس کو گناہ ۱۲ منہ

ظاہر و مفسر و محکم[1] - اور ملحد بیدین اپنے آپ کو اہل باطن نام رکھکر کہتے ہین کہ نصوص ظاہری معنون پر نہین ہین بلکہ اوس کے لئیے اور معنی باطنی ہین کہ جس کو سوا خدا اور نبی اور ولی کے دوسرا نہین جانتا ایسے لوگون کا ارادہ شریعت مین خلل ڈالنے اور اسلام سے نکالکر کفر مین شامل کرنیکا ہوتا ہے بلکہ وہ منافقانہ برتاو رکھتے ہین اور ظاہر ہیکہ احکام دین آنحضرت سے لیکر آجتک سب مجتہدین اور علماء دین مثل نماز - روزہ - حج - زکوۃ - خیرات وغیرہ ظاہری معنون پر سمجھکر کرتے چلے آئے ہین قرآن خاص لوگون کے واسطے نہین ہے بلکہ تمام جہان کے واسطے قانون ہدایت ہے جیسا اس سے مفہوم ہوتا ہے وہ صحیح ہے اور اکثر ارباب سلوک اشارات خفیہ و دقائق لطیفہ بیان فرماتے ہین - چنانچہ قرآن مین توحید و صفات باریتعالی و روح و نفس و ملائک و آسمان و شمس و قمر وغیرہ کا ذکر ہے اونکی ماہیت اور حقیقت کو ایک خوبی کے ساتھ بیان کرتے ہین نہ یہ کہ ان اصلی چیزون اور ظاہری معنون سے انکار کرتے ہین بلکہ ظاہری معنون اور اونکے اشارات دقیقہ مین مطابقت ہوتی ہے - اس لئیے ایسا بیان کمال ایمان اور محض عرفان ہے اور ان احکام سے انکار کرنا کہ جنپر نصوص قطعیہ دال ہین مثلاً حشر اجساد - حساب کتاب دوزخ بہشت وغیرہ بالکل کفر و بیدینی ہے کیونکہ اس مین صریح خدا اور رسول کی تکذیب ہے -

مسئلہ تیسرا گناہ کو حلال اور مباح جانکر کرنا کفر ہے

م - گناہ کو حلال سمجھکر کرنا کفر ہے -

ش - گناہ کو حلال جانکر کرنا یعنے اونکے ارتکاب سے عذاب ہونے کا اعتقاد رکھنا کفر ہے مثلاً کوئی شراب پینے اور مباح کھانے اور سور کا گوشت کھانے وغیرہ محرمات شرعیہ کو حلال سمجھیگا تو کافر ہوگا - اور اگر حلال جانکر نہ کیا تو گنہگار ہوگا یا کسی نے تمنا کی کہ زنا اور قتل نفس بغیر

---

[1] واضح ہو کہ اصول فقہ مین آیات کی آٹھ قسمین ہین ظاہر و نص و مفسر و محکم و خفی و مشکل و مجمل و متشابہ ظاہر وہ ہے کہ جسکے معنی ظاہر المراد ہون اور قصد متکلم سے نہو - نص وہ ہے کہ جسکے معنی ظاہر المراد ہون اور احتمال تخصیص یا تاویل کا ہو اور مفسر وہ ہے کہ معنی اوس کے ظاہر المراد ہون اور احتمال نسخ کا ہو - محکم وہ ہے کہ جسکے معنی ظاہر المراد ہون اور احتمال نسخ کا نہو خفی وہ ہے کہ جسکے معنی مین بعارض خفا یعنی پوشیدگی ہو - مشکل وہ ہے کہ جسکے معنی مین خفا یعنی پوشیدگی ہو اور تامل سے اوسکے معنی سمجھ مین آئین - مجمل وہ ہے کہ جسکے معنی مین خفا ہو اور اوس کے معنی سمجھے بن استفسار - متشابہ وہ ہے کہ جسکے معنی مین خفا ہو اور کسیطرح سمجھ مین نہ آسکین ۱۲ منہ

حق حرام نہ ہوتا یا عالم منبر یا کسی اونچی جگہ پر وعظ کہنے کو بیٹھے اور کوئی مسخری اور دل لگی کرے یا کوئی عورت اپنے خاوند کو چھوڑنا چاہے اور کوئی اوس کو فتوی دیدے کہ تو کافر ہو جا تو اُس سے چھوٹ جائے گی ۔ یا شراب خواری کے وقت یا زنا کے وقت بسم اللہ یا عمداً قبلہ چھوڑ کر اور طرف منہ کر کے نماز پڑھے یا بے طہارت نماز پڑھے یا زبان سے کلمات کفر گناہ نہ جانکر نکالے ان سب باتوں سے آدمی کافر ہوتا ہے اگر بسبقت لسانی اور سہواً کوئی کلمہ نکلجاوے تو کفر نہیں ہے اور اسکا کچھ مضائقہ نہیں اسی طرح کوئی سامان کسب حرام سے ہو اور بیچنے والا فروخت کرتے وقت کہدے کہ یہ حلال ہے تو کافر ہوگا۔

ف جاننا چاہیے کہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں بحوالہ فتاوی صغری وجواہر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی بے طہارت امام کے ساتھ نماز پڑھے گا تو کافر ہوگا اور اگر بے طہارت اکیلا پڑھے گا تو گنہگار ہوگا نہ کافر۔ غرض کہ گناہ کو ہلکا نہ جانے اور نہ کفر کو ہلکا جانکر کفر کرے اسی طرح حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہ سمجھے ورنہ کافر ہوگا ۔ مین نے کئی فقیروں کو دیکھا ہے کہ وہ عورتوں کا لباس پہنتے ہیں اور ہاتھ میں چوڑیاں ڈال لیتے ہیں جو کوئی اس کو اچھا سمجھے اوسپر کفر کا حکم ہے اسی طرح اُس عورت پر کفر کا حکم ہے جو آدمی کا لباس پہنے اور اُس کو اچھا سمجھے اور جو ہولی دیوالی کے رسومات کو ہنود کے ساتھ نیک سمجھ کر کریگا تو وہ بھی کافر ہو جائیگا۔ چنانچہ قبر پرستی اور تعزیہ پرستی کفر ہے اور احکام شریعت سے انکار کرنا یا اوس میں شک کرنا۔ مثلاً کوئی قیامت اور حساب کتاب بہشت و دوزخ وغیرہ میں شک کرے یا ایسا خیال کرے کہ ایسے ہی ڈرانے دھمکانے اور خوش کرنے کے لئے ان چیزوں کا ذکر کردیا ہے تو وہ شک کرنے والا اور خیال رکھنے والا کافر ہے۔ اسی طرح شریعت پر ہنسنے اور شریعت کی باتوں کو بُرا جاننا کفر ہے۔ مثلاً کوئی پیغمبر کی اہانت کرے یا اونکے قول فعل پر ٹھٹھا کرے یا اونکی نقلیں ناٹک بناکر بطور مذاق اور ٹھٹھا کرکر اسیطرح وہ بھی کافر ہو جاتے ہیں جیسے جلسہ میں بیٹھے ہوتے ہنستے رہتے ہیں یا کسی آیت قرآنی یا کسی حدیث کے الفاظوں سے ہنسی دل لگی کرنا جیسا کہ بھانڈ بھنڈیلے نوٹنکی تھیٹر وغیرہ میں ظرافت کرتے ہیں۔ کسی جگہ میں ایک داڑھی منڈے سے پوچھا کہ تم نے بھی داڑھی کیوں

منڈوادی ہے اوس کے جواب میں مسخرہ پن سے کہا کہ خدا نے قرآن مین کلا سوف فرمایا ہے یعنی کلون کو صاف رکھو پس ایسی باتین کرنا کفر ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ البتہ مستی اور بیہوشی سے جسکی عقل جاتی رہی ہو خواہ شراب سے خواہ مرض سے اور اوس حالت مین وہ کلمات کفر بکے تو اوس کو کافر نہ کہنا چاہیئے کیونکہ عقل اوسکی زائل ہو جاتی ہے اور انسان عقل ہی کی وجہ سے مکلف ہے۔

مسئلہ چوتھا اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا کفر ہے

م۔ ناامیدی خدا سے کفر ہے۔

ش۔ خدا کی رحمت سے ناامید ہونا اسواسطے کفر ہے کہ کافر اللہ کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں کما قال اللہ تعالے لا ییاس من روح اللہ الا القوم الکافرون انسان کتنا ہی گنہگار ہو مگر اوس کی رحمت کا امیدوار رہے خود خدا نے قرآن مین فرمایا ہے کہ میری رحمت سے ناامید ہونا چاہیئے ؎ اوسے فضل کرتے نہین لگتی بار + نہ ہو اوس سے مایوس امیدوار
خدا بے نیاز ہے چاہے تو سارے جہان کو بخشدے اوس کا دریائے رحمت بہت بڑا اور وسیع ہے ؎ روز انصاف گنہگارونکو اندیشہ نہین + قید سے سبکے چھڑا لیوے رحمت تیری +

مسئلہ پانچوان خدا سے بیخوف ہونا کفر ہے

م۔ اللہ سے نڈر ہونا کفر ہے۔ کیونکہ کافر ہی خدا کے عذاب سے بیخوف ہوتا ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے فلا یامن مکر اللہ تعالے الا القوم الخاسرون خدا کی ذات پاک بے پروا ہے چاہے جنت مین لیجائے چاہے دوزخ مین وہ صاحب اختیار ہے کسیکی مجال نہین جو دم مارے بہرحال انسان اوس کے خوف سے ڈرتا رہے ؎
اگر قہر و غضب سے کبریا نازل کرے فرمان + او سید م دم بخود ہون مثل بت سب عرشی و فرشی

ف۔ جاننا چاہیئے کہ انسان ہر وقت خدا سے ڈرتا رہے اور اوسکی رحمت کا امیدوار رہے۔ چنانچہ مشہور ہے الایمان بین الخوف والرجا یعنے ایمان درمیان خوف اور

سلہ نہین ناامید ہوتا ہے رحمت خدا سے مگر قوم کافر ۱۲ منہ
سلہ پس نہین نڈر ہوتے ہین داؤ اللہ سے مگر قوم ٹوٹا پانے والی ۱۲ منہ

اور امید کے ہے اور جسکو خدا کے عذاب سے خوف اور اوسکی رحمت سے امید نہین ہے وہ در اصل ایماندار نہین ہے۔ اعلموا ان اللہ شدید العقاب وان اللہ غفور الرحیم [۱]

مسئلہ چھبیسواں کاہن کی غیب کی خبرونپر یقین کرنا کفر ہے

م۔ کاہن غیب کی باتین کہے او نکو سچ جاننا کفر ہے۔

ش۔ حدیث مین آیا ہے من اتی کاھنا فصدقہ بما یقول فقد کفر یعنی جو شخص کاہن کے پاس آیا اور اوس نے اوس کے کہنے کو سچ جانا پس وہ کافر ہوا اور کاہن اوس کو کہتے ہین کہ جو علم غیب کا دعوی کرے۔ اول ملک عرب مین بہت سے کاہن تھے۔ پوشیدہ اور دور کی خبرین اونکو جن دیتے تھے اس لئے وہ خلقت کے دہوکا دینے کو مدعی غیب کے ہوتے تھے اسی طرح منجم کی باتون پر یقین کرنا کفر ہے کیونکہ منجم علم غیب کو نہین جانتا ہے اگرچہ علم نجوم سے کسوف و خسوف معلوم ہوجاتے ہین مگر اوسپر اعتقاد کرنا نہ چاہیے۔ کیونکہ اس قسم کے امور حرکت سیارون اور دور فلکی سے از روے حساب معلوم ہوجاتا ہے مگر اس مین کئی احتمال ہین اول تو مقتضاے بشریت سے اوس حساب مین خطا ممکن ہے دویم تاثیر کواکب اور دور فلکی ہیئیۃ ایک وضع پر نہ ہونے سے ضمیر غلط ہوجاتی ہے اس لئے اسپر اعتقاد کرنے سے انسان خلجان مین پڑجاتا ہے۔ اسواسطے اس شریعت غرا نے اس کو منسوخ کردیا ہے چنانچہ مین نے ایک نجومی سے سوال کیا کہ تم نجوم کو سچا علم کہتے ہو اور جو کچھ تم کہتے ہو وہ صحیح نہین نکلتا اسکی کیا وجہ ہے اوس نے جواب دیا کہ ہم علم غیب نہین جانتے جیسا لکھا ہوتا ہے کہدیتے ہین۔ الغرض علم غیب سوا ذات پروردگار عالم کے اور کوئی نہین جانتا نہ کوئی ولی اور نہ نبی کو علم غیب آتا ہے خدا کی طرف سے اونکو جسقدر الہام یا وحی کے ذریعے سے خبر دیجاتی ہے اوس کو جانتے ہین عالم الغیب خدا پاک ہے۔ کما قال اللہ تعالے وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ھو [۲] ہان بغیر دعوی علم غیب کسی علامت سے کوئی بات آیندہ کی کہدے تو کفر نہین آتا ہے۔ مثلا ہالہ قمر کو دیکھ کر کہدے کہ پانی برسے گا تو کافر نہ ہوگا۔

---

[۱] جان لینا چاہیے کہ بیشک اللہ سخت عذاب کرنے والا اور بیشک اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

[۲] اوسی کے پاس کنجیان غیب کی ہین سواے اوس کے اور کوئی نہین جانتا۔

مسئلہ ساتوان معدوم کچھ شی نہین

م - معدوم کچھ شے نہین ہے -
ش - معدوم کسی اشیا سے نہین ہی کیونکہ جو شے معدوم ہوتی ہی اُسکا کچھ نام نہین ہوتا -
اس مسئلہ کو اس وجہ سے لکھا ہی کہ معتزلہ معدوم کو ممکن اور ثابت کہتے ہین چنانچہ علم منطق مین بھی
یہ مسئلہ آیا ہے مگر دراصل یہ ایک وہمی اور ظنی بات ہے -

مسئلہ آٹھوان صدقہ اور دعا مردونکو فائدہ بخش ہین

م - زندونکا مُردون کے واسطے دعا کرنا اور صدقہ دینا فائدہ مند ہے -
ش - زندہ مومنون کا مُردہ مومنون کے لئے دعا کرنا اور صدقہ دینا فائدہ کرتا ہے اگر کوئی کہے
کہ اپنا اپنا عمل کام آئیگا غیر کے عمل سے کیا فائدہ ہوتا ہے اور مُردہ کو کسطرح سے یہان سے ثواب
پہنچ سکتا ہی جواب اسکا یہ ہے کہ ہم دنیا مین ایک شہر سے دوسرے شہر مین کسی کے پاس بذریعہ منی آرڈر
روپیہ پہنچاتے ہین گو وہ روپیہ بعینہ اُس شہر مین ڈاک والے نہین بھیجتے مگر سرکاری انتظام سے تحریر
پہونچتے ہی خزانہ سے روپیہ دیدیا جاتا ہے - جائے غور ہی کہ اُس سرکار حقیقی کے انتظام سے پہنچنے
کی کیا دلیل ہی - حدیث شریف سے مُردون کے لئے دعا کرنا ثابت ہی خاص کر جنازہ کی نماز اسی غرض
سے پڑھی جاتی ہے اگر فائدہ نہ ہوتا تو جنازہ پر نماز نہ پڑھی جاتی اور حدیث مین آیا ہی کہ جس
جنازہ کی نماز سو آدمی پڑہین اور اُس مُردہ کی گناہ کی معافی کے لئے دعا اور سفارش کرین خدا
اونکی دعا و سفارش قبول کرتا ہے - سعد ابن عبادہ کی مان کا انتقال ہوگیا - جب آنحضرت سے
پوچھا گیا کہ کونسا صدقہ بہتر اور افضل ہی - فرمایا کہ پیاسون کو پانی پلانا پس سعدؓ نے ایک کنوان کھدوا
کہدیا کہ اسکا ثواب میری مان کو پہنچے - اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہی کہ دعا بلا کو پھیرتی ہی اور
صدقہ خداوند عالم کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہی - یہانتک حدیث مین آیا ہی کہ جو دین کا علم پڑھتا
پڑھاتا ہو اور وہ کسی گانون پر گذرے تو چالیس روز تک اُس گانون کے قبرستان سے عذاب
موقوف کیا جاتا ہے چنانچہ اس بارے مین اور بھی حدیثین آئی ہین -

مسئلہ نوان خدا مجیب الدعوات ہے

م - خداوند تعالےٰ بندونکی دعا قبول کرنے والا اور حاجتون کا برلانے والا ہے۔
ش - اگر خدا کی جناب مین کوئی عاجزی وزاری کرے اور صدق دل سے دعا کرے خدا اوسکی دعا قبول فرماتا ہے کما قال اللہ تعالےٰ - ادعونی استجب لکم یعنی تم دعا مانگو مین تمھاری دعا قبول کرونگا - برے کام کے لئے دعا قبول نہین ہوتی نیک کامون کے لئے دعا قبول ہوجاتی ہے یعنی جس کام کا انجام اچھا ہو - حدیث مین وارد ہوا ہے کہ بندہ جسوقت دعا کے لئے دونون ہاتھ اوٹھاتا ہے اُس وقت خداوند عالم خالی اور ناامید پھیرنے سے شرماتا ہے - مگر قبولیت کے واسطے جلدی نکرے کیونکہ اُس مالک حقیقی کے سب کام با حکمت و مصلحت ہین اور اگر بے دعا کئے خدا حاجت برلائے یہ اسکا احسان و کرم ہے - کافرونکی دعا بھی دنیا کے معاملے مین قبول ہوتی ہے اگر وہ کسی مُردہ کافر کے لئے دعا کرے تو قبول نہوگی چنانچہ مومن کی دعا بھی مردہ کافر کے حق مین کچھ مفید نہین ہے اگر کافر مظلوم ہو اور دعا کرے تو اوسکی دعا قبول ہوجاتی ہے - کیونکہ خدا سب جہان کا خالق ہے اگر وہ اپنی مخلوق کی دعا قبول نکرے تو پھر اوسکے سوا دوسرا کون ہے جو قبول کرے قرآن مین ذکر ہے کہ ابلیس نے جناب الٰہی مین مہلت چاہی اوس کی عرض منظور ہوکر مہلت دیگئی - اور جو کوئی خدا سے کسی چیز کا سائل ہو اور خدا اُسکو کسی مصلحت سے نہ دے یا اُس کے حق مین وہ مضر ہو اُسکو بھی ایکقسم کی قبولیت جاننا چاہیئے -

مسئلہ دسوان قیامت کی علامتین جو پیغمبر صاحب نے فرمائی ہین سچ ہین

م - جو کچھ نبی صلعم نے شرائط قیامت کے مثل خروج دجال و دابۃ الارض و یاجوج و ماجوج و نزول عیسیٰ علیہ السلام و طلوع ہونا آفتاب کا مغرب کی طرف سے فرمایا حق ہے -
ش - مخبر صادق نے جو کچھ فرمایا وہ سب صحیح ہے حذیفہ بن اسید غفاری کہتے ہین کہ ہم باتین کررہے تھے کہ اسیمین جناب سرور کائنات تشریف لائے اور فرمایا کہ تم کیا ذکر کررہے تھے ہم عرض کیا کہ قیامت کے بارہ مین باتین کرتے ہین آپنے فرمایا کہ قیامت کی دس نشانیان ہین - وہ یہ ہین اوّل نکلنا دجال کا

آنا۔ اور کوہ صفا سے اُس چارپایہ کا برآمد ہونا کہ جسکا سر بیل سا اور آنکھیں سور سی اور کان ہاتھی سے اور رنگ چیتے جیسا اور سینہ شیر کا سا وغیرہ ہوگا اور طلوع ہونا آفتاب کا مغرب سے اور نازل ہونا عیسی علیہ السلام کا۔ اور قوم یاجوج وماجوج کا آنا۔ اور تین چاند گہن ہونے ایک مشرق مین۔ دوسرا مغرب مین۔ تیسرا جزیرہ عرب مین۔ اور یمن کی طرف سے آگ کا نمودار ہونا۔ سوائے اس کے اور حدیثین ہین اور جس کسی کو اسکی تفصیل منظور ہو کتب تفسیر اور حدیث وغیرہ دیکھے

مسئلہ گیارھوان مجتہد سے خطا وصواب ہونے مین

م۔ مجتہد کبھی خطا کرتا اور کبھی صواب پر ہوتا ہے۔

ش۔ مجتہد اوس کو کہتے ہین جو قرآن اور حدیث سے مسائل نکالنے مین اپنی رائے اور قیاس سے اجتہاد کرتا ہے اُسکی رائے کبھی حق اور صواب پر ہوتی ہے اور کبھی اوس سے بھول چوک کر خطا بھی ہو جاتی ہے تو اُس خطا پر اُس کو کچھ گناہ نہین ہوتا کیونکہ وہ اپنی غلطی اور خطا مین معذور ہے بلکہ اُس کے صلہ مین خدا کی طرف سے اجر ملتا ہے کس لئے کہ وہ نیک نیتی سے مسائل مین اجتہاد کرتا ہے۔ حدیث مین آیا ہے کہ جس مجتہد سے خطا ہو جاتی ہے اُس کو ایک نیکی اور جو صواب پر ہوتا ہے اوس کو دو نیکیان ملتی ہین اور دوسری حدیث مین آیا ہے کہ خطا کنندہ کو ایک نیکی کا ثواب اور جسکی رائے صحیح اور درست ہوتی ہے اوس کو دس نیکیون کا ثواب ملتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اگر مجتہد سے غلطی اور خطا نہوتی اور سب کی رائے درست اور صحیح ہوتی تو پھر حلت اور حرمت وجائز وناجائز مین اختلاف نہ ہوتا اور جو کچھ اختلاف ہے خطا کی وجہ سے ہے۔

ف۔ عوام الناس کو ضرور ہے کہ کسی نہ کسی مجتہد کی تقلید کرین کیونکہ ہر شخص اس قابل نہین ہے کہ قرآن وحدیث کے معنی اور مطالب پر حاوی اور ناسخ ومنسوخ وضعیف وقوی کو جانتا ہو اور نہ ہر ایک کا قیاس ورائے روشن ہے کہ جس سے اجتہاد کرکے مسائل نکالے مگر جب مجتہد کو کسی مسئلہ مین غلطی معلوم ہو جائے تو وہ اسپر عمل نکرے چنانچہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہین آثر کو اقوی لے بجز رسول اللہ ... جب تم کو میرے قول کے خلاف حدیث ملجاوے تو میرے قول کو چھوڑ دو اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرو۔

مسئلہ بارھوان فضیلت بشر و ملائکہ میں

م- فرشتون کے رسولون سے انسان کے رسول اور تمام انسانون سے فرشتون کے رسول اور عام فرشتون سے عام انسان افضل ہین۔

ش- خاص انسان کہ انبیا و رسول ہین خاص فرشتون سے جو فرشتون میں نبی و رسول ہین بہتر اور افضل ہین اور عام بشر کہ مراد اولیا و اتقیا سے ہے خاص تر ہین عام فرشتون سے اور خاص فرشتے عام آدمیون سے بہتر ہین - واضح ہو کہ انسان کا وجود متضاد عناصر سے مرکب ہے اور اُس کے ساتھ ایسے تعلقات اور جھگڑے لگے ہوتے ہین کہ اُس کو کمالات علمیہ و عملیہ حاصل کرنے مین مانع ہین - مثل حسد - بغض - طمع - شہوت - غضب - تکبر - خودغرضی - کھانا پینا - محنت و مزدوری وغیرہ وغیرہ - جب انسان کسی نیک کام کا ارادہ کرتا ہے تو اول اُس کو ایسی سخت گھاٹیون مین اپنی جانی دشمن اور بدخواہ نفس امارہ اور وسواس شیطانی سے مقابلہ کرنا ہوتا ہے اور جب وہ مقابلہ مین فتحیاب اور غالب آتا ہے تب اوس سے نیکی سرزد ہوتی ہے اور فرشتے ارواح مجردہ ہین وہ ان سب باتون سے پاک پیدا کئے گئے ہین بجز نیکی کے شر و فساد کا ان مین مادہ ہی نہین رکھا ہے اونکو نیکی کرنے مین کچھ تکلیف نہین ہوتی اس لیے انسان کو نیک کام کرنے سے فرشتون پر فضیلت اور شرف حاصل ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جو کوئی ایسی سخت مشکلون مین مقید ہوا اور پھر اپنی ہمت اور حوصلے سے سب تکلیفین سہکر کسی کام کو انجام دے وہ شخص نہایت قابل قدر اور تعریف کے مانا جاتا ہے - علاوہ اس کے افضلیت کی دلیل یہ ہے کہ خداوند عالم نے آدم کی تعظیم و تکریم کرنے کو فرشتون کو سجدہ کرنے کا حکم فرمایا اور عام قاعدہ ہے کہ ادنی اعلی کی تعظیم کیا کرتا ہے اور عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ کلھا جو خدا کا قول ہے اسی سے آدم علیہ السلام کی زیادتی علم ثابت ہوتی ہے کہ جس سے مستحق تعظیم و تکریم ہے -

سوال- تین وجہون سے انبیا کو ملائکہ پر فضیلت نہین ہوسکتی (۱) انبیا ملائکہ سے مستفید ہوتے اور تعلیم پاتے رہے ہین جیسا کہ خدا فرماتا ہے عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی[۲] وَنَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ[۳] اور ظاہر کہ سکھانے والا سیکھنے والے سے افضل ہوتا ہے اس لئے ملائکہ افضل ہین -

(۲) اکثر قرآن اور حدیث مین ملائکہ کا ذکر انبیا سے مقدم آیا ہے (۳) خدا قرآن مین فرماتا ہے

---

[۱] سکھائے خدا نے آدم کو سب نام ۱۲ [۲] سکھلایا اُس کو جبرئیل نے ۱۲ [۳] لے اوترا ہے اوس کو (قرآن) فرشتہ معتبر ۱۲

لن یستنکف المسیح ان یکون عبد اللہ ولا الملائکۃ المقربون اس سے اہل زبان جان سکتا ہے کہ ملائکہ کو عیسیٰ علیہ السلام پر فضیلت ہے کیونکہ بیان ترقی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف دی گئی ہے جیسا کہ کہنے میں آتا ہے کہ اس کام میں عار نہیں کریگا وزیر ملکہ بادشاہ۔

جواب۔ (۱) بیشک سکھلانے والا سیکھنے والے سے افضل ہوتا ہے ولیکن انبیا کو تعلیم فرمانیوالا خدا ہے اور ملائکہ درمیان میں پیغام لانے والے اور پہنچانے والے ہیں نہ سکھانے والے۔ (۲) ملائکہ کا ذکر انبیا پر اس اعتبار سے مقدم ہے کہ اونکا سلسلۂ وجود آدم سے مقدم ہے اور نظرون سے پوشیدہ ہے۔ پس اونکے وجود پر ایمان مقدم ہے جیسا کہ امنت باللہ میں تقدیم ہے (۳) نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا اس لئے مانتے ہیں کہ وہ بے باپ کے پیدا ہوئے اونکے اس گمان کو رد کرنیکے لئے فرمایا کہ عیسیٰ تو بے باپ کے پیدا ہوا اور دیکھو ملائک بے ماں باپ کے پیدا ہوئے ہیں جہاں کہیں فضیلت کا ذکر ہو تو فضیلت حیثیت مختلفہ سے تصور کرنا چاہئے۔ مثلاً کوئی بادشاہ کا معلم ہو تو حیثیت تعلیم سے استاد کو فضیلت حاصل ہے اور ریاست اور شوکت وحشمت میں بادشاہ کو فضیلت ہے۔ واللہ اعلم

خاتمہ

واضح ہو کہ روح اور حرکت وسکون زمین کے بارے میں اکثر مختلف اقوال ہیں اور ان دونوں کا ذکر اس کتاب میں نہیں آیا اس لئے کسیقدر بیان کرتا ہوں۔

فصل اول روح کے بیان میں

روح حادث اور مخلوق ہے قدیم نہیں کیونکہ قدیم خدا کے سوا اور کوئی نہیں اور اگر روح قدیم ہوتی تو اسکو اپنے قدیم ہونے کا علم ضرور ہوتا مگر اسکا علم اوس کو نہیں اس لئے قدیم نہیں کہہ سکتے۔ اور جو قدم کے قایل ہیں وہ یہ دلیل بیان کرتے ہیں کہ روح امر رب سے ہے اور امر رب قدیم ہے نہ حادث مگر یہ قول باطل ہے کیونکہ کل ممکنات اور مخلوقات دو قسم ہیں عالم خلق و عالم امر عالم خلق سے وہ شی ہے کہ جسکا اندازہ ہو سکے جیسے اجسام اور عالم امر سے وہ شی ہے کہ جسکا اندازہ نہ ہو سکے جیسے ارواح

---

[۱] لن یستنکف المسیح عار نکریگا خدا کے بندہ ہونے سے نہ ملائکہ مقربین ۱۲

پس روح عالم امر ربانی سے ہے انسان اسکا اندازہ کسی صورت سے نہین کر سکتا اور ماموز پر امر کا اطلاق مجازاً ہے مثلاً نوشتہ کو مجازاً کاغذ بولتے ہین کہین ظرف کو مظروف جیسے پیالہ پی لیا وغیرہ کہتے ہین الغرض جمہور اہل سنت کا روح کے حادث ہونے پر اتفاق ہے اور نہ روح مرتی ہے بلکہ جسم مرتا ہے اور مرنے سے مراد روح کا تعلق بدن سے علیحدہ ہونا ہے حدیث مین آیا ہے خلقتم للابد یعنی تم ہمیشہ کے واسطے پیدا کیے گئے ہو مراد اس سے روح کا باقی رہنا ہے چنانچہ بعد مفارقت جسم روح کو تکلیف و آرام حسب عمل ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ روح نہین مرتی فقط جسم سے تعلق دور ہو جاتا ہے اور حقیقت روح انسانی مین بہت اختلاف ہے۔ کوئی خون کو روح مانتا ہے کیونکہ بعد مرنے کے بدن مین نہین ہوتا ہے۔ ترکیب عناصر سے جو مزاج حاصل ہوتا ہے اُس کو بعض روح کہتا ہے کوئی [illegible] سے مرکب جانتا ہے طبیب روح حیوانی کو روح انسانی کہتے ہین اسی طرح اور کئی اقوال ہین مگر جہانتک غور کیا جاتا ہے تو روح ایک شی ادراک کنندہ ہے اور اسی کی اصلاح سے خدا کی بارگاہ مین قرب کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور مزاج و کیفیت وغیرہ مدرک نہین روح نہ مرکب ہے نہ جزو لا یتجزی نہ عرض۔ وہ ایک جوہر لطیف بلکہ الطف حقائق اشیاء کا ادراک کنندہ و خالق حقیقی کا شناسندہ ہے۔ اس سے زیادہ انسان نہین جان سکتا کہ وہ کیسی صورت و شکل رکھتی ہے نہ عقل سے یہ عقدہ حل ہو سکتا ہے۔ حکمای متقدمین و متاخرین نے بہت کچھ اس مین کلام کیا ہے لاکن خاطر خواہ اطمینان بجز معاینہ و مشاہدہ نہین ہو سکتا اور ظاہر ہے کہ ہر انسان کو اپنے آپ ہی کی خبر نہین کہ مین کون ہون اور کیا ہون اور کہان سے آیا ہون۔ حدیث مین آیا ہے کہ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اوس نے اپنے خالق کو پہچانا سچ ہے۔ اسکی اصلی حقیقت و ماہیت کسیقدر ارباب کشف و اہل باطن پر عنایت ایزدی سے کھلی ہے وہی خوب جانتے ہین اور وہی لوگ حق الیقین کے درجہ کو پہونچے ہوئے ہین اہل ظاہر اس معاملہ مین علم الیقین کے مرتبہ سے آگے نہین جا سکتے جو شخص اس بھید سے آگاہ ہوا ہے وہ ہر ایک کے سامنے صم بکم ہے۔ ع

کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد۔

ہان جو اس کے اہل ہین اور جن پر خدا کا فضل و کرم ہوتا ہے تو کسیقدر ہویدا و نہان معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

فصل دوسری سکون ارض مین

چونکہ اس زمانہ کے مدارس کی تعلیم طالب علموں کے ذہن میں حرکت زمین کا عقیدہ جما دیتی ہے جو خلاف شریعت ہے
اس لیے اسکا ذکر بھی مناسب جانکر کیا جاتا ہے بعض متقدمین اور اکثر متاخرین حکما حرکت زمین کے قائل ہیں
وہ کہتے ہیں کہ زمین کی دو حرکتیں ہیں محوری و دوری۔ اگر یہ بعید القیاس ہے مان ایک جسم کو ایک ہی وقت
میں دو حرکتیں ممکن ہیں جیسے گاڑی کے پہیئے اور لٹو کو زمین پر پھرتے وقت ہوتی ہے مگر لٹو کی حرکت بعدی
یا دوری کے ساتھ حرکت آسیائی ہوتی ہے محوری نہیں اور پہیئے کو حرکت محوری کے ساتھ حرکت بعدی یا
دوری ہوتی ہے تو موافق ہوتی ہے جیسے کسی دائرہ پر پہیئے کو گھما دیں یا سڑک پر چلا دیں اور حرکت محوری حرکت
دوری کے مخالف باوجود کشاکش ایک جسم کو ایک ہی آن میں نہیں ہو سکتی البتہ کشاکش سے حرکت
دوری پیدا ہو جاتی ہے۔ اور قائلین حرکت زمین کے بھی حرکت دوری پیدا ہونے میں یہ دلیل بیان فرماتے
کہ پہلے زمین نے قوت متنفر المرکز کے ذریعے سے فضاء وسیع میں پہیئے کی طرح گھومتے ہوئے جانا چاہا
جب قوت جاذبہ آفتاب نے اس کو روکا کہ جس سے دوری پیدا ہو گئی جو باعث موسم و فصل ہے اور حرکت
محوری موجب رات و دن بالطبع ہے مگر اس کے ساتھ حرکت محوری کا ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ مثلاً ایک پہیئے کو
تم سڑک پر لڑھکاؤ جب وہ حرکت کرے اسوقت تم پیچھے سے جاکر تھامو فوراً اوسکی حرکت بعدی و محوری بند ہو جائیگی
اسی اثنا میں کوئی دوسرا آدمی اس پہیئے کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچے اور تم اپنی طرف کھینچو اور تیسرے جانب مخالف
کی طرف کھینچے اور تمہاری کشیدگی قوی ہو تو تمہارے ... دوری پیدا ہو جائیگی
اور پہیا معاً اس آدمی کے تمہارے گرد گھومنے لگے گا۔ تو پہیا حرکت محوری سے بند رہیگا اس سے
معلوم ہوا کہ زمین کو حرکت نہیں بلکہ سکون ہے چنانچہ خاکسار نے حرکت زمین کی تردید میں ایک رسالہ
مسمی بہ **نمونہ قدرت** معروف بہ **لمعۃ الشمسی** لکھا ہے اس میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے مگر
بیان طوالت کی وجہ سے وہ دلائل حاجت نہ سمجھ کر قلم انداز کئے گئے ... خواہ حرکت کا قائل
ہونا کچھ ضروری امر نہیں ہے مسلک حکماء سابقین جو کل اہل دین و تمام علماء و فضلاء ... زمین کو ساکن اور
افلاک کو متحرک مانتے ہیں اور وجود افلاک و سکون زمین کتب سماویہ سے ثابت ہے جو کہ ... میں
کے کروروں اربوں آدمی مسلمان و عیسائی وغیرہ اہل کتاب ... فرماتے ہیں چنانچہ سورہ مومن
میں خدا فرماتا ہے الذی جعل لکم الارض قرارا والسماء بناء و القی فی الارض رواسی ان تمید بکم

سلہ پیدا کیا تمہارے واسطے زمین کو قرار اور آسمان کو چھت ۱۲

تقریظ دلپذیر از نتائج طبع گوہربار عالیجناب معلی القاب عالم متبین فاضل جلیل حضرت مولوی محمد عبد الغنی خانصاحب رامپوری معتمد راج میواڑ ادام اللہ ظلہم العالی

ھو الغنی ذو الرحمۃ

الحمد للہ علی افضالہ والصلوۃ والسلام علی سیدنا الرسول محمد وآلہ - اما بعد جاننا چاہیے کہ بنا اسلام کی اوپر علم عقائد و کلام کے ہے باقی سب بنیاد فروع اسکی ہیں جبتک اصول درست نہو فنون فرعی کس کام کے اور کیا اعتبار - سو اس فن میں آجتک کوئی کتاب حاوی مسائل و جامع دلائل خصوص زبان اردو مین نظر سے نہیں گذری و نہ مطالعہ مین آئی سوای اس کتاب بسیط کے جسکا اسم باسمی ضیاء شمس الاسلام فی علم التوحید والکلام عرف عقائد شمسی ہے خدا تعالی اسکے مصنف کو جزای خیر دیوے کہ جس نے اس مین بزبان مروجہ عام فہم و خاص پسند بنظر ہدایت انام و خصوص ہمدردی اہل اسلام اس علم کا دریا بہا دیا ہے ہر ایک طالب کو کافی و سائلون کو وافی ہے - مین نے اول سے آخر تک اجمالا و تفصیلا بکرات و مرات دیکھے سب مسائل مندرجہ اسکے مطابق تحقیق اہل صدق و صواب موافق تدقیق فریق حقہ اہل سنت و کتاب پائے - ہادی حقیقی برطبق نام نامی و اسم گرامی تمام عالم کو اسکے ضوء سے منور و محفوظ و چشم حاسدین شپرہ منش سے محفوظ رکھے بالنبی و آلہ الامجاد علیہم صلوۃ اللہ وسلامہ ابد الآباد فقط ۱۶ - محرم محترم ۱۳۱۲ھ

راقم فقیر محمد عبد الغنی ولی اللہی رامپوری معتمد راج اودیپور میواڑ

صحت نامہ ضیاء شمس الاسلام فی علم التوحید والکلام عرف عقائد شمسی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۵	مجال دم	مجال دم زدن	۲۵	۳۰	لعنسل نا	لعنسل تا	۲۳	۱۰	زمانہ ہے	زمانہ
//	۱۱	رحمۃ	رحمۃ	۲۸	۹	خیر کے	خیز کے	//	۱۹	یہ جسم ہے	یہ اجسم ہے
//	۱۵	آل صحابہ	آل و اصحاب	۳۱	۴	اس کی	اس سے	۳۴	۱۳	کلم	الکلم
۴	۴	تحت	تحیت	//	۵	خیر	خیز	//	۳۰	حکم کرتا ہے	حکم کرتا ہے
//	۱۲	سرستہ	سررشتہ	//	۶	کیے گئے	کی گئی	۳۵	نوٹ	واللہ لصعد	والیہ یصعد
۵	۲۰	عباس	بنی عباس	//	۱۵	متعقن	مستیقن			کلم الطیب	الکلم الطیب
۲۹	۴	جسم مجوی	جسم ظاہری مجوی	//	۲۲	تحقق	متحقق	۳۶	۱۲	ہو تعدد	ہو تو تعدد
۲۱	۲	ستائی کام	ستائی کا کام	۳۲	۲۰	قایل	قائل	//	۱۲	ناک	پاک
۳۳	۳	پیدہ کرنے	پیدا کرنے	//	۲۱	تجزی	تجزی	۳۷	۱۶	مین	عین
//	۱۴	زاید	زائد	۳۳	۶	متحیر	متحیر	۴۰	۱۳	منصور	منصور

فہرست مضامین کتاب ضیاء الشمس معروف بہ عقاید شمسی اردو ترجمہ متن و شرح عقاید نسفی

تاریخ طبع یکم نومبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خداوندا سب تعریف تجھی کو لائق و سزاوار ہے کہ تو نے ہم کو محض اپنی فضل و عنایت سے ظلماتِ کفر و ضلالت اور تاریکی شرک و بدعت سے بچا کر سبیل نجات کے بواسطہ اپنے حبیب پاک کے تعلیم فرمائی۔ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ بلا شک تو مالکِ دو جہان ہے۔ خالقِ زمین و آسمان ہے جو چاہا وہ تو نے کیا اور جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور جو چاہیگا وہ کریگا۔ کوئی تیرا شریک و سہیم و مانع و مزاحم نہیں سب تیری طرف محتاج ہیں ہر چیز و ہر شے کا تو ہی خالق و مالک ہے معبود ہے تو سب کمال کی صفتوں میں نرالا ہے۔ واقعی تیری خدائی کو نقص و زوال سے جدائی ہے اور ہر عقل و ذہن رسا کو ادراک کما ہی حقیقت میں اقرار نارسائی ہے۔ لاریب جامع جمیع صفات کمال ہے بلا شبہ تیرا ہی نام ذوالجلال ہے۔ میری زبان میں طاقت کہاں جو تیری حمد ادا کر سکوں۔ اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بندے اور رسول تیرے ہیں۔ تو نے خاص واسطے رحمت اور ہدایت اپنی مخلوقات کے

اُن کو مبعوث فرمایا اور سب فرشتگان و جن و انس میں افضل ٹھیرایا ✦
مَیں ہزار جان و دل سے درود بھیجتا ہوں اُن پر اور اُن کے سب آل و اصحاب
و ازواج پر۔ بعد اسکے اذل الثقلین طالب بہبود دارین ہرزہ گرد کوئے
نادانی محمد فاخر حسین ابن منشی احتشام الدین محمد صاحب مرحوم مغفور
صدیقی سہوانی عفا اللہ عنہما خدمت میں برادران دینی و مخلصان یقینی کے
عرض کرتا ہے۔ کہ عزیزی مولوی حافظ سید اقبال حسین صاحب ہمشیرزادہ
اور خال با افضال عالی مناقب میر مظہر علی صاحب رئیس اعظم شہر نے
ایک رقعہ حبیب دلی محمد نیاز حسن خاں صاحب کا جس کی عبارت یہ ہے۔
"مولانا اہل سنت والجماعت میں دو فرقے ہوئے ہیں ایک ایک کو وہابی
اور دوسرا دوسرے کو بدعتی و لہابی کہتا ہے اور مسائل مفصلہ ذیل پر باہم
دونوں کی بحث ہے آپ کو اس بارہ میں جو کچھ تحقیق ہوئی ہو وہ بلاکم و کاست
لکھ دیجئے کہ بطور دستور العمل اپنے پاس رکھوں ✦
سوال اول اہل سنت والجماعت کے کیا معنی ہیں۔ اور بدعت شرع میں کس
چیز کو کہتے ہیں اور سب بدعات ضلالت ہیں یا کوئی مستحسن بھی ہے ✦
سوال دوم جو مسائل کہ بالفعل بین العلماء مختلف فیہ ہیں اُنمیں عوام کو تقلید
کس کی کرنی چاہئے **سوال سوم** استعانت اہل قبور سے جائز ہے یا نہیں
اور سفر کرکے خاص واسطے زیارت اہل قبور کے جانا اور ہر سال قبر پر یا حوالی میں
اُسکے کثرت سے چراغ جلانا کہ جسکو عرس کہتے ہیں اور قوالوں کا راگ بامزامیر ہونا
اور قبر پر غلاف ڈالنا اور نیت کے واسطے چادر چڑھانا اور طواف کرنا اور بوسہ
دینا اور سجدہ کرنا درست ہے یا نہیں **سوال چہارم** کھانا سامنے رکھ کر ہاتھ
اُٹھا کر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے اور تعیین سوم و دہم و چہلم وغیرہ جو واسطے ایصال

ثواب کے کر لیتے ہیں درست ہے یا نہیں • سوال پنجم - پختہ کرنا قبر پر اور مقبرہ بنانا درست ہے یا نہیں سوال ششم بہ تخصیص ربیع الاول مولد شریف کا بطریقہ اور اُس وقت لوبان کا جلانا اور تعظیماً وقت ذکر ولادت قیام کرنا اور آدمیوں کا بلانا اور شیرینی تقسیم کرنا اس ہیئت مجموعی کے ساتھ منعقد کرنا مجلس کا درست ہے یا نہیں سوال ہفتم مشہور ہے کہ اُمّت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں تہتّر فرقے ہیں اور اُنمیں سے بہتّر ناری ہیں اور ایک ناجی اور ہر فرقہ والے فقط اپنے آپ کو ناجی کہتے ہیں پس نفس الامر میں کونسا فرقہ ناجی ہے سوال ہشتم گیارہویں حضرت پیران پیر کی بطریق منّت یا بتوقع نفع دنیوی کے جو اکثر لوگ کرتے ہیں درست ہے یا نہیں سوال نہم شریعت میں مسئلہ کس چیز سے ثابت ہوتا ہے اور مجتہدین سے خطا بھی ہوتی ہے یا نہیں سوال دہم سوائے اللہ رب العزت کے اور کسی شخص کی عیب دانی بھی ثابت ہے یا نہیں سوال یازدہم مثل حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خالق برحق اگر چاہے تو اور بھی پیدا کر سکتا ہے یا نہیں سوال دوازدہم شیخ سدو کا بکرا علی کبیر کی گائے مدار کا مرغا شاہ عبدالحق کا توشہ درست ہے یا نہیں سوال سیزدہم مدار بخش سالار بخش پیر بخش نبی بخش بندہ حسن عبدالنبی علی ہذا القیاس اور اسی قسم کے نام رکھنا کہ جنہیں نسبت انبیاء اللہ یا اولیاء اللہ کی طرف ہوتی ہو کیسا ہے سوال چہاردہم شفاعت حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی باذن اللہ ہوگی یا عاجت حبیدا اذن کی نہیں - اور یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ تقویۃ الایمان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا بھائی لکھا ہے صحیح ہے یا غلط اگر صحیح ہے تو اسکا کیا مطلب ہے - اور یہ بھی مشہور ہے کہ تقویۃ الایمان میں بڑی سی بڑی مخلوق کے حق میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے سامنے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے آیا یہ قول موجب کفر اور باعث گستاخی ہے یا نہیں سوال پانزدہم نماز غوثیہ کا پڑھنا کیسا ہے -

سوال شانزدہم تعزیہ بنانا اور مرثیہ پڑھنا اور اُس پر کونڈا چڑھانا اور عرضی لکھ کر
آویزاں کرنا اور تعزیہ داروں کو شربت پلانا اور مہندی منت کی چڑھانا اور عشرۂ
محرم میں غم کرنا درست ہے یا نہیں بینوا توجروا ؛

راقم کو دیکر فرمایا کہ ہمکو بسبب اشغال کثیرہ جواب لکھنے کی فرصت نہیں تجھ کو کسیقدر
اطمینان ہے اور ان مسائل کی طرف توجہ بھی زائد ہے اور تصحیح امور دینی اور مثوبات
یقینی سب کاموں میں اہم ہے اور اُسکی تحریر و ترقیم میں فائدہ اتم ہے کیونکہ اکثر اشخاص
منشاء نزاع سے غافل ہیں اور تحقیق حق سے عاطل تو جواب مسائل مسئولہ کا لکھدے احقر
جسقدر عذر کم بضاعتی اور بے استعدادی درمیان میں لایا اتنا ہی اُس طرف سے
اصرار و استبداد بڑھا ناچار بموجب المامور معذور جواب سوالات کا جو زبان فضلائے
ذوی الاقتدار و کتب رسائل علمائے نامدار سے محقق ہوا تھا بسند آیات و احادیث
و آثار صحابہ بلا تعصب بغیر نفسانیت کے بطور قول فیصل لکھا اور نام تاریخی اس رسالہ
۱۳ ۹
کا قانون شریعت محمدی رکھا اور جو جو عمدہ دلیلیں در مضمون رسائل طرفین
میں مرقوم تھے اُنکو اسمیں مذکور کیا اور قیل و قال اور طول مقال کو متروک و مہجور رکھا
اور جوابات تصریحاً اور استنباطاً مخالفین کے کلام سے نکلتے تھے اور اُنکا مطلب اس سے
ثابت ہوتا تھا اُسکو بپیرایہ دلائل میں ذکر کیا اور جتنی باتیں رسائل مخالفین میں
نظر پڑیں اُنکو تکمیل و تتمیم مبحث کے لئے ذکر کیا مگر مقصود اس عاجز کا جواب اُن
رسائل کا نہیں اسلئے کہ بموجب مصرعہ مشہورہ مصرع امور مصلحت ملک خسروان
دانند مخالفین اور جن لوگوں سے مخاطبہ و مباحثہ ہے وہ اُن رسائل و کتب کا
جواب لکھتے ہیں اور لکھینگے میں نے فقط تکمیل مبحث اور تتمیم بحث کے لئے سیف الاسلام
و افادات صمدیہ و احمدیہ سے اس نظر سے بعض جگہ تعرض کیا کہ اگر رسائل مسطورہ سے
بالکل تعرض نہ کیا جائیگا تو مبادا موافقین اور مخالفین کہیں کہ یہ شخص اپنے مدعا کے

اثبات سے عاجز و قاصر ہے کتب مسطورہ میں فلاں فلاں بات کا جواب موجود ہے یہ اسکے جواب سے ساکت ہے اگرچہ اس رسالہ میں بہت باتیں نئی ہیں جو کتب و رسائل اہل حق میں کہ قبل اسکے اس باب میں تصنیف ہوئی ہیں پائی نہیں جاتیں اور بعض باتیں پہلی بھی ہیں لیکن حتے المقدور اتمام دلائل اور براہین اور افادہ اور اثبات اپنے مدعا میں کسی طرح دریغ نہیں کیا جو صاحب اس رسالہ کو دیکھینگے اور انصاف فرماوینگے تو انشاء اللہ بشرط فہم بہت حظ اُٹھاوینگے۔ تابمقدور رسالۂ ہذا میں مضامین کو بعبارت سلیس ادا کیا کیونکہ مقصود اس سے نفع مسلمانوں کا ہے اور استرضاء اللہ جل شانہ کی۔ واد و سرورانشا پردازوں اور تحسین و لطف سخنوروں سے غرض نہیں نہ کسی سے بحث کا خیال ہے رفاہ خلائق منظور

اگر کوئی صاحب بموجب نیش عقرب نہ از پے کین است۔ مقتضاے طبیعتش این است معترض ہوں اور جواب لکھیں تو ان باتوں کا ضرور لحاظ رکھیں۔ اولاً تہذیب کو ہاتھ سے نہ دیں۔ دوسرے اقوال مردودہ سے سند نہ پکڑیں۔ تیسرے "ہم بھی ہیں پانچوں سواروں میں" اسکی مصداق نہوں جس طرح راقم نے اپنے مذہب کو آیات و احادیث و آثار صحابہ سے ثابت کیا ہے اسی طرح وہ بھی اپنے دعوے پر دلیل لائیں یہ نہو کہ اقوال علما و مشائخ مقابلہ میں احادیث و آثار کے پیش کریں کیونکہ قرآن مجید اور حدیث شریف کو کسی شخص کا قول غیر مقبول نہیں کرسکتا صرف نام کے واسطے جواب تحریر نہ فرمائیں کم استعدادوں کو گمراہ نہ کریں عالموں کو نہ ہنسائیں اگر جواب لکھیں تو چاہئے کہ کل سوالوں کا جواب مع مالہ وما علیہ کے تحریر فرمائیں اور جس سوال کا جواب نہ لکھیں تو صاف لکھدیں کہ اسکو ہمنے تسلیم کرلیا فقط

اب بدرگاہ مجیب الدعوات کمال ادب اور عجز کے ساتھ دست بدعا ہوں۔ خداوندا تو عالم الغیب ہے دلوں کے حال سے خوب واقف ہے تو جانتا ہے کہ اس رسالہ کو

مَیں نے محض واسطے نفع رسانی مسلمان بھائیوں کے لکھا ہے نہ واسطے اپنی نام آوری کے
پس تیرے حضور مَیں گزارش کرتا ہوں اور دعا مانگتا ہوں اے میرے مالک ناظرین و
سامعین کو اپنی عنایت سے توفیق اس پر عمل کرنے کی دے اور میرے واسطے اس
کتاب کو باعث نجات اور باقیات صالحات سے ٹھیرا آمین ثم آمین ؁

سوال اول اہل سنت والجماعت کے کیا معنی ہیں اور بدعت شرع میں کس چیز کو
کہتے ہیں اور سب بدعات ضلالت ہیں یا کوئی مستحسن بھی ہے انتہیٰ **اقول** بحولہ وقوتہ
قبل لکھنے جواب کے چند احادیث اور اقوال علماء کے جو بدعت کہ مذمت میں آئی ہیں
اُسکو متوجہ ہوکر سننا چاہئے صواعق محرقہ ابن حجر مکّی میں مرقوم ہے کہ آنحضرت صلعم نے
فرمایا کہ جسوقت ظاہر ہوں فتنے اور لوگ میرے اصحابوں کو بُرا کہیں پس چاہئے کہ
عالم اپنے علم کو ظاہر کرے اور جو کوئی اہل علم میں سے ایسا نکرے اُسپر لعنت ہو اللہ کی
اور فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی نہ قبول کریگا اللہ اُس شخص سے فرض اور نہ نفل
اور ایک روایت میں ہے کہ جب ظاہر ہوں بدعتیں مآل و لفظوں کا ایک ہے۔
اخرج الخطیب البغدادی وغیرہ انہ صلعم قال اذا ظہرت الفتن او قال
البدع وشتمت اصحابی فلیظہر العالم علمہ فمن لم یفعل ذٰلک فعلیہ
لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ صرفا ولا عدلا اور حاکم
نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ماظہر اہل بدعۃ الا اظہر اللہ فیہم حجۃ علٰی
لسان من یشاء من خلقہ (ترجمہ) نہیں ظاہر و پیدا ہوتے ہیں اہل بدعت مگر یہ کہ
ظاہر کرتا ہے اللہ حجت اوپر اُنکے لسان اُس شخص کی سے کہ چاہتا ہے خلق اپنی سے مطلب
کہ جب اہل بدعت کا غلبہ ہوتا ہے تو اُنکے واسطے اللہ تعالےٰ کسی شخص کو پیدا کرتا ہے اپنی
مخلوقات میں سے کہ وہ اُنکا رد کرتا ہے اور بیہقی اور ابن ماجہ نے نقل کیا کہ لایقبل اللہ
لصاحب بدعۃٍ صلوۃً ولا صومًا ولا صدقۃً ولا حجًا ولا عمرۃً ولا جہادًا ولا صرفًا

ولا عدلاً ویخرج عن الاسلام کما تخرج الشعرۃ من العجین یعنی قبول نہیں
کرتا اللہ تعالیٰ بدعتی کی نماز اور نہ روزہ اور نہ صدقہ اور نہ حج اور نہ عمرہ اور نہ جہاد اور
نہ نفل اور نہ فرض اور نکل جاتا ہے اسلام سے جیسے کہ نکل جاتا ہے بال آٹے سے اور
ابونعیم نے نقل کیا کہ اہل البدعۃ شر الخلق والخلیقۃ معنی اسکے یہ ہوے کہ اہل
بدعت تمامی خلقت سے بدتر ہیں - اور بعضوں نے کہا ہے کہ خلق سے مراد جانور ہیں اور
خلیقہ سے مراد آدمی ہیں تو مطلب اسکا یہ ہوا کہ اہل بدعت آدمی اور جانوروں سے
بدتر ہیں اور صواعق میں خزامی سے نقل کیا کہ اہل البدعۃ کلاب النار یعنی اہل
بدعت جہنم کے کتے ہیں اور طبرانی اور ابن ماجہ اور ابن ابی عاصم نے کتاب السنۃ
میں حضرت ابن عباس سے نقل کیا کہ اُنھوں نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے ابی اللہ
ان یقبل عمل صاحب بدعۃ حتے یتوب عن بدعۃ معنے اسکے یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ
نے انکار کیا اسسے کہ قبول کرے عمل بدعتی کا جبتک کہ وہ اپنی بدعت سے توبہ نہ کرے اور
ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالے توبہ بدعتی کی قبول نہیں کرتا جبتک کہ وہ اپنی
بدعت کو نہیں چھوڑتا ہے چنانچہ طبرانی میں یہ حدیث موجود ہے اور بیہقی نے بھی اسکی
تخریج کی ہے اور طبرانی نے نقل کیا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا من وقر صاحب بدعۃ
فقد اعان علی ہدم الاسلام یعنی جو شخص بدعتی کی تعظیم کرے تو اُس نے مقرر
مدد کی اوپر ڈھانے اسلام کے یہ حدیث مشکوۃ شریف میں ہے اور صواعق میں
خطیب اور دیلمی سے نقل کیا کہ جب کوئی بدعتی مرتا ہے تو اسلام میں فتح ہوتی ہے -
بدعات کے اگرچہ درجات ہیں اور وہ باعتبار آن مراتب اور درجات کے متفاوت ہیں
لیکن مقصود یہاں اتنا ہی ہے کہ احادیث میں بدعت اور اہل بدعت کی بہت برائی
آئی ہے عاقل دیندار کو چاہئے کہ بدعات سے بہت بچتا رہے - عرباض ابن ساریہ سے روایت ہے
کہ آنحضرت صلعم نے ایک دن خطبہ پڑھا کہ اُس سے آنکھوں میں سے آنسو نکلے اور دل

کانپ گئے ایک شخص نے عرض کی کہ یارسول اللہ یہ نصیحت تو رخصت کرنیوالے کی سی معلوم ہوتی ہے آنحضرت نے فرمایا کہ خلاصہ اسکا یہ ہے کہ جو کوئی تم میں سے زندہ رہیگا وہ اُمت میں بہت سا اختلاف دیکھیگا بس تمکو چاہئے کہ اپنے اُوپر میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ یعنی بچاؤ تم اپنے آپ کو نئی باتوں سے پس سلئے کہ ہر نئی بات بیشک بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور نسائی کی روایت میں ہے کل ضلالۃ فی النار یعنی سب گمراہیاں جہنم میں ہیں اب اقوال علماء واولیاء اللہ کی سنو حضرت پیران پیر غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں کہ اہل بدعت کے پاس نہ جاوے اور نہ اُن سے سلام علیک کرے کیونکہ ہمارے امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے جو شخص سلام کرے بدعتی پر تو اُسنے اُسکو دوست رکھا واسطے قول رسول اللہ صلعم کے کہ تم آپسمیں سلام جاری کرو تاکہ تم میں محبت ہو جاوے اور نہ اُنکے پاس بیٹھے اور نہ اُنکو مبارکبادی دے عیدوں میں اور وقت خوشی کے اور نہ نماز اُن پر پڑھی جاوے جبوقت کہ مریں اور نہ رحم اُن پر کرے جبوقت کہ اُنکا ذکر کیا جاوے بلکہ اُنسے دُور ہوا اور اُنسے عداوت رکھے خدا تعالے کے واسطے دراںحالیکہ اعتقاد رکھتا ہو جھوٹے ہونے مذہب اُنکے کا اور طلب کرنیوالا ہو ساتھ اسکے ثواب بہت سا اور فضیل بن عیاض سے کہ بڑے اولیاء اللہ میں سے تھے حضرت پیران پیر کی نقل کرتے ہیں وقال فضیل بن عیاض من احب صاحب بدعۃ احبط اللہ عملہ واخرج نور الایمان من قلبہ واذا علم اللہ عزوجل من رجل انہ مبغض صاحب بدعۃ رجوت اللہ ان یغفر ذنوبہ وان قل عملہ واذا رایت مبتدعا فی طریق فخذ طریقا آخر معنے اسکے یہ ہوئے کہ فضیل بن عیاض کہتے ہیں جو شخص محبت رکھے بدعتی سے ضائع کرتا ہے اللہ تعالے عمل اسکے اور نکالتا ہے نور ایمان دل اُسکے سے اور جبوقت کہ جانتا ہے اللہ تعالے کسی شخص کو کہ وہ دشمنی اہل بدعت سے رکھتا ہے تو مَیں

اُمید رکھتا ہوں اللہ تعالے سے کہ اُسکے گناہ بخشدے اگرچہ اُسکے عمل تھوڑے ہوں اور حضرت
کہ دیکھے تو کسی بدعتی کو راہ میں پس لے دوسرا راستہ اور اُس راستے سے مت نکل اور بھی
لکھتے ہیں وقال فضیل بن عیاض سمعت سفیان بن عیینة یقول من
تبع جنازة مبتدع لم یزل فی سخط اللہ حتے یرجع وقد لعن النبی صلعم
المبتدع فقال صلعم من احدث حدثا او آوے محدثا فعلیہ لعنة اللہ
والملٰئکة والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ الصرف والعدل یعنی بالصرف
الفریضة وبالعدل النافلة انتہی معنے اسکے یہ ہوئے کہ حضرت فضیل بن عیاض
نے حضرت سفیان بن عیینہ سے نقل کیا کہ وہ کہتے تھے جو شخص پیچھے جنازہ بدعتی کے
چلے ہمیشہ خدا کے غصہ میں رہتا ہے یہانتک کہ لوٹے اور تحقیق لعنت کی رسول اللہ صلعم نے
بدعتی پر پس فرمایا حضرت صلعم نے جو شخص نکالے کوئی نئی بات یا جگہ دے بدعتی کو یا بدعت
کو پس اوپر اُسکے لعنت اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی ہے نہیں قبول کرتا
ہے اللہ تعالے اُس سے صرف اور نہ عدل مراد ساتھ صرف کے فرض ہے اور ساتھ عدل کے
نفل اور یہ بات بھی یاد کرنے کے قابل ہے کہ مراد اہل بدعت سے احادیث اور کلام علما
اور اولیاء اللہ میں کون لوگ ہیں سو اسکا اثبات بھی ہم حضرت پیران پیر کے کلام سے
کرتے ہیں فرمایا حضرت پیران پیر نے غنیة الطالبین میں واعلم ان لاہل البدع
علامات یعرفون بہا فعلامة اہل البدعة الوقیعة فی اہل الاثر۔
معنے اسکے یہ ہوئے کہ جان تو کہ تحقیق واسطے بدعتیوں کے علامتیں ہیں کہ اُنسے پہچانے
جاتے ہیں پس علامت اہل بدعت کی مذمت کرنا اہل حدیث کی ہے اور پھر بعد نقل
قول فرق باطلہ کے کہ وہ اہل سنت کے نام طرح طرح کے رکھتے ہیں فرماتے ہیں ولا اسم
لہم الا اسم واحد ہو اصحاب الحدیث یعنے اہل سنت کا نام نہیں ہے مگر ایک نام
اور وہ نام کیا ہے یعنے اہل حدیث یہ بات محض اہل اسلام کی خیر خواہی کے واسطے نقل کی

اب میں جواب سوال کا شروع کرتا ہوں الجواب اہلِ سنت جماعت سے وہ لوگ مراد ہیں کہ حضرت پیغمبر خدا صلعم کی سنت اور صحابہ کرام کی جماعت کے طریقہ متفقہ پر چلتے ہیں چنانچہ حضرت پیران پیر نے غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے وعلی المومن اتباع السنۃ والجماعۃ فالسنۃ ما سنہ رسول اللہ صلعم والجماعۃ ما اتفق علیہ اصحاب رسول اللہ صلعم فی خلافۃ الائمۃ الاربعۃ الخلفاء الراشدین المہدیین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین انتہی (ترجمہ) اور مسلمان پر اتباع سنت اور جماعت کا لازم ہے پس سنت وہ ہے جو رسول خدا صلعم نے کیا ہو اور جماعت وہ ہے کہ جس پر اصحاب رسول اللہ صلعم خلافت ائمہ اربعہ خلفائے راشدین مہدیین میں متفق ہوئے ہوں۔ اور فخر الاسلام بزودی نے اصول فقہ میں لکھا ہے العلم نوعان علم التوحید والصفات وعلم الشرائع والاحکام والاصل فی النوع الاول ہو التمسک بالکتاب والسنۃ ومجانبۃ الھوی والبدعۃ ولزوم طریق السنۃ والجماعۃ الذی کان علیہ الصحابۃ والتابعون ومضی علیہ الصالحون (ترجمہ) علم دین دو قسم پر ہے علم عقائد اور علم مسائل اصل علم اول میں قرآن وحدیث سے چنگل مارنا اور ہوائے نفس اور بدعات سے بچنا اور طریق سنت وجماعت کا جس پر صحابہ تابعین اور سلف صالحین تھے لازم پکڑنا ہے اور ایسا ہی شرح مقاصد اور مکاتیب حضرت مجدد الف ثانی اور مرج البحرین سے ثابت ہے اور بدعت شرع میں اُس چیز کو کہتے ہیں کہ جو چیز دین میں نکالی جاوے بغیر دلیل شرعی کے اور ہر بدعت شرعی ضلالت وگمراہی ہے اور موافق تحقیق محققین کے کوئی چیز بدعت حسنہ نہیں ہوتی ہے اب شواہد اس دعوے کے سنو۔ فتح الباری شرح بخاری میں ہے قولہ علیہ السلام شر الامور محدثاتہا بفتح الدال جمع محدثۃ والمراد بہ ما احدث ولیس لہ اصل فی الشرع ویسمی فی عرف الشرع بدعۃ وما کان لہ اصل یدل علیہ الشرع

فلیس ببدعۃ فالبدعۃ فی عرف الشرع مذموم بخلاف اللغۃ انتہے (ترجمہ)
قول آنحضرت صلعم شر الامور محدثات میں لفظ محدثات بفتح الدال جمع محدثہ کی ہے اور
مراد اُس سے وہ چیز ہے کہ نکالی جاوے دین میں اور شریعت میں اُسکی اصل نہ ہو اُسکو
عرف شرع میں بدعت کہتے ہیں اور جس کی اصل شریعت میں ہو وہ بدعت نہیں ہے
پس بدعت مطلقاً شرع میں مذموم ہے اور لغت میں مذموم نہیں۔ اور عینی شرح
بخاری میں لکھا ہے قولہ ومحدثاتہا والمراد بہا ما احدث ولیس لہ اصل
فی الشرع ویسمے فی عرف الشرع بدعۃ وما کان لہ اصل یدل علیہ الشرع
فلیس ببدعۃ انتہے (ترجمہ) مراد محدثات سے وہ چیز ہے کہ ایجاد کی جاوے اور شرع
میں اُسکی کچھ اصل نہ ہو اور اسکو عرف میں بدعت کہتے ہیں اور جس کی اصل شریعت
سے ثابت ہے وہ بدعت نہیں۔ اور معین ابن صفے نے شرح اربعین میں لکھا ہے
والمراد بالبدعۃ ما احدث مما لا اصل لہ فی الشریعۃ واما ما کان لہ اصل فلیس
ببدعۃ شرعا وان کان بدعۃ لغتہ (ترجمہ) مراد بدعت سے وہ چیز ہے کہ جو ایجاد
کی جاوے اور شرع سے اُسکی کچھ اصل نہ ہو اور جو چیز کہ اصل اُس کی شرع سے ثابت
ہے وہ بدعت شرعی نہیں ہے اگرچہ باعتبار لغت پیدا ہو۔ اور کشف بزودی میں
کہ بہت معتبر کتاب ہے لکھا ہے البدعۃ الامر المحدث فی الدین الذی لم یکن
علیہ الصحابۃ والتابعون انتہے (ترجمہ) بدعت وہ امر محدث فی الدین ہے جسکو
صحابہ وتابعین نے نہ کیا ہو اور شرح مصابیح ابن ملک میں ہے من فعل فعلا او
قال قولا فی الدین ولیس فی القرآن ولا فی احادیث رسول اللہ صلعم
لا یجوز قبولہ ویسمے ذالک الفعل والقول بدعۃ انتہی (ترجمہ) جو شخص کہ کوئی کام
کرے یا کوئی قول میں سکے جو قرآن اور احادیث رسول خدا صلعم سے ثابت نہو
قبول کرنا اُسکا جائز نہیں اور اس قول وفعل کا نام بدعت ہے۔ اور امام بغوی صاحب

تفسیر معالم التنزیل نے شرح سنت میں لکھا ہے البدعة ما احدث علے غیر قیاس اصل من اصول الدین (ترجمہ) بدعت وہ شے ہے کہ جو ایجاد کی جاوی بغیر قیاس کے کسی قاعدہ پر۔ اور امام خطابی نے لکھا ہے کل شئ احدث علے غیر مثال اصل من اصول الدین و علی غیر عبارة و قیاس فھو بدعة و ضلالة و اما کان مبنیا علی قواعد الاصول و دلائلھا فلیس ببدعة و لا ضلالة انتھے (ترجمہ) جو شے کہ نکالی جاوے بغیر مثال کسی اصل کے قواعد دین سے اور عبارت و قیاس سے اسکا ثبوت نہ ہو وہ بدعت اور ضلالت ہے اور جو چیز کہ مبنی قواعد اصول اور دلائل پر ہو وہ بدعت اور ضلالت نہیں ہے اور کنز العرفان میں لکھا ہے و اما البدعة فقد یراد بھا معنی لغوی و ھو المحدث مطلقا عادة او عبادة لانھا اسم من الابتداع بمعنے الاحداث کالرفعة من الارتفاع فھذہ ھی المنقسمة فی عبارة الفقھاء یعنون بھا ما احدث بعد الصدر الاول مطلقا انتھی (ترجمہ) مراد بدعت سے کبھی معنی لغوی ہوتے ہیں اور وہ محدث مطلقا ہے عادتاً ہو یا عبادتاً اسواسطے کہ وہ اسم ابتداع سے ہے جو بمعنی ایجاد ہے مثل رفعت کے ارتفاع سے اور یہی منقسم ہوتی ہے عبارت فقہا میں مراد لیتے ہیں بدعت سے وہ چیز کہ حادث بعد صدور اول کے ہو مطلقاً۔ اور طریقہ محمدیہ اور مجالس الابرار میں بھی اسی طرح ہے پس یہاں سے معلوم ہوا کہ جو بدعت شرعی ہے وہ حسنہ نہیں ہوتی اسواسطے کہ جو عبارتیں کتب معتبرہ سے منقول ہوئیں اُن سب کا ملخص یہی ہے کہ جو بات ایسی ہو کہ جسکی اصل شرع میں نہ ہووے وہ بدعت ہے اور جو بات ایسی ہو کہ جسکی اصل شرع میں ہو وہ بدعت نہیں ہے اور کشف بزدوی میں جو لکھا ہے وہ بھی قریب اُسیکے ہے۔ پھر اگر کوئی شخص یہ کہے کہ بدعت حسنہ کے قائل بہت سے علما ہوئے ہوں مثل ملا علی قاری اور طیبی اور شیخ وغیرہم کے

اور تم کہتے ہو کہ بدعت حسنہ کوئی چیز نہیں ہے جواب اسکا یہ ہے کہ جن لوگوں نے
بدعت کو بدعت حسنہ کہا ہے اُنکا قول خلاف تحقیق ہے اسواسطے کہ حدیث شریف
میں وارد ہے ایاکم و محدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ
ضلالۃ (ترجمہ) بچاؤ آپ کو محدثاتِ اُمور سے اسواسطے کہ ہر محدث بدعت ہے اور
ہر بدعت ضلالت ہے۔ اور اس سے اُوپر مذکور ہے فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء
الراشدین المہدیین یعنے لازم پکڑو تم سنت میری اور سنت خلفاے راشدین مہدیین کے
پس اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سنت خلفاے راشدین محدثات امور
سے نہیں ہونہ بدعت اسواسطے کہ اسی حدیث میں سنت خلفاء راشدین کی تابعداری کا
حکم کیا اور محدثاتِ اُمور سے بچنے کا حکم فرمایا۔ پس سنت خلفاء راشدین کیونکر بدعت
ہو گی اور بھی کل بدعت ضلالت قضیہ موجبہ کلیہ ہے اور لفظ کل کا احاطہ افراد کے
لئے آتا ہے اور الفاظ عموم سے ہے پس مخصص اس حدیث کا بیان کرنا چاہیے۔ اگر
کوئی شخص کہے کہ حدیث من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ کان لہ اجرہا
واجر من عمل بہا من غیران ینقص من اجورہم شئ (ترجمہ) جو شخص جاری
کرے اسلام میں طریقہ حسن اُس شخص کو ثواب اُسکا اور ثواب اُن لوگوں کا جو
عامل اُس پر ہوں ملیگا بدون اسکے کہ اجر عاملین سے کچھ کمی کیجاے۔ مخصص اس
حدیث کی ہے تو اسکے جواب میں اول یہ کہ حدیث کی تفسیر حدیث ہوا کرتی ہے۔
مشکوۃ شریف میں ہے قال رسول اللہ صلعم من احیا سنۃ من سنتی
قد امیتت بعدی فان لہ من الاجر مثل اجور من عمل بہا من غیران
ینقص من اجورہم شئے ومن ابتدع بدعۃ ضلالۃ لایرضاہا اللہ و
رسولہ کان علیہ من الاثم مثل آثام من عمل بہا لاینقص ذلک من
اوزارہم شئے رواہ الترمذی (ترجمہ) کہا رسول اللہ صلعم نے جو شخص کہ زندہ

کرے سنت کو میری سنتوں میں سے کہ بعد میرے مر گئی ہو بیشک ہو ویگا اسکو اجر مثل اجر ان لوگوں کے کہ عامل اسپر ہوں بغیر اسکے کہ اسکے اجر میں کچھ نقصان واقع ہوا اور جو شخص کہ ایجاد کرے بدعت ضلالت کہ نہ پسند کرے اسکو اللہ اور رسول اسکا ہو ویگا اس شخص پر گناہ مثل گناہ اور لوگوں کے جو اس پر عمل کرتے ہیں بغیر اسکے کہ انکے گناہوں میں کچھ تخفیف واقع ہو روایت کیا اسکو ترمذی نے ۔ اس حدیث کا اور پہلی حدیث کا ایک ہی مطلب ہے اور اس حدیث میں سن کی جگہ احیا کا لفظ موجود ہے پس کیونکر اختراع فی الدین اس سے ثابت ہوگا دوسرے یہ کہ صحیح مسلم میں صاحب مشکوۃ شریف نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گر سن اختراع کے معنی میں ہووے تو لازم آتا ہے کہ وہ شخص جسکے حق میں آنحضرت صلعم نے یہ حدیث فرمائی ہے مصداق اس حدیث کا نہو اسواسطے کہ اسنے احداث فی الدین نہیں کیا ۔ تیسرے یہ کہ شرع میں احداث ممنوع ہے بدلیل قول آنحضرت صلعم کے من احدث فی امرنا ہذا مالیس منہ فھو رد (ترجمہ) جو شخص نکالے ہمارے دین میں ایسی چیز کہ اس سے نہو پس وہ مردود ہے ۔ پس اگر بمعنی اختراع ہو تو دونوں حدیثوں میں مخالفت ہوگی اگر کوئی اعتراض کرے اور کہے کہ یہ حدیث جو تمنے مشکوۃ شریف سے نقل کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدعت ایک ضلالت ہوتی ہے ۔ اور ایک غیر ضلالت اور تم کہتے ہو کہ (کل بدعۃ ضلالۃ) جواب اسکا یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی ہے اسلیئے کہ اسی حدیث میں لفظ لا یرضاہا اللہ ورسولہ بھی بعد لفظ بدعۃ ضلالۃ کے موجود ہے کیونکہ الفاظ حدیث کے یہ ہیں ومن ابتدع بدعۃ ضلالۃ لا یرضاہا اللہ ورسولہ الخ پس موافق فہم تمہارے کے لازم آتا ہے کہ بدعت ضلالت بھی دو قسم پر ہو ایک بدعت ضلالت جس سے اللہ اور رسول راضی ہو ۔ دوسرے وہ بدعت ضلالت جس سے اللہ اور رسول راضی نہ ہووے و ہو باطل بالاجماع ۔ پھر اگر

کوئی شخص کہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے تراویح کے حق میں نعمت البدعۃ ہذہ یعنی اچھی بدعت ہے یہ۔ پھر تم کیونکر انکار بدعت حسنہ کا کرتے ہو جواب سکا یہ ہے کہ بدعت دو قسم پر ہے ایک لغوی دوسری شرعی حضرت رضؓ کے قول میں مراد بدعت لغوی ہے۔ صواعق مُوبقہ میں کہ بہت معتبر کتاب ہے لکھا ہے وقول عمرؓ نعمۃ البدعۃ انما اراد بہا معناہا اللغوی انتہی یعنی بدعت سے مراد قول حضرت عمرؓ نعمۃ البدعۃ میں معنی لغوی اسکے ہیں۔ اور شرح اربعین معین ابن صفیٰ میں مرقوم ہے وقول عمرؓ نعمت البدعۃ نعمۃ البدعۃ مرادہ بدعۃ لغویۃ اور اسی طرح سیف المسلول میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہے اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ سنت خلفاء راشدین بدعات شرعیت میں داخل ہووے حال آنکہ آنحضرت صلعم نے انکی نسبت تابعداری حکم فرمایا ہے۔ اگر کوئی سوال کرے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ماراہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن (ترجمہ) جس چیز کو مسلمان بہتر سمجھیں تو وہ خدا کے نزدیک بھی بہتر ہوگی۔ اور تم کہتے ہو کہ بدعت حسنہ کوئی چیز نہیں ہے اور ہم ایسی چیز کو کہ مسلمان اچھا کہیں بدعت حسنہ کہتے ہیں تو اسکا جواب کئی طور پر ہے اول یہ کہ مراد مسلمون سے تمام مسلمان ہیں توضیح میں حجت اجماع کے بیان میں لکھا ہے لا تجتمع امتی علی الضلالۃ وقولہ علیہ السلام ماراہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن ہذہ ہی الادلۃ المشہورۃ علی ان الاجماع حجۃ (ترجمہ) نہ اکٹھی ہوگی امت میری ضلالت پر اور قول آنحضرت کا جس چیز کو مسلمان بہتر سمجھیں وہ خدا کے نزدیک بھی بہتر ہے۔ یہ دلائل مشہورہ ہیں اسبات پر کہ اجماع امت حجت ہے ۞ دوسرے یہ کہ الف لام مسلمون پر جائز ہے کہ عہد کے واسطے ہو اسواسطے کہ امام احمد اور بزار اور طبرانی اور ابوداؤد طیالسی کی روایت میں ہے۔ ان اللہ نظر فی قلوب العباد فاختار لہ اصحابہ جعلہم انصار دینہ ووزراء نبیہ فما راہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن وماراہ المسلمون قبیحا

فہو عند اللہ قبیح انتہٰی (ترجمہ) بیشک اللہ نے دیکھا بندوں کے دلوں کو پس پسند کیا انہیں سے واسطے آنحضرت کے انکے اصحاب کو اور کیا انکو مددگار دین کا اور وزیر اپنے بنی کا پس جسکو مسلمانوں نے بہتر سمجھا وہ بہتر ہے عند اللہ اور جس چیز کو مسلمانوں نے قبیح سمجھا تو وہ عند اللہ قبیح ہے۔ اور یہ حدیث مرفوعا اور موقوفا روایت کی گئی ہے اور صحیح موقوف ہے پس معلوم ہوا کہ مراد مسلمانوں سے اصحاب رسول اللہ صلعم ہیں وہذا لا یفید مرام المخالفین تیسرے یہ کہ المسلمون سے اگر وہ مسلمان مراد ہوں کہ جو مزعوم مخالفین ہیں تو چاہئے کہ ایک چیز کو بعض مسلمان قبیح دیکھیں تو قبیح ہو جاوے اور اسی چیز کو بعض مسلمان حسن دیکھیں تو حسن ہو جاوے وہو باطل۔ چوتھے یہ اگر مزعوم اکثر اہل بدعت کا صحیح ہو تو لازم آتا ہے کہ اکثر بدعات مثل تعزیہ وغیرہ کے کہ اسکو اکثر مسلمان اچھا جانتے ہیں حسن ہو جاوے صاحب مجالس الابرار نے اس حدیث کی بہت عمدہ شرح کی ہے۔ صاحب سیف الاسلام نے جو بعض وجوہ میں کلام کیا ہے سو وہ نہایت پوچ ہے۔ پہلی وجہ میں یہ کلام کیا (بلکہ بر تقدیر حسن بودن مستحسن جماعت از علماء اعلام ہم حسن بودن مستحسنات مجموعہ افراد مجتہدین امت بدرجہ اولٰے ثابت است پس ہم استدلال اہل اصول تا ہم وہم استدلال فقہائے کرام ودیگر علمائے عظام) انتہٰی غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ کتنی پوچ بات ہے کہ اہل اصول اس حدیث کو حجت اجماع میں لاویں اور یہ صاحب بعض علماء کے قول کو بھی حجت گردانیں اور اس حدیث سے استدلال کریں اگر دو نو مضمون اس حدیث سے ثابت ہوتے تو یوں صاحب توضیح کو کہنا مناسب تھا کہ جب بعض کا قول حجت ہوا تو کل کا کیونکر نہو گا علاوہ بریں جو کچھ صاحب رسالہ سیف الاسلام نے استغراق کے باب میں لکھا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر فرد مسلمان کا قول حجت ہے اس صورت میں قول اہل اصول کا کہ حجت اجماع میں اس حدیث کو لاتے ہیں محض غلط ٹھیرتا ہے اسواسطے کہ منکر اجماع کہیں گے کہ اس

حدیث سے قول ہر مسلمان کا حجت ٹھیرتا ہے اور وہ تمھارے نزدیک بھی حجت نہیں ہے
پھر ہم پر کیونکر تمھارا استدلال حجت ہوگا اور دوسری وجہ میں یہ کلام کیا کہ یہ احتمال
مخترع ہے اور بعض علماء نے اسکے خلاف لکھا ہے اور اس حدیث سے اُن امور میں تمسک
کیا کہ جو صحابہ سے ثابت نہیں ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ ہم نے امام احمد اور بزار اور طبرانی
کی روایت سے ثابت کر دیا کہ احتمال عہد کا بہت قوی ہے پس جو کوئی مستدل اس حدیث
سے ہووے اُسکو لازم ہے کہ اس احتمال کو باطل کر دے اور تیسری وجہ کے باطل کرنے میں
جو لکھا وہ نہایت پوچ ہے الفاظ حدیث اُس سے ابا کرتے ہیں کیونکہ صریح معنے حدیث کے
یہ ہیں کہ جس چیز کو مسلمان اچھا دیکھیں وہ اچھی ہے اور جسے قبیح دیکھیں قبیح ہے پس
صاحب سیف الاسلام کی تقریر سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ اگر بعض علماء اسلام کسی چیز
کو قبیح کہیں اور بعد اُسکے جمہور علماء اُسکو حسن کہیں تو پچھلوں کا اعتبار نہیں اگرچہ وہ
اکثر ہیں بدعت حسنہ سے بعض المخالفین ہوا اور حقیقة الامر یہ ہے کہ جو محدث فی الدین
ہے اصل میں وہ قبیح ہے جبتک کسی دلیل شرعی سے بخصوصہ اُسکا حسن ثابت نہو اُسکو
حسن نہ کہنا چاہیے اور احادیث جو مذمت بدعت میں وارد ہیں اُسکے قبح کے لئے کافی
ہیں ابن حجر مکی ... لا یعنیک ... في ليلة النصف من شعبان میں
لکھتے ہیں واطال الشيخ ... الامام النووي في نفائه ايضاً في ذمها وتقبيحها و
انكارها فقال هي اي صلوة الرغائب بدعة قبيحة منكرة اشد الانكار مشتملة
على منكرات فينبغي تركها والاعراض عنها والانكار على فاعلها وعلى ولي الامر
وفقه الله منع الناس من فعلها فانه راع وكل راع مسئول عن رعيته
وقد صنفت العلماء كتبا في انكارها وفي ذمها وتسفيه فاعلها ولا تغتر بكون
الفاعلين لها في كثير من البلدان ولا بكونها مذكورة في قوة القلوب
واحياء علوم الدين ونحوهما فانها بدعة باطلة وقد صح مرفوعاً من احدث

فی دیننا ما لیس منہ فہو رد وفی الصحیح کل بدعۃ ضلالۃ و قد امر اللہ عند التنازع بالرجوع الی کتابہ العزیز فقال فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ ولم یامر باتباع الجاہلین ولا بالاغترار بغلطات المغلطین انتہی کلامہ (ترجمہ) امام نووی نے بھی اپنے فتاوے میں بطول تقریر صلوۃ الرغائب ور نماز نصف برات کا انکار اور ذم و تقبیح کی ہے اور کہا کہ صلوۃ الرغائب بدعت قبیحہ ہے اور بدرجہ غایت منکر ہے اور متضمن ہے ممنوعات شرعیہ پر اسکا ترک اور اعراض اور مرتکبین پر انکار لائق ہے اور حاکم پر لازم ہے کہ آسکے کرنے سے لوگوں کو منع کرے اسلئے کہ وہ راعی ہے اور ہر راعی اپنی رعیت سے مسئول ہوگا اور علمانے اسکے ذم و انکار میں کتابیں تصنیف کی ہیں اور اسکے فاعل کو سفاہت شعار کہا ہے اور تو اسکے معمول و مروج ہونے سے بہت شہروں میں اور قوت قلوب واحیاء العلوم وغیرہما میں مذکور ہونے سے فریب نہ کھانا اسلئے کہ وہ بدعت باطلہ ہے فرمایا رسول خدا صلعم نے جو شخص کہ دین میں نئی بات نکالے وہ مردود ہے اور یہ بھی فرمایا ہر بدعت ضلالت ہے اور اللہ پاک نے وقت اختلاف قرآن مجید کے طرف رجوع کرنے کا حکم صاف دیا ہے فرمایا اگر تم جھگڑو کسی شے میں پس رجوع کرو اسکو اللہ اور رسول کی جانب اگر تم ایمان باللہ رکھتے ہو اور جاہلوں کے اتباع کا کچھ حکم نہیں کیا اور نہ عمل کا اغلاط مغلطین پر تمام ہوا قول نووی کا و اختلف فتاوی ابن الصلاح فیہما وقال فی آخر عمرہ ہما وان کانتا بدعتین لا منع منہما لدخولہما تحت الامر الوارد بمطلق الصلوۃ انتہی ورد علیہ الامام المجتہد تقی الدین السبکی بانہ لم یرد فیہ الا مطلق طلب الصلوۃ وان خبرہا موضوع فلا یطلب منہ شئی بخصوصہ فمن جعل شیئا منہ مقیدا بزمان او نحو ذلک دخل فی قسم البدعۃ وانما المطلوب عمومہ فیفعل بما فیہ من العموم لا لکونہ مطلوبا

بالخصوص انتہی (ترجمہ) اور ابن صلاح کے فتاوے میں صلوۃ الرغائب اور نیمہ شعبان
کی نماز کا جواز ہے آخر عمر میں اُس نے کہا اگرچہ یہ دونو نماز بدعت ہیں لیکن اِن سے
منع نہ چاہئے اسلئے کہ وہ حکم عام ہیں جو واسطے مطلق صلوۃ کے وارد ہے مندرج
ہیں۔ اور رد کیا قول ابن صلاح کا امام مجتہد تقی الدین سبکی نے اِس طرح کہ حدیث
صلوۃ الرغائب موضوع ہے اور حدیث صحیح سے بجز طلب مطلق صلوۃ کے اور زیادتی
مفہوم نہیں ہوتی پس اسکے ذریعہ سے کوئی شئے بخصوصہ ثابت نہیں ہوسکتی پھر جو
شخص کسی شئے کو بقید زمان و مکان خاص کرے وہ بدعت ہوگی اسلئے کہ مطلوب شارع
عموم اُسکا ہے پس کرنا اُسکا ایسی چاہیے کہ عموم باقی رہے نہ اِس طرح کہ وہی بخصوصہ مطلوب ہے
اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں وہذا جواب لایجدی ولا ینفع بل لو سکت عنہ قائلہ
لکان خیرا اذ الآثار الاسرائیلیۃ التی لم تشہد لہا قواعد شریعتنا لا نظر الیہا
ولا تعویل علیہا وہذہ کذلک لان احداث ہذہ الہیئۃ الآتیۃ فی تلک اللیلۃ
من اجتماع الناس للصلوۃ فی المساجد علی کیفیات مخصوصۃ من غیر ان
یرد شئے من ذلک عن رسول اللہ ولا عن احد من الصحابۃ فیہ غایۃ الابتداع
والاحداث فی الدین مالم یعرف عن اہلہ قبیل فلیکن ردا علی فاعلہ لحدیث
من احدث فی امرنا ہذا لیس ہو دینہ وشرعہ مالیس منہ فہو رد علیہ لاشک
ان ذلک الاجتماع علی تلک الہیئۃ المخصوصۃ احداث فی الشرع مالیس
منہ فیکون مردودا بالنص المذکور انتہی (ترجمہ) اور یہ جواب کچھ مفید و نافع
نہیں ایسے جواب سے تو مجیب کو سکوت بہتر تھا اسلئے کہ آثار اسرائیلیہ جسکا ثبوت ہماری
شرع سے نہو قابل تعویل و اعتماد کے نہیں اور یہ اسی طرح ہے اسواسطے کہ اِس شب
میں ہئیت خاص کا ایجاد کرنا اور آدمیوں کا مسجدوں میں نماز کی واسطے کیفیات
مخصوصہ کے ساتھ جمع ہونا جو رسول خدا صلعم سے منقول نہیں اور نہ کسی صحابی سے

دین میں ایسی چیز کا حادث کرنا ہے جو اُسکے اہل سے ثابت نہیں پس اپنے فاعل پر یہ مردود ہو گی واسطے ارشاد آنحضرت صلعم کے جو شخص پیدا کرے ہماری اس امر میں یعنے دین و شریعت میں ایسی چیز کہ اُسے نہو وہ اُس پر مردود ہے اور اسمیں شک نہیں کہ آدمیوں کا بہیئت مخصوصہ مجتمع ہونا شریعت میں اُس چیز کا ایجاد کرنا ہے جو اُسسے نہیں پس ہو ویگا وہ مردود بحدیث مذکور - اور ابن دقیق العید نے احکام الاحکام میں لکھا ہے وورد عن السلف ما یؤیدہ فی مواضع الاثر سے ان ابن عمر قال فی صلوٰۃ الضحے انہا بدعۃ لانہا لم تثبت عندہ فیہا دلیل ولم یراد رجہا تحت عمومات الصلوٰۃ لتخصیصہا بالوقت المخصوص وکذلک قال فی القنوت الذی کان یفعلہ الناس فی عصرہ انہ بدعۃ ولم یرادرجہ تحت عمومات الدعاء وکذلک ماروی الترمذی من قول عبداللہ بن مغفل لابنہ فی الجہر بالبسملۃ ایاک والحدث ولم یرادرجہ تحت دلیل عام (ترجمہ اور وارد ہوئے سلف صالح سے شواہد اسکے مواضع کثیرہ میں دیکھو ابن عمر نے صلوٰۃ الضحے میں کہا کہ وہ بدعت ہے اسواسطے کہ اُنکے نزدیک ثابت نہیں ہوئی اُسکی دلیل اور عمومات صلوٰۃ میں اُسکو بوجہ تخصیص وقت کے داخل نکیا اور ایسی ہی قنوت جسکو کہ لوگ اُنکے زمانہ میں کرتے تھے اُ بدعت کہدیا اور عمومات دعا میں اُسکو درج نہ کیا اور ایسے ہی قول عبداللہ بن مغفل کا ہے واسطے اپنے بیٹے کے جہر بسملہ میں بچاؤ آپ کو بدعت سے اور اُسکو دلیل عام میں درج نکیا اور یہ روایت ترمذی میں مروی ہے - اور بھی فتح الباری میں مرقوم ہے قد اخرج بسند جید عن غضیف بن الحارث قال بعث الی عبدالملک بن مروان فقال انا قد جمعنا الناس علی رفع الایدی یوم الجمعۃ وعلی القصص بعد الصبح والعصر فقال اما انہما امثل بدعکم عندی ولست مجیبکم الی شئے منہما لان النبی صلعم قال ما احدث قوم بدعۃ الا رفع من السنۃ مثلہا فتمسک

بسنۃ خیر من احداث بدعۃ انتہے و اذا کان ہذا جواب ہذا الصحابی فی امر

لہ اصل فی السنۃ فما ظنک بما لا اصل لہ فیھا فکیف بما یشتمل علی ما یخالفہا

انتہے (ترجمہ) امام احمد نے بسند قوی غضیف بن حارث سے روایت کی کہ کہا انھوں نے

کہلا بھیجا مجھ کو عبد الملک بن مروان نے کہ میں نے آدمیوں کو واسطے ہاتھ اٹھانیکے جمعہ کے روز

یعنی دعا کے لئے اور واسطے وعظ سننے کے بعد صبح اور عصر کے جمعہ کیا ہے جواب یا انھوں

نے کہ یہ دونوں فعل مثل اور بدعات تمہاری کے ہیں میرے نزدیک اور میں کسی میں شریک نہونگا

بموجب ارشاد آنحضرت کے کہ نہیں احداث کیا کسی قوم نے بدعت کو مگر اٹھا لیا ہے خدا نے

اسکے مثل سنت کو پس سنت کے ساتھ تمسک کرنا احداث بدعت سے بہتر ہے انتہی اور جب یہ جواب

صحابی کا اس امر میں جسکی اصل سنت سے ثابت تھی پھر کیا ہے گمان تیرا ان بدعات میں جنکی

کچھ اصل نہو پس کیا ہوگا حال ان بدعات کا جو مخالف سنت ہوں۔ اسی طرح حدیث

لا تجتمع امتی علی الضلالۃ و ید اللہ علی الجماعۃ جو مخالفین اپنی سند میں ذکر کرتے ہیں وہ مفید

انکے مدعا کے نہیں اسواسطے کہ پہلی حدیث سے مراد اجماع امت ہے جیسے کہ توضیح سے اوپر

نقل کیا گیا اور جماعت سے مراد جماعت اہل علم او راہل حق ہے سفیان ثوری نے کہا ہے

کہ اگر ایک فقیہ پہاڑ کی چوٹی پر ہو تو وہی جماعت ہے اور جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ

نے فرمایا اما اہل السنۃ فالمتمسکون بما سنہ اللہ لہم و رسولہ و ان قلوا و اما اہل

البدعۃ فالمخالفون لامر اللہ و لکتابہ و رسلہ العاملون برائہم و اہوائہم و ان کثروا

کذا فی کنز العمال (ترجمہ) لیکن اہل سنت وہی ہیں جو تمسک کرنے میں اس چیز سے کہ اللہ اور

اسکے رسول نے انکو بتلا دیا اگرچہ تھوڑے ہوں اور اہل بدعت وہ ہیں کہ خدا کی کتاب اور

ارشاد اور اسکے رسولوں کے مخالف کریں اور اپنی خواہش اور رائے کی موافق عامل ہوں اگرچہ

کثیر ہوں۔ پس معلوم ہوا کہ مطلق جماعت کثیرہ اعتبار نہیں اگر مطلق جماعت کثیرہ کا اعتبار ہو تو لازم آتا ہے

کہ حضرت امام حسین باطل پر ہوں اور یزید حق پر کیونکہ اسکے ساتھ جماعت کثیرہ تھی اگر کوئی سوال کرے کہ

کہ کل بدعۃ ضلالۃ سے جو تم ہر بدعت کا ضلالت ہونا ثابت کرتے ہو سو غلط ہے اسواسطے کہ عام مخصوص البعض ہے اور کل بمعنی بعض آیات قرآن مجید تدمر کل شے بامر ربہا واوتیت من کل شئی میں کہ ہوا اور بلقیس کے حق میں ہے مستعمل ہے تو جواب اُسکا یہ ہے کہ ہمنے تسلیم کیا کہ کل ان آیتوں میں اپنے معنی حقیقی پر نہیں ہے لیکن یہ بات وہاں ہوتی ہے جہاں قرینہ موجود اور حس یا عادت کے خلاف ہو یہ دونو آیتیں جو تم نے ذکر کیں اسی طرح کی ہیں اسواسطے کہ عورت کو جو بلقیس تھی سب چیزیں عطا نہیں ہوئیں اور ایسی ہی ہوا آسمانوں اور پہاڑوں کو عادتاً نہیں اُکھیڑ سکتی بخلاف اِس حدیث کے کہ اسمیں کوئی مخصص حس سے اور عادی نہیں پایا جاتا تو تمہارا قیاس مع الفارق ہوا علاوہ بریں سوق حدیث دیکھنا چاہیئے کہ اُسمیں کس طرح کی تاکید ہے اول فرمایا ایاکم ومحدثات الامور اور پھر فرمایا فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ پس اس صورت میں کہ حدیث شریف کو عام مخصوص البعض کہنا خطا ہے اور فتح الباری میں مرقوم ہے اما قولہ فی حدیث العرباض فان کل بدعۃ ضلالۃ بعد قولہ وایاکم ومحدثات الامور فانہ یدل علی ان المحدثۃ ہی بدعۃ وقولہ کل بدعۃ ضلالۃ قاعدہ شرعیۃ کلیۃ بمنطوقہا ومفہومہا اما منطوقہا فکان یقال حکم کذا بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ فلا یکون من الشرع لان الشرع کلہ ہدی فان ثبت ان الحکم المذکور بدعۃ صحت المقدمتان وانتجتا المطلوب (ترجمہ) قول آنحضرت صلعم فان کل بدعۃ ضلالۃ حدیث عرباض میں بعد قول وایاکم ومحدثات الامور اس پر دال ہے کہ ہر محدث بدعت ہے اور کل بدعت ضلالت شریعت کا قاعدہ کلیہ ہے منطوقاً ومفہوماً لیکن باعتبار منطوق پس جیسے کہ کہا جاوے کہ فلاں شے بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے پس وہ شے نہ شریعت سے ہوگی اسلئے کہ شرع تو تمامہا ہدایت ہے اگر اُس شے کا بدعت ہونا ثابت کردیا جاوے دلیل سے تو دونو مقدمہ ثابت ہوجاوینگے اور مطلوب حاصل ہوجائیگا۔ اور بعض علمانے جو یہ

بات کہی ہے سو مبنی عدم تدبر پر ہے اور آثار صحابہ سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ جو چیز محدث
فی الدین ہے اور ثابت دلائل شرعیہ سے نہیں وہ ممنوع ہے کما سنذکر۔ اور فقہا کا بیان اس
باب میں مختلف ہے لیکن قول محقق اور راجح وہی ہے جو ہمنے مذکور کیا کہ محدث فی الدین
من غیر دلیل شرعی ضلالت ہے اور ممنوع اور عینی وغیرہ کا کلام جو مخالف اس کلام کے
ہے کہ ہمنے نقل کیا وہ مبنی غفلت پر ہے بہ تقلید دیگراں انھوں نے لکھا ہے اور اسی
طرح ملا علی قاری اور طیبی اور نووی کا حال قیاس کر لو کہ انسے بھی غفلت یہاں ہوئی
علماء کاملین سے کبھی خطا ہو جاتی ہے المجتہد قد یخطی و قد یصیب مذہب اہل سنت کا ہے
علاوہ بریں جو لوگ بدعت حسنہ کے قائل ہیں اور انھوں نے بدعت کو تقسیم کیا ہے انکے
نزدیک بدعات ان لوگوں کی بدعت حسنہ نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ وہ بدعت کی تعریف
یوں کرتے ہیں کل ما احدث بعد النبی صلعم فہو بدعۃ والبدعۃ فعل ما لا سبق علیہ
فما وافق اصلا من السنۃ یقاس علیہا فہو محمود وما خالف اصول السنن
فہو ضلالۃ کذا نقل الشیخ عبد الحق عن القاضی عیاض (ترجمہ) جو چیز کہ بعد
نبی صلعم کے حادث ہو وہ بدعت ہے اور بدعت وہ فعل ہے کہ قبل اسکے وقوع اسکا نہوا ہو
اگر وہ موافق کسی دلیل کے حدیث سے ہو کہ اس پر قیاس کیا جاوے پس وہ محمود ہے اور اگر
مخالف ہو قواعد سنت کے پس وہ ضلالت ہے ایسا ہی شیخ عبد الحق دہلوی نے قاضی عیاض
سے نقل کیا ہے۔ اور جلال الدین سیوطی نے شرح نسائی میں امام قرطبی سے نقل کیا
قولہ صلعم وشر الامور محدثاتہا قال القرطبی یعنی المحدثات التی لیس لہا
فی الشریعۃ اصل یشہد لہا بالصحۃ وہی المسماۃ بالبدعۃ (ترجمہ) قول
آنحضرت صلعم وشر الامور محدثاتہا قرطبی نے کہا مراد محدثات سے وہ اشیاء ہیں جنکی
شریعت میں ایسی اصل نہو کہ شاہد اسکی صحت پر ہو اور اسکا نام بدعت ہے۔ اور شیخ عبد الحق
نے ترجمہ مشکوۃ میں لکھا ہے بدانکہ ہر چہ پیدا کردہ شد بعد از پیغمبر صلعم بدعت است

واناں انچہ موافق اصول وقواعد سنت اوست وقیاس کردہ شدہ است برآں
آنرا بدعت حسنہ گویند وانچہ مخالف آں باشد ضلالت خوانند انتہی اور ابن حجر
مکی نے کہ قایل تقسیم بدعت ہیں شرح اربعین میں لکھا ہے والمراد بالمحدث الذی
ہو بدعۃ وضلالۃ مالیس لہ اصل فی الشرع وانما الحامل علیہا مجرد الشہوۃ
والارادۃ فہذا باطل قطعا انتہی اور بدعت قبیحہ اور سیئہ ان لوگوں کے نزدیک
وہ ہے کہ جو دلیل شرعی سے ثابت نہو اور صحابہ اور تابعین کی وقت میں اُسکا وجود
نہ پایا جائے(1)۔ علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں فرمایا ان البدعۃ المذمومۃ
ہو المحدث فی الدین من غیر ان یکون فی عہد الصحابۃ والتابعین و
لا دل علیہ الدلیل الشرعی انتہی (ترجمہ) بدعت مذمومہ وہ محدث فی الدین ہے
کہ عہد صحابہ اور تابعین میں نہو اور ثبوت اُسکا دلیل شرعی سے بھی نہو۔ اور اشباع
الکلام میں شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہ سے نقل کیا البدعۃ الحادث فی
الدین فان کان بغیر دلیل شرعی فہو بدعۃ قبیحۃ وان وافق اصول الشرع
فہو بدعۃ حسنۃ انتہی (ترجمہ) بدعت حادث فی الدین کو کہتے ہیں اگر وہ بغیر دلیل
شرعی ہے تو بدعت قبیحہ ہے اور اگر موافق دلائل شرع کے ہے تو بدعت حسنہ ہے۔ جو
شخص اہل انصاف سے ہوگا اُسکو شبہ باقی نہ رہیگا اسباب میں کہ اہل بدعت کا ہر محدث
کو ظاہری حسن سے بدعت حسنہ قرار دینا خواہ اُسکی سند کتاب وسنت سے ہو یا
نہو محض غلط ہے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ نزاع مابین تقسیم بدعت اور عدم
تقسیم میں قریب نزاع لفظی ہے جسکو یہ لوگ بدعت حسنہ کہتے ہیں ہم اُسکو سنت
میں داخل جانتے ہیں اور مراد مخالفت سے تعریف بدعت سنت میں عدم موافقت ہے
پس مطلب ان لوگوں کا ہرگز ثابت نہوگا اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جو لوگ
بدعت حسنہ کے قائل ہیں وہ بھی بدعت حسنہ کے علی سبیل الدوام کرنے کو موجب

ظلمت اور قساوت قلب سمجھتے ہیں شیخ عبدالحق نے ترجمہ مشکوۃ میں تحت حدیث
ما احدث قوم بدعۃ الا رفع مثلہا من السنۃ فالتمسک بالسنۃ خیر من احداث بدعۃ
لکھا نو پدید نکرد ہیچ قومے بدعتے را مگر آنکہ برداشتہ شد مانند آں در مقدار و
مرتبہ از سنت و چوں احداث بدعت رافع سنت باشد ہمیں قیاس اقامت سنت
قامع بدعت خواہد بود پس چنگ در زدن بسنت اگرچہ اندک باشد بہتر است
از نو پدید کردن بدعت اگرچہ حسنہ است زیرا کہ باتباع سنت پیدا میشود نور
و بگرفتاری بدعت در می آید ظلمت مثلاً رعایت آداب استنجا بر وجہ سنت بہتر
است از بنائے رباط و مدرسہ چہ سالک برعایت آداب سنت ترقی میکند بمقام
قرب و بترک آں تنزل میکند از آں و ایں مودی میگردد بترک افضل از آں تا
بمرتبہ قساوت قلب کہ آنرا زین قلب و طبع و ختم میگویند برسد نعوذ باللہ من ذلک
اور قریب اسکے ملا طیبی اور ملا علی قاری نے بھی لکھا ہے تنبیہ امام غزالی رحمۃ اللہ
نے احیاء العلوم میں لکھا ہے جاننا چاہئے کہ طبیب حاذق جلیا مطلع ہوتا ہے
اسرار مرض پر حالانکہ بعید جانتے ہیں جو کہ نہیں پہچانتے ہیں ایسے ہی انبیاء طبیب
دلوں کے ہیں اور عالم اسباب حیات اخروی کے پس نہ حکم کرو انکی سنت پر اپنی
عقل سے کہ ہلاک ہو جاویگا تو بعض اوقات جو کسی شخص کی انگلی میں خلل
آجاتا ہے تو اسکی عقل تقاضا کرتی ہے کہ ملے اسکو یہانتک کہ آگاہ کرتا ہے
اسکو طبیب حاذق کہ علاج اسکا یہ ہے کہ ملا جاوے مونڈھا بدن کا دوسری
جانب سے پس بعید جانتا ہے وہ اسکو اس سبب سے کہ وہ نہیں جانتا ہے پٹھوں
کی ترکیب اور کیفیت کو ایسا ہی معاملہ ہے طریق آخرت میں اور اشیا کی بحث کی
دقائق میں کہ عقل انکو احاطہ نہیں کر سکتی جیسے کہ پتھروں کی خاصیت ہم نہیں
جانتے ہمکو کیا معلوم ہے کہ کس سبب سے کھینچتا ہے مقناطیس لوہے کو اور عجائب عقائد

اور اعمال میں زیادہ تر ہیں بہ نسبت اُسکے کہ دواؤں میں ہیں پس جبکہ عقلیں قاصر ہیں دواؤں کے منافع معلوم کرنے سے باوجود اسکے کہ تجربہ راہ ہے اُنکے معلوم کرنے کی پس ایسی ہی عقلیں قاصر ہیں معلوم کرنے اُس چیز کے سے کہ نفع دے حیات آخرت میں معہذا تجربہ بھی رہنما نہیں ہو سکتا تجربہ جب ہمیں رہنما ہو سکتا تھا کہ اموات پھرتی ہماری طرف اور وہ خبر دیتے ہمکو ان عقاید اور اعمال سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے اور ان سے دوری سو یہ محال ہے پس کیونکر حاصل ہو تجربہ پس عقل کی منفعت یہی کافی ہے کہ رہنمائی کرے تجکو نبی علیہ السلام کی تصدیق کی طرف اور سمجھاوے تجکو موارد انکے اشارات کے پس اعراض کر تصرف کرنے سے اور لازم کر اتباع کو کیونکہ تو سالم نہیں ہے آفت سے انتہی اس قول امام غزالی سے معلوم ہوا کہ جبکو ظاہری عقل اچھا سمجھے وہ اچھا نہیں ہوتا بدون بیان شارع کے اچھا اور بُرا ہونا اشیا کا متعذر ہے اہل بدعت نے صدہا چیز کو اپنی عقل سے بدعت حسنہ قرار دیا ہے یہ بات اُنکی ہرگز قابل اعتبار نہیں +

سوال دوم جو مسائل کہ بالفعل مختلف فیہ ہیں اُن میں عوام کو تقلید کس کی کرنی چاہیے

الجواب جو مسائل مختلف فیہ مابین العلما ہیں اُسمیں اُن لوگوں کی پیروی کرنی چاہیے جنکا قول کتاب اور سنت اور سیرت سلف کے موافق ہو اور جو لوگ احداث اور ترویج بدعتوں کی کرتے ہیں۔ اُنکے قول کی تابعداری ہرگز نہ چاہیے امام غزالی اور ملا علی قاری نے لکھا ہے وان یکون شدید التوقی من محدثات الامور وان اتفق علیہ الجمہور یعنی آدمی مومن کو چاہیے کہ بہت بچتا ہے نئے کاموں اور بدعتوں سے اگرچہ متفق ہوں اُس پر جمہور یہ بات بھی قابل غور ہے بدعات میں قول جمہور کا اعتبار نہیں علاوہ بریں جو مسائل مختلف فیہا ہوں اُنکا ترک چاہیے بموجب قاعدہ مقررہ فقہاء کرام کے اذا اختلف الحلال والحرام غلب الحرام یعنی جس وقت ایک چیز کی حرمت اور حلت میں

اختلاف ہو تو حرمت کی جانب ترجیح دی جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ جب اختلاف ایک چیز کی حرمت اور حلت میں یا کراہت وجواز میں اختلاف ہو تو حرمت اور کراہت کو ترجیح دیتے ہیں اسیطرح جب چیز کی بدعت اور سنت میں اختلاف ہو تو ایسی چیز کے منع ہونے کو ترجیح دیتے ہیں *

سوال سوم استعانت اہل قبور سے جائز یا نہیں اور سفر کر کے خاص واسطے زیارت اہل قبور کے جانا اور ہر سال قبر پر باحوالی میں اسکے کثرت سے چراغ جلانا کہ جسکو عرس کہتے ہیں اور قوالوں کا راگ بامزامیر ہونا اور قبر پہ غلاف ڈالنا اور سنت کی چادر چڑھانا اور طواف کرنا اور بوسہ دینا اور سجدہ کرنا درست ہے یا نہیں *

الجواب استعانت اہل قبور سے دو طرح پر مروج ہے ایک یہ کہ مردوں سے حاجت روا سمجھ کر جو دعا مانگنا کہ یا حضرت میری حاجت کو پورا کرو سو یہ باتفاق اہل بدعت اور اہل سنت کے ممنوع ہے دوسرے یہ کہ انسے دعا طلب کرے کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں میری طرف سے دعا کرو سو یہ مختلف فیہ ہے صحیح یہ ہے کہ یہ بھی ممنوع اور بدعت سیئہ ہے شیخ عبدالحق دہلوی نے ترجمہ مشکوۃ شریف میں لکھا اما الاستمداد باہل القبور فی غیر النبی صلعم فقد انکرہ کثیر من الفقہاء وقالوا لیس الزیارۃ الا الدعاء للموتی والاستغفار لہم وایصال النفع الیہم بالدعاء وتلاوۃ القرآن واثبتہ المشائخ الصوفیۃ قدس اللہ اسرارہم وبعض الفقہاء رحمہم اللہ (ترجمہ) اور مدد مانگنے کا اہل قبور سے سوائے آنحضرت صلعم کے اکثر فقہا نے انکار کیا ہے اور کہا انھوں نے کہ زیارت میں سوا دعا کے واسطے مردوں کے اور طلب مغفرت کے واسطے انکے اور انکو نفع پہچانا دعا اور تلاوت قرآن شریف سے اور کچھ وارد نہیں ہوا ہے مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم اور بعض فقہاء رحمہم اللہ نے اسکو جائز بتلایا ہے انتہے۔ اور ترجمہ فارسی میں لکھا ہے منکر شدند آنرا بسیارے از فقہا۔ پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اکثر فقہا انکار

استمداد اور استعانت اولیاء اللہ سے کرتے ہیں صاحب تصحیح المسائل نے جواز راہ اعلام
تامل کے یہ توجیہ کی کہ کثرت سے کثرت فی نفسہ مراد ہے نہ اضافی سو محض غلط ہے اسواسطے
کہ شیخ نے پہلے لکھا او قد ذکرہ کثیر من الفقہاء اور پھر لکھا کہ اثبتہ بعض الفقہاء جسکو
ذرا سا بھی علم ہوگا جان لیگا کہ کثرت سے یہاں پر کثرت اضافی مراد ہے نہ حقیقی
اور تحقیق و تنقیح سے معلوم ہوتا ہے کہ طلب حاجات دنیا حضرت انبیاء علیہم السلام سے
بھی بعد موت کے جائز نہیں اگرچہ اسطرح پر ہو کہ یا حضرت تم اللہ تعالیٰ کی خدمت میں
میرے واسطے دعا کرو اسواسطے کہ آنحضرت صلعم باوجودیکہ قبر مبارک میں زندہ ہیں اور
کلام زائروں کا سنتے ہیں لیکن صحابہ کرام نے کبھی آپ سے باوجود واقع ہونے مصائب اور
بلیات کے طلب دعا نہ کی البتہ ایک اعرابی کا طلب دعا مزار پُر انوار سے کرنا منقول ہے سو یہ
بات قابل حجت (۱) نہیں اور حضرت امیر المومنین عمر فاروق رض کا اس سارے قصہ سے مطلع ہونا
ہرگز ثابت نہیں اور جو شخص مدعی اسکا ہو اسکو لازم ہے کہ بسند صحیح اسکو ثابت کرے
علاوہ بریں حضرت عمر فاروق رض کا طریقہ تھا کہ جب قحط پڑتا تو حضرت عباس رض سے توسل کرتے

---

(۱) اسواسطے کہ یہ حدیث از روے اسناد قابل احتجاج کے نہیں علماء محققین و اکابر محدثین نے اسکے رجال
میں بہت گفتگو کی ہے رواۃ اسکی ثقات اثبات سے نہیں اور اسکو غیر منکر اور اثر غیر معتبر بتلایا ہے صارم منکی میں
عتیق السبکی میں شیخ شمس الدین بن عبد الہادی اسکو نقل کر حدیث کے فرماتے ہیں والجواب ان ہذا خبر منکر موضوع
واثر مختلق مصنوع لا یصلح الاعتماد علیہ ولا یحسن المصیر الیہ واسنادہ ظلمات بعضہا فوق بعض والہیثم جدہ ابن محمد بن
الہیثم اظنہ ابن عدی فان یکنہ فہو متروک کذاب والا فہو مجہول قال عباس الدوری سمعت یحیی بن معین یقول
الہیثم بن عدی کوفی لیس بثقۃ کان یکذب وقال العجلی وابو داود وکذا ثقہ قال ابو حاتم الرازی والنسائی والدولابی
والازدی متروک الحدیث وقال السعدی ساقط قد کشف قناعہ وقال ابو زرعۃ لیس بشیء وقال البخاری سکتوا عنہ
ای ترکوہ وقال الحاکم ابو احمد ذاہب الحدیث وقال العباس بن محمد سمعت بعض اصحابنا یقول قالت جاریۃ
الہیثم کان مولای یقوم عامۃ اللیل یصلی فاذا اصبح جلس یکذب انتہی ملخصاً اور اگر ثابت بھی ہو تو بھی معتمد علیہ و
محتج بہ نہیں ہو سکتی اسلئے کہ یہ فعل ایک بدوی اعرابی کا ہے نہ کسی خلیفہ راشد و مرشد یا معتمد صحابی کا قال
فی الصارم المنکی وفی الجملۃ ہذہ الحکایۃ المذکورۃ لیست مما تقوم بہ حجۃ واسنادہا مظلم مختلف ولفظہا مختلق ایضاً
ولو کانت ثابتۃ لم یکن فیہا حجۃ علی مطلوب المعترض ولا یصلح الاحتجاج بمثل ہذہ الحکایۃ ولا الاعتماد علیہا
عند اہل العلم ۱۲ مولوی عبد الباری سلمہ اللہ تعالیٰ

اور کبھی اکابر صحابہ نے آنحضرت صلعم سے دعا بعد انتقال کے نہ منگوائی اور اعرابی کا فعل
ایسا ہے جیسا کہ بعض صحابہ نے مس قبر شریف کر لیا اور وہ فعل علما کے نزدیک حجت نہیں
اسیطرح اس فعل کو بھی حال ہے پس معلوم ہوا کہ جب جناب سرور کائنات صلعم سے
استعانت بدعت ٹھیری تو اور اولیاء سے بدرجہ اولی جائز نہو گی نتائج المرام میں ہے
قال الشیخ الامام الاجل ابو صالح محمد بن ابراہیم الشیرازی ما یقع فی بلاد العجم
من بسط الفرش وضرب الخیام عند مقبرۃ الاولیاء الکرام والعوام یستمدون
بہم ویخشعون ویتضرعون الیہم فکلہ مکروہ والمکروہ اقرب الی الحرام انتہی (ترجمہ)
کہا شیخ امام اجل ابو صالح محمد بن ابراہیم شیرازی نے جو کہ بلاد عجم میں فرش بچھاتے اور خیمہ
کھڑا کرنیکا اولیاء کے مقبرہ کے پاس رواج ہے اور عوام لوگ انسے مدد مانگتے ہیں اور انسے
ڈرتے ہیں اور انکے روبرو عاجزی کرتے ہیں یہ سب مکروہ ہے اور مکروہ قریب تر حرام ہے
اور غرائب فی تحقیق المذاہب میں مرقوم ہے رای الامام ابو حنیفۃ من یاتی القبور
لاہل الصلاح فیسلم ویخاطب ویتکلم ویقول یا اہل القبور ہل لکم من خبر وہل
عندکم من اثر انی اتیکم ونادیتکم من شہور ولیس سوالی منکم الا الدعاء
فہل دریتم ام غفلتم فسمع ابو حنیفۃ یقول یخاطب بہم فقال ہل اجابوا
لک قال لا فقال لہ سحقا لک وتربت یداک کیف تکلم اجسادا لا یستطیعون
جوابا ولا یملکون شیئا ولا یسمعون صوتا وقرء وما انت بمسمع من فی القبور انتہی
(ترجمہ) امام ابو حنیفہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک بزرگ کی قبر کے پاس آیا اور سلام کیا
اور مخاطب ہوا اور کہا کہ اے اہل قبور آیا تمکو کچھ خبر ہے اور کچھ تمہارے پاس اثر ہے
میں تمہارے پاس آیا ہوں اور مہینوں سے تمکو پکارتا ہوں اور تم سے دعا چاہتا ہوں
تم جانتے ہو یا نہیں پس امام ابو حنیفہ نے اسکا کلام سنا اور کہا کہ تجکو انھوں نے جواب دیا
اس نے کہا کہ نہیں ابو حنیفہ نے کہا کہ دوری ہو تجھے اور خاک آلودہ ہوں ہاتھ تیرے

ایسے جسموں سے تو کلام کرتا ہے کہ نہ اُنکو جواب دینے کی طاقت ہے اور نہ کسی چیز کے مالک ہیں
اور نہ کچھ سنتے ہیں اور یہ آیت پڑھی کہ جو قبر میں ہیں تو اُنکو نہیں سُنا سکتا۔ مولانا عیسے
بن قاسم سندھی فی تنبیہ المرام میں لکھا لایجوز الاستعانۃ باہل القبور وعلیہ الجمہور یعنی استعانت
جائز نہیں اہل قبور سے اور یہی مذہب جمہور کا ہے۔ جاننا چاہئے کہ مسئلہ استعانت اہل
قبور کا مبنی ہے ثبوت سماعت موتے پر جو لوگ سماعت کے قائل ہیں انکے نزدیک مردوں سے
استعانت ہو سکتی ہے اور جو لوگ منکر سماعت ہیں اُنکے نزدیک استعانت یعنی دعا مانگنا
مردوں سے متصور نہیں لہذا بحث سماعت موتے کی بھی اس جگہ بطریق اجمال مناسب
اور یہاں پر چند دلائل اُسکے لکھے جاتے ہیں بعدہ جواب شبہات منکرین سے دیا جائیگا
اور اس سب مضمون کو ہم چار مسالک اور ایک فائدہ پر تقسیم کرتے ہیں مسلک اول میں اثبات
عدم سماعت اموات کا ہے قرآن مجید سے لیکن اثبات عدم سماعت کا قرآن مجید
سے موقوف ہے چند امور کے بیان پر جبتک وہ بیان نکئے جائینگے مطلوب حاصل
نہوگا اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس آدمی کو علم معانی اور بیان میں
کچھ دخل نہوگا اور خداوند کریم نے اُسکو فہم صائب عطا کیا ہوگا وہ اسبات میں شبہ
نکریگا کہ اسمیں مخالفین جو تاویل کرتے ہیں محض باطل ہے اب باتیں ضروری سُنو
قال اللہ تعالیٰ وما انت بمسمع من فی القبور یعنی تو اے محمد صلعم سنا نیوالا اہل قبور کا نہیں
یہ آیت سورۂ فاطر میں ہے اور سورہ نمل اور سورۂ روم میں ہے انک لاتسمع الموتےٰ و
لاتسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین یعنی تو اے محمد صلعم نہیں سُنا سکتا مردوں کو اور
بہروں کو جسوقت وہ پیٹھ پھیریں یعنی بہرے جسوقت پیٹھ پھیریں اُسوقت اُنکو تو نہیں
سُنا سکتا آیت (وما انت بمسمع من فی القبور) ترشیح ہے یا تمثیل اور آیہ کریمہ انک
لاتسمع الموتےٰ تمثیل علی سبیل الاستعارہ ہے جب ثبوت تمثیل یا ترشیح کا آیتوں میں ہو جائیگا
عدم سماعت موتے قرآن مجید سے ثابت ہو جاویگی اور تاویل مثبتین سماع کی جڑ سے

آگے ظاہر ہوجائیگی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ استعارہ[1] کئی طرح پر ہے ایک استعارہ بالکنایہ اور ایک استعارہ مرشحہ جسکو ترشیح بھی کہتے ہیں اور ایک استعارہ تحقیقیہ اور ایک استعارہ تخییلیہ اور ایک مطلقہ اور ایک مجردہ اور ایک مصرحہ استعارہ مصرحہ اُسکو کہتے ہیں جسمیں اطلاق اِس مشبہ بہ کا مشبہ پر ہووے جیسے لفظ اسد کا کہ موضوع شیر کے لئے ہے رجل شجاع کے لئے مستعار کرنا مثلاً رایت اسداً فی الحمام یعنی دیکھا مینے شیر کو حمام میں اور مراد اُس سے مرد شجاع ہو یا قتل کا ضرب شدید کے لئے مستعار کرلینا جیسے قَتَلْتُهٗ یعنی مارا مَیں نے اُسکو بضرب شدید لفظ اسد کو کہ یعنی شیر ہے مستعار منہ کہتے ہیں اور رجل شجاع کو مستعار لہ اور مطلقہ اُسکو کہتے ہیں جسمیں نہ مناسبات مستعار لہ کے مذکور ہوں نہ مستعار منہ کے جیسے عندی اسد یعنی پاس میرے شیر ہے اور مستعار لہ اگر محقق حساً یا عقلاً ہو اُسکو استعارہ تحقیقیہ کہتے ہیں جیسے لفظ اسد کا رجل شجاع کے لئے مستعار کرلیا اور رجل شجاع حساً محقق ہے یا آیۃ اہدنا الصراط المستقیم میں مراد صراط مستقیم سے دین حق ہے اور دین حق مستعار الیہ باشارۂ عقلی ہے اور تحقق اُسکا عقلاً ہے پھر اگر کوئی شے مناسب مستعار لہ کے مذکور ہو اُسکو مجردہ کہیں گے جیسے قول عرب کا مشہور ہے کہ فلاں شخص غمر الرداء ہے یعنی کثیر العطا ہے ردا کا استعارہ اولاً عطا کے لئے کرلیا کیونکہ جیسے چادر سے آدمی کی آبرو محفوظ رہتی ہے اِسی طرح عطا سے بھی پھر غمر کا لفظ جو عطا کے مناسب ہے ذکر کیا اور عطا مستعار لہ ہے اگر کوئی امر ایسا کہ مناسب مستعار منہ کے ہو اُسکو ذکر کریں تو وہ ترشیح ہوگی مثلاً خدا تعالیٰ فرماتا ہے اولٰئک الذین اشتروا الضلالۃ بالھدیٰ فما ربحت تجارتھم اشترا کو پہلے بدلنے کے معنی میں لے لیا بطریق استعارہ یعنی اِن کافروں نے بدل لیا گمراہی کو عوض ہدایت کے پس نہ فائدہ دیا تجارت اُنکی نے اصل معنے اشترا کے مول لینے کے ہیں مگر یہاں پر بمعنی استبدال ہے فما ربحت تجارتھم میں ربح بمعنی فائدہ کے ہے اور مول لینے سے ربح مناسبت رکھتا ہے جو مستعار منہ ہے الغرض

(۱) استعارہ استعمال لفظ کا ہے اُس معنی میں کہ مشبہ ہوں اُس لفظ کے حقیقی معنی سے ۔

ترشیح اسکو کہتے ہیں کہ مستعار منہ کی کوئی چیز مناسب مذکور ہو اور استعارہ بالکنایہ اسکو کہتے
ہیں کہ اسمیں سوائے مشبہ کے اور کوئی چیز ارکان تشبیہ سے مذکور نہو جیسے انشبت المنیۃ اظفارہا
گاڑے موت نے ناخن اپنے موت مشبہ ہے اور جانور درندہ مشبہ بہ ہے اور ناخن جو موت کے
لئے ثابت کئے یہ استعارہ تخییلیہ ہے اور یہ بھی متعین ہے کہ ترشیح انواع مجاز سے نہیں
اسمیں مستعار منہ سے معنی اصلی حقیقی مراد ہوا کرتے ہیں اور تشبیہ اصطلاح میں اسکو کہتے ہیں
کہ دلالت کرے مشارکت ایک امر پر دوسرے امر کے ساتھ کسی معنی میں اور یہ دلالت بطریق
استعارہ تحقیقیہ اور استعارہ مکنیہ اور تجرید کے نہو جیسے زید اسد یعنی زید شیر ہے یعنی مثل
شیر کے ہے یا جیسے صم بکم عمی فہم لا یرجعون یعنی کفار بہرے ہیں اور گونگے اور اندھے پس وہ
نہیں رجوع کرینگے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ تشبیہ بلیغ ہے ساتھ حذف حرف تشبیہ کے اور استعارہ
نہیں کیونکہ استعارہ وہاں ہوا کرتا ہے جہاں ذکر مستعار لہ کا نہو اور یہاں پر لفظ ہم محذوف ہے
حکم منطوق میں اور ایک تمثیل علی سبیل الاستعارہ ہوتی ہے اسکی مثال یہ کہ اراک تقدم
رجلا وتاخر اخری یعنی دیکھتا ہوں میں تجھ کو کہ آگے رکھتا ہے تو پاؤں کو اور پیچھے رکھتا ہے
اسبات سے اس شخص کو تشبیہ دیا کرتے ہیں کہ جو کسی بات میں متردد ہو کبھی ارادہ کہنے اور
لکھنے کا کرے اور پھر باز آئے خلاصہ تمثیل علی سبیل الاستعارہ کا یہ ہے کہ ایک صورت چند
چیزوں سے منتزع ہو اور اسکو دوسری صورت سے جو منتزع چند امور سے ہوئی ہے
تشبیہ دیں جیسے کہ اس شخص کو جو متردد جواب میں ہو اس شخص کے ساتھ تشبیہ دیں کہ
جو پاؤں کبھی اٹھاتا ہے آگے کو پھر پیچھے رکھتا ہے جب یہ باتیں سب معلوم ہو چکیں تو اب ہم
کہتے ہیں کہ آیہ کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور میں ترشیح ہے اسطرح پر کہ حق سبحانہ تعالی نے
فرمایا کہ مایستوی الاحیاء ولا الاموات یعنی نہیں برابر ہیں مردے اور زندے کفار کو
اموات کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور مناسب جو اموات کے عدم سماعت بھی اسکا ذکر اس طرح
کیا وما انت بمسمع من فی القبور یعنی تو سنانیوالا نہیں اہل قبور کو پس نہ سننا مردوں کا

اِس آیت سے ثابت ہو گیا لیکن اِس مقام پر اگر کوئی شبہ کرے کہ جتنے یہ معنی آپکے ہیں اگر
اہلِ تفسیر سے نقل کرتے تو ہم مان جاتے اگرچہ کہنا اور لکھنا تمھارا بھی قواعد معانی بیان کے
موافق ہے لیکن بدون ذکر عبارت اہل تفسیر کے نہوگی تو جواب اسکا یہ ہے کہ ہم یہاں
دو بڑے مفسروں سے جو علم معانی اور بیان میں یکتائے عصر تھے اِس مطلب کو نقل کرتے
ہیں سنو وہ کون ہیں علامہ زمخشری اور قاضی ناصر الدین بیضاوی کہ جنکی تفسیر کشاف
اور بیضاوی تمام عالم میں مشہور ہے بیضاوی نے تفسیر آیت کریمہ میں کہا وما انت
بمسمع من فی القبور ترشیح لتمثیل المصرین علی الکفر بالاموات ومبالغة فی اقناطه عنهم
یعنی قول اللہ تعالی کا وما انت بمسمع من فی القبور ترشیح ہے واسطے تمثیل ور تشبیہ مصرین
علے الکفر کے ساتھ مُردوں کے اور مبالغہ ہے بیچ نا امید کرنے آنحضرت صلعم کے اُنسے اب
تو اب دیکھو ہمارے لکھنے میں ور بیضاوی کے لکھنے میں کچھ فرق نہیں اور یہ جو آگے لکھدیا
کہ ترشیح کے مفردات میں تغیر نہیں ہوتا تو سمونے اور سماعت کا لفظ اپنے معنی حقیقی پر رہا اور
زمخشری نے اِس آیت کو تمثیل علے سبیل الاستعارہ قرار دیا چنانچہ کہتا ہے ان اللہ
یسمع من یشاء یعنی انه قد علم من یدخل فی الاسلام ومن لا یدخل فیهدی الذی قد علم
ان الهدایة تنفع ویخذل من علم انها لا تنفع فیه واما انت فخفی علیک امرهم فلذلک تحرص
وتتهالک علی اسلام قوم من المخذولین ومثلک فی ذلک مثل من یرید ان یسمع المقبورین
فذلک مثلا اسبیل الیه انتہی یہ قول اُسکا کہ مثال تیری مثال اُس شخص کی ہے وہی
تمثیل علی سبیل الاستعارہ ہے کہ صورت منتزعہ چند امروں سے لی جاوے اور دوسری صورت
سے اسکی تشبیہ دی جاوے الغرض اس تقدیر پر بھی سماعت اور من فی القبور سے مراد
معنی حقیقی ہونگے کہ تمثیل علے الاستعارہ کے مفردات میں تغیر نہیں ہوتا زمخشری کا
قول اس سبب سے کہ وہ علماے عربیت سے ہے اور پیشواے نحویین کا ہے نقل کیا گیا اور
چونکہ عدم سماعت موتے معتزلوں کے ساتھ مختص نہیں بلکہ جمہور اہل سنت کا بھی مذہب

مذہب ہے اسواسطے اعتزال کا شبہ پیش نہ جائیگا اور بھی قاضی ناصر الدین بیضاوی نے
تفسیر آیہ کریمہ انک لا تسمع الموتی میں لکھا ہے وہم مثلہم لما سدوعن الحق مشاعرہم یعنی
یہ کفار مثل مردوں کے ہیں ہرگاہ کہ بند کیا انھوں نے حق سے حواس اپنی کو اور تفسیر
معالم التنزیل میں ہے ومعنی الآیۃ انہم لفرط اعراضہم عما یدعون الیہ کالمیت الذی لا سبیل
الی اسماعہ والصم الذی لا یسمع یعنی یہ کفار بسبب زیادتی اعراض اپنے کے اُس چیز سے
کہ بلائے جاتے ہیں طرف اُسکے مثل مردوں کے ہیں کہ نہیں سبیل ہے اُسکے اسماع
کی اور مثل بہرے کے ہیں کہ نہیں سنتا ہے یہاں سے بھی تمثیل ظاہر ہوتی ہے
اور تمثیل مفید ہمارے مدعا کو ہے اور مخالفین کو سراسر مضر اور اس سے صاف معلوم
ہوتا ہے کہ لفظ موتی اور سماع سے معنی حقیقی اُسکے مراد نہیں نہ جیسا کہ مخالفین بوجہ بے
تدبیری کے سمجھتے ہیں اور ایک تقریر مختصر یہاں پر اور بھی کی جاتی ہے کہ جس سے مطلب
خوب واضح ہو جائے بیان اُسکا یہ ہے کہ جب کوئی آدمی اپنے کسی وصف کے اوپر
جو اُسکا مقتضے ہے عمل نہیں کرتا تو اُسکے وصف موجود کو بمنزلہ عدم کے قرار دیتے ہیں
مثلاً ایک شخص آنکھوں والا ہے اور وہ کسی مسجد میں یا کسی امیر کے فرش پر جوتا پہن کر
چلا جائے تو اُس سے کہا جاتا ہے کہ تو اندھا ہے یا کوئی شخص کسی عالم جلیل القدر
یا کسی حاکم ذی عزت کے سامنے ایسی باتیں کرے جو اُسکو لائق نہیں ہے تو عرف میں
بولتے ہیں کہ تو اندھا ہے دیکھتا نہیں کیونکہ مقتضی آنکھوں کا یہ تھا کہ ایسے ذی
عزتوں کے سامنے یہ حرکت نکرتا لیکن گویا اس نے دیکھا نہیں اور بمنزلہ اندھوں
کے ہے اور اسی طرح کسی شخص کو کوئی پکارے اور وہ جواب ندے تو کہا جاتا ہے
کہ میاں بہرے ہو یعنی جسطرح اندھوں اور بہروں کا کام ہے کہ وہ دیکھتے اور سنتے نہیں
ایسے ہی اس شخص کا حال ہے اسیطرح ان دونوں آیتوں میں خداوند تعالے نے
کافروں کو بہرا اور مُردہ قرار دیا یعنی جیسے کام مردے اور بہرے کا ہے کہ وہ سنتے

سہیں اسیطرح ان کافروں کا لبسبب فرط اعراض کے حال ہے اور اسی جہت سے خداوند تعالیٰ نے دوسری جگہ بہرا اور اندھا اور گونگا قرار دیا ہے یعنی جیسے بہرے اور اندھے اور گونگے کا حال ہے اسیطرح یہ کافر سنتے اور دیکھتے نہیں لیکن اس تشبیہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بہرے اور اندھے اور گونگے اور مردے کا کام یہی ہے کہ وہ سنتے دیکھتے بولتے نہیں غرضیکہ مثبتین سماع اموات نے آیات مذکورہ میں تین توجیہیں کی ہیں اول کہ موتے سے مراد کافر ہیں بطریق استعارہ کے نہ مُردے دوسرے یہ کہ سماعت سے مراد قبول کرنا حق کا ہے تیسرے یہ کہ آنحضرت صلعم کی طرف خطاب ہے کہ تم مُردونکو نہیں سُناسکتے نہ یہ کہ مُردے حقیقت میں نہیں سنتے اور یہ تینوں جواب محض غلط ہیں چنانچہ ہماری تقریر سابق کو جو کوئی دیکھے گا سو اسکا یقین کریگا لیکن جواب اخیرین کے اب میں یہاں کچھ اور بھی ہم لکھتے ہیں سو سننا چاہیے کہ سماعت کو بمعنی قبول لینا معنی مجازی ہیں اور حقیقت کے سوا معنے مجازی بغیر قرینہ کے لینا غیر جائز ہیں اور مجاز متعارف اسکو کہنا محض غلط ہے سماعت بمعنی قبول ہرگز مجاز متعارف نہیں تیسرے جواب کا یہ حال ہے کہ آنحضرت صلعم بذاتہ زندوں کو بھی نہیں سُنا سکتے تھے قادر حقیقی اللہ ہے حالانکہ اسی آیت میں ہے ان تسمع الا من یومن بآیاتنا یعنی تو نہیں سنانیوالا ہے مگر اس شخص کا کہ ایمان لاوے ساتھ آیت ہماری کے اور اگر باعتبار عادت کے لیا جاوے تو کیا وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم اُن لوگونکو کہ جنھیں استعداد اور قوت سماعت کی ہے نہ سنا سکیں بڑی تعجب کی بات ہے کہ حضرات اہل بدعت اپنے مردوں کو سُنانیوالے ہووین اور آنحضرت صلعم اُنکو نہ سُنا سکیں اور حقیقت میں بات وہی ہے جو شاعر نے عربی میں کہی ہے لقد اسمعت لو نادیت حیا + ولکن لا حیاۃ لمن تنادی + ترجمہ یعنی تو بیشک سُنا دیتا اگر پکارتا کسی زندہ کو لیکن نہیں حیات ہے واسطے اُس شخص کے کہ تو پکارتا ہے۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنی تائید مدعا میں قرآن مجید سے ایک قصہ

لکھوں کہ اسکو دیکھ کر سب اہل انصاف عدم سماعت موتے کے مقر ہوجاویں تیسرے
پارہ کے دوسرے رکوع میں ہے اوکالذی مر علے قریۃ وہی خاویۃ علے عروشہا قال
انّے یحیے ہذہ اللہ بعد موتہا فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ قال کم لبثت قال لبثت یوما
او بعض یوم قال بل لبثت مائۃ عام الایہ (ترجمہ) آیا نہ دیکھا تو نے اس شخص کو کہ گذرا
ایک گاؤں یعنی بیت المقدس پا اور کسی قریہ پر اور وہ گاؤں گرا ہوا تھا اوپر چھتوں
اپنی کے یعنی ویران تھا اس گزرنے والے نے کہ حضرت عزیر یا اور شخص تھا کہا کہ کیونکر
زندہ کریگا یعنی آباد کریگا اسکو اور پس مار ڈالا اسکو اللہ نے سو برس تک پھر جلایا اور
پوچھا کہ کتنی دیر ٹھیرا رہا تو کہا ٹھیرا رہا میں یعنی مردہ پڑا رہا ایک دن یا کم فرمایا بلکہ مردہ
پڑا رہا تو سو برس تک دیکھ اپنے کھانے اور پینے کو کہ نہیں سڑا اور دیکھ اپنے گدھے کو
اور تاکہ کریں ہم تجھکو نشانی واسطے لوگوں کے اور دیکھ طرف ہڈیوں کے کیونکر جنبش دیتے
ہیں ہم انکو پھر پہناتے ہیں ہم گوشت جب یہ حال اسکو معلوم ہوا اقرار کیا اللہ
ہر شے پر قادر ہے انتہی یہاں تک مطلب قرآن کا خلاصہ کرکے بیان کیا گیا۔
حضرت عزیر کے گدھے کی ہڈیاں باقی رہگئیں تھیں اور اللہ کی قدرت سے کھانا
اُنکا تک نہ تھا اللہ نے گدھے کو زندہ کردیا اس سے صاف واضح ہے کہ مردہ کو دنیا
کی چیزوں کا ادراک نہیں ہوتا اگر ادراک ہوتا تو آفتاب کا نکلنا اور رات کا ہونا اور
پانی کا برسنا اور لوگوں کے گزرنیکا حال اور جو حوادث پیش آئے تھے سب انکو معلوم
ہوتے یہ کیوں کہتے کہ میں ایک دن یا اس سے کم مردہ رہا اس غفلت کو خیال کرنا
چاہئے کہ مخالفین کے نزدیک حلوا اور مانڈا جو کچھ چڑھتا ہے ان سب کی اولیاء اللہ کو
خبر ہوتی ہے بلکہ چڑیا اور چوہے کو مُردے پہچانتے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت عزیر کو
ایسی غفلت ہوگئی فقط دوسرا استدلال اثبات عدم سماعت کا حدیث شریف
سے ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور دارمی اور بیہقی نے حضرت اوس بن اوس سے

روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ افضل ایام تمھارے کا روز جمعہ ہے کہ اسمیں آدم
پیدا کئے گئے اور اسمیں قبض کئے گئے اور اسی میں نفخہ ثانیہ ہوگا اور اسی میں صعقہ
ہوگا کہ اسکی دہشت سے انسان مرجائینگے پس اکثر کروتم اوپر میرے درود کو اسمیں پس
تحقیق کہ درود تمھارا عرض کیا جاتا ہے اوپر میرے صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
کیونکر عرض کیا جاتا ہے درود تمھارا اوپر تمھارے وقد ارمت یعنی تم گل جاؤگے آپنے فرمایا
کہ (ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء) مقرر اللہ تعالے نے حرام کیا اوپر زمین کے
کھانا جسموں انبیا کا اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ صحابہ کے نزدیک
یہ بات مقرر تھی کہ عرض سلام وکلام بغیر حیات کے نہیں ہوتا اور جو گل جاتا ہے اسکو شعور
و ادراک نہیں رہتا دوسرے یہ کہ انبیاء اللہ زندہ ہیں تیسرے یہ کہ نہ گلنا بدن کا خاصہ
انبیاء اللہ علیہ السلام کا ہے الا ماندر چوتھے یہ کہ اگر اور مردے بھی سنا کرتے تو آنحضرت
صلعم جواب میں یوں فرماتے کہ سب مردے ایسے ہیں کہ ان پر باتیں عرض کی جاتی ہیں
تخصیص انبیا نہ کرتے پس معلوم ہوا کہ مردے اپنی قبر میں سوا انبیا علیہم السلام کے کلام
زائرین اور ملائکہ کا جو متعین اہل دنیا پر ہیں نہیں سنتے بخاری اور مسلم میں ابو قتادہ سے
روایت ہے کہ آنحضرت پر ایک جنازہ گزرا پس فرمایا آپنے کہ مستریح ہے یا مستراح منہ یعنی وہ
شخص خود آرام پانیوالا ہے یا اُسسے لوگونکو آرام ملا صحابہ نے عرض کیا کہ کیا ہے مستریح اور مستراح منہ
پس فرمایا آپنے بندہ مسلمان آرام پاتا ہے تکلیف دنیا اور اسکے صدمات سے طرف رحمت اللہ اور فاجر کی موت سے
عباد وبلاد وشجر و دواب آرام پاتے ہیں پس اگر مردہ کلام احیا کو سنا کرتا تو روز اسکو تکلیف دنیا
کی پہنچتی رہتی کوئی اسکو گالی دیتا اور برا کہتا ہے کوئی اسکی اولاد کو ستاتا ہے کوئی
اسکے ملک ومال کو غصب کرتا ہے علی ہذا القیاس۔ مسلک سوم اثبات سماعت موتے
کا مستفادہ ہے ہم دیکھتے ہیں کہ جب آدمی کی آنکھیں بند کر دیا آدمی کی آنکھیں جاتی
رہیں یا کان بند کر دیا اسکے کان جاتے رہیں تو وہ سنتا اور دیکھتا نہیں باوجودیکہ

اُسمیں روح موجود ہوتی ہے اور ایسے ہی جب آدمی سوجاتا ہے تو اُسکو کچھ نظر نہیں
پڑتا اور نہ کچھ دیکھتا ہے اور اسی واسطے حکمائے محققین نے لکھا ہے کہ عقل و نفس انسانی
مدرک جزئیات بالآلات ہیں یعنی بواسطۂ آنکھ ناک کے چنانچہ شرح سلم قاضی اور شرح
اشارات محقق طوسی میں مصرح ہے اور یہ بات جو اشخاص کہا کرتے ہیں کہ جبتک روح
اِس جسم میں رہتی ہے تب تک محتاج حواس کی ہوتی ہے اور بعد مرنے کے سب چیزیں
اُس پر منکشف ہوجاتی ہیں اور سب چیزوں کو دیکھتی ہے اور سب کی آواز سنتی ہے محض
بے بنیاد بات ہے مخالف قرآن وحدیث کے ۵ مسلک چہارم اقوال فقہا حنفیہ کے ہیں
اور چونکہ ہمارے مخالفین کے نزدیک تقلید امام اعظم صاحب کی فرض اور واجب ہے تو اُنکے
نزدیک یہ اقوال افادۂ مدعا میں قرآن اور حدیث سے کم نہونگے بیان اسکا علے سبیل الاجمال
یہ ہے کہ کتاب ہدایہ اور عنایہ حاشیہ ہدایہ اور کفایہ حاشیہ ہدایہ اور فتح القدیر حاشیہ
ہدایہ ۵ اور نہایہ حاشیہ ہدایہ اور عینی شرح کنز اور مستخلص شرح کنز اور عینی شرح ہدایہ اور
شرح جامع کبیر حصیری اور شرح جامع صغیر میں یہ بات مصرح ہے کہ مُردے نہیں سنتے
چونکہ ان عبارات کی نقل میں تطویل بہت ہوجاتی لہذا میں فتح القدیر پر کہ محقق ابن الہمام
رئیس حنفیہ کی تصنیف ہے اکتفا کرتا ہوں (و حاصلہ عند اکثر مشائخنا ہو ان المیت لایسمع عندہم
علی ما صرحوا بہ فی کتاب الایمان لو حلف لایکلمہ میتاً لایحنث لانہا ینعقد علے ما یفہم والمیت
لیس کذلک لعدم السماع) خلاصہ اسکا یہ ہے کہ ہمارے مشائخ حنفیہ کے نزدیک مُردے
نہیں سنتے اسیواسطے تلقین کی حدیث میں اُنھوں نے موتے کے لفظ کو معنی مجازی پر
محمول کیا ہے یعنی جو قریب الموت ہو اور تصریح اسکی مشائخ حنفیہ نے کتاب الایمان
میں کی ہے اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ مَیں فلاں شخص سے کلام نکرونگا اور بعد مرنے اُس
شخص کے کلام کیا تو اس شخص پر قسم نہ آویگی کیونکہ کلام سے مقصود سمجھانا ہوتا ہے اور
مُردے کو فہم بسبب سننے کے نہیں۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ تمام کتب فقہ میں یہ مسئلہ

لکھا ہے اور باوجود اسکے یہ حضرات مہنیہ نشہ کو فی شرح وافی جو صاحب کنز کی تصنیف ہے اسمیں بھی مسئلہ عدم سماعت موتے کی تفصیل تمام مرقوم ہے من شاء فلینظر فیہ البتہ بعض صاحب اس مسئلہ فقہیہ کا جو کتاب الایمان میں مذکور ہے بغیر سمجھے ہوئے یہ جواب دیتے ہیں کہ مبنی ایمان کا عرف پر ہے تو غایت الامر سماعت عرفی کتب فقہا سے ثابت ہوگی نہ نفی سماع حقیقی کی جواب اسکا یہ ہے کہ عرف جو معتبر ہوا کرتا ہے وہ الفاظ یمین میں ہے مثل واللہ لا اکلم فلانا تو اگر یہ کہتے کہ مردے کے ساتھ کلام کرنے کو عرف میں کلام نہیں کہتے تو البتہ کچھ گنجایش مناسب حال کے ہوتی اور فقہاے کرام یہاں اسکی علت عدم سماع موتے لکھتے ہیں اور آیہ کریمہ انک لا تسمع الموتے سے عدم سماعت کیے اوپر استدلال کرتے ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی اسی آیہ کریمہ سے عدم سماعت پر استدلال کیا ہے چنانچہ بخاری شریف میں موجود ہے فقہاے کرام اسکو پیش کرتے ہیں احتمال اسبات کا کہ مبنی ایمان کا عرف پر ہے پیش کرنا کمال تعصب پر دلالت کرتا ہے

افادہ جواب شبہات مثبتین سماع اموات میں ۔ جاننا چاہئے کہ مثبتین سماع اموات چند احادیث سے اپنے مدعا کو ثابت کرتے ہیں اول یہ کہ بخاری شریف میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے بدر میں کفار قریش سے بعد مرنے کے خطاب کیا ہل وجدتم ما وعد ربکم حقا اور حضرت عمر نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ مردوں سے کلام کرتے ہیں کہ جنمیں روح نہیں آپنے فرمایا کہ تم اُنسے زیادہ نہیں سنتے اسکو جو میں اُنسے کہتا ہوں ۔ جواب[1] اول اسکا یہ ہے کہ پوری روایت بخاری کی تم نے نہیں دیکھی

(۱) اور مؤید اسکی ہے زیادت لفظ (الآن) جو مرفوعا بروایت حضرت عائشہ و عبد اللہ بن عمر کتاب المغازی صحیح بخاری میں واقع ہے اس سے مترشح ہے کہ اتصاف اہل قلیب ۔ منتہ بسماعت علی سبیل المداومت و بطریق عادت نتھا اقوال آنحضرت صلعم کا علم اور ادراک فقط اس وقت خاصہ میں اُنکو حاصل تھا اور اگر عبارت حدیث (انتم باسمع منہم ما اقول لہم) کو ما اقول و مصروف عن لفظ سیراد ۔ ل علی المعنے الغیر المتبادر کہا جاوے تو بھی ہو سکتا ہے یعنی انہم یعلمون ان کنت اقول لہم حق اسلئے ابتہادت فرار حیث ۔ سماع اموات محقق ہوا اور حدیث نے آیت کے خلاف پر دلالت کی واسطے موافقت آیت کے اسکو ما اول بتلانا ایک توجیہ عمدہ وجیہ ہے واسطے تطبیق حدیث کے مذ جہا

بہتر ہے و ہذا لا یخفے علی من لہ ادنی مسکنہ ۔ مولوی سید عبد الباری صاحب سلمہ

کہ اسمیں قتادہ سے مروی ہے احیاہم اللہ حتے اسمعھم قولہ یعنی زندہ کردیا اللہ تعالیٰ نے
انکو کہ سُنا دیا قال آنحضرت صلعم کا تاکہ انکو حسرت اور ندامت ہو اس سے معلوم ہوا
کہ یہ آنحضرت صلعم کے ساتھ مخصوص تھا دوسرا یہ کہ وہ معجزہ آنحضرت صلعم کا تھا چنانچہ
صاحب مشکوۃ شریف نے اِس حدیث کو کتاب المعجزات میں ذکر کیا ہے اور محقق ابن
الھمام نے بھی فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں اسکو معجزات میں گنا ہے اور دوسری
دلیل انکی یہ ہے کہ مشکوۃ شریف میں موجود ہے کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ
مردہ جسوقت قبر میں رکھا جاتا ہے تو دو فرشتے ایک منکر اور ایک نکیر اُسکے پاس آتے
ہیں اور اُسکا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ اُنکی جوتیوں کی آواز سنتا ہے جو اُسکو دفن کرکے لوٹکر
جاتے ہیں جواب اسکا یہ ہے کہ شیخ کمال الدین ابن الھمام رحہ نے فتح القدیر میں اسطرح پر
لکھا ہے کہ جمع کرنے اِس حدیث اور دونو آیتوں سے کہ وہ انک لاتسمع الموتے وما انت
بمسمع من فی القبور ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اُسوقت کا حال ہے کہ جب مردہ سے سوال
کیا جاتا ہے یعنی یہ اُسوقت کا ذکر ہے کہ مردہ کو قبر میں منکر و نکیر کے سوال وجواب کے
لئے زندہ کرتے ہیں پس یہ حال وقت خاص کا ہوا اور اسمیں کسیطرح کی قباحت نہیں
اور بعض آدمی جو یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ مردہ سنتا نہیں تو اُس سے سلام علیک کیوں
کیجاتی ہے حالانکہ حدیث میں آیا ہے زیارت قبور کے وقت السلام علیکم یا اہل القبور
کہنا چاہئے جواب اسکا یہ ہے کہ خطاب سے یہ لازم نہیں آتا کہ مخاطب سنتا بھی ہو دیکھو
بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر نے پتھر سے کہا کہ انی لا اعلم انک حجر لاتنفع ولاتضر
اور مکہ معظمہ سے آنحضرت صلعم نے یہ خطاب کیا ما اطیبک من بلد واحبک الی ولولا
ان قومی اخرجونی منک ماسکنت غیرک یعنی تو سب شہروں میں میری طرف سے بہت پیاری ہے
اور اگر میری قوم مجکو تجھ سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کہیں نہ رہتا اور ہمیشہ جو اخیر
رمضان میں پڑھتے ہیں الوداع الوداع یا شہر رمضان حالانکہ شہر رمضان نہیں

سماعت کا کوئی معتقد نہیں ہے اور شاعر کہتا ہے ع اے نسیم سحر آرامگہ یار کجاست ؛
حالانکہ نسیم سحر کی سماعت کا کوئی معتقد نہیں پس معلوم ہوا کہ خطاب مستلزم سماعت کو
نہیں علاوہ بریں صحیح حدیث میں لفظ غیبت کا بھی آیا ہے السلام علی اہل الدیار من
المومنین لیکن چونکہ اسمیں ایک طرح کی تعظیم میت کی پائی جاتی ہے اسواسطے یہ خطاب ہوا
ہوا اور یہ جو بعض اشخاص کہا کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے انکار سے
رجوع کیا سو محض باطل ہے کسی صحیح روایت سے رجوع آپکا ثابت نہیں ومن ادعی
فعلیہ البیان ؛ اور سفر کرنا واسطے زیارت کے موافق مذہب تحقیق کے جائز نہیں
رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد یعنی سفر نہ کیا جاوے
مگر طرف تین مسجدوں کے مسجد حرام اور مسجد اقصے اور مسجد نبوی اس حدیث سے
معلوم ہوا کہ سفر کرنا سوائے مسجد ثلثہ کے جائز نہیں اور مستثنے منہ اس حدیث میں لفظ
موضع متبرک یا موضع متقرب الیہ ہے اور بعض اشخاص جو کہتے ہیں کہ امام احمد نے نقل کیا
ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا لا تشد الرحال الی مسجد ینبغی فیہ الصلوۃ سو اسمیں دو طرح
سے کلام ہے اول یہ کہ اس حدیث کی اسناد میں شہر بن حوشب ہے اور اسکی توثیق
میں اختلاف ہے امام مسلم نے نقل کیا ہے کہ وہ مطعون اور متروک ہے اور بعض محققین نے
اسکو صاحب اوہام لکھا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تقریب میں لکھا کہ وہ صاحب
اوہام ہے اور واقعی یہ روایت مخالف صحاح کے ہے بخاری اور مسلم اور موطا کسی
میں یہ زیادت نہیں مذکور ہے دوسرے یہ کہ امام مالک نے موطا میں نقل کیا عن ابی ہریرۃ
قال لقیت بصرۃ بن ابی بصرۃ الغفاری فقال من این اقبلت
فقلت من الطور فقال لو ادرکتک قبل ان تخرج الیہ ما خرجت
سمعت رسول اللہ صلعم یقول لا تعمل المطی الا الی ثلثۃ مساجد الخ
(ترجمہ) ابی ہریرہ سے کہ کہا انھوں نے ملاقات کی میں نے بصرہ بن ابی بصرہ غفاری سے

انھوں نے پوچھا کہ تم کہاں سے آتے ہو ابوہریرہ نے کہا کہ میں طور سے آتا ہوں پس
انھوں نے کہا کہ اگر پہلے تم مجھ سے ملتا تو نہ جاتا میں نے رسول خدا صلعم سے سنا ہے
فرمایا کہ سفر کیا جاوے مگر تین مسجدوں کی طرف۔ اور امام احمد بن حنبل نے مسند
میں اور ابوزید عمر بن شبہ نمیری نے کتاب اخبار المدینۃ میں لکھا ہے حدثنا ابن ابی
الوزیر حدثنا سفیان عن عمرو بن دینار عن طلق عن قزعۃ قال اتیت ابن عمر فقلت انی
ارید الطور قال انما تشد الرحال الی ثلاثۃ مساجد المسجد الحرام ومسجد المدینۃ والمسجد الاقصی
فدع عنک الطور فلا تاتہ شاہ ولی اللہ صاحب نے مصفےٰ شرح مؤطا میں لکھا مترجم گوید
وجہ تخصیص درینجا آنست کہ در جاہلیت سفر میکردند بمواضع متبرکہ غیر ایں مساجد
بقصد خصوصیت تبرک آں موضع منع فرمود تا امر جاہلیت رواج نگیرد آیا نمی بینی
کہ بصرہ بن ابی بصرہ غفاری نہی را شامل طور داشت و ابی ہریرہ را از طور منع کرد انتہیٰ
پس اگر مستثنیٰ منہ لفظ مسجد قرار دیا جاوے تو استدلال ابو بصرہ اور عبداللہ بن عمر
اور ابو سعید خدری اور سکوت ابوہریرہ وغیرہ کا ہرگز صحیح نہوتا اور صحابہ کرام سے بہتر
دوسرا شخص حدیث کو نہیں سمجھ سکتا اور ہرگز جانا ابوہریرہ کا صرف نماز کے واسطے
ثابت نہیں اور اگر بالفرض نماز کے واسطے بھی ہوتا تو مفید مدعا نہ تھا اسواسطے
کہ مستثنیٰ منہ مسجد ہے غیر مسجد کا حکم ہرگز یہ نہو گا تیسیر الوصول مختصر جامع الاصول
میں ہے عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلعم لا تشد الرحال
الا الیٰ ثلثۃ مساجد المسجد الحرام ومسجد الرسول صلعم والمسجد الاقصی
رواہ الشیخان والترمذی المراد القصد موضع من المواضع بنیۃ
العبادۃ والتقرب الی اللہ الا ہذہ الاماکن الثلثۃ تعظیما لشانہا
وتشریفا لہا انتہی ترجمہ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلعم
نے نہ باندھے جاویں کجاوے مگر طرف تین مسجدوں کے مسجد حرام اور مسجد نبوی

ابو سعید خدری سے روایت کیا اسکو مسلم اور بخاری اور ترمذی نے مراد یہ ہے کہ قصد نہ کیا جاوے کسی جگہ کا بہ نیت عبادت اور تقرب الی اللہ کے مگر سوا ان تین جگہ کے بوجہ انکی عظمت و شان اور بزرگی کے ﴿ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر فتح العزیز میں لکھا واز ہمیں جا واضح شد سر تاکیدات بلیغہ کہ در حدیث شریف در نہی از زیارت قبور واز شد رحال بسوے موضعی غیر مساجد ثلثہ واز انکہ قبور انبیارا مساجد سازند وارد شدہ مدعا ہمین ست کہ درین عمل اکثر جہال را اعتقادے کہ مشرکین را بہ بزرگان خود بہم رسیدہ است بہم میرسد و توجہ الی اللہ صرف و محض باقی نمی ماند مگر در پردہ و حجاب آں ارواح انتہے اگر کوئی کہے کہ جب تمہارے نزدیک اس حدیث کے یہ معنی ٹھیرے تو آنحضرت صلعم کی زیارت کے باب میں تم کیا کہتے ہو جواب سکا یہ ہے کہ سفر آنحضرت صلعم کی زیارت کے واسطے ہمارے نزدیک درست ہے اسلئے کہ اس باب میں احادیث وارد ہوئی ہیں اور اکثر علما کا یہی مذہب ہے اور حضرت کی زیارت اپنے مستحب ہے ﴿ اور ہر سال قبر پر یا حوالی میں اُسکی کثرت سے چراغ جلانا منع ہے حدیث شریف میں ہے لعن رسول اللہ صلعم زائرات القبور والمتخذین علیہا المساجد والسرج یعنی لعنت کی رسول اللہ صلعم نے اُن عورتوں پر جو زیارت قبر کرتے ہیں اور اُن لوگوں پر جو قبروں کو مساجد بناتے ہیں اور اسپر چراغ جلاتے ہیں یہ حدیث مشکوۃ شریف میں ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے ترجمہ ارشاد الطالبین میں لکھا قبور اولیارا بلند کردن و گنبد بر آں ساختن و عرس و امثال آں و چراغان کردن ہمہ بدعت است بعضے از آں حرام است و بعضے مکروہ پیغمبر خدا صلعم بر چراغ افروزان نزد قبر و سجدہ کنندگان لعنت گفتہ و فرمود کہ قبر مرا عید و مسجد نہ کنید در مسجد سجدہ میکنند و روز عید برائے مجمع روزے در سال مقرر کردہ شدہ رسول کریم صلعم علی ؓ را فرستاد کہ قبور مشرفہ را برابر کند و ہر جا کہ تصویر بیند آنرا محو کند انتہیٰ

اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں لکھا کہ نہیں جائز ہے یہ جو جہال کیا کرتے ہیں قبروں پر اولیا کے طواف اور سجدہ اور چراغ جلاتے ہیں اور اسکا نام عرس رکھتے ہیں اور اسکو ہر سال کرتے ہیں انتہیٰ یہ اسی صورت میں ہے کہ اسمیں چراغ قبروں پر جلائے جاویں اور اگر بغیر چراغ جلائے ہوئے کوئی شخص عرس کرے اور فقط اجتماع پر قناعت کرے جیسا کہ بعض آدمی کیا کرتے ہیں تو اسکی ممانعت کے لئے یہ حدیث موجود ہے عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلعم لاتجعلوا بیوتکم قبورا ولاتجعلوا قبری عیدا وصلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم رواہ النسائی (ترجمہ) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ سنا میں نے رسول اللہ صلعم سے فرمایا کہ تم اپنے گھروں کو قبر نہ بناؤ اور میری قبر کو عیدگاہ نہ بناؤ اور مجھ پر درود پڑھو اور تم جس جگہ ہوگے وہاں سے درود مجھ پر پہنچیگا روایت کیا اسکو نسائی نے۔ منتہی المقال میں ہے ومعنی لاتجعلوا قبری عیدا امام سبکی چنیں گفتہ کہ مراد از آں تخصیص وتعیین وقت است برائے زیارت چنانچہ مر عید را بود بلکہ تمام سال ومدت عمر وقت زیارت است ویا مراد تشبہ با عیاد است در اظہار زینت وتجمل واجتماع چنانچہ در عیدہا مرسوم ست بلکہ باید کہ بزیارت ودعا وسلام اقتصار کند انتہے۔ قال الامام الخطیب الحافظ ابوبکر البغدادی لما کان یوم الفطر والنحر یعود کل سنۃ والناس یعودون الیہ اجتماعا واجتماعا من الآفاق یسمی عیدا لعودہ مرۃ بعد اخریٰ فنہی النبی صلعم امتہ عن الاجتماع علی قبرہ الکریم کاجتماعہم لاقامۃ مراسم العید کفعل[1] اہل الکتاب دیدنہم بقبور انبیائہم والمعنی لاتجعلوا قبری کالعید تزینا وتصنعا واجتماعا انتہی (ترجمہ) کہا امام خطیب حافظ ابوبکر بغدادی نے ہر گاہ کہ یوم الفطر اور یوم النحر ہر سال عود کرتے ہیں اور

آدمی ہر سال مجتمع ہوکر اُسکی جانب عود کرتے ہیں اسواسطے اُسکا نام عید رکھا
کہ ہر سال یہ دن عود کرتا ہے پس منع فرمایا رسول خدا صلعم نے اپنی امت کو اس
فعل سے کہ اُنکی قبر مبارک پر مجتمع ہوں جیسے کہ عید میں مجتمع ہوتے ہیں مانند
اہل کتاب کے اور جیسے اُنکا طریقہ ہے اپنے نبیوں کی قبور کے ساتھ اور معنی لاتجعلوا
قبری عیدا کے یہ ہیں کہ وہاں زینت اور تصنع کرو اور وہاں پر اکٹھے نہو اور بعض
لوگ جو حدیث کان النبی صلعم یاتی قبور الشہداء علی راس کل حول
فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبے الدار و ابوبکر و عمر کذلک یفعلون
(ترجمہ) نبی صلعم ہر سال شہدا کی قبر پر آتے تھے اور فرماتے تھے سلام علیکم بما صبرتم
فنعم عقبے الدار اور ابوبکر و عمر ایسے ہی کرتے تھے) سند لائے ہیں سو اُسمیں دو طرح
سے کلام ہے اول یہ کہ اس حدیث کی اسناد نہیں معلوم اور دوسرے یہ کہ محتمل ہے
راس کل حول سے مراد اول السنہ ہو نہ راس حول سال میت اور محمد بن ابراہیم
کے وقت میں تاریخ مقرر ہو چکی تھی علاوہ بریں اس حدیث سے اجتماع بعد ہر سال
کے ہرگز مفہوم نہیں ہوتا اور صحیح حدیث لاتجعلوا قبری عیدا کی اس تقدیر پر
معارض ہے اور قابل اعتبار نہیں الترجیح علے ہذا کما لا یخفی اور قوالوں کا راگ
با مزامیر حرام ہے اسمیں جو اکابر اہل بدعت ہیں وہ بھی کلام نہیں کرتے جس عرس
میں چراغ بکثرت اور راگ با مزامیر ہو وہ بالاتفاق ممنوع و حرام ہے اور قبر پر غلاف ڈالنا
ممنوع ہے اور بہ نیت تقرب کے جیسا کہ عوام کرتے ہیں شرک ہے نصاب الاحتساب
میں اسکو غیر مشروع لکھا ہے اور حضرت مرتضےٰ علی رض سے روایت ہے کہ اُنھوں نے ایک
قبر پر غلاف دیکھا اور اسے منع فرمایا اور مجموعۂ خانی میں ہے کہ قبر کو چھپانا نہیں
چاہئے کہ علماء مکہ نے اس سے منع کیا ہے ہذا عبارتہ در مضمرات میگوید گور را
نباید پوشید زیراکہ عادت نصاری است و جامہ برگور نہادن نباید زیراکہ علماے

بلکہ مکروہ داشتہ اند انتہےٰ اور تربت کی چادر چڑھانا شرک ہے *

اور طواف کرنیکا یہ حال ہے نہر الفائق میں معراج الدرایۃ سے نقل کیا و صرح
فی المعراج بانہ لو طاف حول المسجد سوے الکعبۃ یخشےٰ علیہ الکفر
(ترجمہ) اگر مسجد کا کوئی شخص طواف کرے سوائے کعبہ کے اسپر خوف کفر کا ہے۔ اور
نہایہ حاشیہ ہدایہ میں بھی کہ بڑی معتبر کتاب ہے اسی طرح پر ہے مولوی شاہ عبد العزیز
صاحب نے اپنے فتوے میں لکھا کہ پرستش آنست کہ سجدہ بکنند یا طواف نماید یا نام
او را بہ طریق تقرب ورد ساز د یا ذبح جانور بنام او بکنند یا خود را بندۂ فلانے بگوید
و ہر کہ از مسلمانان جاہل باہل قبور ایں چیز ہا بعمل آرد فی الفور کافر گردد و از
مسلمانی برآید تصحیح المسائل میں بھی یہ فتوے منقول ہے ملا علی قاری نے شرح
مناسک میں لکھا (ولا یطوف اے لا یدور حول البقعۃ الشریفۃ لان الطواف
من مختصات الکعبۃ المنیفۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء ولا عبرۃ
بما یفعلہ العامۃ والجہلۃ ولو کانوا فی صورۃ المشائخ والعلماء (ترجمہ)
اور کسی جگہ متبرک کا طواف نہ کرے کیونکہ طواف خصوصیات کعبہ شریف سے ہے
پس حرام ہے انبیاء اور اولیا کی قبور کا طواف کرنا اور فعل جہلا و عوام قابل اعتبار
نہیں اگرچہ وہ مشائخ یا علماء کی صورت میں ہوں۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے
مالا بد میں لکھا سجدہ کردن برائے قبور انبیا و اولیا و طواف نمودن و دعا از انہا
خواستن و نذر برائے ایشاں قبول کردن حرام است بلکہ چیزے ازاں بکفر
مے رساند انتہٰے اور جو بعض علما نے غیر معتبر کتابوں میں طواف کو درست لکھدیا
ہے سو محض غلط ہے اور ہرگز قابل اعتبار نہیں اور سجدہ کرنا غیر اللہ کو کفر
اور شرک ہے اور بعض لوگوں نے تقسیم کی ہے کہ سجدہ عبادت شرک اور کفر ہے
اور سجدہ تحیت حرام لیکن یہ بات خلاف تحقیق ہے ملا علی قاری نے شرح

مشکوۃ میں لکھا سبب لعنتہم اما انہم کانوا یسجدون بقبور الانبیاء تعظیما لہم وذلک
ہو الشرک الجلی یعنی لعنت اہل کتاب کا سبب یہ ہے کہ وہ نبیوں کی قبروں کو
تعظیم کے واسطے سجدہ کرتے ہیں اور یہ صاف شرک ہے۔ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری
سے خوب تحقیق سجدہ جات کی ہو جاتی ہے اور جو لوگ سجدہ کی تقسیم کرتے ہیں سو وہ یہ وجہ
بیان کرتے ہیں کہ اگلی شریعتوں میں سجدہ تعظیمی درست تھا اور اس شریعت میں
ممنوع ہوا جیسا سجدہ فرشتوں کا حضرت آدم کو اور سجدہ بھائیوں حضرت یوسف
کا انکے لئے پس کفر کیونکر ہو گا اسکا جواب یہ ہے کہ سجدہ فرشتوں کا اور حضرت
یوسف کے بھائیوں کا بطریق انحنا اور جھکنے کے تھا نہ بطریق پیشانی رکھنے کے تفسیر جلالین
اور تفسیر معالم التنزیل کو دیکھ لو علاوہ برین زندہ کے حق میں تمہارے گمان کے موافق
جائز تھا نہ مردوں کے واسطے تھا اور [illegible] میں لکھا ہے کہ بعض فقہا نے سجدہ کو
درست لکھا ہے سو یہ بات غلط ہے فتاوی شاہ عبد العزیز صاحب نے رجوم الشیاطین
میں لکھا ہے کہ کسی فقیہ نے اسکو تجویز نہیں کیا اور بوسہ دینا بھی قبر کو درست نہیں
اور نصاریٰ کی عادات میں سے ہے احیاء العلوم میں لکھا ہے ولا یمسح القبر ولا یمسہ
ولا یقبلہ فان ذلک من عادۃ النصاریٰ اور شیخ عبد الحق نے مدارج النبوۃ میں
کہا و بوسہ دادن قبر را و سجدہ کردن آنرا و کلہ نہادن حرام و ممنوع است و در بوسہ
دادن قبر والدین روایت فقہی نقل میکنند و صحیح آنست کہ لا یجوز است اور ترجمہ
مشکوۃ میں لکھا و مسح نکند قبر را بدست و بوسہ ندہد آنرا و منحنی نشود و روبخاک نمالد
و این عادت نصاریٰ است اور ملا علی قاری نے عین العلم کی شرح میں لکھا۔
ولا یقبل فانہ زیادۃ علی المسح اذا وصلے بالتبی اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ
شاہ عبد العزیز صاحب بوسہ قبر کا تجویز کرتے تھے سو یہ بات محض غلط ہے۔ شاہ
عبد العزیز صاحب بوسہ کو منع فرماتے تھے البتہ شاہ ولی اللہ صاحب کی

قبر کا بوسہ لیتے تھے تمام شاہجہان آباد میں یہ بات مشہور ہے اور بوسۂ جہال کہ نافع
اور ضار سمجھ کر لیتے ہیں شرک ہے اور حضرت پیران پیر نے غنیۃ الطالبین میں بوسہ
کو منع لکھا ہے وا ذا زار قبرا لم یضع یدہ علیہ ولا یقبلہ فانہ عادۃ
الیہود (ترجمہ) اور جو وقت کہ زیارت کرے قبر کی نہ رکھے ہاتھ اپنا اس پر اور نہ بوسہ
لیوے اسے کیونکہ وہ عادت یہود کی ہے ؛

سوال چہارم کھانا سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے ؟ اور
تعیین سوم و دہم و چہلم وغیرہ کی جو واسطے ایصالِ ثواب کے کرتے ہیں
درست ہے یا نہیں ؟ **الجواب** کھانا سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا بدعت
ہے اور رسوم ہنود سے ہے عربستان میں بہت سی بدعتیں ہر چند کہ مروج ہوگئیں
لیکن یہ بدعت وہاں مروج نہیں ۔ رسالہ شوارق کلکتہ میں مطبوع ہوا ہے
علماے مکہ کی مواہیر اسمیں موجود ہیں کہ منجملہ انکے شیخ جمال شیخ الملکہ اور مفتی شیخ محمد
ابن حسین کتبی حنفی اور شیخ صدیق بن عبد الرحمن کمال مدرس مکہ اور سعید حسین
مکی محدث مالکی مصلے کے امام اور مفتی محمد وجیہ صاحب فقیہ مدرس کلکتہ اور قاضی
عبد الباری قاضی کلکتہ ہیں البتہ ثواب پہنچانا مردے کو بلا تعیین اور بغیر سامنے
کھانا رکھنے کے امام اعظم صاحب کے مذہب کے موافق جائز ہے ؛

اور تفصیل اس مسئلہ کی اس طرح پر ہے کہ عبادت تین قسم پر ہے ۔ مالی اور
بدنی اور مرکب ؛ مالی کا ثواب اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق پہنچتا ہے
معتزلہ البتہ اس کے منکر ہیں اور بدنی مثل تلاوت قرآن مختلف فیہ ہے ۔
امام شافعی کے نزدیک اس کا ثواب نہیں پہنچتا اور حنفیوں میں اختلاف
ہے ۔ لیکن راجح حنفیوں کے نزدیک یہ ہے کہ بدنی کا بھی ثواب پہنچتا ہے
اور ان قیود اور تخصیصات سے جیسا کہ زمانہ حال میں مروج ہے کبھی

کسی عالم کے نزدیک جو قابل اعتبار ہو ایصال ثواب درست نہیں اگر کھانا محتاجوں
کو دیکر کچھ قرآن شریف پڑھ دیا کریں تو فقہا کے نزدیک جائز ہے ۔ اور تعیین سوم
و دہم و چہلم کی جو واسطے ایصال ثواب کے کرتے ہیں درست نہیں شیخ عبدالحق
محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت میں لکھا و عادت نبود کہ برائے میت در غیر
وقت نماز جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند نہ بر سر گور و نہ غیر آن و این
مجموع بدعت است و مکروہ نعم تعزیت اہل میت و تسلیہ و صبر فرمودن سنت
و مستحب است اما این اجتماع مخصوص بروز سوم و ارتکاب تکلفات دیگر و صرف
اموال بے وصیت از حق یتامے بدعت است و حرام اور شیخ نے مدارج النبوۃ
میں بھی اسیطرح لکھا ہے شاہ ولی اللہ صاحب نے مقالۃ الوصیۃ میں لکھا دیگر از عادات
شنیعہ ما مردم اسراف است در ماتم ہا و چہلم و ششماہی و فاتحہ سالینہ و این ہمہ را در عرب
اول وجود نبود مصلحت آنست کہ غیر تعزیت وارثان میت تا سہ روز و اطعام ایشان
یک شبانہ روز رسمے نباشد فتاوی بزازیہ میں لکھا ہے یکرہ اتخاذ الطعام فی
الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر
فی المواسم واتخاذ الدعوۃ لقرأۃ القرآن وجمع الصلحاء والفقراء
للختم او لقرأۃ سورۃ الانعام او الاخلاص انتہی (ترجمہ) مکروہ ہے مقرر
کرلینا کھانے کا پہلے روز اور تیسرے روز اور بعد ہفتہ کے اور قبر پر لیجانا اسکا اوقات
معینہ میں اور تعیین دعوت کے واسطے تلاوت قرآن کی اور جمع کرنا صلحا و فقرا کا
واسطے ختم کے یا واسطے پڑھنے سورہ انعام و اخلاص کے ۔ اور شرح منہاج نووی
میں ہے الاجتماع علی المقبرۃ فی الیوم الثالث وتقسیم الورد والعود
واطعام الطعام فی الایام المخصوصۃ کالثالث والخامس والتاسع
والعاشر والعشرین والاربعین والشہر السادس والسنۃ بدعۃ

ممنوعة انتهی (ترجمہ) مقبرہ پر تیسرے روز جمع ہونا اور پھول، خوشبو کا تقسیم کرنا
اور واسطے کھانے کے ایام کے تعین کرنے جیسے تیسرا، پانچواں نواں، دسواں بیسواں
چالیسواں روز یا ششماہی اور برسی بدعت ہے اور ممنوع - اور عینی کی عبارت جو
بعض لوگ سند میں جواز کے لاتے ہیں سو وہ ہرگز انکے مفید مدعا نہیں اسواسطے
کہ اسمیں اجتماع یوم ثالث کا ہرگز ذکر نہیں بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ جو لوگ ایصال
ثواب کے واسطے اکثر مجتمع ہو کر قرآن شریف پڑھا کرتے ہیں اور دلیل تعین اس مراد کی یہ ہے
کہ وہ اس مسئلہ کو اجماعی بتلاتا ہے اور وہ مسئلہ فی نفسہ حالانکہ صحیح بھی نہیں چہ جائیکہ
اجماعی ہو اور نہ ہر عصر اور زمانہ میں اسکا رواج تھا جیسا کہ عینی نے کہا - اور علامہ قرطبی
نے اس مسئلہ کو تذکرہ میں بہ بسط لکھا ہے اور یہ قول عینی کا کہ مالکیہ اور شافعیہ سے کسی نے
انکار نہیں کیا محض غلط ہے ؎

سوال پنجم - گچھ کرنا قبر پر اور مقبرہ بنانا درست ہے یا نہیں الجواب

گچھ کرنا قبر پر اور مقبرہ بنانا درست نہیں چنانچہ احادیث صحیحہ اور کتب فقہ معتبرہ
سے یہ امر ثابت ہے عن جابر رض قال نہی رسول اللہ صلعم ان یجصص
القبر وان یبنی علیہ وان یقعد رواہ مسلم وعن ابی الھیاج الاسدی
قال قال لی علی رض الا ابعثک علی ما بعثنی علیہ رسول اللہ صلعم
الا تدع تمثالا الا طمستہ ولا قبرا مشرفا الا سویتہ رواہ مسلم (ترجمہ)
حضرت جابر سے روایت ہے کہ منع فرمایا رسول خدا صلعم نے قبر پر گچ کرنے اور
عمارت بنانے اور بیٹھنے سے اور ابو الھیاج اسدی نے کہا کہ جناب مرتضے
علی رض نے مجھ سے کہا کہ آگاہ ہو جا کہ بھیجتا ہوں میں تجکو اس کام پر کہ جسپر بھیجا تھا
مجکو رسول خدا صلعم نے نہ چھوڑنا کوئی تصویر مگر یہ کہ نابود کردے تو اسکو اور نہ
چھوڑنا کوئی قبر بلند مگر یہ کہ برابر کرے تو اسکو روایت کیا مسلم نے - اور شرح

نسائی میں ہے اختلفوا فی البناء فذہب الامام احمد و ابو حنیفۃ فی روایۃ
والرافعی والداؤد الظاہری انہ حرام مطلقا سواء کان فی مقبرۃ مسبلۃ
او فی ملک لبانی و قال مالک الشافعی والثوری والاوزاعی وابو حنیفۃ
فی روایۃ اخری انہ حرام انکان فی مقبرۃ مسبلۃ و مکروہ انکان فی
ملک البانی انتہی (ترجمہ) اختلاف کیا علما نے بناے علے القبر میں مذہب امام احمد
اور امام ابو حنیفہ کا ایک روایت میں اور رافعی اور داؤد ظاہری کا یہ ہے کہ وہ مطلق
حرام ہے خواہ مقبرہ ملک بانی میں ہو یا نہو اور امام مالک اور شافعی اور سفیان ثوری
اور اوزاعی اور ابو حنیفہ ایک روایت میں اس طرف گئے ہیں کہ بنا اُس مقبرہ پر کہ
ملک بانی میں ہے مکروہ ہے ورنہ حرام ۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں حدیث
جابر کے متعلق لکھا واما البناء علیہ فانکان فی ملک البانی فمکروہ و
انکان فی مقبرۃ مسبلۃ فحرام نص علیہ الشافعی والاصحاب قال
الشافعی فی الام ورایت الائمۃ بمکۃ یامرون بھدم ما بنی و یؤید
الھدم قولہ صلعم ولا قبرا مشرفا الا سویتہ انتہی (ترجمہ) اور قبر پر بنا
کرنا مکروہ ہے اگر جگہ بنانے والے کی ہو ورنہ حرام ہے تصریح کی اسکی امام شافعی نے اور
اُنکے اصحاب نے امام شافعی نے ام میں لکھا ہے دیکھا میں نے اماموں کو مکہ میں کہ حکم
کرتے تھے بناء علے القبور کے ہدم کا اور ثابت کرتا ہے ہدم کو قول آنحضرت صلعم ۔
نہ چھوڑنا بلند قبر کو مگر برابر کر دینا اسکو ۔ ابن حجر مکی نے تحفہ میں لکھا ولو بنی فی
مقبرۃ مسبلۃ ہدم وجوبا لحرمتہ کما فی المجموع لما فیہ من التضئیق
مع ان البناء یتابد بعد انمحاق المیت فیحرم الناس تلک البقعۃ

وقد افتی جمع بہدم کل ما بالقرافۃ مصر من الابنیۃ حتے قبۃ امامنا الشافعی التی بناہا بعض الملوک وینبغی لکل احد ہدم ذلک مالم یخشے منہ مفسدۃ فتعین الدفع علی الامام آخذا من کلام ابن عرفۃ فی الصلح انتہی

(ترجمہ) اگر بنا کرے اُس مقبرہ میں کہ خارج ملک باقی سے ہے ہدم کرنا اسکا واجب ہے بسبب حرام ہونے اِس فعل کے جیسا کہ مجموعہ میں ہے کیونکہ اسمیں جگہ کا تنگ کرنا ہے معہذا بنا باقی رہتی ہے بعد گلنے مردے کے پس محروم رہیں گے لوگ اِس جگہ سے یا اسکی تعظیم کرینگے اور فتویٰ دیا جماعت علما نے تمام عمارتوں کے ڈھانے کا جو قرافہ مصر میں تھیں مقبروں پر حتے کہ واسطے قبہ ہمارے امام شافعی کے جسکو کسی بادشاہ نے بنا دیا تھا اور لائق ہے سب کو ایسی عمارت کا ڈھانا جبتک خوف فتنہ نہ ہو بیس واجب ہوا حاکم پر لیا ہے اسکو کلام ابن عرفہ سے صلح میں اور منح الغفار میں لکھا ہے ولا یجصص القبر ولا یطین ولا یرفع علیہ البناء لحدیث جابر نہی رسول اللہ صلعم ان یجصص وان یقعد وان یبنی علیہ وان یکتب علیہ وان توطاء والتجصیص طلاء والبناء بالجص بالکسر وبالفتح کذا فی المغرب وفی الخلاصۃ ولا یجصص القبر ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء انتہی (ترجمہ) اور نہ گچ کیجاوے اور نہ لیپی جاوے اور نہ بنا کی جاوے اُس پر واسطے حدیث جابر کے منع فرمایا رسول خدا صلعم نے گچ کرنے اور بیٹھنے اور بنانے قبر پر اور لکھنے اور پھرنے سے اُس پر۔ اور خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور نہ گچ کیجاوے قبر پر اور نہ لیپی جاوے اور نہ بلند کی جاوے بیچ اسکے عمارت۔ اور مستملی شرح منیۃ المصلی میں ہے وعن ابی حنیفۃ یکرہ ان یبنی علیہ بناء من بیت او قبۃ او نحو ذلک انتہے

(ترجمہ) اور ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ مکروہ ہے قبر پر بنا کرنا گھر کا یا قبہ کا یا مثل

اُسکے اور عمارت - اور مجالس الابرار میں لکھا ہے وکذا القبات التی نبیت

علی القبور یجب ہدمہا لانہا اسست علی معصیۃ الرسول ومخالفتہ

وکل بناء اسس علی معصیۃ الرسول ومخالفتہ فہو بالہدم اولی من

مسجد الضرار ولانہ علیہ السلام نہی من البناء علی القبور ولعن المتخذین

علیہا المساجد فیجب المبادرۃ الی ہدم مانہی عنہ رسول اللہ صلعم ولعن

فاعلہ انتہی (ترجمہ) اور یہی حال ہے اُن قبوں کا جو قبروں پر بناے جاتے ہیں واجب

ہے ہدم اُنکا کیونکہ بنا اُنکی مخالفت رسول پر ہے اور معصیت پر اور جو بنا ایسی ہو اُسکا

ڈھانا بہتر ہے مسجد ضرار سے اور اسلئے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا بناء علی القبور سے اور لعنت کی

اُنپر جو قبروں پر مساجد بناتے ہیں پس واجب ہے جلدی ڈھانا اُسکا جسکو رسول خدا نے

منع فرمایا اور اُسکے بنانیوالے پر لعنت فرمائی ہو - قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے

مالابدمنہ میں لکھا آنچہ بر قبور اولیا عمارت ہاے رفیع بناے کنند وچراغاں

روشن میکنند و ازیں قبیل ہرچہ میکنند حرام ست یا مکروہ انتہے اور فتاوی عالمگیری

میں لکھا ویکرہ البناء علی القبور یعنی مکروہ ہے عمارت بنانا قبروں پر - ملخصا صاحب

تصحیح المسائل نے جو درمختار سے نقل کیا کہ اُسمیں بناء علی القبور کو جائز لکھا ہے غلط

ہے عبارت درمختار کی یہ ہے لایطین ولایرفع علیہ بناء وقیل لاباس بہ

وہو المختار کذا فی کراہیۃ السراجیۃ (ترجمہ) نہ لیپی جاوے نہ بلند کی جاوے اُسپر

بنا اور کہا گیا ہے کہ اُسکا کچھ مضائقہ نہیں اور وہی مختار ہے ایسا ہی ہے کتاب

الکراہیۃ سراجیۃ میں - اب یہاں پر دو وجہ بیان کرتے ہیں کہ جس سے عدم فہم

مطلب صاحب تصحیح کا ظاہر ہوجائے صاحب درمختار نے حوالہ سراجیہ کا کیا اور

سراجیہ میں یوں ہے وذکر فی تجرید ابی الفضل ان تطئین القبور مکروہ

والمختار انہ لایکرہ (ترجمہ) اور ذکر کیا تجرید ابوالفضل میں ہے کہ لیپنا قبروں کا

مکروہ ہے اور مختار یہ کہ مکروہ نہیں ہے ضمیر لاباس بہ کی تطئین کی طرف کہ جو مفہوم
لایطلین سے راجع ہے اور خود سراجیہ میں بنا کو مکروہ لکھا ہے دوسرے یہ کہ خود
صاحب درمختار نے آگے بڑھکر آخر باب الوصیت للاقارب وغیرہم میں اِس امر
کو بذیل قول باتن لاوصی بان یطیین قبرہ او یضرب علیہ قبۃ فہی باطلۃ
(ترجمہ) وصیت اِس امر کی کہ اُسکی قبر لیپی جاوے یا اُسپر قبہ لگا یا جاوے باطل ہے
کھولدیا حیث قال کما فی الخانیۃ وغیرہا وقدمناہ عن السراجیۃ
وغیرہا لکن قدمنا منہا فی الکراہیۃ انہ لایکرہ تطئین القبور فی المختار
فینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ بالتطئین بنیا علی القول
بالکراہیۃ لانہا حینئذ وصیۃ بالمکروہ (ترجمہ) ایسا ہی ہے خانیہ وغیرہا
میں اور فتاوی سراجیہ وغیرہا سے ہم پہلے نقل کرچکے ہیں لیکن کتاب الکراہیۃ
میں سراجیہ سے ہم ذکر کرچکے کہ قبروں کا لیسنا علے القول المختار مکروہ نہیں پس
بطلان وصیت کو اُسکی کراہت پر مبنی سمجھنا چاہئے اسواسطے کہ وہ اِس تقدیر پر
وصیت بالمکروہ ہوگی - اور بعض علماء نے ایک وجہ اور بھی لکھی ہے کہ خود صاحب
درمختار لکھتا ہے یکرہ الزیادۃ علی ماخرج منہ لانہ بمنزلۃ البناء طوالع
(ترجمہ) مکروہ ہے زیادتی اُس پر جو قبر سے خارج ہو اسلئے کہ وہ بمنزلہ بنا علے القبور
کے ہے حاشیہ درمختار میں ہے قولہ بمنزلۃ البناء طوالع حاشیہ درمختار میں ہے
قولہ بمنزلۃ البناء والبناء مکروہ فکذلک ہذا انتہے یعنی اور بنا مکروہ ہے پس ایسی ہی یہ
اور بعض محشئین نے جو مرجع لاباس بہ کا تطئین اور بنا کو قرار دیا وہ مبنی
غفلت پر ہے شامی نے ردمختار میں اسکی شرح بخوبی کی ہے - اور بھی صاحب
تصیح نے میزان شعرانی سے نقل کیا قول الائمۃ الثلثۃ ان القبر لا یبنی علیہ

ولایحصص مع قول ابی حنیفۃ بجواز ذلک فالاول مشدد والثانی
مخفف انتہی (ترجمہ) قول تین اماموں کا یہ ہے کہ قبر پر بنا اور گچ نہ کرنا چاہئیے
مع قول ابوحنیفہ کے اسکے جواز کے ساتھ پس اول مشدد ہے اور دوسرا مخفف ہ
سو اسمیں بھی دو وجہ سے کلام ہے اول یہ کہ نقل مخالف کتب معتبرہ حنفیہ ہے
مثل عینی شرح کنز اور فتاوی عالمگیری اور بحرالرائق اور درمختار اور مواہب الرحمان
کے بلکہ بعض کتب معتبرہ میں بالتصریح لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بنا
علے القبور مکروہ و ممنوع ہے چنانچہ برہان شرح مواہب الرحمان اور محیط
اور قاضی خاں اور مستملی شرح منیۃ المصلی میں مذکور ہے اور دوسرے یہ کہ
میزان میں ہے قول الائمۃ الثلثۃ باستحباب القرأۃ القرآن عند القبر
مع قول ابی حنیفۃ بکراہتہا (ترجمہ) قول تین اماموں کا استحباب قرأت قرآن کا
ہے نزدیک قبر کے مع قول ابی حنیفہ کے اسکی کراہت کے ساتھ ۔ حالانکہ خود صاحب میزان
نے نقل کیا واختلف فی اجلاس القارئین للقرأۃ عند القبر والمختار
عدم الکراہۃ (ترجمہ) اور اختلاف کیا گیا قاری کے بٹھلانے میں نزدیک قبر کے واسطے
قرأت کے اور مختار عدم کراہت ہے ۔ پس اگر قول امام ابوحنیفہ کا بھی ہو وے
تو غیر مختار ہے اور مخالف احادیث صحیحہ کے اور مرقات سے جو بعض اشخاص
نقل کرتے ہیں وقد اباح السلف البناء علے قبر المشائخ والعلماء المشہورین
لیزورہم الناس ویستریحوا بالجلوس فیہ یعنی مباح رکھا ہے سلف نے بنا کو قبر
مشائخ اور علماء مشہورین پر تاکہ لوگ انکی زیارت کریں اور اسمیں بیٹھ کر آرام
پاویں۔ سو یہ قول ملا علی قاری کا نہیں ملا علی قاری نے شرح کل بدعۃ ضلالۃ
میں لکھا ہے ما انکرہ ائمۃ المسلمین کالبناء علے القبور وتجصیصہا یعنے بدعت ضلالت
وہ ہے جسکو ائمہ مسلمین نے منکر بتلایا ہو جیسے قبر پر بنا کرنا اور گچ کرنا اور پھر بعد تیح ہے

نقل کرتے ہیں کہ اُسکے مصنف نے ایسا کہا حالانکہ خود مفاتیح میں کل بدعۃ ضلالۃ
کے بیان میں مرقوم ہے و بدعۃ السوء ما انکرہ ائمۃ المسلمین کالبناء
علے القبور و تجصیصہا فان النبی صلعم نہی عن ذلک (ترجمہ) اور بدعت
سیئہ وہ ہے جسکو ائمہ اسلام نے برا کہا ہو جیسے قبر پر گچ اور بنا کرنا اسلئے کہ
آنحضرت صلعم نے اسے منع فرمایا ہے۔ معلوم نہیں کہ وہ سلف کون ہیں کہ
جنھوں نے مخالف احادیث صحیحہ اور ائمہ عظام اور فقہاے کرام کے بناء علی القبر کو
مباح جانا بعض اشخاص مخالفین سے سُنا کہ شامی نے ردمختار میں بنا کو جائز
رکھا ہے اسواسطے عبارت شامی کی بھی لکھی جاتی ہے۔ قولہ وقیل لاباس بہ آہ المناسب
ذکرہ عقیب قولہ ولا یطین لان عبارۃ السراجیۃ کما نقلہ الرحمتی ذکر فی تجرید ابے
الفضل ان تطیین القبور مکروہ والمختار انہ لایکرہ الخ واضاف الیہ المصنف فی
المنح ایضا واما البناء علیہ فلم ارمن اختار جوازہ وفی شرح المنیۃ اعنے
غنیۃ المستملے المختار انہ لایکرہ التطیین وعن ابی حنیفۃ یکرہ ان یبنی علیہ بناء من بیت
او قبۃ او نحو ذلک لما روی جابر نہی رسول اللہ صلعم ان یجصص القبور وان یکتب
علیہا وان یبنی علیہا رواہ مسلم وغیرہ الخ (ترجمہ) قولہ وقیل لاباس بہ آہ مناسب
ہے کہ ذکر ہوتا اسکا بعد لا یطین کے اسواسطے کہ تحقیق عبارت سراجیہ کی جیسا کہ
نقل کیا ہے رحمتی نے تجرید ابوالفضل میں مذکور ہے کہ لیپنا قبروں کا مکروہ ہے
اور مختار یہ کہ وہ مکروہ نہیں۔ اور زیادہ کیا اسپر مصنف نے منح میں بھی
اور بنا قبر پر پس نہیں دیکھا میں نے کسیکو اختیار کیا ہو جواز اسکا اور شرح منیہ
یعنی غنیۃ المستملی میں ہے مختار یہ کہ لیپنا قبر کا مکروہ نہیں اور ابو حنیفہ سے منقول
ہے کہ یہ مکروہ ہے بنا کرنا قبر پر ہر قسم کی عمارت کا گھر ہو یا قبہ یا اور مثل اسکے واسطے
روایت جابر کے کہ منع فرمایا رسول خدا صلعم نے اس سے کہ گچ کی جاوے قبر

یا لکھا جائے یا بنا کی جائے اُس پر روایت کیا اسکو مسلم نے ؛

سوال ششم بہ تخصیص ربیع الاول مولد شریف کا پڑھنا اور اُسوقت لوبان کا جلانا اور تعظیما وقت ذکر ولادت قیام کرنا اور آدمیوں کا مجتمع کرنا اور شیرینی کا تقسیم کرنا اس ہئیت مجموعی کے ساتھ منعقد کرنا مجلس کا درست ہے یا نہیں

الجواب اکثر باتیں مذکورہ سوال بے اصل ہیں لیکن دو باتوں کی تنقیح ضرور ہے کہ آیا منعقد کرنا مجلس مولد کا بہ تخصیص یا بلا تخصیص بہ ہئیت اجتماعیہ اور دوسرے قیام وقت ذکر ولادت تعظیم کے واسطے کرنا۔ سو اب ہم دونو باتوں کی تنقیح کرتے ہیں اولا سنا چاہئے کہ اسباب میں ہمارے زمانہ میں نہایت درجہ کا اختلاف اور شور ہے اور بہت اہل بدعت ان باتوں کو مدار ایمان اور کفر کا سمجھتے ہیں اور یہی بات مابہ الامتیاز اہل سنت اور اہل بدعت کے عوام کے نزدیک ہو رہی ہے سو اب ہمکو پہلے یہ بات دیکھنی چاہئے کہ آیا یہ امر سنت اور مستحب ہے یا نہیں کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر مسنون نہیں اور زمانہ صحابہ اور تابعین میں اسکا وجود نہیں تھا اور زمانہ سادسہ میں اس امر کا احداث ہوا ہے ایک شخص اربل کا بادشاہ کہ نام اسکا مظفرالدین تھا اُس نے اسکی ترویج کی اور شیخ عمر بن محمد نے اسکو ایجاد کیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا اصل عمل المولد بدعة لم ینقل عن احد من السلف الصالح من القرون الثلثة یعنی عمل مولد کا بدعت ہے نہیں نقل کیا گیا ہے سلف صالح سے قرون ثلثہ میں اور حافظ سخاوی نے بھی لکھا عمل المولد الشریف لم ینقل عن احد من السلف الصالح من القرون الثلثة الفاضلة وانما حدث بعده یہ بات رسائل مخالفین میں مذکور ہے تو جب سنت اور مستحب شرعی ہونا اسکا مفقود ہوا اب اختلاف ہے اسباب میں کہ آیا یہ

بدعت حسنہ ہے یا سیئہ تو بغیر تدقیق نظر کے معلوم نہیں ہو سکتا اسیواسطے ہمنے
یہ التزام کیا کہ مخالفین وموافقین کے رسائل اور دلائل اسباب میں دیکھیں
پھر جو کچھ حق معلوم ہو اُسکو لکھیں لیکن قبل اسکے اسبات کا جاننا بھی ضرور ہے
کہ جو مولد عوام میں اکثر شہروں ہندوستان میں ہوتا ہے وہ بالاتفاق
ممنوع ہے اور اگلے علماء مجوزین نے اُسکو جائز نہیں لکھا جلال الدین سیوطی
نے جو بڑے مجوز مولد کے ہیں اپنے رسالہ میں لکھا میرے نزدیک اصل مولد
کی یہ ہے کہ لوگ جمع ہوں اور کچھ قرآن شریف پڑھیں اور کچھ حدیثیں جو
ابتداے پیدایش آنحضرت صلعم میں وارد ہوئی ہیں اور جو کچھ عجائب حضرت
کی پیدایش کے وقت واقع ہوئے ہیں اور پھر دستر خوان بچھایا جاوے
اور لوگ کھانا کھاکر چلے جاویں اس سے زیادہ کوئی اور چیز نہووے چنانچہ
لکھتے ہیں عندی ان اصل المولد الذی ہو اجتماع الناس وقراۃ ماتیسر من
القرآن وروایۃ الاخبار الواردۃ فی مبدء النبی صلعم وما وقع فی مولدہ
من الآیات ثم تمد لہم سماط یاکلونہ وینصرفون عن غیر زیادۃ علے ذلک من
البدع الحسنۃ التی یثاب علیہا صاحبہا ما فیہ من تعظیم قدر النبی صلعم واظہار
الفرح والاستبشار بمولدہ الشریف انتہے - اور جس مولد میں روایتیں بے
اصل اور جھوٹی پڑھی جاویں اُسکے منع ہونے میں بھی کسیکو کلام نہیں جیساکہ
تمام دیار ہندوستان میں جاری ہے الا ماندر پس معلوم ہوا کہ جو مولد
ہندوستان میں رائج ہے اسمیں شریک ہونا جائز نہیں ہے اور علماے
مجوزین نے جس طرح لکھا ہے اُس طرح پر ہرگز کہیں نہیں ہوتا مگر شاذ و نادر شاید
ایسا ہوتا ہو سیوطی کا قول گزر چکا صاحب سیرت شامی نے بھی ایسا ہی
لکھا ہے اب وہ دلائل اور براہین لکھتے ہیں کہ جنسے مولد کا جائز ہونا مخالفین

ثابت کرتے ہیں اور اسمیں تفصیل بہت سی کرینگے اور منصف عاقل کو انصاف کرنا ضرور

ہے اور پھر اپنے دلائل کی ممانعت پیش کرینگے اول دلیل جو نہایت قوی ہے وہ یہ ہے

کہ ابن حجر عسقلانی نے کہا قد ظہر لی تخریجہا علے اصل ثابت وہو ما ثبت فی الصحیحین

ان رسول اللہ صلعم قدم المدینۃ فوجد الیہود یصومون عاشوراء فسألہم فقالوا ہذا یوم

اغرق اللہ فرعون فیہ ونجا موسیٰ فنحن نصوم شکراً اللہ تعالیٰ فقال انا احق بموسیٰ

فصامہ وامر بصیامہ انتہی (ترجمہ) بیشک ظاہر ہوئی واسطے میرے تخریج اسکی

اوپر اصل ثابت کے وہ یہ کہ مروی ہے صحیحین میں کہ جب رسول خدا صلعم تشریف

لائے مدینہ میں پایا یہود کو روزہ رکھتے عاشورہ کا استفسار فرمائی اُنسے کیفیت اس

روزہ کی کہا اُنھوں نے کہ یہ وہ روزہ ہے جسمیں غرق کیا تھا اللہ نے فرعون کو اور

نجات پائی حضرت موسیٰ نے اسواسطے روزہ رکھتے ہیں ہم شکر کا واسطے اللہ تعالیٰ

کے فرمایا حضرت نے کہ میں احق ہوں ساتھ موسیٰ کے پس روزہ عاشورہ کا بذات خود

بھی رکھا اور لوگوں کو بھی حکم دیا۔ مخالفین کہتے ہیں کہ اس حدیث سے جواز تعین

سرور اور اظہار خوشی ہر سال میں ظاہر ہے اسواسطے کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کو نجات

پائے ہوئے بہت عرصہ گزرا تھا باوجود اسکے رسول خدا صلعم نے روزہ خوشی کے

واسطے رکھا پس خوشی کرنا بدون تجدد نعمت کے ثابت ہوا اور مانعین جو کہتے ہیں

کہ بدون تجدد نعمت کے خوشی کرنا خلاف عقل ہے باطل ہوگیا اسکا جواب یہ ہے کہ

صحیحین میں دوسری جگہ موجود ہے فصامہ موسیٰ شکراً اللہ فنحن نصومہ فقال رسول اللہ

صلعم نحن احق واولے بموسیٰ منکم (ترجمہ) پس روزہ رکھا تھا عاشورہ کا موسیٰ نے

واسطے شکر اللہ کے اسواسطے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں اسکا پس فرمایا رسول خدا نے

کہ ہم احق واولے ہیں ساتھ موسےٰ کے بہ نسبت تمھارے۔ شیخ عبدالحق نے شرح

مشکوۃ میں لکھا یعنی نحن نصوم موافقۃ لموسیٰ لا موافقۃ لکم انتہی یعنی ہم روزہ رکھتے

ہیں واسطے موافقت موسیٰ کے نہ واسطے موافقت تمھاری کے۔ پس معلوم ہوا کہ روزہ آنحضرت صلعم کا اظہار اللفرح بدون تجدد نعمت کے بعد امتداد زمانہ کے نہ تھا جیساکہ اہل مولد گمان کرتے ہیں بلکہ محض واسطے موافقت حضرت موسےٰ علیہ السلام کے تھا۔ ابن حجر اور سیوطی سے نہایت تعجب معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث سے انھوں نے استدلال کیا صاحب سیف الاسلام نے اس جواب کے رد میں لکھا۔ حالا بشنو کہ ہرگاہ موسےٰ علیہ السلام در یوم معین شکر تجدد نعمت واستبشار عبادت صوم براے او تعالےٰ آوردند وآنحضرت صلعم در مثل آں روز کہ فاصلہ صدہا سال میداشت بے تجدد نعمت اداے شکر این نعمت سابقہ کہ در مثل آں روز شدہ بود بموافقت حضرت موسےٰ علیہ السلام فرمودند اصل مقصود حافظ ابن حجر وغیرہ بہ ثبوت رسید انتہی اور اسی میں لکھا حافظ ابوالفضل ابن حجر و امام سیوطی استدلال خود را کجا بر بودن صوم آنحضرت بمخالفت حضرت موسیٰ مبنی نمودہ اند تا از بودن آں صوم بجہت موافقت استدلال شاں مخدوش گردید الخ *

سو یہ بات نہایت پوچ ہے کہ اسقدر بھی نہ سمجھے کہ کلام اس باب میں ہے کہ ایک خوشی کو صدہا برس ہو گئے ہوں اُس کے بعد خوشی کرنا اپنی طرف سے نہایت بے معنی بات ہے مثلاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور بعد اُس کے اس جہان سے رحلت فرما ہوئے اور اس پیدائش کو صدہا برس گزرے اُس کے بعد اب خوشی کرنا محض نادانی ہے اور حضرت موسے علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نجات اور اغراق فرعون میں جو آپ نے روزہ رکھا وہ صرف حضرت موسے علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موافقت کے سبب سے تھا یعنے وہ روزہ رکھنا بطریق احیاء سنت حضرت موسے علیہ السلام کی تھا

اور مثبتین کو جب مفید ہوتا کہ ابتدا میں یہ فعل آنحضرت صلعم سے بعد مرور دہو
کے واقع ہوتا بس اصل مقصود حافظ ابن حجر کا ہرگز حاصل نہوا اور یہ کہنا
کہ ابن حجر نے اپنے استدلال کو کہاں پر اوپر ہونے روزہ آنحضرت کے
مخالفت ہونے پر مبنی کیا ہے مبنی بے فہمی پر ہے اسواسطے کہ ابن حجر نے اس
فقرہ کا لحاظ نکیا فصامہ موسیٰ شکراً للہ اور جب اس فقرہ کا لحاظ کیا جاتا ہے
تب یہ استدلال اُنکا محض بے اصل ٹھیرتا ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ
سیوطی نے کہا کہ مجکو ایک دلیل اور معلوم ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ روایت
کیا بیہقی نے انسؓ سے ان النبی صلعم عق عن نفسہ بعد النبوۃ مع ان جدہ
عبد المطلب عق عنہ فی سابع ولادتہ والعقیقۃ لا تعاد مرۃ ثانیۃ الخ
(ترجمہ) نبی صلعم نے عقیقہ کیا اپنا بعد نبوت کے حالانکہ حضرت کے دادا عبد المطلب نے
عقیقہ حضرت کا ساتویں روز ولادت سے کیا تھا اور عقیقہ اعادہ نہیں کیا
جاتا دوسری بار۔ سو یہ دلیل بھی مخدوش ہے چند وجہ سے عمدہ یہ ہے کہ مواہب
لدنیہ کی شرح میں بعد نقل اسکے سیوطی سے کہا وتعقبہ النجم بانہ حدیث منکر کما قال
الحافظ بل قال لہ فی شرح المہذب انہ حدیث باطل فالتخریج علیہ ساقط انتہے
اور ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح البخاری میں لکھتے ہیں ونقل عن
نص الشافعی فی البویطی انہ لا یعق عن کبیر ولیس ہذا نصا فی منع
ان یعق الشخص عن نفسہ بل یحتمل ان یرید ان لا یعق عن غیرہ
اذا کبر وکانہ اشار بذلک الی ان الحدیث الذی ورد ان النبی صلعم
عق عن نفسہ بعد النبوۃ لا یثبت انتہی (ترجمہ) اور امام شافعی سے منقول ہے
کہ کہا انھوں نے بویطی میں کہ نہ عقیقہ کیا جاوے بالغ سے اور نہیں ہے یہ نص
اسباب میں کہ کوئی آدمی اپنا عقیقہ کرے بلکہ محتمل ہے اسکو کہ ارادہ کیا ہو انھوں نے

اسکا کہ نہ عقیقہ کرے دوسرے کا کہ جبوقت وہ خود بالغ ہوجاے اور گویا کہ انہوں
نے اشارہ کیا اِس سے اِس امر کی جانب کہ حدیث عقیقہ کرنے آنحضرت صلعم کی
اپنے نفس سے بعد نبوت کے ثابت نہیں ہے۔ اور انسان العیون یعنی سیرت
حلبی میں اِس حدیث کو منکر کہا ہے اور شہاب الدین احمد بن بدر الدین شافعی نے
منہج القویم میں اِس حدیث کو باطل لکھا اور اُور وجوہ بعض رسائل علماء اہل سنت میں
مذکور ہے ترکنا ہا للاطناب اور ایک دلیل پچھلی مجوزین کے کلام میں دیکھی گئی وہ
یہ کہ قتادہ سے مروی ہے کہ سُئل رسول اللہ صلعم عن صوم یوم الاثنین
فقال فیہ ولدت وفیہ انزل علیّ (ترجمہ) دریافت کئے گئے رسول خدا صلعم
روزہ دوشنبہ سے فرمایا کہ اُس روز پیدا ہوا ہوں میں اور اُسی روز نازل ہوا ہے
کلام الٰہی مجھ پر (اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ خوشی کرنا ساتھ عبادت کے مثل روزہ
وغیرہ کے شرع میں درست ہے چنانچہ حضرت صلعم نے بھی اپنی پیدائش کی خوشی کرکے
روزہ رکھا تھا جواب اس استدلال کا کئی طرح پر ہے اول یہ کہ اِس حدیث
سے یہ بات نہیں معلوم ہوتی کہ آنحضرت صلعم نے یہ روزہ بسبب مسرت کے
رکھا ہو کہ آپ اسمیں پیدا ہوئے تھے جائز ہے کہ یہ روزہ اور جہت سے رکھا ہو
چنانچہ ہم آگے بڑھکر لکھیں گے اور فیہ ولدت اور فیہ انزل علی بطریق فضائل
اور بیان نفس الامری کے ہو کہا قاضی عیاض نے شرح صحیح مسلم میں تحت
حدیث خیر یوم طلعت علیہ الشمس یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ ادخل
الجنۃ وفیہ اخرج عنہا ولا تقوم الساعۃ الا فی یوم الجمعۃ (ترجمہ) بہتر
ایام کہ طلوع کیا اسمیں شمس نے روز جمعہ کا ہے اسمیں پیدا ہوے حضرت آدم اور
اُسی روز داخل جنت ہوئے اور اُسی روز نکالے گئے اُس سے اور نہیں قائم ہوگی
قیامت مگر روز جمعہ کے الظاہر ان ہذہ الفضائل المعدودۃ لیست لذکر

تشبیہ لیلۃ لان اخراج آدم وقیام الساعۃ لا یعد فضیلۃ وانما ھو بیان لما وقع فیہ
من الامور العظام وما سیقع لیتاھب العبد فیہ بالاعمال الصالحۃ لنیل رحمۃ اللہ
ودفع نقمتہ انتہٰی (ترجمہ) ظاہر یہ ہے کہ یہ فضائل معدودہ نہیں ہیں واسطے ذکر
فضیلت جمعہ کے اسواسطے کہ اخراج آدم کا اور قیام ساعت کا نہیں ہے فضیلت
اور یہ بیان ان چیزوں کا ہے جو واقع ہوئیں یا ہونگی اسمیں امور عظام تاکہ مستعد ہووے
بندہ اس روز واسطے اعمال صالحہ کے واسطے پانے رحمت الٰہی اور دفع نقمت کے
صاحب سیف الاسلام نے یہاں پر دو اعتراض کئے اول یہ کہ انچہ علامہ قاضی
عیاض بجہت اشتباہ بودن بودن خروج حضرت آدم علیہ السلام وقیام ساعت
سبب ظاہر در فضائل جمعہ این احتمال بدین دلیل در خصوص حدیث جمعہ ظاہر
فرمود اولا کے مستلزم آنست کہ ولادت شریف آنحضرت صلعم ہم سبب فضیلت
یوم مبارک اثنین نہ باشد. وانکار شرف آں ہم بانیوجہ نمودہ آید انتہی یہ کلام دلالت
کرتا ہے اسبات پر کہ صاحب رسالہ نے مقصد صاحب رسالہ غایۃ الکلام کا نہ سمجھا
مقصود صاحب غایۃ الکلام کا یہ ہے کہ یہ قول اعنی فیہ ولدت وفیہ انزل علی علت
صوم اس دن کی نہیں ہے اور ذکر اسکا علی سبیل الاتفاق ہے جیسے کہ مسلم کی
حدیث میں ذکر خروج آدم ع اور قیام ساعت کا محض بیان واقع کے واسطے ہے
اس اعتراض کو اس مطلب سے کیا علاقہ ؟ یا یوں کہا جاوے کہ یہ قول بیان
فضیلت اس دن کے واسطے ہے نہ علت روزہ رکھنے اس دن کی اور پھر دوسرا
اعتراض یہ کیا ثانیا دیگر محققین در حدیث جمعہ ہم آں احتمال را بجہت عدم موافقت
بسیاق وسیاق حدیث شریف قبول نفرمودہ اند امام نووی در شرح صحیح مسلم
بعد قول قاضی نوشتہ الخ میں کہتا ہوں کہ یہ بات بھی خالی تکلف سے نہیں
ہے اسواسطے کہ خروج حضرت آدم ع کا جنت سے موجب نکلنے رنج وملال کا ہوا اور وجود

ذریت اور صحابہ اور وجود صلحا اور نبیین امر آخر ہے یہ خروج بنفسہ ہرگز فضیلت
نہیں ورنہ لازم آتا ہے کہ کھانا گیہوں کا جو حضرت آدم سے وقوع میں آیا موجب
فضیلت ہو و قد قال اللہ تعالی ولا تقربا ہذہ الشجرۃ فتکونا من الظلمین یعنی
حالانکہ فرمایا اللہ تعالے نے اے آدم و حوا نہ قریب جانا تم اس درخت کے ورنہ ہوجاؤ گے
ظالمین سے وایضا قال اللہ تعالی وعصے آدم ربہ فغوی (ترجمہ) اور نافرمانی کی آدم
نے اپنے رب کی پس بہکا اور حضرت آدمؑ کا انتقال بھی موجب فضیلت نہیں ورنہ
موت انبیاء علیہ السلام موجب سرور اور شادمانی ہو اور مخالفین حضرت امام حسینؑ
کی شہادتؓ بھی موجب قرب الٰہی ہے تو چاہئے کہ اسمیں خوشی کیا کریں اور ہمارے
واسطے موت انکی موجب نعمت الٰہی ہو اور ایک دلیل پچھلی علماء کی کتابوں میں
دیکھنے میں آئی وہ یہ ہے کہ بخاری شریف میں حضرت عمر رضؓ سے مروی ہے ان
رجلاً من الیہود قال لہ یا امیر المومنین آیۃ فی کتابکم تقرؤنہ لو علینا معشر الیہود
نزلت لاتخذنا ذلک الیوم عیدا قال ای آیۃ قال الیوم اکملت لکم دینکم واتممت
علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا فقال عمر قد عرفنا ذلک الیوم والمکان
الذی نزلت علی النبی صلعم ہو قائم بعرفۃ یوم الجمعۃ خیر البخاری (ترجمہ) ایک
یہودی نے حضرت عمر سے کہا اے امیر المومنین تمہارے قرآن میں ایک آیت ہے جسکو
تم پڑھتے ہو۔ اگر ہم لوگوں پر وہ نازل ہوتی تو اسکے روز نزول کو عید مقرر کرتے
حضرت عمر نے کہا وہ آیت کونسی ہے کہا وہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم الخ
ہے یعنے آج کے روز کامل کردیا میں نے تمہارا دین اور تمام کردی میں نے
تم پر نعمت اپنی اور پسند کیا میں نے واسطے تمہارے دین اسلام کو حضرت
عمر رضؓ نے فرمایا کہ ہم کو روز نزول اس کا معلوم ہے اور وہ جگہ بھی کہ یہ آیت
وہاں حضرت پر نازل ہوئی حضرت کھڑے تھے مقام عرفہ میں جمعہ کے روز

ہم میں غم کیا کرتے ہیں اور ماتم کے لئے مجالس منعقد کیا کرتے ہیں حالانکہ اس قول کے موافق آنکی شہادت

شرح صحیح بخاری میں ہے یعنی قد اتخذناذلک الیوم عیدا وہکذا قال النووی انتہی (ترجمہ)
یعنی مقرر کر لیا ہمنے اُس دن کو عید اور ایسا ہی نووی نے کہا ہے۔ مَیں کہتا ہوں کہ یہ
حدیث بھی مفید مدعا نہیں کہ روز نزول اِس آیت کریمہ و بوجہ نزول کوئی شخص
خوشی نہیں کرتا اور نہ اُس روز کو عید گردانتا ہے مراد حضرت امیر المومنین عمر فاروق
کی یہ ہے کہ ہمکو وہ دن اور وہ مکان معلوم ہے کہ جس روز یہ آیت نازل ہوئی۔
"اخرج ابن جریر عن قبیصۃ بن ذویب قال قال کعب لو ان غیر
ہذہ الامۃ نزلت علیہم ہذہ الآیۃ لنظروا الیوم الذی انزلت
فیہ علیہم فاتخذوہ عیدا یجتمعون فیہ فقال عمر ای آیۃ یا کعب
قال الیوم اکملت لکم دینکم فقال قد علمت الیوم الذی نزلت فیہ
والمکان الذی انزلت فیہ نزلت فی یوم جمعۃ یوم عرفۃ وکلاہما
بحمد اللہ تعالیٰ لنا عید خیر الجاری (ترجمہ) نقل کیا ابن جریر نے قبیصہ بن ذویب
سے کہا بیان کیا کعب نے اگر اہل اسلام کے سوا اور کسی امت پر یہ آیت نازل ہوتی
تو وہ اُسکے روز نزول کو یاد رکھتے اور اُسکو عید مقرر کرتے کہ جمع ہوتے اُسمیں فرمایا
عمر نے وہ کونسی آیت ہے اے کعب کہا آیت الیوم اکملت لکم دینکم کہا اُنھوں نے
جانتا ہوں مَیں اُسکے روز نزول اور محل نزول کو نازل ہوئی جمعہ اور عرفہ کے دن
اور وہ دونو خدا کے فضل سے ہمارے واسطے عید ہیں" کا بیان الفاظ حدیث
سے مرتبط نہیں اور بالفرض والتقدیر اگر یہی معنی ہوں تب بھی مراد ان صاحبوں
کی حاصل نہیں ہوتی اسواسطے کہ کوئی شخص صحابہ میں سے اِس روز کو بوجہ
نزول عید نہیں سمجھتا تھا اور نہ کبھی خوشی کرتا تھا اور متنازع فیہ بھی یہی امر ہے
اور بعض اہل مجوزین سے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ذکر آنحضرت صلعم اہلبیت
مخصوصہ کے ساتھ بدعت حسنہ ہے اور تقسیم بدعت کے کلام علماء میں مصرح ہے

پس مولد شریف بدعت حسنہ ہوگا جواب اسکا یہ ہے کہ ہم پہلے محقق کر چکے ہیں کہ
محدث فی الدین بدعت حسنہ نہیں ہوتا اور قول اُن لوگوں کا جو قائل تقسیم ہیں
خلاف تحقیق ہے قطع نظر اسکے اُوپر یہ بات بھی محقق ہو چکی کہ جو قائل بدعت حسنہ کے
ہیں اُنکے نزدیک بدعت حسنہ وہ ہے کہ جسکی اصل کتاب وسنت میں پائی جاوے
اور اس امر کی اصل کتاب وسنت میں نہیں پائی جاتی اور ایک اَور دلیل پیش
کرتے ہیں کہ یہ امر یعنی مولد حرمین شریفین میں ہوتا ہے اور حدیث شریف میں
آیا ہے ان الدین لیارز الے الحجاز کما تارز الحیۃ الے حجرھا یعنے تحقیق دین سمٹے گا طرف
حجاز کے جیسے کہ سمٹتا ہے سانپ اپنے سوراخ میں۔ پس کیونکر فعل انکا قابل حجت نہوگا
جواب اُسکا یہ ہے کہ فعل علما حرمین حجت نہیں ہے اور اُنکے اکثر اقوال کو متدین
اہل بدعت بھی حجت نہیں جانتے ابن حجر عسقلانی نے تخریج رافعی میں لکھا۔ لو ان رجلا
اخذ بقول اہل المدینۃ فی استماع الغناء و اتیان والنساء فی دبرھن و بقول اہل مکۃ
فی المتعۃ والصرف و بقول اہل الکوفۃ فی المسکر کان شر عباد اللہ انتہے (ترجمہ)
اگر کوئی اختیار کرے قول اہل مدینہ کا راگ میں اور وطی کو دبر عورات میں اور
قول اہل مکہ حلت متعہ میں اور بیع الصرف میں اور قول اہل کوفہ کا شراب خواری
میں ہوویگا وہ بدترین عباد اللہ۔ ابن قیم نے زاد المعاد میں کہا وقد احدث الامراء
فی المدینۃ واہلہا امورا فی الصلوۃ واستمر علیہ العمل ولم یلتفت علے استمرارہ وعمل
اہل المدینۃ الذین تحتج بہ ما کان فی زمن الخلفاء الراشدین واما عملہم بعد موتہم وبعد
انقضاء عصر من بہا من الصحابۃ فلا فرق بینہ وبین عمل غیرہم والسنۃ یحکم بین الناس
لا عمل احد بعد رسول اللہ صلعم وخلفائہ وباللہ التوفیق انتہی (ترجمہ) اور بیشک ایجاد کی
ہیں امرانے مدینہ میں اور اُسکے رہنے والوں نے بہت چیزیں نماز میں اور جاری
ہوگیا ہے عمل اُسکا اور نہ توجہ کی گئی اُسکے مروج ہونے پر اور اہل مدینہ کے عمل پر

جو جماعت پکڑا جاتا تھا وہ زمانہ خلفاء راشدین میں تھا اسواسطے کہ فعل اہل مدینہ
کا بعد انتقال خلفاء راشدین اور بعد گزر جانے زمانہ صحابہ کے اور فعل غیر اہل مدینہ
کا یکساں ہے اور سنت حکم کرتی ہے آدمیوں میں نہ عمل کسی شخص کا بعد رسولخدا
صلعم اور آنکے خلفاء کے اور ساتھ اللہ کے توفیق ہے۔ ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ
میں لکھا وانکر الطرطوسی الاجتماع لیلۃ الختم فی التراویح ونصب المنابر وبین انہ
بدعۃ منکرۃ قلت رحمہ اللہ ما فطنہ وقد ابتلاء بہ اہل الحرمین حتے فی لیالی الختم تحیل
الاجتماع من الرجال والنساء والصغار والعبد ما لا یحصل فی الجمعۃ والکسوف و
العید ویترتب علیہ الفساد العدید والمنکر الحدید ویستقبلون النار ویستدبرون بیت
الملک الجبار ویقفون علی ہیئۃ عبدۃ النیران فی صحن المطاف حتے یضیق علی
الطائفین المکان ویشوشون علیہم وعلے غیرہم من الذاکرین والمصلین و
قرأ القرآن فی ذلک الزمان فنسئل اللہ العفو والعافیۃ والغفران واللہ المستعان
(ترجمہ) بُرا جانا طرطوسی نے مجمع کرنا تراویح کے ختم کی رات میں اور کھڑا کرنا منبروں
کا اور کہا کہ یہہ بدعت سیئہ ہے۔ مَیں کہتا ہوں خدا رحمت کرے طرطوسی پر
عجب ہے کہ کس چیز نے بتلا دیا طرطوسی کو یہ حالانکہ مبتلا ہیں اس بدعت
میں مکہ مدینہ والے حتے کہ شب ختم میں ازدحام مردوں اور عورتوں اور لڑکوں
اور غلاموں کا اس کثرت سے ہوتا ہے کہ مثل اُسکے مجمع جمعہ اور کسوف وعید
میں بھی نہیں ہوتا اور مترتب ہوتے ہیں اسپر بہت فساد اور بڑے منکرات اور
منہ کرتے ہیں لوگ طرف آگ کے اور پیٹھ کردیتے ہیں طرف بیت اور شریف کے
اور کھڑے ہوتے ہیں آتش پرستوں کی طرح میدان طواف میں حتے کہ طواف
کرنیوالوں کو جگہ طواف کی نہیں رہتی اور گھبرا دیتے ہیں طواف کرنیوالوں اور
خدا کے ذکر کرنیوالوں اور علم حاصل کرنیوالوں اور قرآن پڑھنے والوں کو اُسوقت

ہیں پس طلب کرتے ہیں ہم اللہ سے عفو اور عافیت و غفران کو اور اللہ مستعان ہے
عینی نے بخاری کی شرح میں متعلق حدیث ان الذی لیارز الی المدینۃ کما تارز
الحیۃ الی حجرہا لکھا قال الداؤدی کان ہذا فی حیاۃ النبی صلعم والقرن
الذی کان فیھم والذین یلونھم والذین یلونھم خاصۃ لانہ کان
الامر مستقیما وقال القرطبی فیہ تنبیہ علی صحۃ مذہبھم و سلامتھم
من البدع وان عملھم حجۃ کما رواہ مالک قلت ہذا انما کان فی
زمن النبی صلعم والخلفاء الراشدین الی انقضاء القرون
الثلثۃ وہی تسعون سنۃ اما بعد فقد تغیر الاحوال وکثرت
البدع خصوصا فی زماننا ہذا کما لا یخفی (ترجمہ) کہا داؤدی نے
تھا سمٹنا دین کا مدینہ میں زمانہ جناب نبی صلعم اور اُس قرن میں کہ تھے
حضرت اُسمیں اور قرن صحابہ و تابعین میں تھا خاصۃ اسواسطے کہ تھا دین فی
مستقیم - اور کہا قرطبی نے اس حدیث میں تنبیہ ہے صحت مذہب پر
اہل مدینہ کے اور اُن کے طریق کے سالم رہنے پر بدعات سے اور اسبات پے
کہ عمل اہل مدینہ حجت ہے جیسا کہ روایت کیا ہے امام مالک نے میں کہتا
ہوں کہ رہی یہ بات زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد خلفاء راشدین میں
گزرنے قرون ثلثلہ تک اور یہ نوے برس ہوتے ہیں اور بعد قرون
ثلاثہ کے بدل گئے احوال اور بکثرت ہوگئیں بدعات خصوصاً اِس زمانہ
میں جیسا کہ ظاہر ہے ٭

اور غایۃ التوضیح للجامع الصحیح شرح صحیح بخاری میں لکھا قال الداودی ہذا کان فی
حیات النبی صلعم والقرن الذی کان فیہم والذین یلونہم خاصۃ وقال القرطبی فیہ
تنبیہ علی صحۃ مذہب اہل المدینۃ وسلامتہم من البدع وان عملہم حجۃ کما رواہ مالک
انتہی ونہان سلم اختص بعصر النبی صلعم والخلفاء الراشدین واما بعد ظہور الفتن
وانتشار الصحابۃ فی البلاد فلاسیما فی اواخر المائۃ الثانیۃ وہلم جرا وہو بالمشاہد بخلاف
ذالک (ترجمہ) اور یہ تسلیم کیا جاوے تو خاص ہوگا زمانہ نبی صلعم اور زمانہ خلفاء
راشدین سے مگر بعد ظاہر ہونے فتنوں اور منتشر ہوجانے صحابہ کے اور شہروں
میں خصوصاً آخر دوسری صدی سے حال بالمشاہدہ اسکے خلاف۔ اور ملا علی قاری
نے شرح مشکوۃ میں لکھا ولو ادرک الاولون ما انتہی الیہ الآخرون کما علیہ اہل زماننا
الغافلون لحکموا بحرمۃ المجاورۃ فی الحرمین الشریفین من شیوع الفتن وکثرۃ الجہل
وقلۃ العلم وظہور البدع وفشوا المنکرات والسیئات واکل الحرام والشبہات انتہی
(ترجمہ) اگر پاتے متقدمین اس چیز کو کہ اختیار کیا اسے پچھلے لوگوں نے جیسا کہ قائم
ہیں اس پر وہ آدمی جو غافل ہیں ہمارے زمانہ میں بیشک حرام بتلاتے مجاورت
حرمین شریفین کو بسبب ظاہر ہونے فتنوں اور کثرت جہل کے اور قلت علم اور
ظہور بدعات اور عام ہوسے منکرات اور بری باتوں کے اور کما لینے حرام و
شبہات کے۔ اور بعض اشخاص یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہدایہ میں ہے الاذان
قبل الوقت یجوز للفجر من النصف والاخیر من اللیل لتوارث اہل الحرمین (ترجمہ)
اذان قبل وقت فجر کے جائز ہے بعد گزرنے نصف شب کے بوجہ توارث اہل حرمین کے
اس سے معلوم ہوا کہ قول اہل حرمین کا حجت ہے صاحب ہدایہ کے نزدیک کہ اکابر
حنفیہ میں سے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ دلیل نہایت ضعیف ہے بلکہ باطل ہدایہ
کی عبارت یوں ہے قال ابو یوسف وہو قول الشافعی یجوز للفجر فی النصف الاخیر

من اللیل لتوارث اہل الحرمین والحجۃ علے الکل قولہ علیہ السلام لبلال لا تؤذن حتے یستبین لک الفجر ہکذا ومد بیدیہ عرضا (ترجمہ) کہا ابو یوسف نے اور وہی قول شافعی کا ہے کہ جائز ہے اذان فجر کی اخیر نصف شب میں واسطے توارث اہل حرمین کے اور حجت ہے فرمانا آنحضرت کا بلال سے کہ مت اذان دو تم حتے کہ ظاہر ہو جاوے تم پر فجر اس طرح سے اور اشارہ کیا حضرت نے اپنے ہاتھوں سے عرض آسمان کی طرف حاشیہ ہدایہ میں تحت قول والحجۃ علے الکل کے لکھا ہے لے علے ابو یوسف والشافعی واہل الحرمین یعنی ان الحدیث حجۃ علے الآخذ والماخوذ منہ ۔ سیف الاسلام میں اس مستدل کی طرف سے یہ توجیہ کی کہ اس کلام سے علے العموم احتجاج توارث اہل حرمین باطل نہیں ہوتا بلکہ اسوقت میں کہ مخالف نص ہو انتہی احقر کہتا ہے یہ بات مبنی علام فہم پر ہے اسواسطے کہ مستدل ہدایہ سے متمسک ہوا تھا اور ہدایہ سے وہ بات پایہ ثبوت کو نہ پہنچی پس استدلال مستدل کا کیونکر صحیح ہوگا اور جو عبارت ہدایہ کی سیف الاسلام میں بیان تراویح سے نقل کی اُس سے بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ عادت اہل حرمین شرع میں ہر جگہ معتبر ہو خود صاحب ہدایہ کے لکھنے سے حسب قرار صاحب رسالہ سیف الاسلام کے ثابت ہوا کہ توارث اہل حرمین خلاف حدیث بھی ہوا کرتا ہے اور کیونکر عالم بعلوم شرعیہ اسبات کو قبول کر سکتا ہے کہ عمل اہل مدینہ و مکہ شرع میں حجت ہے حالانکہ کتب حنفیہ ور کتب حدیث مثل مؤطا وغیرہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حنفیوں کے نزدیک یہ بات مقبول نہیں البتہ کسی مقام پر مثل تراویح وغیرہ کے جہاں پر علماء حنفیہ نے معتبر کر رکھا ہے قابل قبول ہے سو وہ بھی مقلدین حنفیہ کے نزدیک ۔ علاوہ بریں توارث اور چیز ہے اور بدعت اور چیز جس فعل کا بدعت ہونا معلوم ہو اسمیں قول اور فعل اہل حرمین کا ہرگز حجت نہیں تعجب ہے کہ یہ لوگ فتوی اہل حرمین مولد شریف میں پیش کرتے ہیں اور جو فاتحہ رسمیہ اور

صلوۃ غوثیہ اور بکرا شیخ سدو اور تکفیر معتقد غیب دانی حضرت صلعم اور اولیاء کرام میں لکھا اُسکو پس پشت ڈالتے ہیں اور اسی طرح جو استعانت اہل قبور میں اہل مکہ نے لکھا وہ بھی انکے نزدیک غیر مقبول ہے۔ ایک دلیل مجوزین مولد کی یہ بھی ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار یعنی اتباع کرو تم بڑے گروہ کا اسواسطے کہ جو شخص جدا ہوگا گروہ سے ڈالا جاویگا دوزخ میں۔ مولد کے کرنیوالے اور جائز رکھنے والے بہت سے ہیں اور منکر قلیل پس مجوزین حق پر ہوئے اور منکرین باطل جواب اسکا یہ ہے کہ کثرت اور قلت کو حق اور باطل میں دخل نہیں اگر کثرت علی الاطلاق موجب حقیت ہو تو چاہئے کہ مشرکین اور کفار حق پر ہوویں اور اسی طرح فساق کہ بہ نسبت اہل تقوی کے کثرت سے ہیں اور چاہئے کہ حضرت امام حسین ؓ ناحق پر ہوں اور یزید حق پر ہو وہو باطل بالاتفاق عند المسلمین اور اس حدیث کے معنی یہ نہیں کہ جو تم نسمجھے ہوا بوشامہ اُستاد شیخ نووی نے جو تمھارے نزدیک مجوز مولد ہیں کہا حیث جاء الامر بلزوم الجماعۃ فالمراد بہ لزوم الحق واتباعہ وان کان المتمسک بہ قلیلاً والمخالف لہ کثیراً لان الحق ما کان علیہ الجماعۃ الاولے وہم الصحابۃ ولا عبرۃ الے کثرۃ الباطل بعدہم (ترجمہ) جس جگہ کہ حکم اتباع جماعت کا آیا اُس سے مراد اختیار کرنا حق کا اور اتباع اُس کا یہ ہے اگرچہ موافق اُسکے قلیل ہوں اور مخالف بکثرت اسواسطے کہ حق وہ چیز ہے کہ جس پر جماعت اُولے یعنی صحابہ تھے اور بعد انکے کثرت اہل باطل کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ اور فضیل بن عیاض نے فرمایا الزم طریق الہدے ولا یضرک قلۃ السالکین ایاک وطریق الضلال ولا تغتر بکثرۃ الہالکین (ترجمہ) لازم کر تو اتباع طریقت ہدایت کا اور

نہ گھٹنا کرنا قلت سالکین کا اور بچانا آپ کو طریق ضلال سے اور نہ دھوکا کھانا
کثرت ہلاک ہونیوالوں سے۔ اور حضرت سفیان ثوری نے کہ اکابر اولیاء اللہ
مجتہدین میں سے تھے فرمایا لوان فقیہا علی راس الجبل لکان ہو الجماعۃ یعنے
اگر ایک عالم متبع حق چوٹی پہاڑ پر ہو وہی جماعت ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے
بستان المحدثین میں لکھا کہ اسحاق بن راہویہ را از معنے این حدیث سوال کردند
کہ علیکم بالسواد الاعظم گفت محمد بن اسلم الطوسی و اتباعہ پنجاہ سال است کہ او را
امتحان کردم ہرگز خلاف سنت از وے حرکتے بوقوع نیامدہ و چون وفات یافت
بر وے دہ لک کس نماز گذاردند و منہم سفیان الثوری انتہی الخیر کثیر و من یعمل بہ
قلیل اخرجہ الطبرانی فی الاوسط عن ابن عمر مرفوعا والخیر کثیر و قلیل فاعلہ اخرجہ
الخطیب فی التاریخ عن ابن عمر مرفوعا وقال اللہ تعالے الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات
و قلیل ما ہم و قال اللہ تعالے و منہم المومنون و اکثرہم الفاسقون و قال اللہ تعالے
و قلیل من عبادی الشکور (ترجمہ) خیر کثیر ہے اور جو لوگ عاملین اسکے ہیں وہ تھوڑے
ہیں روایت کیا اسکو طبرانی نے اوسط میں ابن عمر سے مرفوعاً اور خیر بہت ہے اور
تھوڑے ہیں فاعل اسکے روایت کیا اسکو خطیب نے تاریخ میں ابن عمر سے مرفوعا اور فرمایا
اللہ تعالے نے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے اور تھوڑے ہیں وہ اور فرمایا
اور بعض ان میں سے مومن ہیں اور اکثر فاسق اور فرمایا تھوڑے ہیں میرے بندوں سے
شکر گذار۔ بعض مجوزین مولد یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے ماراٰہ المسلمون
حسنا فہو عند اللہ حسن اور اس عمل مولد کو بہت مسلمانوں نے اچھا کہا ہے اور نیک
جانا ہے پس اللہ تعالے کے نزدیک بھی اچھا ہوگا جواب سکا یہ ہے کہ تم اس حدیث کے
معنی نہیں سمجھے ہو بدعت کی تحقیق میں ہمنے اس حدیث کی کما ینبغی شرح کی یہاں بھی
کچھ شرح اسکی بطرز جدید کہ جو مجالس الابرار میں مرقوم ہے لکھتے ہیں اسکو گوش ہوش سے سننا چاہئے

قال صاحب المجالس فان قیل قد اعتاد کثیر من الناس ان یستدلوا علے عدم کراہتہ ما اعتادوہ
من البدعۃ بحدیث شائع بینہم وہو ماراٰہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن وماراٰہ
المسلمون قبیحا فہو عند اللہ قبیح وہل یصح ہذا الاستدلال منہم ام لا یصح فالجواب علے ما ذکرہ
بعض الفضلاء ان ہذا استدلال لا یصح والحدیث حجۃ علیہم لا لہم لانہ بعض حدیث
موقوف علی ابن مسعود رواہ احمد والبزار والطبرانی والطیالسی وابو نعیم ہکذا ان اللہ تعالیٰ
نظر فی قلوب العباد فاختار محمدا فبعثہ برسالتہ ثم نظر فی قلوب العباد فاختار لہ اصحابا فجعلہم
انصار دینہ ووزراء نبیہ فماراٰہ المسلمون حسناً فہو عند اللہ حسن وماراٰہ المسلمون قبیحا
فہو عند اللہ قبیح ولاشک ان اللام فی المسلمین لیس لمطلق الجنس لان الحدیث ح یکون
مخالفا لقولہ ستفترق امتی علی ثلث وسبعین فرقۃ کلہم فی النار الا واحدۃ لان کلاً
من فرق الامۃ مسلم یری مذہبہ حسنا فیلزم ان لا یکون فرقۃ منہا فی النار وکذا بعض المسلمین
یری شیئا حسنا وبعضہم یراہ قبیحا فیلزم ان لا تمیز الحسن من القبیح بل ہو اما للعہد والمعہود
ما ذکر فی قولہ فاختار لہ اصحابا فیکون المراد بالمسلمین الصحابۃ فقط او لاستغراق خصائص
الجنس فیراد بالمسلمین اہل الاجتہاد الذین ہم الکاملون فی صفۃ الاسلام صرفا للمطلق
الی الکمال لان المطلق عند عدم القرینۃ ینصرف الی الفرد الکامل وہو المجتہد
فیکون المعنے ماراٰہ الصحابۃ او اہل الاجتہاد حسنا فہو عند اللہ حسن وماراٰہ الصحابۃ
او اہل الاجتہاد قبیحا فہو عند اللہ قبیح ویجوز ان یکون الاستغراق الحقیقی فیکون المعنے ماراٰہ
جمیع المسلمین حسنا فہو عند اللہ حسن وماراٰہ جمیع المسلمین قبیحا فہو عند اللہ قبیح وما اختلف فیہ
فالعبرۃ ح للقرون المشہود لہم بالخیر لا للقرون المشہود لہم بالکذب وعدم الاعتماد
فی قولہ علیہ السلام خیر القرون قرنی الذی بعثت فیہم ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم
ثم یفشو الکذب فلا یعتمد اقوالہم وافعالہم ولا ریب ان الصحابۃ والتابعین والائمۃ المجتہدین
کانوا یرون ما جاوز قدر الضرورۃ من البدعۃ قبیحا فہو عند اللہ قبیح انتہی (ترجمہ) اگر

اگر کوئی شخص کہے کہ عادت بہت لوگوں کی ہے دلیل لاتے ہیں غیر مکروہ ہونے پر
اُن بدعات کے جنکی عادت کر لی ہے حدیث مشہور سے درمیان اُنکے اور وہ یہ ہے
کہ جس چیز کو بہتر جانیں مسلمان وہ خدا کے نزدیک بہتر ہے اور جس چیز کو قبیح جانیں
مسلمان وہ اللہ کے نزدیک بھی قبیح ہے کیا صحیح ہے یہ استدلال اُنکا یا نہیں
تو جواب اُسکا جس طرح کہ ذکر کیا بعض علما نے یہ ہے کہ یہ استدلال اُنکا صحیح نہیں ہے
اور یہ حدیث اُنکی حجت نہیں ہو سکتی بلکہ ہماری دلیل ہے اسواسطے یہ ٹکڑا ہے حدیث
جو موقوف ہے ابن مسعود پر روایت کیا اسکو امام احمد اور بزار اور طبرانی اور طیالسی
اور ابو نعیم نے اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں کو دیکھا پس برگزیدہ کیا
اُنمیں سے محمد کو اور مبعوث کیا ساتھ رسالت کے بعد اسکے پھر بندوں کے دلوں کو دیکھا
پس برگزیدہ کیا واسطے اُنکے اصحاب کو پس کیا اُنکو مددگار دین کا اور وزیر اپنے نبی
کا پس جس چیز کو بہتر جانیں مسلمان وہ اللہ کے نزدیک بہتر ہے اور جس چیز کو کہ قبیح
جانیں وہ اللہ کے نزدیک قبیح ہے اور اسمیں شک نہیں کہ الف لام لفظ مسلمون کا
جو حدیث میں واقع ہے مطلق جنس کا نہیں ہو سکتا ورنہ لازم آئیگا کہ یہ حدیث مخالف
حدیث دوسری کے ہو جائے قریب ہے کہ منقسم ہو جائیگی میری امت اوپر تہتر فرقوں
کے سوا ایک فرقہ کے سب داخل جہنم ہونگے اسواسطے کہ ہر ایک فرقہ مسلمانوں کا اپنے
مذہب کو بہتر جانتا ہے تو چاہیئے کہ کوئی فرقہ داخل جہنم میں نہو اور اسیطرح شئے
واحد کو بعض مسلمان تو بہتر جانتے ہیں اور بعض اُسکو قبیح پس لازم آئیگا کہ نیک و بد
میں تمیز نہو سکے بلکہ الف لام مسلمون پر یا عہد کا ہے اور معہود اس صورت میں
مسلمون سے وہ چیز ہے کہ جو مذکور قول آنحضرتؐ میں ہے یعنی پس برگزیدہ کیا
واسطے اُنکے اصحاب کو پس ہوونگے مراد مسلمانوں سے اس حدیث میں صحابہ فقط
اور یا واسطے استغراق خصایص جنس کے ہے پس مراد مسلمانوں سے اس حدیث میں

اہل اجتہاد ہیں جو صفت اسلام میں سب سے زیادہ ہیں واسطے پھیرنے مطلق کے طرف
کمال کے اسواسطے کہ مراد مطلق سے وقت عدم قرینہ کے فرد کامل ہوتا ہے اور
فرد کامل مسلمین کے مجتہدین ہیں پس معنی حدیث کے یہ ہونگے کہ جس شئے کو
صحابہ یا مجتہدین بہتر جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے اور جس چیز کو
صحابہ یا مجتہدین بُرا جانیں وہ خدا کے نزدیک بھی بُری ہے اور الف لام استغراق
حقیقی کا بھی ہوسکتا ہے پس معنی یہ ہونگے کہ جس چیز کو سب مسلمان باتفاق
بہتر جانیں وہ خدا کے نزدیک بھی بہتر ہے اور جس چیز کو سب مسلمان بلا اختلاف
بُرا جانیں وہ خدا کے نزدیک بھی بُری ہوگی اور مسائل مختلفہ میں اعتبار خاص
قرون ثلثہ کا ہے جن میں خیر ہونے کی گواہی ہے نہ اُن قرنوں کا کہ جنمیں
رواج کذب اور عدم اعتماد کی گواہی ہے قول آنحضرتؐ میں بہتر زمانوں کا
وہ قرن ہے کہ جسمیں مَیں مبعوث ہوا بعدہ زمانہ اُن لوگوں کا جو قریب اُسکے
ہونگے پھر زمانہ اُن لوگوں کا جو بعد اُنکے ہونگے اور بعد ان تین زمانوں
کے جھوٹھ ظاہر ہوگا پس اُنکے اقوال و افعال پر اعتماد نکرنا چاہیئے اور اسمیں
شک نہیں کہ صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین جانتے تھے اُس چیز کو جو بلا
از قدر ضرورت ہو جیسے بدعت سیئے قبیح پس وہ خدا کے نزدیک بھی قبیح ہوگی۔
اور بعض مجوزین مولد یہ دلیل پیش کرتے ہیں لا تجتمع امتی علی الضلالۃ
یعنی نہ جمع ہوویگی میری امت گمراہی پر۔ اور کہتے ہیں کہ جواز مولد پر اجماع
ہوگیا ہے جواب اُسکا یہ ہے کہ تم معنی اجماع کے نہیں جانتے اجماع جو حجت
شرعی ہے وہ عبارت ہے اتفاق جمیع مجتہدین امت محمد صلعم سے امر شرعی
تلویح توضیح میں ہے وہو فی الاصطلاح اتفاق المجتہدین من امۃ محمد صلعم
علے حکم شرعی (ترجمہ) معنی اجماع کے اصطلاح میں اتفاق مجتہدین کا ہے

امت محمدیہ سے حکم شرعی پر۔ نورالانوار میں ہے اہل الاجماع من کان مجتہدا صالحا الا فی مالیستغنی من الرای فانہ لایشترط فیہ اہل الاجتہاد بل لا بد فیہ من اتفاق الکل من الخواص والعوام حتے لو خالف واحد منہم لم یکن اجماعا انتہے۔

(ترجمہ) اہل اجماع مجتہد صالح ہیں سوائے ان مسائل کے جو رائے کے محتاج نہیں اسواسطے اجماع میں مجتہدین کا ہونا ضرور نہیں بلکہ اسمیں اتفاق سب آدمیوں کا ہے خواص وعوام سے ضرور ہے کہ اگر ایک آدمی بھی مخالفت کریگا اجماع منعقد نہ ہوگا۔

اب ملاحظہ کرو کہ اول مجوزین مولد مسلم الاجتہاد کب تھے دوسرے اتفاق جمیع مجتہدین کا اسپر کب ہوا ہے مجالس الابرار میں ہے ومثلہ قولہ علیہ السلام لاتجتمع امتی علے الضلالۃ فان المراد بالامۃ فی ہذا الحدیث اہل الاجماع الذی ہو کل مجتہد لیس فیہ فسق ولا بدعۃ اصلا لان الفسق یورث التہمۃ ویسقط العدالۃ وصاحب البدعۃ یدعوا الناس الے البدعۃ ولا یکون من الامۃ علے الاطلاق لان المراد بالامۃ المطلقۃ اہل السنۃ والجماعۃ وہم الذین طریقتہم طریق النبی علیہ السلام واصحابہ دون اہل البدع والضلال کما قال النبی علیہ السلام امتی من استن بسنتی ویصح ان یراد بامتی جمیع الامۃ بناء علے ان الاضافۃ کالام قد یکون للاستغراق فیکون المعنی لاتجتمع جمیع امتی فی زمان من الازمنۃ علے الضلالۃ کما اجتمع الیہود والنصارے بعد نبیہم علے الضلالۃ فیکون ہذا الحدیث موافقا لقولہ علیہ السلام لایزال طائفۃ من امتی قائمین بامر اللہ لا یضرہم من خذلہم ولا من خالفہم حتے یاتی امر اللہ انتہے۔

(ترجمہ) اور مثل اس کے قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ نہ جمع ہوگی امت میری ضلالت یعنی گمراہی پر اسواسطے کہ مراد امت سے اس حدیث شریف میں اہل اجماع ہیں اور (اصطلاح محدثین میں) ہر مجتہد وہ ہے کہ

جسمیں مطلق فسق و بدعت نہ پاجائے اسواسطے کہ فسق پیدا کرتا ہے تہمت کو اور
ساقط کرتاہے عدالت کو اور صاحب بدعت بلاتا ہے آدمیوں کو طرف بدعت
کے اور نہیں ہوسکتا وہ مصداق امت کا علے الاطلاق اسواسطے کہ مصداق
امت مطلقہ اہل سنت وجماعت ہیں اور وہ لوگ ہیں کہ طریقہ انکا طریقہ نبی
اور انکے اصحابکا ہے نہ اہل بدعت وضلالت جیساکہ فرمایا نبی صلعم نے کہ امت
میری وہ شخص ہے جو میری سنت کا اتباع کرے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مراد امت
سے اس حدیث میں جمیع امت ہو اسواسطے کہ اضافت بھی مثل الف لام کے کبھی
واسطے استغراق کے ہوتی ہے پس معنی حدیث کے یہ ہونگے کہ جمع نہوگی ساری امت
میری کسی زمانہ میں گمراہی پر جسطرح کہ جمع ہوگئے ہیں یہود و نصاری بعد اپنے نبی کے
ضلالت پر اس صورت میں یہ حدیث موافق ہوگی واسطے قول آنحضرت کے کہ
ہمیشہ رہیگا ایک گروہ میری امت کا قایم خدا کے دین پر اور ضرر نکریگا انکو جو انکی
رسوائی کے درپیے ہوا اور انکی مخالفت کرے قیامت تک ۔ اگر کوئی کہے کہ اگرچہ مجوزین
اسکے مجتہد نہ تھے لیکن تمام امت اسپر مجتمع ہے جواب اسکا یہ ہے کہ یہ بات محض
غلط ہے ہزارہا آدمی علما اور فضلا ایسے اسکے منکر ہیں اور بعض لوگ جو نہایت دعوی
تدقیق اور تحقیق کا رکھتے ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ تعامل مولد کا تمام امصار
اور اطراف اور اکناف میں ہوگیا ہے اور تعامل علما کے نزدیک حجت ہے اسکا جواب
ہے کہ درمختار میں ہے وجوز بعض مشائخ بلخ بیع الشرب لتعامل اہل بلخ والقیاس
یترک للتعامل فنوقض بانہ تعامل اہل بلدۃ واحدۃ انتہی (ترجمہ) اور جائز رکھا بعض
مشائخ بلخ نے پانی کے بارے بیچنے کو واسطے تعامل اہل بلخ کے اور قیاس تعامل کے
مقابلہ میں چھوڑ دیا جاتا ہے اور یہ بات اس طرح رد کی گئی ہے کہ یہ فقط ایک شہر والونکا
تعامل ہے یعنے یہ مقابل قیاس نہیں ہوسکتا ۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ تعامل دو قسم کا ہے

ایک یہ کہ جمیع بلاد میں ہو اور ایک وہ کہ بعض بلاد میں ہو وہ تعامل حجت ہے کہ جو
جمیع بلاد میں ہو اور صدر اول سے مستمر چلا آیا ہو اور تعامل مولد ایسا نہیں علاوہ
اسکے تعامل معاملات میں ہوتا ہے نہ عبادات میں فصول شرح اصول شاشی میں یہ
بات مذکور ہے صاحب سیف الاسلام نے تعامل کے معنی نہ سمجھے اور اسیطرح توارث
اور تعامل اور عرف میں بھی فرق نہ کیا عمدہ ذوالبصائر حاشیہ اشباہ والنظائر میں
مرقوم ہے قال فی الغیاثیۃ قال ابو اللیث النسج بالثلث والربع لایجوز عند علمائنا لکن
مشایخ بلخ استحسنوا واجازوہ لتعامل الناس قال وبہ ناخذ قال السید الامام الشہید لا ناخذ
باستحسان مشایخ بلخ وانما ناخذ بقول اصحابنا المتقدمین لان التعامل فی بلدۃ لایدل
علی الجواز مالم یکن علی الاستمرار من الصدر الاول فیکون ذلک دلیلا علی تقریر النبی صلعم
ایاہم علی ذلک فیکون شرعا منہ فاذا لم یکن کذلک لایکون فعلہم حجۃ الا اذا کان کذلک
من الناس کافۃ فی البلدان کلہا فیکون اجماعا والاجماع حجۃ الا تری انہم لو تعاملوا
علی بیع الخمر والزنا لایفتی بالحل انتہی (ترجمہ) فتاوی غیاثیہ میں لکھا ہے کہ کہا ابو اللیث
نے بنا کپڑے کا تہائی یا چوتھائی ٹھیرا کر ہمارے علما کے نزدیک درست نہیں لیکن
مشایخ بلخ نے بہتر جانا اسکو اور اجازت دی اسکے بننے کی بوجہ تعامل آدمیوں کے
کہا ابو اللیث نے ہم بھی اسی قول کو مانتے ہیں کہا سید امام شہید نے نہیں جب جانتے
ہم بہتر جاننا فقہاے بلخ کا اس امر کو بلکہ سوائے قول اپنے علماء متقدمین کے ہم اور
کسیکے قول کو نہیں مانتے اسواسطے کہ تعامل فقط ایک شہر کے لوگوں کا دلیل جواز کی
نہیں ہوتا تا وقتیکہ صدر اول سے علی سبیل الاستمرار نہ پایا جائے اسواسطے کہ وہ مفید تجویز
اس فعل کا ہے واسطے ان لوگوں کے نبی صلعم سے پس وہ تعامل شروع ہوگا نبی صلعم
سے اور اگر ایسا نہو تو فعل ان آدمیونکا حجت نہو گا جبتک کہ کل آدمی تمام شہروں کے
اسپر متفق نہوں پس ہو جاویگا وہ تعامل اجماعی اور اجماع حجت ہے دیکھو کہ اگر آدمی

سوداگری شراب اور زنا پر تعامل کریں تو فتوے نہیں دیا جائیگا حلت کا +

حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں دیگر بزعم فقیر التزام متابعت سنت سنیہ است علے صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ واجتناب از اسم ورسم بدعت از بدعت حسنہ در رنگ بدعت سیئہ احتراز نماید بوے ازیں دولت بمشام جان او نرسد وایمعنی امروز متعسر است کہ عالم در دریاے بدعت غرق گشتہ است وبظلمات بدعت آرام گرفتہ کرا مجال است کہ دم از رفع بدعت زند وباحیاے سنت لب کشاید اکثر علماے اینوقت رواج دہندہاے بدعت اند ومحو کنندہاے سنت بدعتہاے پہن شدہ را تعامل خلق دانستہ بجواز بلکہ باستحسان آں فتوے میدہند مردم را بہ بدعت ضلالت می نمایند چہ میگویند اگر ضلالت شیوع پیدا کند وباطل متعارف شود تعامل گردد مگر نمے دانند کہ تعامل دلیل استحسان نیست تعاملیکہ معتبر است ہمان است کہ از صدر اول آمدہ است یا باجماع جمیع مردم حاصل گشتہ کما ذکر فی الفتاوے الغیاثیہ قال الشیخ الامام الشہید رحمہ اللہ سبحانہ لانا خذ باستحسان مشائخ بلخ وانما ناخذ بقول اصحابنا المتقدمین رحمہم اللہ سبحانہ لان التعامل فی بلدۃ لا یدل علے الجواز وانما یدل علی الجواز ما یکون علی الاستمرار من الصدر الاول لیکون ذلک دلیلا علے تقریر النبی ایاہم علے ذلک فیکون منہ علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام واما اذا لم یکن کذلک لا یکون فعلہم حجۃ الا اذا کان ذلک من الناس کافۃ فی البلدان کلہا لیکون اجماعا والاجماع حجۃ الا ترے انہم لو تعاملوا علے بیع الخمر وعلے الربوا لا یفتے بالحل وشک نیست کہ علم بہ تعامل کافہ انام وبعمل جمیع قری وبلدان از حیطہ بشر خارج است باقی ماند تعامل صدر اول کہ فی الحقیقت تقریر است از آں سرور علیہ الصلوۃ والسلام وراجع است بسنت او علیہ وعلے آلہ الصلوۃ والسلام بکجا بحث [illegible] بدعت کدام انتہی ۔ شامی نے رد محتار میں لکھا کون ذلک متعارفاً

لا یقتضی جوازہ عند الامام القائل بحرمۃ الکلام ولو امر بالمعروف اور وسلام استدلالا

بما مر ولا عبرۃ بالعرف الحادث اذا خالف النص لان التعارف انما یصلح دلیلا علی

الحل اذا کان عاما من عہد الصحابۃ والمجتہدین کما صرحوا بہ انتہی (ترجمہ) اسکا متعارف

ہونا مقتضی جواز نہیں ہوسکتا امام صاحب کے نزدیک جو قایل حرمت کلام کے ہیں

خطبہ میں مطلقاً اگرچہ امر بالمعروف یا جواب سلام ہو اس دلیل سے جو گزر گئی اور

عرف حادث جو مخالف نص کے ہو معتبر نہیں ہوتا اسواسطے کہ وہ تعارف حجت

حلت کی ہوسکتا ہے جو عہد صحابہ اور مجتہدین سے ثابت ہو جیسا کہ فقہا نے اس

کی تصریح کی ہے ۔ اور بعض مجوزین مولد دلیل درمختار سے لاتے ہیں کہ اس میں

لکھا الوقوف بعرفات تشبیہا بالواقفین لیس بشئ ہو نکرۃ فی موضع النفی فیعم

لانواع العبادۃ من فرض وواجب ومستحب فیفید الاباحۃ وقیل یستحب ذلک کذا

فی المسکین وقال الباقانی لو اجتمعوا لشرف ذلک الیوم وسماع الوعظ بلا وقوف وکشف

الراس جاز بلا کراہۃ اتفاقا انتہی (ترجمہ) عرفہ کے روز عرفات والوں کی مشابہت

سے کھڑا ہونا کچھ شے نہیں چونکہ لفظ شے نکرہ ہے اور نفی کے تحت میں واقع ہے

پس جمیع اقسام عبادت فرض وواجب اور مستحب کو شامل ہے پس اس فعل کے

مباح ہونیکو مفید ہوگا اور کہا گیا ہے کہ یہ فعل مستحب ہے ۔ مسکین شرح کنز میں ہے

اور کہا باقانی نے کہ جمع ہونا آدمیوں کا بوجہ شرف اس دن کے واسطے سماع وعظ

کے بغیر اسکے کہ سر کھولیں یا کھڑے ہوں جائز ہے بلا کراہت اتفاقاً ۔ اقول طحطاوی نے در

قال الباقانی کے لکھا قال فی النہر والحاصل ان عباراتہم ناطقۃ علی ترجیح الکراہۃ و

شذوذ غیرہ انتہی (ترجمہ) کہا کہ کتاب نہر الفائق میں لکھا ہے ۔ حاصل کلام

یہ ہے کہ عبارتیں فقہا کی ترجیح کراہت پر اس فعل کے اور اسکے غیر کے شاذ

ہونے پر ناطق ہیں +

اور شامی فی حاشیہ در مختار میں ذیل و قیل یستحب کے لکھا لعلہ المراد من قول النہایۃ عن ابی یوسف
و محمد فی غیر روایۃ الاصول انہ لا یکرہ لما روی ان ابن عباس فعل ذلک بالبصرۃ الخ
قال فی الفتح وہذا یفید ان مقابلہ من روایۃ الاصول الکراہۃ ثم قال و ہو الاولی حسما لمفسدۃ
اعتقادیۃ یتوھم من العوام و نفس الوقوف و کشف الرؤس یستلزم التشبہ و ان لم یقصد
فالحق انہ ان عرض الوقوف فی ذلک الیوم بسبب یوجبہ کالاستسقاء مثلاً لا یکرہ اما اذا
قصد ذلک الیوم بالخروج فیہ فہو فی معنے التشبیہ اذا تاملت ما فی جامع التمرتاشی لو اجتمعوا
الشرف ذلک الیوم جاز یحمل علیہ بلا وقوف و کشف آہ والحاصل ان الصحیح الکراہۃ
کما فی الدر بل فی البحر ان ظاہر ما فی غایۃ البیان انہا تحریمیۃ و فی النہر ان عباراتہم
ناطقۃ بترجیح الکراہۃ و شذوذ و غیرہ انتہی (ترجمہ) شاید کہ استحباب سے مراد ہے روایت
ابو یوسف اور محمد سے جو روایت کتب اصول کے سوا ہے کہ عرفہ کے روز بطور مذکور
کھڑا ہونا مکروہ نہیں جیسے کہ روایت میں آیا ہے کہ کیا تھا اس فعل کو حضرت ابن عباس
نے بصرہ میں فتح القدیر میں ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت اصول سے کراہت
اس فعل کی ثابت ہے اور بعد اسکے لکھا کہ یہی اولی ہے واسطے رفع فساد اور اعتقاد کے جو
عوام سے متوہم ہے اور صرف کھڑا ہونا اور سر کھولنا مستلزم مشابہت کو ہے اگرچہ یہ مقصود نہو
پس حق یہ ہے کہ اگر کھڑا ہووے اس روز کسی وجہ سے جو باعث اسکی ہو مثل استسقاء وغیرہ کے
تو یہ مکروہ نہوگا، و اگر قصد کرے باہر نکلنے کا خاص اس روز کی وجہ سے تو یہ داخل تشبہ ہے
اور جو مضمون جامع تمرتاشی میں ہے اگر جمع ہوں آدمی بوجہ شرف اس روز کے جائز ہے
بعد تامل کے محمول ہے اسپر کہ بدون کھڑے ہونے اور سر کھولنے کے ہو حاصل یہ کہ صحیح مکروہ
ہونا اس فعل کا ہے جیسے کہ در میں لکھا ہے اور بحر الرائق میں بڑھ کر اس سے لکھا ہے کہ
ظاہر عبارت غایۃ البیان کی یہ ہے کہ یہ فعل مکروہ تحریمی ہے اور نہر الفائق میں ہے
کہ عبارتیں فقہا کی رجحان کراہت اور شذوذ غیر پر ناطق ہیں اور شیخ ابن ہمام نے

فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں لکھا لیس بشئے ظاہر شل ہذا اللفظ انہ مطلوب الاجتناب وقال
فی النہایۃ ای لیس بشئ یتعلق بہ الثواب ہو یصدق علی الاباحۃ ثم قال وعن ابی یوسف
ومحمد فی غیر روایۃ الاصول انہ لایکرہ لما روی ان ابن عباس فعل ذلک بالبصرۃ
انتہی (ترجمہ) ظاہر لفظ لیس بشئے وغیرہ سے یہ ہوتا ہے کہ اس شے سے احتراز کرنا چاہیے
اور نہایہ میں ہے کہ یہ کھڑا ہونا ایسا فعل نہیں جسپر کچھ ثواب مرتب ہووے اور یہ معنی
مباح میں بھی پائے جاتے ہیں اور ابو یوسفؒ اور محمدؒ سے روایت اصول کے سوا منقول ہے
کہ یہ فعل مکروہ نہیں اسواسطے کہ حضرت ابن عباس نے اسکو بصرہ میں کیا تھا۔ اور امداد الفتاح
شرح نور الایضاح میں لکھا ہے والتعریف یجئ لمعان الاعلام والتطییب من العرف
ہو الریح وانشاد الضالۃ والوقوف بعرفات والتشبہ باہل الموقف وہو المراد ہہنا تجمعون
فی مکان یوم عرفۃ وہو لیس الشئ معتبر فہو غیر مسنون وغیر مستحب وسئل الامام مالک
عن ذلک فقال وانما مفاتیح ہذہ الاشیاء البدع کذا فی الدرایۃ وقال الکمال الاولی
الکراہۃ لان الوقوف عہد قربۃ فی مکان مخصوص فلا یکون قربۃ فی غیرہ انتہی (ترجمہ)
اور تعریف کے کئی معنی آتے ہیں اول اعلام کرنا دوم خوشبو لگانا اور تعریف اسوقت میں
مشتق عرف سے ہوگی جو بمعنی خوشبو ہے سوم گم ہوئی چیز کا تلاش کرنا چہارم عرفات میں
کھڑا ہونا پنجم ان لوگوں کی مشابہت کرکے کسی مکان میں عرفہ کے روز کھڑا ہونا اور
یہی معنی اسجگہ مراد ہیں اور یہ فعل کچھ شئے معتبر نہیں ہے پس وہ غیر مسنون وغیر مستحب
ہے اور اسباب کو امام مالک سے کسی نے پوچھا فرمایا کہ کنجی ایسی چیزوں کے سوا بدعات
کے اور کچھ نہیں ہے ایسا ہی درایۃ میں لکھا ہے اور کمال نے کہا کہ کراہت اولے
ہے اسواسطے کہ کھڑا ہونا صرف عرفات میں عبادت مقررہ ہے پس اسکے سوا اور جگہ
عبادت نہوگی انتہی فی الدار لعزرا الصحیح الکراہۃ ولا یجوز الاختراع فی الدین کذا فی
الکافی وفی المنع منہ حسم لمفسدۃ الاعتقادیۃ التی تتوہم من العوام ونفس الوقوف وکشف الرؤس

يستلزم التشبه وان لم يقصد ويحمل ماذكره في الكافي بقوله وعن ابي حنيفة انه ليس
بسنة وانما هو حدث احدثه الناس فمن فعله جاز انتهى على كونه بلا وقوف وكشف
رؤس قال الكمال انتهى هذا ولا يخفى مافي اجتماع نساء هذا الزمن مع الرجال والاحداث
وزحام العامة وغيرهم من الشدة والباس والفتنة وحسم ذلك واجب انتهى
(ترجمہ) اور دررعزر میں ہے اور صحیح کراہت دین میں ایجاد جائز نہیں ہے ایسا ہی ہے
کافی میں اور اس فعل سے منع کرنا چاہئے تاکہ فساد اعتقاد جو عوام سے متوقع ہے
رفع ہو اور فقط کھڑا ہونا اور سر کھولنا مستلزم تشبہ کو ہے اگرچہ قصد اسکا نہ کرے
اور وہ جو کافی میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ یہ فعل سنت نہیں
بلکہ بدعت ہے کہ لوگوں نے اُسے ایجاد کیا ہے اگر کوئی اُسکو کرے تو جائز ہے فقط
محمول اسپر ہے کہ بغیر کھڑے ہونے اور سر کھولنے کے یہ فعل کیا جاوے کمال نے یہ کہا ہے
اور پوشیدہ نہیں ہے جو اس زمانہ میں عورتوں اور مردوں کے اجتماع اور احداث
بدعت اور ہجوم عوام وغیرہ سے شدت اور تکلیف اور فتنہ ہوتا ہے جسکا دفع کرنا واجب
ہے۔ اور بعضے مجوزین مولد عبارت درمختار کی کہ بیچ بیان جواز مصافحہ بعد عصر کے ہے
پیش کرتے ہیں قوله كالمصافحة اے كما يجوز المصافحة لانها سنة قديمة متواترة بقوله صلعم
من صافح اخاه المسلم وحرك يده تناثرت ذنوبه واطلاق المصنف تبعا للدرر والكنز
والوقاية والمجمع والملتقى وغيره يفيد جوازها وبعد العصر وقولهم انه بدعة اے مباحة حسنة
كما افاده النووي في اذكاره وغيره في غيره وعليه يحمل مانقله عنه شارح المجمع من انها بعد
الفجر والعصر ليس بشئ توفيقا فتامله انتهى (ترجمہ) یعنی جس طرح کہ جائز ہے مصافحہ اسواسطے
کہ یہ سنت قدیمہ متواترہ ہے فرمایا آنحضرت نے جو شخص کہ مصافحہ کرے اپنے بھائی
مسلمان سے اور ہلاوے اپنے ہاتھوں کو جھڑجاوینگے گناہ اُسکے اور مطلق چھوڑنا
مصنف کا مصافحہ کو بوجہ متابعت درر اور کنز اور وقایہ اور مجمع اور ملتقی وغیرہ کے

مفید جواز مصافحہ کا ہے ہر وقت میں اگرچہ بعد العصر ہو اور اسی پر محمول ہے وہ
جو نووی سے شارح مجمع نے نقل کیا ہے کہ مصافحہ بعد فجر اور عصر کے کچھ شے نہیں
ہے واسطے مطابقت کے تامل کر لو اسمیں۔ جواب اسکا یہ ہے کہ قول صاحب
درمختار کا خطا ہے شامی نے جو مقبول اور امام اہل بدعت ہے حاشیہ درمختار
میں تحت کما افادہ النووی فی اذکارہ کے لکھا ہے [1] لکن قد یقال ان المواظبة علیها
بعد الصلوة خاصة قد یؤدی الجهلة الی اعتقاد سنتها فی خصوص هذه المواضع وان لها خصوصیة
زائدة علی غیرها مع ان ظاهر کلامهم انه لم یفعلها احد من السلف فی هذه المواضع وکذا قالوا
بسنیة قراءة السور الثلاث فی الوتر مع الترک احیانا لئلا یعتقد وجوبها ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط
انه تکره المصافحة بعد اداء الصلوة بکل حال لان الصحابة ما صافحوا بعد اداء الصلوة ولانها
من سنن الروافض الی آخره ثم نقل عن ابن حجر من الشافعیة انها بدعة مکروهة لا اصل لها فی
الشرع وانه ینبه صاحبها اولا ویعزر ثانیا ثم قال وقال ابن الحاج من المالکیة فی المدخل انها
من البدع وموضع المصافحة فی الشرع انما هو عند لقاء المسلم لاخیه لا فی ادبار الصلوة فحیث
وضعها الشارع یضعها فینهی عن ذلک ویزجر فاعله لما اتی به من خلاف السنة الی آخره ثم اطال
فی ذلک فراجعه الخ انتهی وعلیه یحمل ما نقل عنه ای عن النووی فی شرحه علی صحیح مسلم کما صرح به
ابن الملک فی شرح المجمع فافهم اقول هذا الحمل بعید جدا والظاهر انه مبنی علی اختلاف رأی الامام
النووی فی کتابیه وانه فی شرح مسلم نظر الی ما یلزم علیه من المحذور وذلک لخصوصیة غیر مامور به
فلا تعارض ما قدمناه عن الملتقط من انها من سنن الروافض والله اعلم انتهی (ترجمہ) اور تبیین المحارم
میں ملتقط سے نقل کیا ہے کہ مصافحہ بعد ادائے نماز کے ہر حال میں مکروہ ہے اسواسطے
کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے مصافحہ بعد ادائے نماز کے نہیں کیا ہے دوم یہ کہ مصافحہ
بعد نماز کے کرنا طریقہ رافضیوں کا ہے ۔

[1] یہاں سے دوسری دلیل اور دوسرا قول اس مخالفین میں شروع ہوا

بعدہ صاحب تبئین المحارم نے ابن حجر شافعی المذہب سے نقل کیا ہے کہ مصافحہ بعد
نماز کے بدعت مکروہہ ہے اور شریعت میں کچھ بھی اسکی اصل نہیں اور جو شخص کہ
مرتکب اس فعل کا ہو اولاً اسکو تنبیہ کرنا چاہیئے اور اگر باز نہ آوے تو اُسے تعزیر دی
جائے اور بعد اسکے لکھا کہ ابن حاج مالکی مذہب نے مدخل میں کہا کہ مصافحہ بعد الصلوٰۃ
بدعات سے ہے اور وقت مصافحہ کا شرع میں وقت ملاقات ایک مسلمان کے دوسرے
مسلمان بھائی سے ہے نہ بعد صلوٰۃ کے پس جو وقت مصافحہ کا کہ شارع نے مقرر کیا ہے
اسیوقت کرنا چاہیئے پس مصافحہ سے بعد نماز کے منع کرنا چاہیئے اور زجر کیا جاوے مرتکب اسکا
اسواسطے کہ یہ خلاف سنت ہے اور بعد اسکے صاحب تبئین المحارم نے بہت بڑی بحث
اِس مسئلہ کی لکھی ہے پس مراجعت کر طرف اسکے اور اسی پر محمول ہے وہ جو نووی کی
شرح صحیح مسلم سے منقول ہے جیسا کہ تصریح کی اسکی ابن الملک نے شرح مجمع میں پس میں تو
اسی میں کہتا ہوں کہ حمل کرنا عبارت شرح صحیح مسلم نووی کا اس معنی پر بہت بعید ہے
ظاہر یہ ہے کہ یہ اختلاف مبنی ہے اختلاف رائے امام نووی پر دونو کتابوں میں اور امام
نووی کو شرح مسلم میں خیال اُس اعتراض کا آیا جو اُسپر لازم آتا تھا اور وہ اِس مصافحہ کا
بعد نماز کے خاصتہ غیر مامور بہ ہوتا ہے پس یہ مضمون مناقض اُسکے نہیں جو قبل اسکے
ملتقط سے ہم نقل کر چکے کہ مصافحہ بعد نماز کے طریقہ رافضیوں کا ہے واللہ اعلم اور کتاب
مجالس الابرار میں ہے اما المصافحۃ فی غیر حال الملاقاۃ مثل کونہا عقیب صلوٰۃ الجمعۃ
والعیدین کما ہو العادۃ فی زماننا فالحدیث سکت عنہ فبقی بلا دلیل وقد تقرر فی موضعہ
ان ما لا دلیل علیہ فہو مردود ولا یجوز التقلید فیہ بل یرد ہ ما روی عن عائشۃ رض انہ
علیہ السلام قال من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فہو رد ای مردود وعلی ان الفقہاء
من الحنفیۃ والشافعیۃ والمالکیۃ صرحوا بکراہتہا وکونہا بدعۃ قال فی الملتقط
تکرہ المصافحۃ بعد الصلوٰۃ بکل حال لان الصحابۃ ما صافحوا بعد الصلوٰۃ ولانہا من

سنن الروافض و قال ابن حجر من الشافعیۃ ما یفعلہ الناس بالمصافحۃ عقیب الصلوۃ الخمس بدعۃ مکروہۃ لا اصل لھا فی الشریعۃ المحمدیۃ وینبہ فاعلھا اولا ویعزر ثانیا و قال ابن الحاج من المالکیۃ فی المدخل ینبغی ان یمنع الامام من المصافحۃ بعد صلوۃ الصبح و بعد صلوۃ الجمعۃ و بعد صلوۃ العصر بل زاد بعضھم فعل ذلک بعد صلوۃ الخمس ذلک کلہ من البدع و ہذا التصریح منھم یشعر بالاجماع فلا یجوز المخالفۃ انتھی (ترجمہ) ذکر مصافحہ غیر وقت ملاقات کے کرنیکا جیسا کہ بعد نماز جمعہ اور عیدین کے ہمارے زمانہ میں جاری ہے حدیث میں کسیطرح نہیں آیا پس باقی رہا وہ بلا دلیل اور یہ مقرر اسے ہے اپنی جگہ میں کہ جس چیز کی کچھ دلیل نہو وہ مردود ہے اور اسمیں کسیکی تقلید جائز نہیں ہے بلکہ رد کرتی ہے اس فعل کو وہ روایت جو حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ فرمایا آنحضرت علیہ السلام نے جو شخص کہ ایجاد کرے ہمارے اس دین میں ایسی چیز کہ جسکی کچھ دلیل اس دین سے نہو تو وہ مردود ہے علاوہ اسکے فقہائے حنفیہ اور شافعیہ اور مالکیہ نے اسکے مکروہ اور بدعت ہونیکی تصریح کی ہے ملتقط میں ہے کہ مصافحہ بعد نماز کے ہر حال میں مکروہ ہے اسواسطے کہ اس فعل کو صحابہ نے کبھی نہیں کیا ہے اور اسواسطے کہ یہ طریقہ رافضیونکا ہے اور کہا ابن حجر شافعی المذہب نے کہ بعد پانچ نمازوں کے مصافحہ کرنا بدعت مکروہ ہے کچھ اصل اسکی شریعت محمدیہ میں نہیں ہے اولا اسکے فاعل کو اطلاع بدعت ہونے اس فعل کی دی جاوے اور بعدہ اگر نمانے تو تعزیر دینی چاہیے اور ابن حاج مالکی المذہب نے مدخل میں لکھا ہے کہ حاکم کو منع کرنا چاہیے مصافحہ سے بعد نماز صبح کے اور بعد نماز جمعہ کے اور عصر کے بلکہ زیادہ کیا ہے بعض لوگوں نے مصافحہ کو پانچوں نمازوں کے بعد اور یہ سب بدعات سے ہے اور اس تصریح فقہاء سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فعل بالاجماع مکروہ و ممنوع ہے پس مخالفت اسکی جائز نہیں ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے واما مباحۃ کالمصافحۃ بعد العصر والفجر الی عند

الشافعیۃ واما عند الحنفیۃ فمکروہ انتہی (ترجمہ) اور بدعت یا مباح ہے جیسے مصافحہ کرنا بعد عصر و فجر کے شافعیوں کے نزدیک اور نزدیک حنفیوں کے یہ مکروہ ہے۔ اور ترشیح میں لکھا ہے فی الملتقط تکرہ المصافحۃ بعد اداء الصلوۃ علی کل حال لانہا من سنن الروافض وہکذا الحکم فی المعانقۃ (ترجمہ) مکروہ ہے مصافحہ بعد ادائے نماز کے ہر حال میں اسواسطے کہ یہ سنت روافض سے ہے اور معانقہ کا بھی یہی حکم ہے اور الیضاح میں ہے المصافحۃ بعد الصلوۃ من سنن الروافض (ترجمہ) مصافحہ بعد نماز کے سنت روافض سے ہے اور محیط میں ہے یکرہ ان یصافح الرجل بعد اداء صلوۃ العید فی کل حال لان الصحابۃ ما صافحو وہو سنۃ الرافضی یعنے مکروہ ہے مصافحہ یہ کہ کرے کوئی بعد نماز عید کے ہر حال میں اسواسطے کہ کبھی صحابہ نے بعد نماز عید کے مصافحہ نہیں کیا ہے اور یہ طریقہ رافضیوں کا ہے۔ اور تحفۃ الفقہاء میں ہے اما المصافحۃ بعد اداء صلوۃ العصر فلا اصل لہ انتہی (ترجمہ) مصافحہ کرنا بعد نماز عصر کے شرع میں کچھ اصل نہیں رکھتا۔ اور شیخ عبدالحق دہلوی نے ترجمہ مشکوۃ میں لکھا۔ آنکہ بعضے مردم مصافحہ میکنند بعد از ہر نماز یا بعد از نماز جمعہ چیزے نیست و بدعت است از جہت تخصیص وقت اور خلاصۃ الفقہا میں ہے مکروہ است مصافحہ کردن بعد از فجر و عصر کذا فی الکافی انتہی۔ یہاں سے معلوم ہوا وہ جو خفاجی نے شرح شفا میں کہا وہی بعد الصلوۃ بدعۃ عندنا والاصح انہا مباحۃ یعنی مصافحہ بعد نماز کے ہمارے نزدیک بدعت ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ مباح ہے غلط ہے اور مجوزین مولد ایک اور دلیل پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ بخاری نے روایت کیا عن ابی الشعثاء انہ قال من یتقی شیئا من البیت وکان معاویۃ یستلم الارکان فقال لہ ابن عباس رض لا یستلم ہذان الرکنان فقال لہ لیس شئ من البیت مہجورا وکان ابن زبیر رض یستلمہن کلہن الی آخرہ (ترجمہ) ابوالشعثاء سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کون شخص ہے جو پرہیز کرتا ہے بیت اللہ سے حالانکہ امیر معاویہ چومتے تھے سب کونوں کو پس فرمایا ان سے حضرت ابن عباس رض نے کہ ان دو کونوں

تم مت چومو معاویہ نے جواب دیا کہ بیت اللہ سے کوئی شے لائق ترک نہیں ہے اور ابن زبیر
بھی سب رکنوں پر بوسہ دیتے تھے کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ استلام غیر رکن یمانین
کا باوجودیکہ حضرت صلعم سے ثابت نہیں ہے معاویہ نے اسکی تقبیل کی اور عبد اللہ ابن
زبیر وغیرہ سے اسیطرح پر منقول ہے۔ جواب اسکا یہ ہے کہ ہمارے علما کے نزدیک یہ بات
درست نہیں ہے ہدایہ میں ہے ولا یستلم غیرہما فان النبی صلعم کان یستلم ہذین الرکنین
ولا یستلم غیرہما یعنے اور نہ چومے سوا دو رکنوں کے اسواسطے کہ نبی صلعم انھیں دو نور کنوں کو بوسہ
دیتے تھے اور سوا ان دو کے کسی پر بوسہ نہیں دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو فعل آنحضرتؐ
سے ثابت نہو وہ جائز نہیں مسند امام احمد بن حنبل میں ابن عباس سے روایت ہے کہ انہ
طاف مع معاویۃ بالبیت فجعل معاویۃ یستلم الارکان کلہا فقال لہ ابن عباس لا تستلم
ہذین الرکنین ولم یکن رسول اللہ صلعم یستلمہما فقال معاویۃ لیس شیٔ من البیت مہجورا
فقال ابن عباس لقد کان لکم فی رسول اللہ صلعم اسوۃ حسنۃ فقال معاویۃ صدقت انتہی
(ترجمہ) طواف کیا ابن عباس نے بیت اللہ شریف کا معاویہ کے ساتھ پس شروع کیا معاویہ
نے بوسہ دینا سب ارکان پر حضرت ابن عباس نے دو رکنوں پر بوسہ دینے سے انکو منع
فرمایا اور کہا کہ نہیں بوسہ دیا رسول خدا صلعم نے ان دو رکنوں پر معاویہ نے کہا
کہ بیت اللہ سے کوئی چیز مہجور نہیں ہے حضرت ابن عباس نے جواب دیا کہ بہتر ہے
تمھارے واسطے رسول خدا صلعم کے اتباع میں ہے معاویہ نے کہا کہ تمھارا کہنا صحیح ہے۔
قسطلانی شرح صحیح بخاری میں کہا اجاب عنہ لے عن قول معاویۃ امامنا الشافعی بانا لم
ندع استلامہما ہجرا للبیت وکیف یہجر من یطوف بہ ولکن نتبع السنۃ فعلا وترکا ولو کان
ترک استلامہما ہجرا لکان استلام ما بین الارکان ہجرا ولا قائل بہ انتہی (ترجمہ) جواب دیا
ہے معاویہ کے قول سے ہمارے امام شافعی نے اسطرح پر کہ ہم ترک نہیں کرتے بوسہ دو رکنوں کا
بوجہ مہجور جاننے کے اور کیونکر متروک جانیگا اسکو جو خود طواف اسکو کرتا ہے بلکہ ہم ترک کرتے ہیں

ہم بوسہ کو واسطے اتباع سنت کے فعل اور ترک میں اور اگر ان رکنوں پر بوسہ نہ دینے
ہی کا نام ترک ہے تو ہو جاویگا مابین الارکان بھی مہجور حالانکہ کوئی بھی قایل اسکا
نہیں ہے۔ اور مسند امام احمد میں یعلی بن امیہ سے مروی ہے کہ انکو حضرت عثمان نے
چومنے ایک رکن سے منع کیا اور اسیطرح حضرت عمر رض سے مروی ہے اسواسطے کہ
آنحضرت صلعم نے اسکو نہیں کیا پس معلوم ہوا کہ معاویہ سے یہاں پر اسباب میں خطا
واقع ہوئی اور وہ بھی اسکے مقر ہوئے آپ ایک دلیل اور جو سند قوی مجوزین کی ہے اُسکو
بھی سن لینا چاہئے وہ یہ ہے کہ عن مجاہد قال دخلت انا وعروۃ بن الزبیر المسجد فاذا
ابن عمر جالس عند حجرۃ عائشۃ والناس یصلون فی المسجد فسالناہ عن صلوتہم فقال
ابن عمر بدعۃ وقال ایضا رضی اللہ عنہ ما ابتدع المسلمون افضل من صلوۃ الضحے ہکذا فی الفتح
وسفر السعادۃ (ترجمہ) مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ داخل ہوا میں عروہ ابن زبیر کے
ساتھ مسجد میں پس دیکھا ہم نے کہ ابن عمر حضرت عائشہ کے حجرہ کے پاس بیٹھے ہوئے
ہیں اور آدمی مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں پس سوال کیا ہمنے ابن عمر سے لوگوں کی نماز سے
کہا ابن عمر نے کہ یہ نماز بدعت ہے مگر اچھی بدعت ہے اور یہ بھی کہا کہ مسلمانوں نے کوئی
شئے ایجاد نہیں کی افضل چاشت کی نماز سے فتح الباری اور سفر السعادت میں ایسی ہی
روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے اور بعض چیزیں
جو آنحضرت صلعم کے زمانہ میں نہیں ہوئیں اسکا احداث بھی جائز ہے۔ اسکا جواب یہ ہے
کہ اول تو ان روایتوں میں کلام ہے یعنی اسناد انکی نہیں معلوم لیکن چونکہ فتح الباری
اور سفر السعادت میں ہیں شاید کہ صحیح ہوں مگر جبتک صحت انکی یقیناً ثابت نہو لائق
اعتماد و استناد نہیں ہوسکتیں دوسرے یہ کہ عبد اللہ ابن عمر کا مذہب صلوۃ الضحے کے
مقدمہ میں ممنوع اور بدعت ہونیکا ہے شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے کہ اپنے وقت
میں منجملہ مجتہدین کے تھے کتاب شرح عمدہ میں کہا و وردعن السلف الصالح ما یؤیدہ

فی مواضع الاثر سے ان ابن عمر قال فی صلوٰۃ الضحیٰ انھا بدعۃ لانھا لم یثبت عندہ فیھا دلیل ولم یری ادراجھا تحت عمومات الصلوٰۃ تخصیصھا بالوقت المخصوص انتہی

اور وارد ہوا سلف صالح سے وہ جو مؤید اسکی ہے چند جگہ آیا نہیں بانا تو کہا ابن عمر نے کہا صلوٰۃ الضحیٰ میں کہ وہ بدعت ہے اسواسطے کہ نہیں ثابت ہوئی ابن عمر کے نزدیک صلوٰۃ الضحیٰ کی کوئی دلیل اور نہ دیکھا انھوں نے داخل کرنا اس نماز کا عمومات نماز میں بوجہ تخصیص اسکی کے ساتھ وقت مخصوص کے پس روایات مذکورہ سے جواز و استحسان صلوٰۃ الضحیٰ بنفسہا باوجود محدث ہونیکے عبداللہ بن عمر کے نزدیک معلوم ہوا اسواسطے کہ جائز ہے کہ حسن اس بدعت کا انکے نزدیک صاف ہو ہاں البتہ اگر عبداللہ بن عمر خود اس نماز کو بدعت کہتے تو گنجایش اس قیل و قال کی تھی اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضہ کے نزدیک مواظبت والتزام کرنا یا مسجدوں میں پڑھنا اس نماز کا بدعت ہے نہ اصل نماز اور بدعت سے مراد معنی لغوی ہیں مواہب اللدنیہ میں ہے ارادانہ صلعم لم یداوم علیہا اوان اظہارہا فی المساجد ونحوہا بدعۃ وبالجملۃ فلیس فی احادیث ابن عمر ما یدفع مشروعیۃ صلوٰۃ الضحیٰ لان نفیہ محمول علی رویتہ لاعلام الوقوع فی نفس الامر وما الذی نفاہ صفۃ مخصوصۃ (ترجمہ) یہ ارادہ کیا کہ آنحضرت صلعم نے اسپر مداومت نہیں کی یا یہ کہ اظہار مسجدوں میں یا اور مثل اسکے بدعت ہے خلاصہ یہ کہ احادیث ابن عمر سے غیر مشروع ہونا ثابت نہیں ہوتا اسلئے کہ نفی ابن عمرؓ اسکے دیکھنے پر محمول ہے نہ اسکے عدم ثبوت پر نفس الامر میں اور جو نفی کی وہ صفت مخصوصہ ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ بخاری شریف میں فسئلناہ عن صلاتہم فقال بدعۃ یعنی پس سوال کیا ہمنے ابن عمر سے لوگوں کی نماز سے پس کہا انھوں نے کہ یہ بدعت ہے اسیقدر ہے سو اسکی توجیہ میں علما مختلف ہیں کوئی ممنوع ہونا اس نماز کا اس سے نکالتا ہے اور کوئی تاویل کرتا ہے جو تاویل کرتے ہیں وہ یہ روایت لاتے ہیں کہ انھوں نے کہا ونعمت البدعۃ وما ابتدع المسلمون افضل من صلوٰۃ الضحیٰ (ترجمہ) اور اچھی بدعت ہے اور نہیں ایجاد کی

مسلمانوں نے کوئی شئے افضل صلوٰۃ ضحے سے ۔ منکرین جواز کے نزدیک یہ روایتیں صحیح نہیں اور جنکے نزدیک صحیح ہیں آنکے نزدیک یہ معنی ہوسنے کہ مداومت اور التزام یا مسجد وں میں پڑھنا بدعت ہے اور افضلیت اور حسن بدعت باعتبار معنی لغوی کے ہے اور منکرین جواز کے نزدیک اگر یہ روایتیں صحیح بھی ہوں تو معنی اسکے یہ ہیں کہ اس بدعت میں حسن اور فضیلت اضافی ہے بہ نسبت اور بدعتوں کے جنکو لوگوں نے احداث کیا ہے قطع نظر اسکے مولد مقیس علیہ اسکا نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ یہ نماز آنحضرت صلعم سے موافق رائے مجوزین اس نماز کے ثابت ہے بخلاف مولد کے ۔ اور بعض اشخاص مجوزین مولد سے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہدایہ میں بعد بیان تلبیہ بقدر مسنون کے کہا ولو زاد فیہا جاز خلافا للشافعی فی روایۃ الربیع عنہ ہو اعتبرہ بالاذان والتشہد من حیث انہ ذکر منظوم ولنا ان اجلاء الصحابۃ کابن مسعود وابن عمر وابی ہریرۃ رض زادوا علی الماثور ولان المقصود الثناء واظہار العبودیۃ فلا یمنع من الزیادۃ علیہ (ترجمہ) اور زیادہ کرنا تلبیہ میں جائز ہے اور ربیع نے خلاف اسکے امام شافعی سے روایت کیا ہے اور قیاس کیا شافعی نے تلبیہ کو اذان وتشہد پر اسطرح کہ وہ ذکر منظوم ہے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ اکابر صحابہ مثل ابن مسعود اور ابوہریرہ نے زیادہ کیا ہے تلبیہ منقول پر اور یہ بھی دلیل ہے کہ مقصود تلبیہ سے ثنا اور اظہار عبودیت ہے پس نہ ممنوع ہوگا اسپر زیادہ کرنا صاحب سیف الاسلام نے بھی اپنے بعض رسائل میں اپنے کسی مطلب پر اس عبارت کو ذکر کیا ہے ۔ جواب اسکا یہ ہے کہ مولد کو تلبیہ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے دو وجہ سے اول یہ کہ زیادت تلبیہ کی منقول صحابہ کرام سے ہے چنانچہ ہدایہ میں مصرح ہے بخلاف مولد کے دوسرے یہ کہ مقصود تلبیہ سے اظہار ثنا اور عبودیت ہے باعتبار اصل مقصود کے حضرت امام اعظم رح نے کہ مجتہد مستقل تھے اس زیادت کو تجویز کیا ہے بخلاف مولد کے کہ مقصود اس سے اظہار فرحت اور سرور ولادت آنحضرت صلعم ہے اور کسی مجتہد نے اسکو تجویز نہیں کیا خود

ہدایہ میں موجود ہے لا ینفل فی المصلے قبل العید لانہ علیہ السلام لم یفعل مع حرصہ علے الصلوۃ یعنی نہ نفل پڑھے عیدگاہ میں قبل نماز عید کے اسواسطے کہ نہیں کیا اسکو رسول اللہ صلعم نے باوجود حریص ہونیکے نماز پر۔ اور بھی اسمیں ہے یکرہ ان یتنفل بعد طلوع الفجر باکثر من رکعتی الفجر لانہ علیہ السلام لم یزد علیہما مع حرصہ علے الصلوۃ انتہی صاحب سیف نے جو جواب میں لکھا کہ قیاس مجلس ذکر آنحضرت بر تنفل بعد الفجر نمودن وحکم بامتناع عقد مجلس شریف بداں جہت دادن محض لغویت است فعل نماز کہ مشروط خاص وموقت باوقات ومقید بہ قیود مخصوصہ است برخلاف ذکر آنحضرت صلعم کہ مقصود ازاں مطلق اجلال وتوقیر وادب وتعظیم است وفضائل مجلس ذکارا در شرع شریف وقتے وہیئتے معین نیست انتہی سو محض غلط ہے کئی وجہ سے اول یہ کہ فقہا علت ممنوعیت ان چیزوں کی ذکر کرتے ہیں وہ مولد مروج میں بھی پائی جاتی ہے دوسرے یہ کہ تلبیہ وغیرہ کو مقیس علیہ مولد کا ٹھیرانا بھی غلط ہے کما بیناہ تیسرے یہ کہ جو لوگ مجوز بدعات ہیں وہ عین نماز میں بھی کہ مقید بقیود خاص اور مشروط بشروط خاص ہے احداث تجویز کرتے ہیں چنانچہ صاحب سیف الاسلام نے صفحہ ۲۶ میں در مختار سے نقل کیا وندب السیادۃ لان زیادۃ الاخبار بالواقع عین سلوک الادب فہو افضل من ترکہ ذکرہ الرملی الشافعی وغیرہ (ترجمہ) اور مستحب ہے درود میں کہنا سیدنا کا اسواسطے کہ زیادت واقعی کا کہنا عین سلوک ادب ہے پس یہ کہنا افضل ہے اسکے ترک سے جیسا کہ ذکر کیا اسکو رملی شافعی وغیرہ نے۔ اور شرح منیۃ المصلے سے نقل کیا ولا یقول ربنا انک حمید مجید لعدم ورودہ فی الاحادیث ولو قال ذلک لاباس بہ لانہ لا یکرہ اذ ہو زیادۃ ثناء اللہ تعالی (ترجمہ) اور نہ کہے ربنا انک حمید مجید اسواسطے کہ حدیث میں اس طرح نہیں آیا اور اگر کہے تو کچھ مضائقہ نہیں یعنی مکروہ نہیں ہے اسواسطے کہ یہ زیادہ پکارنا اللہ تعالے کا ہے اور صفحہ ۲۳ میں نصر السنین کے لکھا حاشیہ شامی

وغیرہ سے ثابت ہے کہ پڑھنا بسم اللہ کا درمیان سورۂ فاتحہ اور دوسری سورۃ کے نماز میں امام صاحب کے نزدیک حسن ہے، باوجودیکہ غنیۃ المصلی وغیرہ سے ثابت ہے کہ سنت سے ثابت نہیں انتہیٰ۔ چوتھے یہ کہ صاحب سیف الاسلام کے نزدیک مقصود مولد مطلق اجلال اور توقیر اور تعظیم آنحضرت صلعم ہے اور اُسکے لئے کوئی وقت اور ہئیت شرع میں نہیں ہے تو پھر کسواسطے تمام اہل بدعت ہئیت اور وقت اسکے واسطے خلاف شرع قرار دیتے ہیں اور اسباب میں رسائل لکھتے ہیں اجلال اور تعظیم آنحضرت سے کون انکار کرتا ہے اور کون شخص اسکو ممنوع بتلاتا ہے یہ بیان صاحب سالہ کا قاطع مادۂ نزاع ہے منکرین مولد مروج تعین وقت اور ہئیت ہی کو تو خلاف سنت کہتے ہیں اور وہ اجلال و تعظیم اور ذکر آنحضرت صلعم سے ہرگز مانع نہیں بلکہ وہ اُسکو عین سعادت سمجھتے ہیں اور مجوز مولد خود مقر ہیں کہ توقیت اور ہئیت شرع میں کچھ اصل نہیں رکھتی پس تصنیف رسائل اسباب میں کرنا اور اس بحث کو تطویل دینا صاحب سیف الاسلام کے فرمانے کے موافق محض عبث ہے الحمد للہ علی اتمام الحجۃ +

سوال اگر کوئی کہے کہ اعراب قرآن مجید اور صرف و نحو اور ایسے ہی تفسیر قرآن مجید اور سورتوں کا نام لکھنا اور تعین رکوعوں کی جو کلام اللہ میں ہوتی ہے وجود اسکا زمانہ آنحضرت صلعم میں نہ تھا تو چاہئے کہ یہ سب بدعت اور ممنوع ہو جاویں ؟

جواب اُسکا یہ ہے کہ اعراب قرآن باجماع علماء درست اور جائز ہیں اور ضرورت شرعی بھی اسکی مجوز ہے اگر اعراب قرآن مجید میں نہوتے تو عالموں کو بھی اُسکا پڑھنا اصعب ہوتا اور عوام کا تو حال قابل لکھنے کے نہیں۔ اور صرف و نحو بدعت نہیں ہے حضرت امیر المومنین علی مرتضےٰ رضہ سے تکلم فی النحو ثابت ہے اور ابن عساکر نے حضرت عمر رضہ سے نقل کیا کہ اُنھوں نے ابو الاسود کو وضع نحو کے ساتھ حکم کیا علاوہ بریں اگر صرف و نحو نہ پڑھی جائے تو عجمی لوگ قرآن مجید اور حدیث شریف کو

بخوبی نہیں سمجھ سکتے اور تعشیر وغیرہ کا حال یہ ہے کہ ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ انہ
کرہ نقط المصاحف یعنی مکروہ جانتے تھے قرآن مجید میں نقطہ دینے کو۔ اور ابن سیرین
سے ہے انہ کرہ النقط والفواتح والخواتم وعن ابن مسعود و مجاہد انہما کرہ التعشیر واخرج
ابن ابی داؤد عن النخعی انہ کان یکرہ العواشر والفواتح و تعشیر المصحف وان یکتب
فیہ سورۃ کذا وکذا واخرج عنہ انہ اتی المصحف مکتوب فیہ سورۃ کذا وکذا آیۃ فقال امح
فان ابن مسعود کان یکرہہ (ترجمہ) ابن سیرین نے مکروہ کہا ہے نقطہ دینے کو اور سورتوں
کے آغاز و خاتمہ لکھنے کو اور ابن مسعود اور مجاہد سے روایت ہے کہ مکروہ سمجھا انھوں نے
کلام اللہ میں تعشیر یعنی عشر وغیرہ بنانے کو اور ابن ابی داؤد نے نخعی سے روایت کی ہے
کہ مکروہ جانتے تھے وہ کلام اللہ میں عشر اور آغاز سورتوں کے لکھنے کو اور تعشیر قرآن کو
اور اسکو کہ لکھا جاوے اسمیں کہ یہ فلاں فلاں سورۃ ہے اور نخعی سے یہ بھی روایت ہے
کہ آئے وہ قرآن کے پاس اور اسمیں لکھا ہوا تھا کہ اس صورت میں اسقدر آیتیں ہیں
پس حکم کیا کہ مٹا ڈالو اسکو اسواسطے کہ ابن مسعود مکروہ جانتے تھے اسکو۔ وقال الحلیمی یکرہ
کتابۃ الاعشار والاخماس واسماء السور وعدد الآیات فیہ لقولہ جردوا القرآن واما النقط
فیجوز لانہ لیس لہ صورۃ فیتوہم لاجلہا مالیس بقرآن قرآنا وانما ہی دلالات علی
ہیئۃ المقرء ولا یضر اثباتہا لمن یحتاج الیہا لبستان (ترجمہ) اور کہا حلیمی نے کہ مکروہ
ہے قرآن مجید میں لکھنا عشر اور خمس اور نام سورتوں کا اور تعداد آیتوں کی واسطے
فرمانے ابن مسعود کے کہ مجرد کرو تم قرآن یعنی غیر قرآن سے مگر نقطوں کا لگانا جائز ہے
اسواسطے کہ نقطوں کی ایسی صورت نہیں ہے کہ جس سے وہم اس امر کا ہو کہ یہ داخل قرآن
ہیں اور یہ صرف دلالت ہیں ہیئت مقروپر اور مضر نہیں ہے لگانا نقطوں کا اس شخص کے
واسطے جو محتاج انکا ہے۔ تحفۃ ابو اللیث میں ہے وکرہ بعض الناس النقط والتعشیر فی
المصاحف وہو قول ابی حنیفۃ وحجتہا روی عن عبداللہ بن مسعود رضہ قال جردوا القرآن

ولا تکتبوا فیہ شیئا مع کلام اللہ تعالی ولا تعشروا ولا تنقطوا وزینوا باحسن الاصوات
واعربوہ فانہ عربی ولکن نقول النقط والتعشیر لو فعل لا باس لان المسلمین قد توارثوا

ذلک واحتاجوا الیہ خاصۃ للعجم لا بد من النقط والعلامات لانہم یتکلفون انتہی
(ترجمہ) اور مکروہ سمجھا ہے بعضے آدمیوں نے قرآن میں نقطہ دینے اور عشر بنانے
کو اور یہی قول امام ابوحنیفہ کا ہے اور دلیل انکی فرمانا ابن مسعود کا ہے کہ مجرد
کرو تم قرآن کو اور نہ لکھو تم اسمیں کوئی شئے کلام الہی کے ساتھ اور نہ عشر بناؤ تم
اور نہ نقطہ دو تم اور پڑھو تم اسکو بہتر آواز سے اور اعراب دو اسواسطے کہ وہ عربی ہے
مگر ہم کہتے ہیں کہ نقطہ دینا اور عشر بنانا کچھ برا نہیں ہے اسواسطے کہ مسلمان کرتے
آئے ہیں اسکو اور محتاج ہیں اسکے خصوصاً عجمی لوگوں کے واسطے نقطہ دینا اور علامات
بنانا ضرور ہے اسواسطے کہ ان لوگوں سے تلاوت بتکلف ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان اشیاء
میں بھی علماء نے بہت کچھ کلام کیا ہے علاوہ بریں مولد کا قیاس اسپر قیاس مع الفارق
ہے اسواسطے کہ ان چیزوں سے صیانت قرآن شریف کی لحن اور تحریف سے ہوتی ہے

بخلاف مولد مروج کے قال النووی نقط المصحف وشکلہ مستحب لانہ صیانۃ لہ من
اللحن والتحریف یعنی قرآن میں نقطہ دینا مستحب ہے اسلئے کہ وہ سبب ہیں حفاظت
قرآن کے لحن اور تحریف سے۔ ایسی چیزیں البتہ قواعد شرعیہ سے مستنبط ہیں اور باجماع
علماء بعض ان اشیاء کی مستحب ہیں اور بعض جائز اور مباح چونکہ کلام طرفین
سے طوالت کو پہنچگیا ہے اور بہت سے بسط اور تفصیل کو چاہتا ہے لہذا اب ہم تنقیح
اسباب کی کرتے ہیں کہ آیا مولد جائز اور مستحب ہے یا بدعت اور مکروہ اور جو چیز کوئی
شخص دین میں احداث کرے وہ بغیر دلیل شرعی جائز ہے یا ممنوع۔ عاقل منصف
کو چاہئے کہ ہمارے کلام کو خوب غور سے دیکھے اور جو کچھ تحقیق بدعت اور ادلہ مخالفین
میں ہمنے لکھا اسکو بھی محفوظ رکھے اب یہاں پر دو باتیں قابل ذکر ہیں اول یہ کہ فقہا کے

کلام سے ایسی امور میں مستنبط ہوتا ہے دوسرے یہ کہ قول راجح اسباب میں من حیث الدلیل
کیا ہے جاننا چاہئے کہ فقہاء حنفیہ اسباب میں مختلف ہیں کہ آیا جو امر شارع علیہ الصلوۃ
والسلام سے ثابت نہوا اور محدث فی الدین ہوا سکا کیا حکم ہے انکی بعض جزئیات سے
یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسی شئے ممنوع ہے اور بعض اسپر دلالت کرتے ہیں کہ ایسی چیز جائز
اور مباح ہے بلکہ ایک ہی شخص اپنی کتاب میں دونو طرح کی باتیں لکھتا ہے ذو تین
مثالیں بطریق نمونہ کے ذکر کی جاتی ہیں مثلاً فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے فی المحیط
قراۃ الکفرون الی آخرہ مع الجمع مکروہۃ لانہا بدعۃ لم تنقل عن الصحابۃ والتابعین انتہی
(ترجمہ) محیط میں ہے کہ پڑھنا قل یا ایہا الکفرون کا جمع کرکے مکروہ ہے اسواسطے کہ وہ بدعت
ہے صحابہ و تابعین سے منقول نہیں ہے - اور اسی عالمگیری میں ہے ولا باس باجتماعہم
علی قراۃ الاخلاص جہرا عند ختم القرآن لو قرأ واحد واستمع الباقون فہو اولی انتہی (ترجمہ
اور مضائقہ نہیں ہے جمع ہونا آدمیوں کا واسطے پڑھنے قل ہو اللہ کے جہرا وقت ختم قرآن مجید
کے اور اگر ایک شخص پڑھے اور باقی لوگ سنیں تو یہ اولے ہے اور بھی اسمیں ہے الدعاء
عند ختم القرآن فی شہر رمضان مکروہ لکن ہذا شئے لا یفتی بہ کذا فی خزانۃ الفتاوی
(ترجمہ) دعا مانگنا وقت ختم قرآن مجید کے رمضان شریف میں مکروہ ہے مگر ایسے امر پر
فتوے نہ دینا چاہئے خزانۃ الفتاوی میں ایسا ہی ہے اور بھی اسمیں ہے لا باس بکتابۃ
اسامی السور وعدد الآی وہو ان کان احداثا فہو بدعۃ حسنۃ یعنی مضائقہ نہیں ہے سورتوں کا
نام لکھنا قرآن مجید میں اور شمار آیتوں کا اگرچہ یہ فعل جدید ہے لیکن بدعت حسنہ ہے
اسیطرح ہدایہ میں ہے لا یتنفل فی المصلے قبل العید لانہ علیہ السلام لم یفعلہ مع حرصہ
علی الصلوۃ یعنی عیدگاہ میں قبل نماز عید کے نفل جائز نہیں ہے اسواسطے کہ رسول خدا نے
نہیں پڑھا ہے باوجود حریص ہونیکے نماز پر اور بھی اسمیں ہے یکرہ ان یتنفل بعد
طلوع الفجر اکثر من رکعتی الفجر یعنی مکروہ ہے نفل پڑھنا بعد طلوع فجر کے سوا دو رکعت سنت

مجر کے آور یہ بھی اسمیں ہے لاباس بتحلیۃ المصحف لما فیہ من تعظیمہ یعنی تزئین قرآن درست ہے اسواسطے کہ اس سے تعظیم ثابت ہوتی ہے اور بھی اسمیں ہے کہ نیت زبان سے کرنی درست ہے چنانچہ شرح منیہ میں ہے لاکن عدم النقل وکونہ بدعۃ لاینافی کونہ حسنا القصد اجتماع العزیمۃ علے الاشارالیہ فی الھدایۃ وصرح بہ فی التجنیس انتہے (ترجمہ) لیکن منقول نہونا اور بدعت ہونا الفاظ نیت کا منافی اسکے حسن کے نہیں بوجہ قصد جمع ہونے عزمیت کے جیساکہ اشارہ ہے اس امر کی طرف ہدایہ اور تصریح اسکی تجنیس میں ہے۔ الغرض جب کسی چیز کو بسبب عدم نقل آنحضرت صلعم کے ممنوع اور مکروہ بتلاتے ہیں اسی چیز کو باوجود عدم نقل کے جائز اور مباح کہدیتے ہیں اگرچہ بحسب تدقیق نظر کے بعض افعال میں جنکو فقہا نے مباح کہا ہے اور ان چیزوں میں جنکو بحسب عدم نقل کے ممنوع کہا ہے فرق معلوم ہوتا ہے چنانچہ ہم آگے بیان کرینگے باقی رہی تحقیق دوسری بات کی کہ آیا کون ان دونو شخصوں میں احق بالاتباع ہے سو بیان اسکا یہ ہے کہ موافق اقوال سلف اور صحابہ کرام اور حدیث حضرت خیر الانام کے قول ان لوگوں کا جو محدثات فی الدین سے منع کرتے ہیں احق بالاتباع ہے اور اہل بدعت اسباب میں خطا پر ہیں تفصیل اسکی یہ ہے کہ ترمذی میں مجاہد سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا دخلت مع عبد اللہ بن عمر المسجد وقد اذن فیہ فثوب المؤذن فخرج عبد اللہ بن عمر من المسجد وقال اخرج من عند ہذا المبتدع یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر ایک مسجد میں گئے اور ایک شخص نے وہاں تثویب کہی یعنی الصلوۃ الصلوۃ پس حضرت عبد اللہ بن عمر مسجد سے نکلے اور کہا کہ نکل آؤ اس بدعتی کے پاس سے سنن ابو داؤد میں بھی اسیطرح ہے باعتبار اصل مطلب کے دیکھو حضرت عبد اللہ بن عمر نے تثویب سے انکار کیا باوجودیکہ یہ مخالف اور مزاحم سنت کے نہیں پس اگر کہنا ان لوگوں کا جو محدثات فی الدین کو بغیر دلیل شرعی جائز رکھتے ہیں درست ہوتا تو عبد اللہ بن عمر اسکو کیوں برا کہتے صاحب سیف الاسلام نے اسکے جواب میں کہا کہ ملا علی قاری نے شرح مؤطا امام محمد میں لکھا عن بلال قال

امر رسول اللہ صلعم ان لا اثوب فی شئ من الصلوۃ الا فی الفجر یعنی بلال کہتے ہیں کہ حکم دیا مجھکو رسول خدا صلعم نے اسکا کہ نہ ثبوت کہوں میں کسی نماز کے وقت بجز فجر کے اور کہا کہ انکار حضرت ابن عمر بر خصوص امریکہ بظاہر مزاحم و مخالف کدامی حدیث شریف باشد مؤید مذہب طائفہ اسماعیلیہ نیست الخ جواب اسکا یہ ہے کہ یہ روایت بلال کی ہے اور حضرت ابن عمر سے یوں منقول ہے کہ وروی مجاہد قال دخلت مع ابن عمر مسجدا لیصلی فیہا الظہر وسمع المؤذن یثوب فغضب قال قم حتے نخرج من عند ہذا المبتدع وما کان التثویب علی عہد رسول اللہ صلعم الا فی صلوۃ الفجر کذا فی العنایہ (ترجمہ) اور بیان کیا مجاہد نے کہ داخل ہوا میں عبداللہ بن عمر کے پاس ایک مسجد میں واسطے ادائے نماز ظہر کے اور سُنا انھوں نے مؤذن کو تثویب کہتے پس غصہ ہوئے اور کہا کھڑے ہو تاکہ نکلیں اس بدعتی کے پاس سے اسلئے کہ نہوتی تھی تثویب زمانہ رسول خدا صلعم میں سوا فجر کے ایسا ہی ہے عنایہ میں پس معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے بسبب نہونے تثویب کے عہد رسول اللہ صلعم میں اُس شخص کو مبتدع کہا نہ اس جہت سے کہ نہی اس فعل کے موافق روایت حضرت بلال کی وارد ہے اور تعجب ہے کہ صاحب سیف الاسلام نے لکھا وثانیا دریں خصوص یعنی مسئلہ تثویب ہم ہرگاہ بسیارے از ائمہ دین حکم استحسان فرمودہ اند پس حکم بدعت شرعیہ چنانچہ اسماعیلیہ ایجاد نمودہ اند برآں جاری نمودن مردود ست انتہی جواب اسکا یہ ہے کہ ہرگاہ موافق اقرار صاحب سیف الاسلام آپنے منع سوائے صلوۃ فجر کے تثویب کو کردیا ہے پھر کیونکر حکم استحسان ائمہ دین کا صحیح رہیگا آیا انھوں نے اس امر کو اپنی رائے سے نکالا یا کسی حدیث سے اگر امر ثانی ہو تو اسکا بیان کرنا چاہئے اور اگر امر اول ہے تو صاحب سیف کے نزدیک آیا باوجود ممانعت اور نہی آنحضرت صلعم حکم استحسان ائمہ دین مردود ہے یا مقبول اگر مردود ہے تو طعن کرنا بیجا ہے اور اگر مقبول ہے تو واہ ہے اس ایمان پر بخاری نے عکرمہ سے روایت کی قال ابن عباس وانظر السجع من الدعاء فاجتنبہ فانی

عہد رسول اللہ صلعم واصحابہ لایفعلون ذالک یعنی کہا حضرت ابن عباس نے خیال
رکھو سجع کا دعامیں اور پرہیز کرو اس سے اسواسطے کہ دیکھا میں نے رسول خدا صلعم اور انکے
اصحاب کو کہ نہیں کرتے تھے اسکو۔ طبرانی نے قیس بن حازم سے روایت کی ذکر لابن
مسعود قاص یجلس باللیل ویقول للناس قولوا کذلک فقال اذا رأیتموہ فاخبرونی
فاخبروہ فجاء عبداللہ متقنعا فقال من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا عبداللہ بن
مسعود تعلمون انکم لاہدی من محمد صلعم واصحابہ یعنی انکم لمتعلقون بذنب ضلالۃ وفی روایۃ
فقد جئتم ببدعۃ ظلما لقد فضلتم اصحاب محمد صلعم علما انتہی (ترجمہ) ذکر کیا گیا عبداللہ
بن مسعود سے ایک واعظ کہ بیٹھتا ہے وہ رات کو اور لوگوں سے کہتا ہے کہ تم فلاں چیز
پڑھو کہا حضرت عبداللہ ابن مسعود نے کہ جب اسکو دیکھو تو مجکو خبر دینا پس جب خبر دی انکو
لوگوں نے آئے عبداللہ ابن مسعود درآنحالیکہ غضبناک تھے اور کہا جس آدمی نے مجھے
پہچان لیا تو بہتر ہے اور جس نے نہ پہچانا تو جان لے کہ میں عبداللہ . . . ہوں
اے لوگو تم جانتے ہو کیا اپنے آپ کو زیادہ ہدایت والا محمد رسول اللہ صلعم اور انکے اصحاب
سے یعنی تم پڑے ہوئے ہو ضلالت کے طریق میں اور ایک روایت میں ہے کہ کی ہے تمنے
بدعت تاریک کیا بڑھ گئے تم اصحاب محمد صلعم سے باعتبار علم کے۔ بحرالرائق میں ہے
عن ابن مسعود انہ سمع قولہ ما اجتمعوا فی مسجد ویصلون علی النبی جہرا فراح الیہم فقال ما عہدنا
ذالک فی عہدہ صلعم وما اراکم الا مبتدعین فما زال یذکر ذالک حتے اخرجہم من المسجد انتہی
اخرج الدارمی عن الاعمش قال قال عبداللہ ایہا الناس انکم ستحدثون ویحدث لکم
فاذا رأیتم فعلیکم بالامر الاول وفی شرح المجمع ان رجلا یوم العید اراد ان یصلی قبل
صلوۃ العید فنہاہ علی رض فقال رجل یا امیر المومنین انی اعلم ان اللہ لایعذب علی الصلوۃ
فقال علی رض وانی اعلم ان اللہ لایثیب علی فعل حتے یفعلہ رسول اللہ صلعم او یحث علیہ
فیکون صلوتک عبثا والعبث حرام فلعل اللہ یعذبک لمخالفتک لرسولہ صلعم انتہی

(ترجمہ) ابن مسعود سے روایت ہے کہ سُنا انہون نے ایک قوم کو کہ جمع ہوتے ہین وہ
ایک مسجد مین اور درود بہیجتے ہین وہ آنحضرت پر باواز بلند پس گئے شام کے وقت
عبداللہ ابن مسعودؓ انکے پاس اور کہا کہ نہین پائی ہمنے یہ بات رسول اللہ صلعم کے
عہد مین اور نہیں جانتا ہون مین تمکو مگر بدعتی پس یہ کہتے رہتے آنحضرت یہان تک
کہ نکالدیا انکو مسجد سے ۔ اور اعمش سے دارمی نے روایت کی کہ کہا عبداللہ ابن
مسعود نے کہ اے لوگوں بیشک قریب ہے کہ ایجاد کروگے تم یعنی بدعات اور حادث
کئے جائیں گے تمہارے واسطے پس جسوقت کہ دیکہو تم لازم پکڑو تم امر اول کو ۔ شرح
مجمع میں ہے کہ ایک آدمی نے عید کے روز ارادہ کیا کہ نماز پڑہے قبل صلوۃ عید کے
پس منع فرمایا اسکو حضرت علیؓ نے اُس آدمی نے کہا کہ یا امیر المومنین مَیں جانتا ہوں
کہ اللہ عذاب نماز پر نہیں کرتا فرمایا حضرت علی نے کہ مَیں جانتا ہوں کہ اللہ تعالے ثواب
نہیں دیتا کسی فعل پر یہانتک کہ کیا ہو اسکو رسول خدا صلعم نے یا برانگیختہ کیا ہو یہ
پس ہو ویگی نماز تیری عبث اور فعل عبث حرام ہوتا ہے پس اغلب ہے کہ خدا تجہ کو معذب
کریگا بوجہ مخالفت نبی صلعم کے ۔ صاحب سیف الاسلام نے جو تفسیر کبیر سے نقل کیا
سو وہ مخدوش ہے دو وجہ سے اول یہ کہ اس روایت کے مخالف ہے ، اور یہ روایت قوی ہے
اور روایت تفسیر کبیر ضعیف ہے اور نہ تہا یا ن عثمان جناب تصوبی دوسرے یہ کہ فقط جناب
مرتضے علی نے ارایت الذی ینہی عبدا اذا صلے یعنی کیا دیکہا تونے اُس شخص کو کہ
منع کرتا ہے بندہ کو جب نماز پڑہتا ہے) کا خیال کیا نہ یہ کہ اس نماز کے پڑہنے کو اچہا
سمجہا ہو اور صاحب سالہ کو مفید جب ہوتا کہ وہ اسکو اچہا سمجہتے اور قاضی خاں سے
جو نقل کیا وہ بہی حنفیوں کے نزدیک قابل اعتبار نہیں اور صحابہ اور تابعین اگر
کوئی فعل کریں اور حضرت خلفاء راشدین اُس سے منع کریں تو اتباع خلفاء راشدین
کا چاہئے صاحب سیف الاسلام نے کہا کہ اُس زمانہ مین سوائے صحابہ اور تابعین کے

اور آدمی نہ تھے کہ قبل نماز عید کے نماز پڑھتے ہوں سو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر صحابی یا تابعی نے اپنی غلطی سے کوئی کام کیا ہو اور خلفاء اربعہ میں سے یا اور اکابر صحابہ میں سے کسی نے اس فعل کی ممانعت کی ہو تو صاحب سیف الاسلام کے نزدیک اسکا قول قابل قبول ہے یہاں مطلب فقط اسیقدر ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ نے مخالف حضرت کا اس شخص کو قرار دیا اور اسکو اس فعل سے منع کیا اور تعریف بدعت حسنہ اور سیئہ میں جو مخالفین مخالفت کے معنی سمجھتے ہیں وہ بھی جناب مرتضیٰ علی کے قول سے باطل ہو گئی اسواسطے کہ اہل بدعت کے نزدیک معنی بدعت سیئہ کے یہ ہیں کہ ممانعت اسکی حدیث میں آئی ہو اور اس شخص نے جسکو حضرت مرتضیٰ علی نے منع کیا تھا باعتبار اس معنی کے ہرگز مخالفت آنحضرت کی نہیں اور بھی مزاحمت سنت کا بدعت سیئہ میں وہی لوگ اعتبار کرتے ہیں جو تقسیم بدعت کے قائل ہیں اور سنت خلفاے راشدین اُنکے زعم میں بدعت حسنہ میں داخل اور جب اعمال و افعال خلفاے راشدین کا بقول محقق انواع سنت سے معدود ہوتا سابقاً ثابت ہو گیا کما بیناہ مفصلاً مفہوم بدعت سیئہ میں مزاحمت سنت کا اعتبار خلاف تحقیق محققین اور باطل ہو گیا فرمایا مولانا عصمت اللہ سہارنپوری نے رسالہ جد الغنا میں فلا عبرة بما قیل انما البدعة المحظورة الممنوع عنہا بدعة تزاحم سنة ماثورة و مالم یکن ہکذا فلا باس بہ (ترجمہ) پس نہیں اعتبار ہے اِس قول کا کہ بدعت سیئہ و ممنوعہ وہی ہے کہ کسی سنت کی مزاحم ہو اور جو ایسی نہو اسمیں کچھ مضائقہ نہیں۔ اور فقہا نے بالتصریح صلوة قبل عید کو منع لکھا ہے برہان شرح مواہب الرحمن میں ہے ویکرہ التنفل قبلہا مطلقا یعنی فی المصلی وغیرہ بعدہا اے بعد الصلوة فی المصلی فی اختیار الجمہور لقول ابن عباس ان رسول اللہ صلعم خرج فصلی یوم العید ولم یصل قبلہا ولا بعدہا متفق علیہ الخ (ترجمہ) اور مکروہ ہے نفل پڑھنا قبل نماز عید کے مطلقا یعنی عیدگاہ میں ہو یا اور جگہ اور بعد نماز کے بھی عیدگاہ میں موافق مذہب

جمہور کے واسطے روایت ابن عباس سے کہ رسول خدا صلعم تشریف لائے اور لوگوں
کو عید کی نماز پڑہائے اور نماز نہ پڑہی قبل اسکے اور نہ بعد اسکے بخاری و مسلم میں
روایت ہے اور جو بعض کتابوں میں فقہ کی عدم کراہت اسکی لکھی ہے سو وہ بھی
خطا پر ہے۔ در مختار۔ ہدایہ برہان شرح مواہب الرحمان موجود ہیں نہیں دیکھو تو ترمذی
نے ابو مالک اشعری سے روایت کی قلت لابی یا ابت انک قد صلیت خلف رسول اللہ
صلعم وابی بکر وعمر وعثمان وعلی ہہنا بالکوفۃ نحوا من خمس سنین اکانوا یقنتون اے
بنی محدث (ترجمہ) میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ اے باپ تمنے نماز پڑہی ہے پیچھے رسولخدا
صلعم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کے اور پیچھے حضرت علی کے
یہاں کوفہ میں قریب پچاس برس کے کیا وہ لوگ قنوت پڑہا کرتے تھے یعنی نماز صبح
میں کہا اے میرے بیٹے یہ بدعت ہے۔ اور ترمذی نے عبد اللہ بن مغفل سے روایت کیا
قال سمعنی ابی وانا فی الصلوۃ اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم فقال لی ای بنی محدث ایاک والحدث
قال ولم ارے احدا من اصحاب رسول اللہ صلعم کان ابغض الیہ الحدث فی الاسلام
یعنی منہ وقد صلیت مع النبی صلعم ومع ابوبکر وعمر وعثمان فلم اسمع احدا منہم یقولہا
فلا تقلہا اذا انت صلیت فقل الحمد للہ رب العالمین انتہی (ترجمہ) میرے باپنے سنا کہنا
میرا نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم انھوں نے مجھ سے کہا کہ بیٹا یہ بدعت ہے اور بچا تو اپنے
آپ کو بدعات سے اور کہا کہ نہیں دیکھا مینے کسیکو اصحاب رسول اللہ صلعم سے کہ انکے
مبغوض زیادہ رکھتا ہو محدث فی الاسلام کو اور بیشک نماز پڑہی ہے مینے ساتھ
آنحضرت صلعم اور ابوبکر اور عمر اور عثمان کے اور نہیں سنا مینے کسیکو انمیں سے
کہ کہتا ہو اسکو پس نہ کہنا اسکو اور جب نماز پڑہی تو الحمد للہ رب العالمین کہنا۔ اور
جواب اس قسم کی روایتوں کا جو سیف الاسلام میں لکھا ہے کہ نماز اور غیر نماز میں
فرق ہے اسواسطے کہ نماز میں ہیئت اور وقت شارع کی طرف سے چاہئے سو محض پوچ ہے

اسواسطے کہ جس طرح توقیت اور ہئیت مخصوصہ نماز میں بغیر شارع کے ثابت نہیں ہوتی اسی طرح ہر امر دین میں سمجھ لینا چاہئے جو افعال قبیل عبادات سے ہیں اسمیں بغیر شارع کے وقت مقرر کرنا اور تخصیص کرنا خطا ہے علاوہ بریں صحابہ کرام نے فقط بدعت ہونے کے سبب ان چیزوں سے منع فرمایا نہ یہ کہ احداث ان چیزوں خاص میں منع ہے اور اور احداث درست ہے یہ تفرقہ بھی محض غلط ہے ترمذی نے عمارہ بن رویبہ سے نقل کیا کہ بشیر بن مروان خطبہ پڑہتا تھا اور اپنے ہاتھ دعا میں اٹھاتا تھا فقال عمارة قبح الله هاتین الیدین القصیرتین لقد رایت رسول اللہ صلعم وما یزید علے ان یقول ہکذا واشار ہشیم بالسبابة (ترجمہ) پس کہا عمارہ نے خراب کرا خدایا ان دونوں ہاتھوں کو کہ چھوٹے چھوٹے ہیں بیشک دیکھا مینے رسول خدا صلعم کو یعنی خطبہ پڑہتے اور نہیں زیادہ کرتی تھی اس بات کہ اشارہ کرتے اسطرح اور اشارہ کیا ہشیم نے انگشت شہادت سے۔ بخاری اور مسلم نے ابن عمر سے نقل کیا عن حفص بن عاصم قال کنت مع ابن عمر فی سفر فصلے بنا رکعتین ثم انصرف فاتکی علی خشبة رحله فرأی ناسا قیاما فقال لی ما یصنع ہولاء قال قلت یسبحون قال لو کنت مسبحا لاتممت صلوتی یا ابن اخی صحبت رسول اللہ صلعم حتے مضے لسبیله لم یزد علی رکعتین ثم قال لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة (ترجمہ) حفص ابن عاصم کہتے ہیں کہ تھا میں ابن عمر کے ساتھ ایک سفر میں پس نماز پڑھی دو رکعت پھر پھرے اور تکیہ لگایا کجاوہ کی لکڑی پر اور دیکھا انھوں نے آدمیوں کو کھڑے ہوئے مجھ سے پوچھا کہ یہ لوگ کیا کرتے ہیں مینے کہا کہ یہ لوگ نفل پڑھتے ہیں انھوں نے کہا کہ اگر میں نفل پڑھتا تو اپنی نماز کو میں پورا کرتا یعنی قصر نہ کرتا اے میرے بھتیجے صحبت میں رہا میں رسول خدا صلعم کی یہاں تک کہ انتقال فرمایا نہیں زیادہ کرتے تھے دو رکعتوں پر پھر کہا کہ ہے تمھارے واسطے اتباع رسول میں بہتری۔ صاحب سیف نے جو نقل کیا ان عبداللہ بن عمر کان یری ابنہ عبداللہ یتنفل فی السفر ولا ینکر علیہ (ترجمہ) عبداللہ ابن عمر دیکھتے تھے اپنے

بیٹھے عبداللہ کو نفل پڑھتے سفر میں ورنہ منع کرتے تھے انکو سو منافی ہمارے [illegible]
نہیں عدم انکار عبداللہ ابن عمر کا جائز ہے کہ اس سبب سے ہو کہ بہت سے اشخاص تنفل
فی السفر کو مسنون جانتے تھے اور انکے بیٹے بھی اسی قسم کے لوگوں میں ہوں کیونکہ مسئلہ
مختلف فیہ تھا اور بعض جگہ خفیف مخالفت میں انکار لازم نہیں آتا سو جہ سے کچھ کہتے
نتھے ہمنا وجہ آخر لیکن حفص بن عاصم سے جو انھوں نے کہا اُس سے صاف معلوم ہوتا
ہے کہ انکے نزدیک یہ فعل اچھا نہ تھا اور ایسی روایتیں بھی اُنسے کتب حدیث میں
منقول ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ انکے نزدیک یہ بات مقرر اسے تھی کہ جو بات سنت
سے ثابت نہو اُسکو نہ کرنا چاہیے لیکن اس قسم کے مسائل کہ جسمیں طرفین تمسک سنت
ہوں قابل انکار اور ملامت نہیں ہوتی اور جو کوئی اہل سنت وجماعت کی طرف
نسبت اس امر کی کرے جیسے حضرات مخالفین کرتے ہیں کہ ہر چیز میں جو مختلف فیہ بین الائمہ
ہیں یہ لوگ نسبت ضلالت کی [illegible] ہیں سو محض غلط ہے مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے
کہ ابن عمر نے ایک قوم کو دیکھا کہ وہ بعد سنتوں فجر کے لیٹ گئے پھر ابن عمر نے انکو
منع فرمایا اُنھوں نے کہا کہ ہم ارادہ سنت کے اتباع کا کرتے ہیں ابن عمر نے کہا کہ اُنسے
کہدو کہ یہ بدعت ہے اس روایت سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن عمر کے نزدیک
جو چیز بدعت تھی اُسکے فاعل کو اور اُسکو وہ اچھا نہیں جانتے تھے صاحب سیف الاسلام
نے جو اسکا جواب دیا وہ بہت ضعیف ہے اسواسطے کہ اگر بعض علماء کے نزدیک یہ فعل
فرض ہو تو یہ کچھ مفید مدعاے مخالفین نہیں اسواسطے کہ کلام اسباب میں ہے کہ
حضرت ابن عمر کے نزدیک جو چیز سنت سے ثابت نتھی اسکو وہ بدعت اور بُرا جانتے
تھے اہل بدعت کی طرح یہ نہیں سکتے تھے کہ اسکی ممانعت نہیں آئی اور اسمیں کیا قباحت
ہے اور یہ جو صاحب سیف الاسلام نے لکھا ازیں اثر ہم تائید عقیدہ اسماعیلیہ ثابت
نیست اولاً اینکہ حضرت ابن عمر در بیان امریکہ دیگر از سنت مید انستند سنت نبودن

اور اس تعلیم فرمودند الخ سو یہی ہے نہ سمجھنے مراد پر کیونکہ غایۃ الکلام میں یوں ہے
ان ابن عمر رای قوما اضطجعوا بعد رکعتی الفجر فارسل الیھم فنھاھم (ترجمہ) ابن عمر نے دیکھا
ایک قوم کو کہ لیٹتے ہیں بعد سنت فجر کے پس بھیجا کسیکو پاس انکے اور منع کیا انکو بھلا
اس روایت میں کہاں گنجایش اس تاویل کی ہے آیا وہ چیز جو بدعت حسنہ ہو صاحب
رسالہ کے نزدیک قابل نہی اور ممانعت ہے ایک مثال واسطے تنبیہ اور تائید مذہب حق کے
لکھی جاتی ہے اسکو متوجہ ہو کر سننا چاہیے دیکھو صلوۃ الرغائب باوجود اسبات کے
کہ اسکی نہی میں کوئی حدیث نہیں آئی اور بعض علماء اسکی تجویز کی طرف بھی گئے ہیں
لیکن علماء محققین نے اسکو منع لکھا مستملی شرح منیۃ المصلے میں ہے ان النفل بالجماعۃ
علی سبیل التداعی مکروہ علی ما تقدم ما عدا التراویح وصلوۃ الکسوف والاستسقاء فعلم ان
کلا من صلوۃ الرغائب لیلۃ اول الجمعۃ من رجب وصلوۃ البراءۃ لیلۃ نصف من شعبان
وصلوۃ القدر لیلۃ السابع والعشرین من رمضان بالجماعۃ مکروہ وقد ذکروا لکراہتھا وجوہا
منھا فعلھا بالجماعۃ وھی نافلۃ ولم یرد بہ الشرع ومنھا تخصیص سورۃ الاخلاص والقدر ولم یرد
بہ الشرع ومنھا تخصیص یوم الجمعۃ دون غیرہا وقد ورد النھی فی تخصیص یوم الجمعۃ بصیام
ولیلۃ بقیام ومنھا ان العامۃ یعتقدونھا سنۃ من سنن النبی صلعم فیکون فعلھا سببا
لکذبھم علیہ الصلوۃ والسلام ومنھا ان الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من الائمۃ المجتہدین
لم ینقل عنہم بان ہاتان الصلوتان فلو کانتا مشروعتین لماتا فاتتا عن السلف انتہی (ترجمہ)
نفل پڑھنا جماعت کے ساتھ علی سبیل التداعی مکروہ ہے جیساکہ گزرا سوا تراویح اور نماز
کسوف اور استسقا کے پس معلوم ہوا کہ جماعت کے ساتھ پڑھنا صلوۃ الرغائب کا رجب کے اول
جمعہ کی شب میں اور صلوۃ البراۃ کا شب نصف شعبان میں اور صلوۃ القدر کا رمضان
کی ستائیسویں شب میں مکروہ ہے اور علما نے اسکی کراہت کی کئی وجہ لکھی ہیں اول یہ
کہ وہ نفل ہے اور پڑھنا نفل کا جماعت کے ساتھ شرع میں نہیں آیا دوسرے اسمیں خاص کر

پڑھنا قل ھو اللہ اور انا انزلنا کا ہوتا ہے جو شرع میں وارد نہیں ہوا تیسرے خاصکر لیلۃ الجمعہ کا ہوتا ہے حالانکہ جمعہ کے روز خاصکر روزہ رکھنے اور اسکی رات میں خاصکر قیام کرنے سے نہی آئی ہے چوتھے یہ کہ اعتقاد کرینگے عوام اسکو مسنون و منقول آنحضرت صلعم سے پس ہو دیگا پڑھنا اسکا سبب واسطے کذب عوام کے آنحضرت صلعم پر پانچویں یہ کہ صحابہ اور تابعین اور من بعدہم من الائمۃ المجتہدین سے پہلے دو نماز منقول نہیں اگرچہ مشروع ہوتیں تو اگلے لوگوں سے کیونکر فوت ہوتیں۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا

فی ہذا الحدیث النہی الصریح عن تخصیص لیلۃ الجمعۃ بصلوۃ من بین اللیالی وہذا متفق علی کراہتہ واحتج بہ العلماء علی کراہتہ ہذہ الصلوۃ المبتدعۃ التی تسمی الرغائب قاتل اللہ واضعہا ومخترعہا فانہا بدعۃ منکرۃ من البدع التی ہی ضلالۃ وجہالۃ وفیہا منکرات ظاہرۃ وقد صنف جماعۃ من الائمۃ مصنفات نفیسۃ فی تقبیحہا وتضلیل مصلیہا ومبدعہا ودلائل قبحہا وبطلانہا وتضلیل فاعلہا اکثر من ان تحصر واللہ اعلم انتہی (ترجمہ) اس حدیث میں نہی صریح ہے خاصکر لینے سے جمعہ کی شب کو اور راتوں سے واسطے نماز کے اور کراہت اسکی متفق علیہ ہے اور اس حدیث کو حجت پکڑا ہے علما نے کراہت اس نماز محدثہ پر جسکا نام صلوۃ الرغائب ہے لعنت کرے خدا اسکی واضع اور مخترع پر اسواسطے کہ یہ نماز بدعت منکرہ ہے اور ان بدعات سے ہے جو ضلالت وجہالت ہیں اور اسمیں منکرات ظاہرہ ہیں اور ایک جماعت نے اماموں سے کتابیں نفیس اس نماز کی برائی اور اسکے پڑھنے والے اور موجد کی گمراہی میں تصنیف کی ہیں اور دلیلیں اس نماز کے بطلان و برائی اور اسکے پڑھنے والے کی گمراہی کی زیادہ اس سے ہیں کہ شمار کی جاویں واللہ اعلم اور کمال الدین دمیری نے شرح منہاج نووی میں لکھا ان صلوۃ الرغائب وصلوۃ لیلۃ نصف شعبان

بدعتان قبیحتان انتہی وقال ایضا فیہ ان بعض المالکیۃ مر بقوم یصلون صلوۃ الرغائب وقوم عاکفین علی محرم محسن حالہم علی حال المصلین لانہم یعلمون انہم فی معصیۃ فیرجی لہم التوبۃ

بخلاف المصلین المذکورین فانہم یعلمون انہم فی عبادۃ فلا یتوبون ولا یستغفرون انتہی
(ترجمہ) صلوۃ الرغائب اور نماز شب نصف شعبان کی بدعت قبیحہ ہیں اور شرح
مہاج میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک عالم مالکی مذہب والوں سے ایسی قوم پر گزرے جو پڑھتے
تھے صلوۃ الرغائب اور دیکھا دوسری قوم کو کہ وہ بیٹھے ہیں امر حرام پر پس اس قوم کے
حال کو اچھا بتایا نماز پڑھنے والوں کے حال سے اسواسطے کہ وہ لوگ جانتے ہیں کہ ہم گناہ
کرتے ہیں تو شاید توبہ بھی کریں بخلاف نماز پڑھنے والوں کے کہ وہ جانتے ہیں اپنے
آپکو عبادت میں پس یہ نہ توبہ کرینگے اور نہ استغفار - ابن احمد محدث نے شعب الایمان
میں لکھا قال النبی صلعم لاتخصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی الحدیث واستدل
العلماء بہذا الحدیث علی ان صلوۃ الرغائب التی فی لیلۃ اول جمعۃ من رجب منہی عنہا
وبالغ النووی فی شرح مسلم فی تقبیحہا وتضلیل مبدعہا وصرح فی شرح المہذب بانہا
وصلوۃ لیلۃ نصف من شعبان بدعتان مذمومتان ومنکرتان قبیحتان وقال الامام
ابوشامۃ لا اصل لہا وصرح کثیر من الائمۃ بان خبرہا موضوع ومن عمل بہ واجتہد
فیہا فہو من خدمۃ الشیاطین انتہی (ترجمہ) فرمایا نبی صلعم نے نہ خاص کرو تم شب جمعہ
کو واسطے نوافل کے اور راتوں سے دلیل لائے ہیں علما اس حدیث سے اسبات پر
کہ صلوۃ الرغائب جو رجب کے اول جمعہ کی شب کو پڑھتے ہیں ممنوع ہے اور مبالغہ کیا ہے
نووی نے شرح مسلم میں اس نماز کی برائی اور اسکے نکالنے والے کی گمراہی میں اور
تصریح کی ہے شرح مہذب میں کہ یہ نماز اور نماز شب نصف شعبان کی بدعت مذمومہ
اور منکرہ قبیحہ ہے اور کہا امام ابوشامہ نے کہ اس نماز کی کچھ اصل نہیں ہے اور تصریح
کی بہت سے اماموں نے اسکی کہ حدیثیں ان نمازوں کی موضوع ہیں اور جس شخص نے
اسکے بموجب سعی کی اور عمل کیا وہ خدام شیاطین سے ہے - مجوزین اس نماز کی
وہی دلیل پیش کرتے ہیں جو اہل بدعت جواز مولد وغیرہ میں دلیل لاتے ہیں نصر المسلمین

میں طبقاتِ حنفیہ سے نقل کیا فی باب الامامۃ من کتاب الصلوٰۃ من المحیط لایکرہ الاقتداء
بالامام فی النوافل مطلقاً نحو القدر والرغائب ولیلۃ نصف من شعبان ونحو ذلک
لان ماراہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن خصوصاً اذا استمرت فی البلاد والامصار
العرف اذا استمر نزل منزلۃ الاجماع وکذا العادۃ فاذا استمرت واشتہرت وفی اکثر بلاد
الاسلام یصلون الرغائب مع الامام وصلوٰۃ لیلۃ القدر ولم یشتہر ان النبی صلعم صلی
لیلۃ النصف من شعبان ولیلۃ الرغائب والقدر مع الجماعۃ ومع ذلک صلے المؤمنون
فی اکثر امصار الموحدین وبلادہم وماراٰہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن الخ (ترجمہ) اور باب
الامامۃ کتاب الصلوٰۃ محیط میں ہے کہ مکروہ نہیں ہے اقتدا امام کا نوافل میں مطلقاً مثل
نماز شبِ قدر کے اور رغائب اور نماز شب نصف شعبان وغیرہا میں اسواسطے کہ مسلمان
جس چیز کو مستحسن جانتے ہیں وہ خدا کے نزدیک بھی بہتر ہوتی ہے خصوصاً جب رائج
ہوجاوے وہ بلاد اور امصار میں اسواسطے کہ عرف رائج ہوجائے تو قائم مقام اجماع کے
ہوتا ہے اور ایسے ہی ہے عادت جب مستمر اور مشہور ہوجاتی ہے اور اکثر بلاد اسلام
میں پڑھتے ہیں صلوٰۃ الرغائب امام کے ساتھ اور صلوٰۃ لیلۃ القدر کو حالانکہ نہیں
مشہور ہوا ہے کہ نبی صلعم نے پڑھا ہو نماز شب نصف شعبان اور صلوٰۃ الرغائب
اور نماز شب قدر کو جماعت سے اور باوجود اسکے پڑھتے ہیں اسکو مسلمان اکثر بلاد و امصار
موحدین میں اور جس امر کو مسلمان بہتر جانیں وہ خدا کے نزدیک بھی بہتر ہے ۔
جائے غور ہے کہ جو دلائل مجوزین مولد پیش کرتے ہیں وہی دلائل مجوز اس نماز کے
بیان کرتے ہیں مثل حدیث ماراہ المسلمون حسنا وعرف وغیرہ کے باوجودیکہ علمائے حجاز
اور فقہائے مدینہ اور فضلائے متقدمین اور متاخرین مذاہب اربعہ اسکے عدم جواز
کے قائل ہیں اگر کوئی شبہ کرے کہ نووی وغیرہ نے جو منع اس نماز سے کیا ہے سو
اسواسطے ہے کہ حدیث شریف میں ہی تخصیص شب جمعہ سے آئی ہے اور اس سے یہ لازم

نہیں آتا کہ جسمیں تخصیص ہو ممنوع ہوجاوے تو جواب سکا یہ ہے کہ اگر مراد نہی سے
یہ ہے کہ خاص اس نماز کے واسطے نہی وارد ہوئی ہے سو یہ بات محض بلا دلیل ہے
اور اگر مراد یہ ہے کہ اس حدیث میں تخصیص یوم جمعہ اور شب جمعہ سے منع نہیں ہے
اور یہ بات صلوۃ رغائب میں پائی جاتی ہے تو جواب سکا یہ ہے کہ منع تخصیص
یوم جمعہ اور شب جمعہ سے اسیواسطے ہے کہ اپنی طرف سے آدمی تخصیص امور شرعیہ میں نکرے
اور یہی بات اور بدعات میں بھی پائی جاتی ہے سو وہ بھی ممنوع ہوجاویگی اور
اگر یوں کہو کہ فقط یوم جمعہ اور شب جمعہ کی تخصیص تو منع ہے باقی اور ایام کی تخصیص
جائز ہے تو یہ بات محض باطل ہے اور قابل التفات نہیں جبکہ تخصیص یوم جمعہ
اور شب جمعہ جوکہ فاضلترین ایام ولیالی ہیں جائز ٹھیری تو اَور دن اور رات کی
تخصیص بدرجہ اولے جائز نہوگی اور یہ اُن لوگوں کے مذہب کے موافق قیل و قال ہے
کہ جو اس حدیث سے اِس نماز کو منع کرتے ہیں جیساکہ شرح منیہ وغیرہ سے گزرا اور جو
بعض شراح نے توجیہیں کی ہیں وہ مفید اس مدعا کو نہیں ہیں اور توجیہ صحیح یہی
ہے کہ تخصیص اپنی طرف سے دین میں کرنا غیر مشروع ہے جب یہ بات معلوم ہوئی اور
آثار صحابہ اور فقہاء محققین کے اقوال سے ثابت ہوا کہ جو چیز محدث فی الدین ہو بغیر
دلیل کے وہ مقبول نہیں چنانچہ مستند مخالفین علامہ سعدالدین تفتازانی نے شرح
مقاصد میں کہا ولا یعرفون ان البدعۃ المذمومۃ ہو المحدث فی الدین من غیر
ان یکون فی عہد الصحابۃ والتابعین ولادل علیہ الدلیل الشرعی الخ (ترجمہ) اور نہیں
جانتے کہ بدعت مذمومہ وہ حادث فی الدین ہے جو عہد صحابہ اور تابعین میں نہ پایا
جاوے اور کسی دلیل شرعی سے ثابت نہو - تو اب ہم مخالفین سے پوچھتے ہیں
کہ آپ صاحبوں نے جو صدہا بدعات مثل مولد اور قیام مولد اور سوم اور دہم
اور چہلم اور گیارہویں پیران پیر وغیرہ کو جائز کر رکھا ہے اور اُسکے کرنے میں فرائض

زیادتی سے زیادہ اہتمام کرتے ہو اور اُن افعال کے منکرین کو بُرا کہتے ہو یہ امر کیونکر
قابل قبول ہوگا اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بعض مخالفین درمختار
وغیرہ کتابوں فقہ سے بعض بدعات کا جواز مثل تسلیم بعد الاذان اور ایسی ہی اور
کتابوں سے مثل عمامہ میت اور تلفظ بہ نیت اور تکبیرات تشریق بعد نماز عید
اور تعریف یعنی وقوف تشبیہاً باہل العرفات اپنی محدثات کی تائید میں سند
لاتے ہیں سو یہ چیزیں قطع نظر اسکے کہ فقہا نے منع بھی لکھی ہیں چونکہ ادلہ شرعیہ
سے ثابت نہیں اسواسطے ہمارے نزدیک غیر منقول ہیں اگرچہ بعض فقہا ان
چیزوں کے مجوز ہوں اسواسطے کہ معیار معرفت حق و باطل کتاب و سنت اور اقوال
صحابہ ہیں اور جب ہم آثار صحابہ سے یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ جو محدث فی الدین
ہے قابل عمل نہیں تو اب قول اُن لوگوں کا راجح ہے جو اوفق بقول و فعل صحابہ ہے
اور احادیث بھی مؤید اسی قول کی ہیں اخرج الشیخان عن عائشۃ رض قال قال
رسول اللہ صلعم من احدث فی امرنا ہذا مالیس منہ فھو رد یعنی بخاری و مسلم نے عائشہ رض
سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے جو شخص کہ ایجاد کرے ہمارے
اس دین میں وہ چیز کہ اُس سے نہو تو وہ مردود ہے اور بھی بخاری اور مسلم نے
اخراج کیا من عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو رد و ایضاً قال صلعم کل محدثۃ بدعۃ و
کل بدعۃ ضلالۃ اخرجہ ابوداؤد والترمذی واحمد وابن ماجہ و ایضاً قال صلعم شر الامور
محدثاتہا (ترجمہ) جو شخص دین میں وہ کام کرے جسپر ہمارا حکم نہیں ہے وہ مردود ہے
اور بھی فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ ہر نئی چیز دین میں بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی
روایت کیا اسکو ابوداؤد اور ترمذی اور امام احمد اور ابن ماجہ نے اور یہ بھی فرمایا کہ
بُری سب کاموں سے بدعتیں ہیں۔ پس جو شخص کسی چیز کو کہ محدث فی الدین ہو
عبادت سمجھی اور اُسکو جائز کہے وہ خاطی ہے اور بعض اشخاص جو یہ کہتے ہیں کہ

ذکر خلفائے راشدین اور عمین شریفین آنحضرت صلعم کا خطبہ میں آیا بدعت سیئہ
تو چاہیئے کہ ناجائز ہو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ امر اجماع سے ثابت ہے اور خود آنحضرت
صلعم نے ان لوگوں کی تعریف خطبہ و غیر خطبہ میں فرمائی ہی ہر بدعات کو سیئہ قیاس
کرنا محض خطا ہے چونکہ اور حصر ان امور کا جو محدث فی الدین ہیں اور دلائل شرعیہ سے
ثابت نہیں متعذر ہے اسواسطے ہم ایک قاعدہ جو مفید دو تمامی بدعات ہو بیان کرتے
ہیں اسمیں نجات بہت سی بدعات سے ہے جسکو بعض فقہا نے بلا تامل جائز لکھدیا ہے
وہ قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز ایسی ہو کہ باوجود مقتضی اور عدم مانع کے زمانہ آنحضرت
میں نہ پائی جاوے بدعت اور ضلالت ہے اور اسیطرح جو چیز ایسی ہو کہ باوجود مقتضی
اور عدم مانع کے زمانہ صحابہ آنحضرت اور سلف صالح میں نہ پائی جاوے وہ بھی
ایسی ہی ہے مجالس الابرار میں ہے واما ماکان المقتضی لفعلہ فی عہدہ علیہ السلام
من غیر وجود المانع و مع ذلک لم یفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام ولم یحث علیہ علم انہ
لیس فیہ مصلحۃ بل ہو بدعۃ قبیحۃ سیئۃ کالاذان فی العید فانہ لما احدثہ بعض
السلاطین انکرہ العلماء وحکموا بکراہتہ فلو لم یکن کونہ بدعۃ دلیلا علی کراہتہ لقیل ہذا
ذکر اللہ تعالی ودعاء الخلق الی عبادۃ اللہ فیقاس علی اذان الجمعۃ او یدخل فی العمومات
التی من جملتہا واذکروا اللہ ذکرا کثیرا و قولہ ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ لاکن لم
یقولوا ذلک بل قالوا کما ان فعل ما فعلہ علیہ الصلوۃ والسلام کان سنۃ کذلک ترک ما ترکہ
علیہ الصلوۃ والسلام مع وجود المقتضی وعدم المانع کان سنۃ ایضاً فانہ صلعم لما امر
باذان الجمعۃ دون العید کان ترک الاذان فیہا سنۃ انتہی (ترجمہ) اور جو چیز کہ مقتضی
اسکے فعل کا زمانہ آنحضرت میں موجود ہو بلا مانع کے اور باوجود اسکے آنحضرت صلعم نے
اسکو نہ خود کیا ہو اور نہ اسکے کرنے پر برانگیختہ کیا ہو معلوم ہوگا کہ کرنا اسکا بہتر نہیں ہے
بلکہ وہ بدعت قبیحہ سیئہ ہے مثال اسکی عید کی اذان ہے جب ایجاد لیا بعضے بادشاہوں

بتلایا تھا اُسکو علماء نے اور حکم کیا اُسکے مکروہ ہونے کا اگر اسکا بدعت ہونا دلیل کراہت
کی نہوتا تو کہہ سکتے کہ یہ ذکر اللہ تعالیٰ کا ہے اور دعوت خلق کی ہے عبادت اللہ کی
طرف پس قیاس کی جاتی اذان جمعہ پر یا کہا جاتا کہ داخل عمومات ہے منجملہ اُسکے فرمانا
اللہ تعالے کا ہے کہ ذکر کرو تم خدا کا ذکر کثیر اور یہ ارشاد کہ کون شخص بہتر ہے قول میں
اُس شخص سے کہ بلاتا ہے طرف خدا کے لیکن نہ کہا اُن لوگوں نے اسبات کو بلکہ کہا
اُنھوں نے کہ جسطرح کرنا اُس چیز کا کہ اُسکو آنحضرتؐ نے کیا ہو سنت ہے اسیطرح
ترک بھی اُس چیز کا جسکو آنحضرتؐ نے باوجود ثبوت مقتضے اور عدم مانع کے ترک کیا ہو
سنت ہے اسواسطے کہ آنحضرتؐ نے جب حکم کیا اذان جمعہ کا سوا عیدین کے تو ہوویگا
ترک اذان کا اُسمیں سنت - شاہ عبدالعزیز صاحب نے رجوم الشیاطین میں لکھا
امام حجۃ الاسلام غزالی دراحیاء العلوم ودیگر کتب خود بعد تقریر طویل ثابت کردہ کہ ہر
بدعتے درعبادت بدنیہ محضہ مثل صوم وصلوٰۃ وزکوٰۃ وغسل وطہارت نو پیدا نمایند
ہمہ سیئہ ہست بدعت مباحہ منحصر درعادات ہست مثل پختن پلاؤ در شادی و ہانند
آں وبدعت حسنہ درعبادات مالیہ مثل بناے مدارس وخانقاہات آما درعبادات
لیس بدعت نمی باشد مگر بدعت سیئہ الی ان قال وعندالاستقراء لاتوجد تاک
البدعۃ غیر السیئۃ فی العبادات البدنیۃ المحضۃ کالصوم والصلوٰۃ وقراءۃ القرآن: د
اوصاف کل منہا بل لایکون بدعۃ فیہا الا سیئۃ لان عدم وقوع الفعل فی الصدر
الاول لیس الا لعدم الحاجۃ الیہ اولوجود مانع منہ اولعدم التنبہ لہ اوللتکاسل عنہ او
لکراہتہ وعدم مشروعیتہ والاولیان منتفیان فی العبادۃ البدنیۃ المحضۃ لان الحاجۃ ا
التقرب الے اللہ تعالیٰ بالعبادۃ لاتنقطع وبعد ظہور الاسلام وغلبۃ اہلہ لم یکن منہا مانع و
کذا عدم التنبہ بہا والتکاسل عنہا منتفٍ ایضاً اذ لایجوز ان یظن ذلک بالنبی صلعم
وجمیع اصحابہ فلم یبق الا کونہا بدعۃ مکروہۃ غیر مشروعۃ انتہےٰ (ترجمہ) اور استقراء سے

معلوم ہوتا ہے کہ نہیں ہوتی بدعت بجز سیئہ کے عبادات بدنیہ محضہ میں مثل روزہ اور نماز اور قراءۃ قرآن اور ہر ایک کی صفات کے بلکہ نہیں ہوتی بدعت ایسی چیزوں میں بجز سیئہ کے اسواسطے کہ نہ کرنا اگلے لوگوں کا اس فعل کو یا بوجہ اسکے تھا کہ کچھ حاجت اسکی نہ تھی یا کوئی امر اسکے کرنے سے مانع تھا یا بوجہ اسکے کہ وہ لوگ واقف اس سے نہ تھے یا اسکے کرنے سے وہ کسل کرتے تھے یا بوجہ مکروہ و غیر مشروع ہونے کے اسکو بچاتے ہے دو احتمال اول منتفی ہیں عبادت بدنیہ محضہ میں اسواسطے کہ کسیوقت حاجت تقرب کی خداتعالی کی جانب عبادت سے منقطع نہیں اور بعد ظہور اسلام وغلبہ اہل اسلام کے عبادت سے کوئی مانع نہیں تھا اور اسیطرح عدم واقفیت اور کسل بھی نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ یہ گمان کرنا تو آنحضرت صلعم اور آنکے جمیع اصحاب کے ساتھ جائز نہیں ہے پس نہیں ہوگی وہ شے سوا بدعت مکروہہ غیر مشروعہ کے۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ بعض اشخاص انمیں سے کہتے ہیں کہ جو چیز عموم الفاظ خیرات اور حسنات میں داخل ہیں وہ ممنوع نہیں یہ مولد عموم خیرات اور حسنات میں داخل ہے جواب اسکا یہ ہے کہ جیسے یہ عموم خیرات میں داخل ہے ویسی ہی عموم منہیات میں بھی داخل ہے مثلاً کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار یا من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فہو رد وغیرہا من الاحادیث پس کیا وجہ ہے کہ تم اس عموم کو مخصوص کرتے ہو باوجودیکہ ترجیح اباحت اور حظر میں حظر کو ہوتی ہے اور یہی عموم ان چیزوں کا کہ جنسے تم بدعات کو تجویز کرتے ہو مثل عموم کل بدعۃ ضلالۃ وغیرہ کے نہیں کما لا یخفی علی اہل العلوم۔ علاوہ برین اگر اس قسم کا عموم کہ جس سے استدلال کرتے ہو معتبر ہوتا تو بہت سی بدعات کہ جسکو علما نے بالتصریح منع لکھا ہے جائز ہوجاتیں اور بھی تعزیہ او غیرہ بھی ممنوع نہوتا کہ وہ بھی عمومات خیرات میں اسکے مجوزین کے نزدیک داخل ہے مجوزین تعزیہ کے رسائل دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ بھی اسی قسم کے دلائل پیش کرتے ہیں

البتہ وہ عموم جو متبادر الفاظ قرآن اور حدیث سے معتبر ہے جیسے عموم کل بدعۃ ضلالۃ
جبتک تخصیص کسی بدعت کی جواز کی دلیل سے ثابت نہو گی تب تک عموم دلیل ہے
ممانعت میں اور مثل اسی کے ہے دعا رفع طاعون کے واسطے جسکو صاحب سیف الاسلام
نے درمختار سے نقل کیا والدعاء برفع الطاعون یعنی دعا رفع ہونے طاعون کی
اسواسطے کہ عموم وبا اور امراض میں طاعون بھی داخل ہے۔ بہت سی مثالیں مخالفین
کتابوں فقہ سے جواز مولد میں ایسی نقل کرتے ہیں کہ قیاس انکا مولد پر قیاس مع الفارق
ہے مثل تعریف اور دعا رفع طاعون اور ایسی ہی تلفظ بہ نیت کہ بجہت اجتماع زبان
اور دل کے بعض علماء نے تجویز کیا ہے مولد مروج سے اور ان چیزوں سے بہت
تفاوت ہے ایک کا جواز مستلزم جواز ثانی کا نہیں علاوہ مذہب محقق کے موافق ان چیزوں
میں بھی کلام ہے اور جب ہم آثار اور احادیث سے اُن لوگوں کے مذہب کو کہ جو قائل
اسبات کے ہیں کہ جو چیز برکت نشان جناب آنحضرت صلعم اور اصحاب کرام اور تابعین
عظام میں نہو اور دلالت شرعیہ مجوز اس امر کی نہو تو وہ بات غیر جائز اور ممنوع ہے
ثابت کر چکے تو اب جتنی بدعات ہوں اُن سب کو عاقل غیر جائز تصور کریگا اگرچہ بعض
کتب میں اُسکو جائز لکھا ہو اب دو تین عبارات اُن علما کی بھی نقل کرتے ہیں جو
مانع مولد ہیں۔ علامہ تاج الدین فاکہانی المورد فی الکلام علی عمل المولد میں تحریر
فرماتے ہیں اور وہ وہ شخص ہیں کہ خود جلال الدین سیوطی اُنکو مستند جانتے ہیں
اور اپنی کتابوں میں اُنسے سند لاتے ہیں قال رحمہ اللہ لا اعلم لہذا المولد اصلاً
فی کتاب لا سنۃ ولا ینقل عملہ عن احد من علماء الامۃ الذین ہم القدوۃ فی الدین
المتمسکون بآثار المتقدمین بل ہو بدعۃ احدثہا البطالون وشہوۃ نفس اعتنی بہا
الاکلون بدلیل انا اذا دربنا علیہا الاحکام الخمسۃ قلنا اما ان یکون واجبا او مندوبا او مباحا
او مکروہا او محرما ولیس بواجب اجماعا ولا مندوبا لان حقیقۃ المندوب ما طلبہ الشرع

من غیر ذم علی ترکہ وہذا لم یاذن فیہ الشرع ولا فعلہ الصحابۃ والتابعون المتدینون
فیما علمت وہذا جوابی عنہ بین یدی اللہ ان عنہ سئلت ولا جائز ان یکون مباحا لان
الابتداع فی الدین لیس مباح باجماع المسلمین فلم یبق الا ان یکون مکروہا او حراما
وحینئذ یکون الکلام فیہ فی فصلین الخ (ترجمہ) نہیں جانتا ہوں میں اس مولد کی
اصل قرآن اور حدیث سے اور نہیں منقول ہے کرنا مولد کا کسی سے علماء امت کے
ایسی لوگوں سے کہ پیشوا ہیں دین ہیں اور متمسک ہیں بآثار متقدمین بلکہ مولد بدعت ہے
کہ نکالا ہے اسکو کذابوں نے اور خواہش نفس کا ارادہ کیا ہے کہانیوالوں نے اس
بہانہ سے دلیل اسکی یہ کہ دائر کیا ہمنے اسپر احکام خمسہ شرعیہ کو پس کہا ہمنے مولد کا
کرنا یا واجب ہے یا مستحب یا مباح ہے یا مکروہ یا حرام ہے اور واجب تو ہے نہیں
بالاجماع اور مستحب بھی نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ مستحب اس چیز کو کہتے ہیں جسکے
کرنیکا حکم شرع میں ہو اور اسکے ترک میں کچھ برائی نہو اور حکم اسکا شرع میں
کہیں نہیں آیا اور ہماری دانست میں نہیں کیا ہے اسکو صحابہ اور تابعین نے جو دیندار
تھے اور یہ بھی جواب ہمارا ہے خدا کے سامنے اگر مجھ سے اسمیں پوچھا جاویگا اور مباح
بھی نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ ایجاد فی الدین مباح نہیں ہے باجماع المسلمین پس
نہیں ہوسکتا سوا مکروہ اور حرام کے اور اسوقت میں ہوویگا کلام مولد شریف
میں دو فصلوں میں ۔ شیخ ابو عبد اللہ ابن الحاج نے کہ مستند جلال الدین سیوطی
کی ہیں کتاب مدخل میں کہ نہایت عمدہ کتاب ہے لکھا ہے ومن جملۃ ما احدثوہ من
البدع من اعتقادہم ان ذلک من اکبر العبادات واظہار الشعائر ما یفعلونہ فی شہر
الربیع الاول من المولد وقد احتوی ذلک علی بدع ومحرمات الی ان قال وہذہ مفاسد
مترتبۃ علی فعل المولد اذا عمل بالسماع فان خلا منہ وعمل طعام فقط ونوی بہ المولد و
دعی الیہ الاخوان وسلم من کل ما تقدم ذکرہ فہو بدعۃ بنفس نیۃ فقط لان ذلک زیادۃ

فی الدین ولیس من عمل السلف الماضیین واتباع السلف اولی ولم ینقل
عن احد منہم انہ نوی المولد ونحن نتبع السلف فیسعنا ما وسعہم انتہی (ترجمہ) اور
منجملہ اُن بدعات کے جنکو لوگوں نے ایجاد کیا اور باوجود اسکے اعتقاد کرتے ہیں کہ وہ
افضل عبادات وشعائر سے ہیں وہ چیز ہے کہ کرتے ہیں اُسکو مہینہ ربیع الاول میں یعنے
مولد شریف حالانکہ وہ متضمن ہے بہت سی بدعات ومحرمات پر اور بعد بیان مفاسد
کے کہا کہ یہ سب مرتب ہیں مولد کے کرنے پر جب اُسکو راگ کے ساتھ کریں اور اگر راگ سے
خالی ہو اور فقط کھانا کیا جاوے اور اُس سے نیت مولد کی ہو اور اسواسطے اپنے بھائیوں
کو بلاوے اور کوئی چیز اُنمیں سے جسکا ذکر ہوچکا نہ پائی جاوے تو بدعت ہوگا بوجہ
نیت کرنے مولد کے اسواسطے کہ یہ زیادت فی الدین ہے اور نہیں ہے عمل سلف ماضیین
سے اور اتباع سلف کا اولے ہے اور نہیں نقل کیا گیا کسی شخص سے سلف میں سے کہ اُس
نے مولد کی نیت کی ہو اور ہم اتباع کا سلف کا کرتے ہیں پس جائز ہوگا ہمکو وہی کہ
کیا ہوا انھوں نے اُسکو۔ شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہ نے کہ امام جلیل القدر مجتہد
وقت تھے صراط المستقیم میں لکھا وکذالک ما احدثہ بعض الناس اما مضاہاۃ للنصاری
فی میلاد عیسی علیہ السلام واما محبۃ للنبی صلعم وتعظیما لہ واللہ یثیبہم علی ہذہ المحبۃ والتعظیم
باجتہاد فی الاتباع لا علے البدع من اتخاذ مولد النبی صلعم عیدا مع اختلاف الناس
فی مولدہ فان ہذا لم یفعلہ السلف مع قیام المقتضے لہ وعدم المانع منہ ولو کان ہذا
خیرا محضا او راجحا لکان السلف رضی اللہ عنہم احق بہ منا فانہم کانوا اشد محبۃ للرسول
اللہ صلعم وتعظیما لہ منا وہم علی الخیر احرص وانما کمال محبتہ وتعظیمہ فی متابعتہ واتباع
امرہ واحیاء سنتہ باطنا وظاہرا ونشر ما بعث بہ والجہاد علے ذلک بالقلب والید و
اللسان فان ہذہ طریقۃ السابقین الاولین من المہاجرین والانصار والذین اتبعوہم
باحسان واکثر ہؤلاء الذین تجدہم حراصا علے امثال ہذہ البدع مع ما لہم فیہا

من حسن القصد والاجتهاد الذی یرجی بہ المثوبۃ تجدہم فی امر الرسول راغبا عما امروا بہت بالنشاط فیہ الخ (ترجمہ) اور ایسے ہی جو ایجاد کیا ہے بعضے آدمیوں نے یا تقصد مشابہت نصاری کے مولد حضرت عیسی میں اور یا واسطے محبت اور تعظیم نبی صلعم کے حالانکہ برانگیختہ کیا ہے خداتعالے نے لوگوں کو محبت اور تعظیم رسول خدا صلعم پر ساتھ کوشش کرنیکے انکے اتباع میں نہ بدعتوں پر مثل مقرر کرلینے مولد نبی صلعم کو عید باوجود اختلاف آدمیوں کے عمل مولد میں اسواسطے کہ نہیں کیا اسکو سلف نے مع پائے جانے مقتضے مولد کے اور نہ پائی جانے مانع کے اگر ہوتا یہ خیر محض یا رجحان خیر کا اسمیں ہوتا تو ہوتی سلف رض احق بہ نسبت ہمارے اسکے کرنیں اسواسطے کہ وہ زیادہ محبت رکھتے تھے رسولخدا صلعم سے اور زیادہ تعظیم کرتے تھے بہ نسبت ہمارے اور وہ خیر کرنے پر حریص بھی زیادہ تھے اور سوا اسکے نہیں کہ کمال محبت اور تعظیم آنحضرت کی انکی متابعت اور اتباع امر اور احیاء سنت انکی میں ہے باطنا وظاہرا اور پھیلانے میں احکام دین اور کوشش میں اسپر ہے قلب سے اور ہاتھوں سے اور زبان سے اسواسطے کہ یہی طریقہ ہے سابقین اولین کا مہاجرین اور انصار سے اور ان لوگوں کا جو متبع انکے ہیں اور اکثر ان لوگوں کو کہ پاویگا تو حریص زیادہ ایسی بدعتوں پر حال نہیں ہوتا ہے انکو اسمیں بھی حسن قصد اور کوشش کہ جس سے امید ثواب کی ہو پاویگا انکو امر رسول خدا صلعم میں بے پروا اس چیز سے کہ حکم کی گئی تھی خوشی کرنے کی اسمیں ۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کہ اکابر اولیا سے تھے اپنے مکتوبات میں ترقیم فرماتی ہیں ۔ صحیفۂ التفات ازروی کرم نامزد این حقیر ساختہ بودند بوصول آن مبتہج و مسرور گردید جزاکم اللہ سبحانہ خیرالجزاء یافتہ بود کہ اگر چنانچہ مبالغہ در منع سماع متضمن مولود کہ عبارت از قصائد نعت و اشعار غیر ندت خواندن است نیز بود اخوی اعزی میر محمد نعمان و بعضے یاران اینجا کہ در واقعہ آنحضرت را صلعم

دیدہ ام کہ ازیں معرکہ مولود بسیار راضی اند بریں تقدیر ترک شنودن مولود بسے مشکل است مخفی مباد اگر وقائع را اعتبار بود و بر منامات اعتبار باشد مریداں را بہ پیراں ہیچ احتیاج نباشد و التزام طریقے از طرق عبث می افتد چہ ہر مریدے کہ موافق وقائع خود عمل خواہد کرد و مطابق منامات خود زندگانی خواہد نمودن آں وقائع و منامات موافق طریق پیر باشند یا نباشند و مرضی او بود یا نبود بریں تقدیر سلسلہ پیری و مریدی برہم میخورد و ہر بوالہوسی بوضع خود مستقل میگردد و مرید صادق ہزار وقائع را با وجود پیر بہ نیم جوئی نخرد طالب رشید بدولت حضور پیر منامات را از اضغاث احلام میشمرد و ہیچ التفات بآنہا نمی نماید شیطان لعین دشمنی است قوی منتہیان از کید او ایمن نیستند و از مکر او ترساں و لرزاں اند از مبتدیان و متوسطان چہ گوید غایت ما فی الباب منتہیان محفوظ اند و از سلطان شیطان مصئون بخلاف مبتدیان و متوسطان پس وقائع ایشاں شایان اعتماد نباشد و از مکر دشمن محفوظ نبود مدیں ان قال بنظر انصاف بہ بنید کہ اگر فرضاً حضرت ایشاں دریں زمان در دنیا زندہ می بودند و ایں مجلس و اجتماع منعقد میشد آیا بایں امر راضی میشدند و ایں اجتماع را می پسندیدند یا نہ یقین فقیر آنست ہرگز ایں معنی را تجویز نمے فرمودند بلکہ انکار مے فرمودند مقصود فقیر اعلام بود قبول کنند یا نکنند ہیچ مضائقہ نیست و گنجائش مشاجرہ نہ اگر مخدوم زادہا و یاران آنجا بر ہماں وضع مستقیم باشند ما فقیراں از صحبت ایشاں غیر از حرمان چارہ نیست زیادہ چہ تصدیع دہد زیادہ و السلام انتہے شیخ شمس الدین ابن قیم کہ حسب اقرار جلال الدین سیوطی کی امام فی الدین ہیں زاد المعاد میں لکھتے ہیں ولا یخص المکان الذی ابتدأ بالوحی فیہ ولا الزمان بشیء ومن خص الامکنۃ والازمنۃ من عندہ بعبادات لاجل ہذا وامثالہ کان من جنس اہل الکتاب الذین جعلوا زمان احوال المسیح

ہو اسم واعیاد الیوم المیلاد و یوم التعبد وغیر ذلک من احوالہ وقد رای عمر بن الخطاب
جماعۃ یاتون مکانا یصلون فیہ فقال ماہذا فقالوا مکان التعبد صلے فیہ رسول اللہ صلعم
فقال اتریدون ان تتخذوا آثار انبیائکم مساجد انما ہلک من کان قبلکم بہذا فمن ادرکتہ
فی الصلوٰۃ فلیصل والا فلیمض انتہی (ترجمہ) اور نہ خاص کیا جاوے وہ مکان جسمیں
ابتداء وحی نازل ہوئی اور نہ کوئی زمانہ ساتھ کسی شئے کے اور جو شخص کہ خاص مکانوں
اور زمانوں کو اپنی طرف سے واسطے عبادت کے بسبب سکے یا اور کسی ایسی وجہ سے
ہو جاویگا وہ جنس اہل کتاب سے کہ مقرر کر لیا ہے انھوں نے زمانہ احوال حضرت
عیسٰے کو مثل روز پیدائش اور روز عبادت وغیرہ کو انکی حالات سے موسم و عید
اور دیکھا عمر بن خطاب نے ایک جماعت کو کہ جاتے ہیں وہ ایک مکان میں اور اسمیں
نماز پڑھتے ہیں حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے لوگوں نے کہا کہ یہ مکان عبادت کا
ہے نماز پڑھی تھی رسول خدا صلعم نے پس فرمایا کیا ارادہ کرتے ہو تم اسبات کا کہ مقرر
کرو تم آثار انبیاء اللہ کو مساجد حالانکہ اسی سبب سے ہلاک ہوگئے وہ لوگ کہ تم سے
پہلے تھے پس جس شخص کو کہ آجاوے اِس مکان میں وقت نماز کا تو اسمیں پڑھ لے
ورنہ چلا جاوے - مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں فرمایا نوع
پانزدہم امثال متجددہ را یک چیز بعینہ دانستن و ایں وہم خیلے بر ضعیف العقلان
غلبہ دارد چنانچہ آب دریا و شعلہ چراغ و آب فوارہ اکثر اشخاص یک آب و یک شعلہ
خیال کنند و اکثر شیعہ در عادات خود منہمک ایں خیال اند مثلاً روز عاشورہ در ہر
سال آ بیاید آنرا روز شہادت حضرت امام حسین گمان برند و احکام ماتم و نوحہ
و شیون وگریہ وزاری و فغاں و بیقراری آغاز نہند مثل زنان کہ ہر سال بر میت خود
ایں عمل نمایند حالانکہ عقل بالبداہت میداند کہ زمان امر سیال غیر قار است ہرگز جزا
و ثبات و قرار ندارد و اعادۂ معدوم محال و شہادت حضرت امام در روزے شدہ بود کہ ایں

روزرا از روز فاصلہ ہزار و دو صد سال دارد و ایں روز بآں روز چہ اتحاد و کدام مناسبت در روز عید الفطر و عید النحر را بریں قیاس نباید کرد کہ درانجا مایۂ سرور و شادی سال بسال متجددست یعنی اداے روزہ رمضان و اداے حج خانہ کعبہ و شکر للنعمۃ المتجددۃ سال بسال فرحت و سرور نو پیدا میشود و لہذا اعیاد شرائع بریں وہم فاسد بنا مدہ بلکہ اکثر عقلا نیز نوروز مہرجان و امثال ایں تجددات و تغیرات آسمانی را عید گرفتہ اند کہ ہر سال چیزے نو پیدا میشود و موجب تجدد احکام میباشد و علی ہذا القیاس تعید بہ عید بابا شجاع الدین و تعید بہ عید غدیر و امثال ذلک مبنی بر ہمیں وہم فاسد ست ازینجا معلوم شد کہ روز نزول آیہ الیوم اکملت لکم دینکم و روز نزول وحی و شب معراج راچرا عید در شرع قرار نہ دادہ اند و عید الفطر و عید النحر را قرار دادہ اند و روز تولد و وفات ہیچ نبی را عید نہ گردانیدند و چرا صوم یوم عاشورا کہ سال اول بموافقت یہود آنحضرت صلعم بجا آوردہ بودند منسوخ شد و ایں ہمہ ہمیں سر است کہ وہم را دخلے نباشد بدون تجدد نعمت حقیقت سرور و فرحت نمودن با غم و ماتم کردن خلاف عقل خالص از شوائب وہم است انتہی

صاحب سیف الاسلام وغیرہ جو بعض عبارتیں مکاتیب حضرت مجدد کی پیش کرتے ہیں سو اسمیں دو طرح سے کلام ہے اول یہ کہ پوری عبارت مکاتیب کے نقل نہیں کرتے دوسری یہ کہ وہ عبارتیں ہمارے مضر نہیں اور حضرت مجدد خود اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں دیگر بزعم فقیر التزام متابعت سنت سنیہ است علی صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ و اجتناب از اسم و رسم بدعت تا از بدعت حسنہ در رنگ بدعت سیئہ احتراز تنماید بوے ازیں دولت بمشام جان او نرسد و ایں معنے امروز متعسر ست کہ عالم در دریاے بدعت غرق گشتہ ست و بظلمات بدعت آرام گرفتہ کرا مجال ست کہ دم از رفع بدعت زندہ و باحیاء سنت لب کشاید اکثر علماے اینوقت

بدعت لکھا ہے اور تعزیر کا اُسکے فاعل پر حکم کیا۔ اور ابو شامہ تقلید کے منکر تھے اور اسمیں نہایت تشدد رکھتے تھے اور ید اللہ علے الجماعت کے معنے جو اُنہوں نے لکھے وہ تمھارے مخالف ہیں اور اسیطرح بہت سے بدعات کا اُنہوں نے رد کیا ہے جو تمھارے نزدیک جائز ہیں اور شیخ جلال الدین سیوطی اور ابن حجر عسقلانی قائل تصحیح حدیث ان اللہ خلق سبع ارضین کے ہیں جسکو تم موضوع کہتے ہو اور پھر جلال الدین سیوطی اور صاحب سیرت شامی منکر معجزہ قدم شریف کے ہیں جو تمھارے نزدیک بمنزلہ ایمان ہے اور اُسکے منکر کو بہت برا جانتے ہو اور بھی صاحب سیرت شامی قیام مولد کو جو تمھارے نزدیک بہت بڑی چیز ہے بے اصل لکھتے ہیں اور پھر سخاوی اور ابن جزری اور ملا علی قاری شیخ محی الدین عربی کی تکفیر کرتے ہیں اور پھر ابن حجر مکی اور ملا علی قاری عبد النبی وغیرہ اسمار جو تمھارے نزدیک جائز ہیں اُنکو ممنوع لکھتے ہیں اور سخاوی حضرت کے اسلام والدین کے منکر ہیں اور یہی حال ملا علی قاری کا ہے پھر شیخ عبد الحق سوم کو بدعت اور حرام لکھتے ہیں حالانکہ تم اُسکے قائل نہیں الغرض بعض اقوال ان علمار کے ہم بھی نہیں مانتے فرق اتنا ہے کہ ہم اُن اقوال کو حسب ارشاد الٰہی فان تنازعتم فی شئ فردوہ الے اللہ والرسول یعنی اگر جھگڑو تم کسی شے میں پس رد کرو اُسکو اللہ اور رسول کی طرف کی میزان کتاب و سنت میں رکھتے ہیں جنکو اقرب الے الکتاب والسنۃ یا قواعد دین سے مستنبط پاتے ہیں قبول کر لیتے ہیں اور جو مخالف سنت ہوں اور دلیل سے اُنکا غیر مقبول ہونا ثابت ہوتا ہے نہیں مانتے اور تم اُنکے اقوال کو اگر مؤید بدعات و مقوی محدثات جانتے ہو بلا لحاظ مزاحمت سنت و مخالفت آنحضرت کا لوحی المنزل مانتے ہو ورنہ نہیں مانتے علاوہ بریں اکثر یہ حضرات مخالف مذہب حنفی کے تھے صدہا اُنکے مسئلے ہم اور تم قبول نہیں کرتے مگر بدعتی مولد کے باب میں ہم تم کو ملزم کرتے ہو یہ بات انصاف سے بعید ہے اور قیام اپنا

سجدۂ قیام

وقت ذکر ولادت آنحضرت صلعم کے تعظیماً ممنوع اور غیر جائز ہے اسواسطے کہ اول
خود قیام تعظیم میں واسطے قادم کے کلام کے صاحب سیرت شامی نے جو اکابر مجوزین
مولد سے ہیں سیرت شامی میں لکھا جرت عادۃ کثیرۃ من المحبین اذا سمعوا بذکر
وضعہ صلعم ان یقوموا تعظیماً لہ صلعم وہذا القیام بدعۃ لا اصل لہ (ترجمہ) جاری ہے
عادت بہتوں کی محبین سے کہ جب سنتے ہیں ذکر وضع آنحضرت صلعم کا کھڑے ہوجاتے
ہیں تعظیماً واسطے اُنکے حالانکہ یہ قیام بدعت ہے کچھ اسکی اصل نہیں ہے۔ اور بعض
علماء نے قاضی شہاب الدین دولت آبادی سے نقل کیا ہے کہ اُنہوں نے اپنی
بعض تصانیف میں لکھا و مایفعل الجہال علی راس کل حول فی شہر الربیع الاول
لیس بشئے ویقومون عند ذکر مولدہ صلعم ویزعمون ان روحہ صلعم یجئی وحاضر فزعمہم
باطل بل ہذا الاعتقاد شرک وقد منع الائمۃ الاربعۃ عن مثل ہذا (ترجمہ) اور جو کرتے ہیں
جہال راس ہر سال پر ربیع الاول میں وہ کچھ شے نہیں ہے اور کھڑے ہوجاتے
وقت ذکر مولد آنحضرت صلعم کے اور اعتقاد کرتے ہیں کہ روح آنحضرتؐ کی آتی ہے
اور حاضر ہے اور یہ اعتقاد اُنکا باطل ہے بلکہ شرک اور بیشک منع کیا ہے چاروں
اماموں نے ایسی باتوں سے۔ اور مولانا فضل اللہ جونپوری سے منقول ہے کہ اُنھوں نے
بہجۃ العشاق میں لکھا ما یفعلہ العوام من القیام عند ذکر وضع خیر الانام علیہ التحیۃ
والسلام لیس بشئے بل ہو مکروہ (ترجمہ) اور جو کہ کرتے ہیں عوام قیام وقت ذکر وضع
خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام کے وہ کچھ شے نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے۔ اور قاضی نصیر الدین
گجراتی سے منقول ہے کہ اُنھوں نے طریقۃ السلف میں کہا وقد احدث بعض جہلاء
المشائخ امورا کثیرۃ لا نجد لہا اصلا ولا اسا فی کتاب اللہ ولا فی سنۃ منہا القیام
عند ذکر ولادۃ سید الانام علیہ التحیۃ والسلام انتہی (ترجمہ) اور ایجاد کرتے ہیں بعضے
جہلاء مشائخ بہت باتیں کہ نہیں پاتے ہیں ہم اُسکی اصل اور نام اسکا قرآن و

ذکر فیہ ولادت بطریق علت نہیں بلکہ احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روز
اعمال عرض کئے جاتے ہیں اس سبب سے آنحضرت صلعم روزہ رکھا کرتے تھے اخرج
الترمذی فی جامعہ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم تعرض الاعمال یوم الاثنین
والخمیس فاحب ان یعرض عملی وانا صائم واخرج احمد فی مسندہ وابن ماجہ فی
سننہ عن ابی ہریرۃ ان النبی صلعم کان یصوم یوم الاثنین والخمیس فقیل یا رسول اللہ
انک تصوم یوم الاثنین والخمیس فقال ان یوم الاثنین والخمیس یغفر اللہ فیہما
لکل مسلم الا مہاجرین یقول دعہما حتے یصطلحا واخرج الامام احمد فی مسندہ عن
ابی ہریرۃ انہ قال کان رسول اللہ صلعم اکثر ما یصوم یوم الاثنین والخمیس فقیل لہ
فی ذلک فقال الاعمال تعرض فی کل الاثنین والخمیس فیغفر لکل مسلم الا المتہاجرین
فیقول اخروہما واخرج الشیرازی فی الالقاب عن ابی ہریرۃ عن النبی صلعم ان
الاعمال ترفع یوم الاثنین والخمیس فاحب ان یرفع عملی وانا صائم (ترجمہ) روایت
کی ترمذی نے اپنی کتاب میں ابوہریرہ سے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ پیش کی
جاتے ہیں اعمال جناب باری میں دوشنبہ اور پنجشنبہ کو اسواسطے اچھا جانتا ہوں
میں اسکو کہ پیش کیا جاوے عمل میرا اور میں روزہ دار ہوں اور روایت کی امام احمد نے
اپنی مسند میں اور ابن ماجہ نے اپنی کتاب میں ابوہریرہ سے کہ نبی صلعم روزہ رکھا
کرتے تھے روز دوشنبہ اور پنجشنبہ کو سوال کیا گیا کہ یا حضرت آپ کیوں روزہ رکھتے
ہیں یوم دوشنبہ اور پنجشنبہ کو فرمایا کہ روز دوشنبہ اور پنجشنبہ کو مغفرت کرتا ہے اللہ تعالی
ہر مسلمان کی سوا ان شخصوں کے کہ انمیں تنازع ہوتا ہے فرماتا ہے کہ ان دونوں کو
چھوڑ دو یہانتک کہ صلح کریں اور روایت کی امام احمد نے مسند میں ابوہریرہ سے
کہ رسول خدا صلعم اکثر روزہ رکھتے تھے روز شنبہ اور پنجشنبہ کو پوچھا گیا حضرت سے
اسبارہ میں فرمایا کہ اعمال پیش کئے جاتے ہیں ہر دوشنبہ اور پنجشنبہ کو پس بخشش

یحاثی ہے ہر مسلمان کی سوا بغض رکھنے والوں کے فرماتا ہے تاخیر کرو انکی بخشش میں
اور روایت کی شیرازی نے القاب میں ابوہریرہ سے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے تحقیق اعمال
پیش کئے جاتے ہیں یوم دوشنبہ و پنجشنبہ کو اسواسطے دوست رکھتا ہوں میں کہ
رفع کیا جاوے عمل میرا اور میں روزہ دار ہوں تنبیہ ہمنے جو صاحب سیف الاسلام
کے اقوال کے ساتھ تعرض اس رسالہ میں کیا سو محض اسواسطے ہے تاکہ کلام اپنی
غایت کو پہنچ جاوے اور حتے المقدور کلام میں عذر مخالفین کا باقی نہ رکھا رد سیف
الاسلام اور نصر المسلمین کا رسالہ ہذا سے مقصود نہیں تحریر صاحب غایۃ الکلام
سے یہ بات معلوم ہوئی کہ سیف الاسلام کا جواب لکھا گیا اور وہ مطبوع بھی ہوگا
لیکن ہم تک ابھی وہ رسالہ نہیں پہنچا اب اگر کوئی شخص کہے کہ مولد کو ابن حجر
مکی اور ابوشامہ اور ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق اور جلال الدین سیوطی اور شامی
اور سخاوی اور ابن حجر عسقلانی اور ابن جزری وغیرہم نے جائز لکھا ہے اور تم
ان سب علماء کے قول کو نہیں مانتے تو تم ایسے بڑے عالموں کے ہوئے اگر انصاف
کرئے تو ایسے عالموں کے قول کو واجب القبول سمجھتے جواب اسکا یہ ہے کہ مولد کے
منع کی طرف بھی بڑے بڑے عالم مثل شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہ اور شیخ
شمس الدین ابن القیم اور شیخ ابوعبداللہ ابن الحاج صاحب مدخل اور شیخ تاج الدین
فاکہانی اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی وغیرہم گئے ہیں اور انکے فضائل و کمالات
اور علو شان و رفعت مرتبت اور ید طولی کی خود اکابر مستندین تمہارے بھی
معتقد ہیں اور زہد و ورع اور کثرت عبادت و تقوی کے مقر و معترف ہیں تم انکے
قول کو اس مقام نہیں مانتے پہلے تو اس سے ثابت ہوا کہ تم بہت بڑے بزرگوں کے منکر
ہوا اور تم میں انصاف نہیں دوسرے یہ کہ جن صاحبوں کا تمنے یہاں ذکر کیا تم
بھی انکے سب قول نہیں مانتے۔ دیکھو حافظ ابن حجر عسقلانی نے مصافحہ بعد العصر کو

رواج دہندہا سے بدعت اند و محو کنندہا سے سنت بدعتہا سے ہمین شدہ را
تعامل خلق دانستہ بجواز بلکہ استحسان آں فتوی میدہند و مردم را بہ بدعت دلالت
مینمایند الخ اور بھی دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں گفتہ اند کہ بدعت ہر دو نوع است
حسنہ و سیئہ حسنہ آں عمل نیک را گویند کہ بعد از زمان آں سرور و خلفاے راشدین
علیہ و علیہم من الصلوۃ اتمہا و التحیات اکملہا پیدا شدہ باشد و رفع سنت نماید
و سیئہ آنکہ رافع سنت باشد ایں فقیر در ہیچ بدعتی از یں بدعتہا حسن و نورانیت
مشاہدہ نمی کند و جز ظلمت و کدورت احساس نمی نماید اگر فرضا عمل مبتدع را
امروز بواسطہ ضعف بصارت طراوت و نضارت بیند فردا کہ حدید البصر گردند
دانند کہ جز خسارت و ندامت نتیجہ نداشت الی قولہ ہرگاہ ہر محدث بدعت باشد و ہر بدعت
ضلالت پس معنی حسن در بدعت چہ بود اور اسکے سوا انکی بہت عبارتوں سے بدعت مطلقہ
کی برائی ثابت ہے اور ہر بدعت انکے نزدیک رافع سنت ہے پس یہ تاویل جو بعض
اشخاص کرتے ہیں کہ حضرت مجدد نے راگ سے منع کیا ہے نہ مولد سے یہ محض غلط
ہے عبارت مکتوبات کی ہمنے اوپر نقل کردی جس شخص کو کچھ بھی انصاف ہوگا
اور فہم ہوگا وہ حقیقۃ الامر سمجھ لیگا اور سیف الاسلام میں جو دربارہ جواز مولد
انکی عبارت نقل کی تطبیق اصل سے معلوم ہوا کہ وہ کسیطرح مفید مدعاء
مخالفین نہیں بلکہ آخر عبارت محذوف ما بخاطر فقیر میرسد تا سد ایں باب مطلق نکنند
بوالہوساں ممنوع نمی گردیدند اگر اندک تجویز کردند منجر بہ بسیار خواہد شد قلیلہ یفضی الی
کثیرہ قول مشہور ست انتہی صراحۃ موید قول کراہت ہے صاحب سیف الاسلام
سے اسقدر تصرف نقل عبارت میں موجب تعجب ہے اور جلال الدین سیوطی نے
علامہ فاکہانی اور امام ابن الحاج کے کلام میں کچھ کلام کیا ہے سو اب وہ قابل
اسکے نہیں کہ اسکی طرف التفات کی جاوے اکثر باتیں اسکی مخدوش ہیں

اور دو اصلیں جو سیوطی اور ابن حجر نے نکالی ہیں اُسکا حال ہم اوپر لکھ چکے جس
شخص کو منظور ہو اُسکی طرف رجوع کرے صاحب سیف الاسلام نے جو مجمع البحار
سے سند لاتے ہیں اسباب میں نقل کی وہ بھی مفید مدعا نہیں اسواسطے کہ
عبارت منقولہ مجمع البحار میں ہرگز امر متنازع فیہ مذکور نہیں اور اسیطرح شیخ عبدالوہاب
مفتی سے جو نقل کیا اُس سے مجلس مولد مروج کا جواز نہیں نکلتا ابن قیم کے اوپر
جو اعتراض کیا وہ بھی مبنی خطا پر ہے عینی سے خود اسکا جواب نقل کیا قالوا اما روی
عن عمر انہ کرہ ذلک فلانہ خشی ان یلتزم الناس الصلوٰۃ فی تلک المواضع فیشکل امرہ
علے من یاتی بعدہم ویری ذلک واجبا وکذا ینبغی للعالم اذا رای الناس یلتزمون النوافل
التزاما شدیدا ان یترخص فیہا بعض المرات یترکہا لیعلم بذلک انہ غیر واجب (ترجمہ)
اور وہ جو روایت کیا گیا ہے حضرت عمر سے کہ مکروہ جانا اُنھوں نے اس فعل کو وجہ
اُسکی یہ ہے کہ خوف کیا اُنھوں نے اسبات کا کہ التزام کرلینگے آدمی نماز کا ایسے مواضع
میں اور دقت ہو جائیگی ان لوگوں پر جو بعد انکے آئیں گے اور جانیں گے وہ اُسکو
واجب اور ایسی ہی لایق ہے عالم کو جب دیکھے وہ کہ لوگ التزام کرتے ہیں نوافل کا
التزام شدید یہ کہ رخصت دیدی لوگوں کو نوافل میں بعض مرتبہ ترک سے تاکہ معلوم
ہو جاوے کہ وہ واجب نہیں ہیں۔ اس سے زیادہ کیا التزام ہوگا کہ تارکین اور
منکرین مولد کو دشمن رسول اللہ صلعم کا بتلاتے ہیں اور جو عداوت تارک اور منکر مولد
کے ساتھ ہوتی ہے وہ تارکین صلوٰۃ اور منکرین خدا تعالیٰ اور رسول کی ساتھ ہرگز نہیں
ہوتی اور ابن الحاج کے کلام میں جو سیوطی نے کلام کیا ہے وہ بھی مخدوش ہے اسواسطے
کہ ہرگز دونو کلام میں ابن حاج کی تناقض اور صاحب سیف الاسلام سے بھی
تناقض ثابت نہیں ہو سکا البتہ صاحب عمل کا کلام اول قابل قبول ہونا یا نہونا
امر آخر ہے پیر کے روزہ سے جو یہ حضرت سند لاتے ہیں سو اُسکا حال یہ ہے کہ وہاں

حدیث میں اور منجملہ اسکے ہے قیام وقت ذکر ولادت سید الانام علیہ التحیۃ والسلام
کی۔ اور شیخ ابن حجر اور شارح مواہب سے منقول ہے کہ انہوں نے اِس قیام کو
بدعت لکھا صاحب سیرت حلبی نے جو صاحب سیرت شامی کے قول کی تاویل کی کہ
مراد بدعت سے بدعت حسنہ ہے سو تاویل محض خطا ہے اسواسطے کہ ہم اوپر شیخ عبد الحق اور
قاضی عیاض وغیرہما سے نقل کر چکے ہیں کہ بدعت حسنہ وہ ہے جسکی اصل شرع میں ہو
اور جسکی اصل شرع میں نہو وہ بدعت حسنہ نہیں جامع ترمذی میں ہے باب ما جاء
فی کراہیۃ قیام الرجل للرجل عن ابی مجلز قال خرج معاویۃ فقام عبد اللہ بن زبیر و ابن
صفوان حین رأوہ فقال اجلسا سمعت رسول اللہ صلعم یقول من سرہ ان یتمثل لہ
الرجال قیاما فلیتبوء مقعدہ من النار (ترجمہ) اسباب میں بیان ہے کراہت قیام کا
واسطے دوسرے شخص کے ابو مجلز سے روایت ہی کہ نکلی معاویہ پس قیام کیا واسطے انکے
عبد اللہ ابن زبیر اور ابن صفوان نے جب دیکھا انکو کہا معاویہ نے کہ تم دونوں بیٹھ
جاؤ سنا ہے میں نے رسول اللہ صلعم سے فرماتے تھے جو شخص کہ خوش آوے اسکو یہ کہ متمثل
ہوں واسطے اسکے آدمی کھڑے ہو کر پس چاہیے کہ بنا لیوے وہ ٹھکانا اپنا دوزخ میں۔ امام
ابن قیم نے شرح ابو داؤد میں بعد نقل روایت ترمذی کے کہا وفیہ رد علی من زعم ان
معناہ ان یقوم الرجال فی حضرتہ و ہو قاعد فان معاویہ روی الخبر لما قاما لہ حین خرج
واما الاحادیث المتقدمۃ فالقیام فیہا عارض للقادم مع انہ قیام الیہ للتلقی لا قیام
وہو حدیث فاطمہ فالمذموم القیام للرجل واما القیام للتلقی اذا قدم فلا باس بہ و
بہذا یجمع الاحادیث واللہ اعلم انتہی (ترجمہ) اور اس حدیث میں رد ہے اُس شخص پر
کہ گمان کیا اُس نے کہ معنی اسکے یہ ہیں کہ کھڑے ہوویں آدمی سامنے اُسکے اور
وہ بیٹھا رہے اسواسطے کہ معاویہ نے روایت کیا اس حدیث کو جبکہ کھڑے ہوئے
دونو معاویہ کے نکلنے کے وقت لیکن پہلی حدیثیں پس قیام اُن میں عارض ہے

واسطے قادم کے اور سوا اسکے وہ کھڑا ہوتا ہے واسطے ملاقات کے نہ واسطے تعظیم
اُس شخص کے اور حدیث فاطمہ کی ہے پس ممنوع کھڑا ہونا واسطے تعظیم آدمی کے
ہے اور کھڑا ہونا واسطے ملاقات کے جسوقت کہ کوئی آدمی کچھ برا نہیں ہے اور اسمیں سب
احادیث جمع ہوگئیں واللہ اعلم - یہ کلام ہے آنیوالیکے قیام تعظیمی میں اور اسمیں گفتگو
بہت ہے بعض علما جائز کہتے ہیں اور بعض منع فتح الودود حاشیہ ابوداؤد میں ہے
وللناس کلام کثیر فی ہذہ المسئلۃ وعلی ہذا الحدیث والاقرب ان ترکہ اولی احری
ان تیسر بلا افضاء ایذاء وخصومتہ واللہ اعلم انتہی (ترجمہ) اور اس مسئلہ اور اس حدیث
میں علماء کی بڑی بحث ہے اور ترک قیام بہتر ہے اگر بلا ایذا وخصومت میسر ہو واللہ اعلم
اور وقت ذکر ولادت کے قیام کرنا محض بے اصل ہے بلکہ خلاف اصل اسواسطے کہ
اللہ جل شانہ کا ذکر اور اسکے حبیب صلعم کا ذکر صدہا محفلوں میں ہوتا ہے اور خاص مولد
میں بھی بارہا آپکا تذکرہ آتا ہے لیکن کوئی قیام نہیں کرتا اور جب ذکر ولادت ہو وہ
بھی اگر مجلس مولد میں ہو تو سب کھڑے ہوجاتے ہیں اگر یہ قیام تعظیم آنحضرت کے لیے ہوتا
تو ہر جگہ بوقت ذکر بہ نیت تعظیم ہوتا حالانکہ ایسا نہیں مشکوۃ شریف میں مروی ہے
انس رض سے لم یکن شخص احب الیہم من رسول اللہ صلعم وکانوا اذا راوہ لم یقوموا لما
یعلمون من کراہیتہ لذلک یعنی کوئی شخص صحابہ کے نزدیک رسول اللہ صلعم سے
زیادہ تر محبوب نہ تھا لیکن آنحضرت کیواسطے تعظیما کھڑے نہوتے تھے بسبب
اسبات کے کہ آنحضرت اِس کھڑے ہونیکو مکروہ جانتے تھے اور ایک روایت
میں ہے خرج رسول اللہ صلعم متکئا علی عصا فقمنا لہ فقال لا تقوموا کما تقوم
الاعاجم یعظم بعضہم بعضا (ترجمہ) باہر آئے رسول اللہ صلعم لاٹھی ٹیکتے ہوئے پس
کھڑے ہوگئے ہم واسطے تعظیم آنحضرت کے فرمایا آپنے نہ کھڑے ہو واسطے میرے
جیسے کہ کھڑے ہوتے ہیں عجمی تعظیم کرتے ہیں بعض بعض کی - یہ حدیثیں اسواسطے

یہاں لکھی گئی ہیں کہ بعض جاہل یا کم علم لوگ کہنے لگتے ہیں کہ جو لوگ کھڑے نہیں ہوتے ہیں اُنکے دلمیں محبت اور عظمت رسول اللہ صلعم کی نہیں ہے جو عاقل ہوگا وہ ان احادیث سے جان لیگا کہ تعظیم آنحضرتؐ اس قیام پر موقوف نہیں ہے جب اصحاب آنحضرتؐ جو سب سے زیادہ عاشق و جاں نثار آنحضرتؐ کے تھے آپکی حالت حیات میں کھڑی نہیں ہوتی تھی پس ترک قیام سے وقت ذکر تولد آنحضرتؐ خاص مجلس مولد میں کیونکر عدم محبت کا الزام صحیح ہوسکتا

سوال ۷ مشہور ہے کہ امت محمدیہ علے صاحبہا الصلوۃ والسلام میں تہتر فرقہ ہیں سُنا جاتا ہے کہ انمیں بہتر ناری ہیں اور ایک ناجی اور ہر ایک فرقہ والا آپ کو ناجی کہتا ہے پس نفس الامر میں کون ناجی ہے ؟

الجواب یہ بات خود آنحضرتؐ نے بیان فرمادی ہے چنانچہ مشکوۃ شریف اور ترمذی میں مذکور ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری امت تہتر فرقوں پر متفرق ہوگی وہ سب کے سب جہنم میں جاوینگے مگر ایک فرقہ صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ وہ کونسا فرقہ ہے آپنے فرمایا جو میرے طریقے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر چلے حضرات پیران پیر غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں وعن عبداللہ بن زید عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلعم ان بنی اسرائیل افترقوا علے احدی وسبعین فرقۃ کلہا فی النار الا واحدۃ وستفرق امتی علے ثلث و سبعین فرقۃ کلہا فی النار الا واحدہ قالوا ما تلک الواحدۃ قال صلعم من کان علی مثل ما انا علیہ واصحابی انتہی اس سے معلوم ہوا کہ فرقہ ناجیہ وہی ہے کہ جو حضرت اور حضرت کے اصحاب کے طریقہ پر چلے اور بدعات اپنی طرف سے ایجاد نہ کرے اور نہ بدعات کو اپنا طریقہ گردانے ادعا کرنے سے کچھ نہیں ہوتا جو دعوی مدلل بدلیل نہو وہ مردود اور غیر مقبول ہے ؛

سوال ۸ اکثر لوگ گیارہویں حضرت پیران پیر کی بطریق منت یا بتوقع نفع ذبح
کی کرتی ہیں درست ہے یا نہیں الجواب گیارہویں مذکور اگر بطریق منت
کے ہے تو شرک ہے بحر الرائق میں ہے واما النذر الذی ینذرہ اکثر العوام علی ما ہو
شاہد کان یکون الانسان غائبا او مریضا او لہ حاجۃ ضروریۃ فیاتی فی بعض
مزارات الصلحاء فجعل سترہ علی راسہ فیقول یا سیدی فلان ابن فلان ان
رد غائبی او عوفی مریضی او قضیت حاجتی فلک من الذہب کذا ومن الفضۃ کذا
ومن الطعام کذا ومن الشمع کذا ومن الزیت کذا فہذا النذر باطل بالاجماع
بوجوہ منہا انہ نذر للمخلوق والنذر للمخلوق لا یجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لا یکون
للمخلوق ومنہا ان المنذور لہ میت والمیت لا یملک ومنہا انہ ظن ان المیت
یتصرف فی الامور دون اللہ واعتقادہ بذلک کفر انتہی (ترجمہ) اور جو نذر
کہ عوام کرتے ہیں اس طریق پر کہ شاہد ہے مثل اسکے کہ ہووے آدمی غائب یا
مریض یا کوئی حاجت ضروری درپیش ہو تو آتے ہیں بعض مزارات اولیا پر
اور لیتے ہیں پردہ کو اپنے سر پر اور کہتے ہیں کہ اے میرے فلاں سردار بیٹے فلاں
کے اگر آجاوے غائب میرا یا شفا پاوے مریض میرا یا پوری ہو جاوے حاجت
میری پس تمہارے واسطے سونا اتنا اور چاندی اسقدر اور کھانا اسقدر اور موم
بتی اسقدر اور تیل اسقدر کرونگا تو یہ نذر باطل ہے بالاجماع چند وجہ سے۔
ازانجملہ یہ کہ نذر مخلوق کی ہے اور مخلوق کے واسطے نذر جائز نہیں ہے اسواسطے
نذر عبادت ہے اور عبادت مخلوق کے واسطے نہیں ہوتی دوم یہ کہ جس شخص کی
نذر کی گئی ہے وہ مردہ ہے اور مردہ مالک کسی شے کا انہیں سے نہیں
سوم یہ کہ جانا اس نے کہ مردہ قضائے حاجات میں متصرف ہے سوا خدا
کے اور اعتقاد اسبات کا کفر ہے۔ فتاوی عالمگیری اور در مختار میں اسی طرح کو

نذر کو باطل بالاجماع لکھا ہے مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب نے فتح العزیز میں
مشرکوں کی تعداد میں لکھا ہے ازانجملہ یکے آنکہ در ذبح و نذر و قربانی ہا با خدا
دیگراں را ہمسر میکنند انتہے اور توقع نفع کی معنی اگر یہ ہیں کہ اُنکو نافع اور ضار سمجھکر
یہ توقع رکھی جاتی ہے تو یہی شرک ہے اور اگر یہ معنی ہیں کہ اس گیارہویں کی
برکت سے نفع حاصل ہوتا ہے تو یہ بھی بے اصل ہے اگر گیارہویں کسی شخص کی
جائز ہوتی تو رسول اللہ صلعم اور حضرت صدیق رضی اللہ کی گیارہویں کرنا بدرجہ
اولے جائز ہوتا اور صحابہ اور تابعین اُسکو کرتے دیکھو حضرت پیران پیر نے غنیۃ میں
لکھا ہے ولو جاز ان تتخذ یوم موتہ یوم مصیبۃ لکان یوم الاثنین اولے بذلک
اذ قبض اللہ تعالے فیہ نبیہ وکذالک ابوبکر الصدیق قبض فیہ ثم لو جاز ان تتخذ ہذا
الیوم مصیبۃ لاتخذہ الصحابۃ والتابعون لانہم اقرب الیہ واخص بہ انتہی ملخصا
(ترجمہ) اگر جائز ہوتا یہ کہ مقرر کیا جاوے روز وفات امام حسینؓ کا روز مصیبت تو
روز پیر کا اولی ہے اسبات میں اسواسطے کہ قبض کیا ہے اسمیں اللہ تعالیٰ
نے نبی اپنے کو اور اسیطرح ابوبکر صدیق قبض کیے گئے اسی روز پیر اگر جائز ہوتا
یہ کہ مقرر کیا جاوے روز مصیبت کا البتہ مقرر کرتے اُسکو صحابہ اور تابعین اسواسطے
کہ وہ قریب زیادہ ہیں اور خاص زیادہ ہیں آنکی طرف بہ نسبت ہمارے -
ان دونوں دلیلوں سے جو حضرت پیران پیر نے ذکر فرمائیں گیارہویں کا جو بلا توقع
نفع اور ضرر بھی ہو ممنوع ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہ دونوں دلیلیں حضرت پیران پیر
کی گیارہویں میں بھی جاری ہیں کما لا یخفے البتہ ایصال ثواب واسطے آنکی
روح مقدس کے بلا توقع نفع و ضرر کے درست ہے لیکن علامت اُسکی یہ ہے کہ وہ
تعین طعام و قید ایام سے خالی ہو فرمایا حضرت مجدد نے بعضے از زنان وقت
اظہار شناعت ایں عمل گویند کہ ما ایں روزہا را برائے خدا نگاہ میداریم و ثواب

آنزا بہ پیراں مے کالیم اگر دریں امر صادق باشند تعیین ایام از برائے صیام چہ در کار ست وتخصیص آں طعام وتعیین اوضاع شنیعہ مختلفہ در افطار برائے حیثیت بساست در وقت افطار ارتکاب محرمات نمایند وافطار با حرام کنند وبے حاجت سوال وگدائی کنند وتاآں افطار نمایند وقضائے حوائج خود را مخصوص باین محرم دانند ایں خود ضلالت سہت وتسویل شیطان لعین ہست ؛

سوال ۹ شریعت میں مسئلہ کس چیز سے ثابت ہوتا ہے اور مجتہدین سے خطا ہوتی ہے یا نہیں **الجواب** شریعت میں مسئلہ قرآن مجید اور حدیث شریف اور اجماع امت اور قیاس مجتہد جامع شرط سے ثابت ہوتا ہے کہ مجتہد سے کبھی خطا بھی ہوتی ہے المجتہد قد یخطی وقد یصیب جمہور اہل سنت کے نزدیک ثابت ہے یہ دونو باتیں اصول کی کتابوں میں مثل توضیح اور تلویح اور مسلم اور شرح مسلم کی لکھی ہیں

سوال ۱۰ اسوائے اللہ رب العزت کے اور کسی شخص کی بھی غیب دانی ثابت ہے یا نہیں **الجواب** سوائے اللہ رب العزت کے اور کوئی شخص غیب داں نہیں اور جو کوئی شخص غیب داں سوائے اللہ تعالے کے کسی شخص کو کہے وہ کافر ہے بحر الرائق میں ہے لو تزوج بشہادۃ اللہ ورسولہ لا ینعقد النکاح ویکفر لاعتقادہ ان النبی صلعم یعلم الغیب یعنی اگر نکاح کرے عورت سے اللہ اور رسول خدا کی گواہی سے کافر ہوجائیگا اور نکاح نہوگا اسواسطے کہ اعتقاد کیا اسنے اس امر کا کہ نبی جانتے ہیں غیب کو۔ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ثم اعلم ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمہم اللہ تعالی احیانا وذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلعم یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالی قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ خلاصہ اس عبارت اور عبارت بحر الرائق کا یہ ہے کہ مقرر انبیاء علیہم نہیں جانتے غیب کی بات مگر وہ کہ بتلا دیا انکو اللہ تعالی نے اور حنفیوں نے تصریح کی ہے

اسبات کی کہ آدمی کافر ہوجاتا ہے اعتقاد رکھنے سے اسبات کی کہ نبی صلعم غیب کی بات جانتے تھے اسواسطے کہ یہ بات خلاف کلام مجید کی ہے جو کہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ تو کہدے اے محمد صلعم کہ جو لوگ کہ آسمان اور زمین میں ہیں وہ غیب کی بات نہیں جانتے سوا اللہ تعالے کے اور جس نے نکاح کیا اس طرح پر کہ اسمیں خدا ورسول کو گواہ تو وہ نکاح منعقد نہیں ہوگا اور یہ شخص کافر ہوجائیگا اِس اعتقاد سے کہ رسول اللہ صلعم غیب کی جانتے تھے انتہی اور مختار الفتاوی میں ہے -

لو تزوج امراۃ بشہادۃ اللہ ورسولہ لا ینعقد النکاح ویکفر لاعتقادہ ان النبی صلعم یعلم الغیب انتہی (ترجمہ) اگر نکاح کرے عورت سے اللہ اور رسول خدا کی سے کافر ہوجائیگا اور نکاح نہوگا اسواسطے کہ اعتقاد کیا اُس نے اس امر کا کہ نبی صلعم جانتے ہیں غیب کو - اور بیری حاشیہ اشباہ میں ہے وفی فتاوی ابو الحجیۃ وغیرہا من کتب المذہب رجل تزوج امراۃ ولم یحضر شاہد فقال تزوجتک بشہادۃ اللہ ورسولہ یکفر لانہ یعتقد بان النبی صلعم یعلم الغیب ذلا شہادۃ لمن لا علم لہ ومن اعتقد ہذا کفر وبہ قال الشیخ ابو القاسم الصفار انتہی (ترجمہ) فتاوی ابو الحجیۃ وغیرہا میں کتب مذہب سے لکھا ہے کہ ایک آدمی بے نکاح کیا اُس نے ایک عورت سے اور کوئی گواہ نہیں ہے پس کہا کہ نکاح کیا مینے تجہ سے خدا ورسول اللہ کے گواہی پر ہوجائیگا کافر اسواسطے کہ اعتقاد کیا اُس نے اسبات کا کہ نبی صلعم جانتے ہیں غیب کو اسواسطے کہ گواہی نہیں ہوتی اُس شخص کی کہ اُسکو علم نہیں ہے اور جس شخص نے کہ اعتقاد علم کا کیا کافر ہوجائیگا اور اسیطرح کہا ہے شیخ ابو القاسم صفار نے - اور جواہر اخلاطی میں ہے ان زعم ان النبی صلعم یعلم الغیب یکفر فما ظنک بغیرہ انتہی (ترجمہ) اگر زعم کیا اسبات کا کہ نبی صلعم جانتے ہیں غیب کو کافر ہوجائیگا پس کیا ہے گمان تیرا ساتھ غیر آنحضرت صلعم کے - امام المتکلمین صدر الدین اصفہانی نے ابطال

نہج الباطل و اہمال کشف العاطل میں لکھا من ضروریات الدین ان علم الغیب مخصوص باللہ تعالی و النصوص فی ذلک کثیرۃ و عندہ مفاتیح الغیب لا یعلمہا الا ہو و یعلم ما فی البر و البحر الآیہ و ان اللہ عندہ علم الساعۃ و ینزل الغیث الآیہ فلا یصح لغیر اللہ تعالی ان یقال لہ انہ یعلم الغیب و لہذا لما قیل عند رسول اللہ صلعم فی الرجز و فینا نبی یعلم ما فی غد انکر علی قائلہ و قال دعی ہذا و قولی غیر ہذا و بالجملہ لا یجوز ان یقال لاحد انہ یعلم الغیب نعم الاخبار بالغیب بتعلیم اللہ تعالی جائز و طریق ہذا التعلیم اما بالوحی او الالہام عند من یجعلہ طریقا الی علم الغیب انتہی (ترجمہ)

ضروریات دین سے ہے یہ کہ علم غیب مخصوص ہے اللہ تعالی سے اور آیتیں اسباب میں بہت سی آئی ہیں از انجملہ یہ کہ نزدیک اللہ ہی کے ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا ہے انکو سوا خدا کے کوئی اور جانتا ہے خدا تعالی اُن چیزوں کو جو خشکی میں ہیں اور جو دریا میں ہیں از انجملہ یہ کہ اور بیشک اللہ ہی کے پاس ہے علم قیامت کا اور نازل کرتا ہے مینہ کو پس درست نہیں ہے غیر خدا کے واسطے یہ کہ کہا جاوے کہ وہ عالم الغیب ہے اور اسیواسطے جب کہا گیا نزدیک رسول اللہ صلعم کے رجز میں کہ ہم میں نبی ہیں جانتے ہیں اُن چیزوں کو جو کل واقع ہونگی برا جانا رسول اللہ نے اسکے کہنے والے کو اور فرمایا کہ چھوڑو اس قول کو اور کچھ اسکے سوا کہو خلاصہ کلام یہ کہ جائز نہیں ہے کہ کہا جاوے کسی شخص کو کہ وہ غیب داں ہیں البتہ خبر دینا غیب کے باتونکا تعلیم خدا تعالی جائز ہے اور طریقہ اس تعلیم کا وحی ہے اور الہام بھی نزدیک اُس شخص کے کہ گردانتا ہے الہام کو طریقہ حصول علم غیب کا۔ اور وہ جو شامی نے فتاوی حجۃ سے نقل کیا ہے وفی الحجۃ ذکر فی الملتقط انہ لا یکفر لان الاشیاء تعرض علی روح النبی صلعم و ان الرسل یعلمون بعض الغیب قال اللہ تعالی عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول الآیہ (ترجمہ)

اور فتاوی حجہ میں ہے کہ ذکر کیا ملتقط میں کہ تکفیر اسکی نہ چاہئے اسواسطے کہ اشیاء
پیش کی جاتی ہیں روح مبارک آنحضرت صلعم پر اور اسواسطے کہ رسول جانتے ہیں بعض
باتیں غیب کی فرمایا اللہ تعالی نے خدا عالم الغیب ہے پس نہیں ظاہر کرتا اپنے غیب پر
کسیکو مگر جس شخص کو کہ برگزیدہ کرے اور وہ رسول ہو۔ سو وہ قابل اعتبار نہیں
کسواسطے کہ وہ مخالف ہے کلام جمہور محققین علما حنفیہ کے کہ انہوں نے تصریح ساتھ
کفر ہونیکی کی ہے اور بھی مخالف قرآن مجید کے ہے اور فتاوے حجۃ کی عبارت سے
معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اللہ حاضر اور ناظر نہیں ہوتی ہیں بلکہ انکی روح پر کچھ
چیزیں عرض کی جاتی ہیں یہا نسے بھی معلوم ہوا کہ ہمارے زمانہ کے اکثر مشرکین جو یہ
اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ و اولیاء اللہ ہر جگہ حاضر و ناظر رہتے
ہیں اور اپنے پکارنیوالوں کی دستگیری کرتے ہیں سو محض غلط ہے شاہ عبد العزیز
صاحب اپنے تفسیر میں لکھتے ہیں یا رتبہ ائمہ و اولیا را برابر رتبۂ انبیاء و مرسلین
علیہم السلام گردانند و انبیاء و مرسلین علیہم السلام را لوازم الوہیت از علم غیب و شنیدن
فریاد ہر کس از ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کنند اور دوسری جگہ فرماتے
ہیں واین ہر دو صفات خاصہ ذات پاک او تعالی است ہیچ مخلوق را حاصل نیست
آرے بعض کفرہ در حق بعض از معبودان و بعضے پیر پرستان از زمرہ مسلمین در حق
پیران خود امر اول را ثابت میکنند و در وقت احتیاج ہمیں اعتقاد بآنہا استعانت
مے نمایند الخ بعض اہل بدعت ملا علی قاری کی عبارت لان روحہ صلعم حاضر
فی بیوت اہل الاسلام یعنی اسواسطے کہ روح آنحضرت صلعم کی موجود ہے گھروں
میں اہل اسلام کی۔ کہ شرح شفا میں ہے بطریق دلیل پیش کرتے ہیں جواب اسکا
یہ ہے کہ عبارت ملا علی قاری کی یوں ہے لان روحہ صلعم لیس حاضرا فی بیوت
اہل الاسلام (ترجمہ) اسواسطے کہ روح آنحضرت صلعم کی موجود نہیں ہے گھروں میں

اہل اسلام کے ۔جس مقام پر ملا علی قاری نے یہ عبارت لکھی ہے بدون لفظ آئیں
کے اُس مقام سے مناسبت نہیں رکھتی اور بعض اُنمیں سے وہ عبارتیں پیش
کرتے ہیں کہ اُنکا مطلب نہیں سمجھتے مثلاً کہتے ہیں کہ حضرتؐ نے فرمایا علمت علم
الاولین والآخرین یعنی تعلیم کیا گیا ہوں میں علم اولین وآخرین کا۔ اور یہ نہیں
سمجھتے کہ علم جو اولین اور آخرین کا تہا وہ آنحضرتؐ کو ملا نہ یہ کہ علم خداوند تعالیٰ
جل جلالہ کا ابن مسعود سے ہے من اراد العلم فعلیہ بالقرآن فان فیہ خبر الاولین
والآخرین وقال المدنی جمیع القرآن علوم الاولین والآخرین یعنی جو شخص کہ
ارادہ علم کا رکھتا ہو اسکو چاہئے کہ قرآن کی تلاوت کرے اسواسطے کہ اُسمیں بھی خبر
اولین وآخرین کی ہے کہا مزنی نے کہ قرآن تمامہ علم اولین وآخرین کا ہے حضرت
عبداللہ ابن مسعودؓ کے اور امام مزنی شاگرد امام شافعی کے قول سے اِس حدیث
کے معنی بھی ظاہر ہوگئے اب یہاں ایک بات متوجہ ہو کر سُن لینا چاہئے وہ یہ ہے
کہ بعض اشخاص کہتے ہیں کہ علم غیب اولیاء اللہ اور انبیاء اللہ کو عطا ہوا ہے
اور قرآن میں موجود ہے فلا یظہر علےٰ غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول یعنی
نہیں ظاہر کرتا ہے اپنے غیب پر کسیکو مگر جسکو برگزیدہ کرے رسولوں سے پھر تم
کیونکر اُسکا انکار کرتے ہو۔ جواب اُسکا یہ ہے کہ اس غیب میں کلام نہیں بہت
سی غیب کی باتیں ہم بھی جانتے ہیں مثلاً حضرت امام مہدی کا آنا اور نزول
حضرت مسیح کا اور دجال کا آنا اور بہت سی چیزیں جو بہشت اور دوزخ میں ہونگی
کہ ہمکو بوسیلہ رسول اللہ صلعم کی معلوم ہوئیں ہیں تو تمھارے قول کے موافق
یہ لازم آتا ہے کہ ہم بھی غیب داں ہو جاویں قبل اسکے علماء دہلی اور لکھنؤ وغیرہ
سے استفسار کیا گیا تھا کہ ایسے شخص کے حق میں جو معتقد غیب دانی اولیاء
وانبیا کا ہو کیا حکم ہے تو تمام علماء نے کفر کا حکم کیا چنانچہ ضربت اہل اللہ

فی منع نداء الغیر اللہ اور سیف الموحدین میں یہ امر مصرح ہے اور مفتی عبد اللہ
صاحب مرغنی نے اس مسئلہ میں لکھا الحمد للہ رب العالمین رب زدنی علما حیث
کان اعتقادہم ماذکرالسائل عنہم فحکمہم ما نص علیہ عن الملا علی القاری عن الائمۃ
الحنفیۃ واللہ سبحانہ ملہم الصواب والیہ المرجع والمآب کتبہ المفتقر عبد اللہ بن محمد
المرغنی المفتی الحنفی بمکۃ الکرمۃ کان اللہ لہا حامداً مستغفراً مصلیاً ومسلماً (ترجمہ) سب
تعریف ثابت ہیں واسطے اللہ رب العالمین کے اے رب زیادہ کر مجھ کو علم اگر ہے عقاید
لوگوں کا جوکہ ذکر کیا سائل نے انکی نسبت پس حکم انکا وہ ہے جوکہ نقل کیا ہے
ملا علی قاری نے ائمہ حنفیہ سے۔ چنانچہ ہدیۃ المکیہ میں موجود ہے اور شوارق
مکیہ میں کہ جسپر مہر مولانا شیخ بن حسین الکتبی الحنفی جو مفتی مکہ معظمہ کے ہیں اور مہر
شیخ العلماء رئیس المدرسین بالبلد الامین شیخ جمال بن عبد اللہ حنفی کہ محدث اور
مفسر تھے ثبت ہے اور شیخ صدیق بن عبد الرحمن کمال کہ مدرس ثانی مکہ کے ہیں
اور سید حسین بن ابراہیم مالکی کی بھی اسپر مرقوم ہے وفیہا اثبات العلم عموما بالغیوب للاموات
واعتقاد ذلک کفر کما صرح بہ العلامۃ علی القاری فی شرح فقہ الاکبر حیث قال ثم اعلم ان
انبیاء اللہ علیہم السلام لم یعلموا المغیبات الا ما اعلمہم اللہ تعالیٰ احیانا وقد صرح الحنفیۃ بالتکفیر
باعتقاد ان النبی صلعم یعلم الغیب انتہی فلما کان حکم الانبیاء کذلک فما بال الآخرین
وقال فی البزازیۃ من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم الغیب یکفر انتہی واللہ اعلم
(ترجمہ) اور اسمیں اثبات ہے علم غیب کا عموماً واسطے اموات کے اور اعتقاد اسکا اسکا کفر ہے
جیساکہ تصریح اسکی علامہ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں کی جان تو انبیاء اللہ
علیہم السلام نہیں جانتے ہیں علم غیب کو سوا اس چیز کے کہ بتلادیا ہے انکو اللہ تعالیٰ نے کبھی
اور تصریح کی ہے حنفیوں نے کافر ہوجانے کی اس اعتقاد سے کہ نبی صلعم جانتے ہیں علم
غیب کو یعنی بتامہا انتہی اور جب ہوا حکم انبیا کا اسطرح تو کیا ہے حال اور لوگوں کا اور کہا

بزازیہ میں جو شخص کہ کہے کہ ارواح مشائخ کی موجود ہیں اور غیب داں ہیں کافر ہو جائیگا
جو لوگ بیت اللہ کے فتووں پر دار مدار سمجھتے ہیں اُنکو چاہئے کہ ایسے عقیدہ کو بلا شبہ کفر
سمجھیں اسواسطے کہ جب یے دلیل با تو ہمیں اُنکا یعنی عرب کا لکھنا اُنکے نزدیک قابل حجت ہے تو اُس
چیز میں کہ جو بادلیل ہو کیونکر حجت نہوگا مخالفین ایک شبہ پیش کیا کرتے ہیں کہ غیب دو
قسم پر ہے ایک غیب مطلق ایک غیب اضافی غیب مطلق خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور غیب
اضافی غیر اللہ کیلئے بھی ہوتا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ یہ بات مسلم ہے لیکن تم لوگ غیب مطلق
کو واسطے غیر خدا کے ثابت کرتے ہو اسواسطے کہ تمہارا اعتقاد یہ ہے کہ جب ہم غیر اللہ کو پکارتے
ہیں اُسیوقت وہ ہماری پکار سے مطلع ہوتے ہیں اور اُنکو ہر وقت ہمارے حال کی اطلاع رہتی ہے
دیکھو فقہائے حنفیہ شافعیہ وغیرہم نے جس بات کو کفر کہا ہے وہ غیب حقیقی ہے یا اضافی
اگر کہو کہ اضافی ہے تو اضافی اچھی اور تیروں کو ہوا کرتا ہی پھر اُن لوگوں نے اُسکو کفر کیوں بتلایا
اور اگر کہو کہ یہ حقیقی غیب ہے تو پھر تم کیوں اسکے معتقد ہوتے ہو مواہب لدنیہ میں کہ
تم لوگوں کے نزدیک بڑی معتبر کتاب ہے لکھا اعلم ان علم الغیب مختص باللہ تعالیٰ وما وقع منہ علی
لسان رسول اللہ صلعم وغیرہ فمن اللہ اما بوحی او الہام والشاہد لہذا قولہ تعالیٰ فلا یظہر علی
غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول لیکون معجزۃ لہ (ترجمہ) جان تو کہ علم غیب خاص خدا تعالیٰ
کے ساتھ ہے اور جو چیز کہ واقع ہو زبان رسول اللہ صلعم وغیرہ پر وہ خدا کی جانب سے ہے بواسطہ
وحی یا الہام کے اور دلیل اسپر قول اللہ تعالیٰ کا ہے اور ظاہر نہیں کرتا غیب پر کسیکو مگر جس
شخص کو کہ برگزیدہ کرے رسول سے تاکہ معجزہ اُسکا ہو جائے - اور بھی مواہب میں
لکھا فی حدیث مرانہ علیہ السلام قال واللہ انی لا اعلم الا ما علمنی ربی فکل ما ورد عنہ صلعم
من الانباء المنبئۃ عن الغیوب لیس ہو الا من اعلام اللہ لہ اعلاما علے ثبوت نبوتہ ودلیلا
علے صدق رسالتہ انتہی (ترجمہ) حدیث میں گزرا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا قسم ہے خدا کی کہ میں
نہیں جانتا ہوں مگر اُس چیز کو کہ تعلیم کیا مجھ کو پروردگار میرے نے اور جو خبریں غیب کی کہ مروی

ہیں آنحضرتؐ سے وہ اعلام اللہ تعالیٰ کا ہے واسطے ثبوت نبوت انکی کے اور دلیل ہے صدق
رسالت آنحضرتؐ پر۔ اور یہ حدیث شفائی قاضی عیاض میں بھی ہے شیخ عبدالحق نے ترجمہ
مشکوۃ میں لکھا و نیز فرمودہ است من بشرم نمیدانم کہ پس ایں دیوار چیست یعنی بے دانا نیدن
حق تعالیٰ انتہی اور بھی شرح مشکوۃ میں شرح حدیث لیلۃ التعریس میں لکھا اینجا اشکال
می آرند در حدیث آمدہ است کہ آنحضرتؐ فرمود چشم من خواب میکند و دل من بیدار است
پس با وجود بیداری دل چہ بود کہ از طلوع فجر آگاہ نشد جوابش آنکہ دریافت طلوع و غروب
کار چشم است چون چشم در خواب باشد و پوشیدہ بود طلوع و غروب مدرک نگردد و ہر چند دل
بیدار است کذا قالوا و اگر گویند چرا بکشف و وحی و الہام دریافت گوئیم ایں فعل ربی تعالیٰ
است اگر در دل وحی نہ فرستاد کشف نہ کرد چہ توانکرد۔ فتاوی بزازیہ میں لکھا ہے و اما
اعلام اللہ تعالیٰ الخیار عبادہ بالوحی او الالہام لم یبق بعد الاعلام غیبا فخرج عن الحصر المستفاد
من تقدیم الظرف والحصر بالا اللہ (ترجمہ) اور جو کہ بتلا دیا ہے خدا تعالیٰ نے اپنے نیک بندونکو
بطریق وحی اور الہام کے نہیں رہتا بعد اعلام کے غیب پس نکل گیا یہ دونو حصروں سے جو
مستفاد ہیں تقدیم ظرف اور حصر الا اللہ سے۔ اور مخالفین جو بعض احادیث پیش کرتے ہیں
سو اسکے معنی نہیں سمجھتے مثل حدیث حذیفہ اور ابن اخطب کے اسلیے کہ وہ حدیث فتنہ کی
مفسدہ میں ہے جو فتن کہ ہونے والے تھے انکو آنحضرتؐ نے باعلام اللہ بیان لیا اور اپنے اصحاب کے
سامنے بیان کر دیا چنانچہ کتاب الفتن میں محدثین ایسی حدیثوں کے ذکر کرتے ہیں اور یہ جو سیف الاسلام
میں اتحاف المرید سے منقول ہے لم یخرج النبی صلعم من الدنیا حتی اطلع اللہ علی جمیع
ما ابہمہ عنہ یعنی نہیں انتقال کیا نبی صلعم نے دنیا سے یہانتک کہ مطلع کر دیا انکو اللہ نے
جمیع مغیبات پر۔ یہ بات محض غلط ہے اور کہیں قرآن اور حدیث اور اقوال سلف سے یہ بات
ثابت نہیں یہ باتیں قابل اسکے نہیں کہ انکا ذکر کیا جاوے اول کلام اسمیں یہ ہے کہ عبارت
اسیطرح سے اتحاف المرید میں ہے یا نہیں اور پھر اسکے مطلب میں کلام ہے کہ یہ بات مردود ہے

یا مقبول بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رض سے روایت کی من زعم انہ یخبر الناس
ما یکون فی غد فقد اعظم علی اللہ الفریۃ واللہ تعالی یقول قل لا یعلم من فی السموات
والارض الغیب الا اللہ انتہی یعنی جو شخص اسکا زعم کرے کہ رسول اللہ خبر دیتے ہیں اسکی
کہ کل ہوگا اسنے خدا پر بڑی افترا کی اسلئے کہ اللہ تع فرماتا ہے کہدو کہ جو آسمان و زمین میں
ہیں غیب کو نہیں جانتے سوا اللہ کے اور روایت ابن ماجہ میں ہے کہ لڑکیاں جو گا رہی
تھیں یہ بھی کہنے لگیں وفینا نبی یعلم ما فی غد فقال اما ہذا فلا تقولوہ لا یعلم ما فی غد الا اللہ
(ترجمہ) اور ہم میں نبی ہیں جانتے ہیں ان چیزونکو جو کل ہونگے فرمایا آنحضرت نے کہ یہ بات
کو تم مت کہو اسواسطے کہ ان چیزونکو جو کل ہونگی سوا خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ اور مشکوۃ
شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رض سے روایت ہے کہ جو شخص خبر دیوے کہ آنحضرت وہ
پانچ باتیں جانتے تھے جو سورۂ لقمن کے آخر میں مذکور ہیں پس وہ شخص بڑا مفتری ہے انتہی
ملخصا صاحب اتحاف المرید کا قول بر تقدیر ثبوت و افادہ مدعا کے قطعا غلط ہے خلاصہ
کلام یہ ہے کہ سوا خدا تعالی کے کوئی شخص غیب داں نہیں اور جو کوئی شخص سوا خدا تعالی کے
کسی شخص کو غیب داں سمجھے وہ بڑا بے دین ہے اور اہل سنت میں سے نہیں شرح عقائد
نسفی میں لکھا ہے وبالجملۃ العلم بالغیب امر تفرد بہ اللہ سبحانہ لا سبیل الیہ للعباد الا باعلام
منہ او الالہام بطریق المعجزۃ او الکرامۃ او الاشارۃ الی الاستدلال بالامارات فیما یمکن ذلک
فیہ ولہذا ذکر فی الفتاوی ان قول القائل عند رؤیۃ ہالۃ القمر یکون مطر مدعیا علم الغیب
لا بعلامۃ کفر انتہی (ترجمہ) حاصل کلام یہ کہ علم غیب ایسی چیز ہے جسکے ساتھ اللہ سبحانہ
متفرد ہے کوئی طریقہ بندونکو اسکے دریافت کا نہیں ہے بجز اسکے کہ خدا تعالی کیطرف سے اعلام
یا الہام ہو جاوے بطریق معجزہ یا کرامت کے یا استدلال بالامارات کیطرف اشارہ ہو جس چیز میں کہ
یہ ممکن ہے اور اسیواسطے فتاووں میں لکھا ہے جو شخص کہے وقت دیکھنے ہالہ کے چاند کے کہ مینہ
ہوگا مدعی عالم غیب ہو کر نہ بوجہ علامت کے کافر ہو جائیگا۔ اور شرح فقہ اکبر میں ہے وبالجملہ

فالعلم بالغیب امر تفرد بہ سبحانہ ولا سبیل الیہ للعباد الا باعلام منہ والہام بطریق المعجزۃ او الکرامۃ او ارشاد الی الاستدلال بالامارات فیما یمکن فیہ ذالک ولہذا ذکر فی الفتاوی ان قول القائل عند رویۃ ہالۃ القمر یکون مطر امدعیا علم الغیب لا بعلامۃ کفر

اور کتب کلام میں مثل تحفہ اثنا عشریہ اور معرکۃ الاری کی مصرح ہی کہ اہل سنت کے نزدیک علم غیب اور خبر ما کان و ما یکون اللہ تعالیٰ کے خواص سے ہے اور رافضیوں کے نزدیک ائمہ میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے **سوال ۱۱** مثل حضرت رسول مقبول صلعم کے خالق برحق اگر چاہے تو اور بھی خلق کر سکتا ہے یا نہیں **الجواب** بیشک حضرت حقتعالیٰ اگر چاہے تو صدہا ہزارہا مثل محمد صلعم پیدا کر دے اور دلائل و براہین اس مطلب کے بہت ہیں اجماع اہل اسلام کا اسی پر ہے اور جو کوئی اسکا منکر ہووہ کا اہل ضلال میں سے ہے اور بہت سے علماء اسکو کافر کہتے ہیں لیکن اللہ پاک بموجب اپنے دعوی کے کسیکو عطاء نبوت نہ کریگا

قال اللہ تعالیٰ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین یعنی نہیں ہیں محمد صلعم مردوں میں کسیکی باپ لیکن رسول ہیں اللہ کے اور خاتم النبیین ہیں چونکہ آنحضرتؐ کا خاتم النبیین منصوص صریح آیت قرآنی ہے اور مجمع علیہ اہل سنت و اہل بدعت بلکہ تمامی اہل اسلام کی یہ اعتقاد ضروریات دین سے ہے بخلاف صورت اول کی کہ تھوڑے عرصہ سے اسمیں بعض اہل بدعت نے خلاف کیا ہے لہذا چند دلائل امکان مثل کے یہاں لکھے جاتے ہیں اسکو یاد کر لینا چاہئے پہلی دلیل یہ کہ حقتعالیٰ فرماتا ہے ولوشئنا لبعثنا فی کل قریۃ نذیرا فلا تطع الکافرین وجاہدہم بہ جہادا کبیرا اس آیت کا مطلب ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک نبی بھیجتے پس اطاعت کر نا کافروں کی اور مجاہدہ کر تو ساتھ ان لوگوں کے اس قرآن سے مجاہدہ بڑا پس معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ہر بستی میں ایک نبی بھیجے لیکن حقتعالیٰ نے بسبب عنایت بے غایت اپنی کے کہ آنحضرتؐ پر تھی دوسرا نبی نہ بھیجا اس آیت سے اللہ پاک کا کمال اقتدار و تصرف سمجھا گیا اور آنحضرت صلعم کا بھی نہایت اختصاص

وتقریب معلوم ہوا امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ اس سے
یہ مطلب ہے کہ اگر ہم چاہتے تو بھیجتے ہر قریہ میں نبی مثل محمدؐ کے لیکن ہم نے محض اپنی عنایت اور
تعظیم اور جلال آنحضرتؐ کے ایسا نہیں کیا و سیجیٔ عبارتہ ایضاً دلیل دوسری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے واللہ علی کل شیٔ قدیر (ترجمہ) اور اللہ ہر شے پر قادر ہے اور شک نہیں کہ مثل آنحضرتؐ
شے ہے اسواسطے کہ مراد شے سے یہاں پر ممکن اور مصحح مقدوریت امکان ہے پس مثل آنحضرتؐ
داخل تحت قولہ تعالیٰ واللہ علی کل شیٔ قدیر کی ہوگا اگر کوئی اعتراض کرے اور کہے کہ اہل سنت
کے شے موجود کو کہتے ہیں اور مثل آنحضرتؐ معدوم ہے موجود نہیں پس کیونکر داخل تحت قدرت
ہوگا جواب اسکا یہ ہے کہ لفظ شے کا وجود اور معدوم سب پر اطلاق آتا ہے تفسیر نیشاپوری
میں ہے والشیٔ اعم العام کما ان اللہ اخص الخاص یجری علی الجوہر والعرض والقدیم و
الحادث بل علی المعدوم والمحال وہذا العام مخصوص بدلیل العقل فمن الاشیاء ما لا تعلق لہ
للقادر کالمستحیل والواجب وجودہ لذاتہ والممکن فی القائہ علی العدم وکذا ایجادہ والقاۂ علی
وجودہ جمیع ذلک بقدرۃ القادر فلا یستغنی آن من الآنات ولحظۃ من اللحظات عن تاثیر
القادر فیہ وقدرۃ کل قادر علی مقدار قوتہ واستطاعتہ ونقیضہا العجز فلا قادر بالحق الا ہو
سبحانہ تعالیٰ (ترجمہ) لفظ شے ہر عام سے عام ہے جسطرح کہ خدا اخص الخاص ہے اسکا اطلاق
جوہر اور عرض اور قدیم و حادث بلکہ معدوم و محال پر بھی آتا ہے اور یہ عام خاص ہے بدلیل
عقل ہے پس بعض اشیا تو ایسی ہیں کہ جنکے ساتھ تعلق قادر کو نہیں ہے مثل محال [illegible]
الوجود بالذات کے اور ممکن پس باقی رکھنا اسکا عدم پر اور ایسے ہی ایجاد [illegible] رکھنا
اسکا علی وجودہ یہ سب قدرت قادر سے ہے پس ممکن بے پروا نہیں ہے کسی آن میں [illegible] اور کسی لحظہ
میں لحظات سے تاثیر قادر سے اور قدرت ہر قادر کے موافق اسکی قوت اور استطاعت [illegible] ہوتی ہے
اور نقیض قدرت کی عجز ہے پس قادر بالحق سوا اللہ سبحانہ کے کوئی نہیں ہے۔ مولانا شاہ
عبدالعزیز نے تفسیر فتح العزیز میں تفسیر سورۂ ملک میں لکھا وہو علی کل شیٔ قدیر کہ اللہ ہر شے

ہے موجود اور معدوم سے اور امام راغب نے مفردات قرآن میں بھی بہت متکلمین سے
سے کا عام ہونا نقل کیا یعنی اسکا اطلاق موجود اور معدوم دونو پر آتا ہے اور عیون المفردات
میں بھی اسیطرح پر مرقوم ہے اگر کسیکو یہ کتابیں میسر نہوں تو بدیع المیزان اور اسکے حاشیہ
کو دیکھ لے اور بیضاوی نے جو لکھا ہے وہ بظاہر مخدوش ہے اور اسمیں بہت سی قباحتیں
لازم آتی ہیں وہ قول بلا تاویل ہرگز صحیح بھی نہیں آسکتا اور سیبویہ نے بھی شے کے معنی ایسی
ہی کہے ہیں کہ موجود اور معدوم دونو کو شامل ہے چنانچہ کشاف میں منقول ہے اور تیسری دلیل
اسکان مثل کی یہ ہے کہ حقتعالی فرماتا ہے وان من شئ الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم
(ترجمہ) اور نہیں ہے کوئی شے مگر یہ کہ خزانہ اسکے ہمارے پاس ہیں اور نہیں نازل کرتے اسکو
مگر ساتھ مقدار معلوم کے - اس آیت میں لفظ شی کہ نکرہ ہے سیاق نفی میں واقع ہوا تو شامل
ہر شے کو ہوگا جیسا کہ تفسیر کبیر اور نیشاپوری اور بیضاوی واتقان میں مصرح ہے اور منجملہ
اسکے صفات کمالیہ آنحضرت صلعم میں بھی ہیں پس انکے خزانہ بھی حق سبحانہ تعالی کی قدرت
میں موجود ہونگی وہو المطلوب تفسیر مظہری میں ہے وان من شئ الا عندنا خزائنہ ای ما من
شئ خلقناہ الا نحن قادرون علی اضعاف ما وجد منہ من جنسہ الخ (ترجمہ) اور نہیں ہے کوئی
شے مگر نزدیک ہمارے خزانہ اسکے ہیں یعنی نہیں ہے کوئی شے جو پیدا کیا ہے ہمنے اسکو مگر ہم
قادر ہیں اضعاف اس موجود پر اسکے جنس سے - افادات صمدیہ میں جو لکھا ہے پس مشارکات
جناب کا مقدور ہونا اس عبارت سے ثابت ہونا مثال کا وہ مبنی بے تاملی پر ہے اگر معنی من
جنسہ کے اچھی طرح پر سمجھتے تو یہ بات نہ کہتے چوتھی دلیل ہے اولیس الذی خلق السموات
والارض بقادر علی ان یخلق مثلہم بلی وہو الخلاق العلیم انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول
لہ کن فیکون (ترجمہ) کیا نہیں ہے وہ ذات کہ پیدا کی اسنے آسمان اور زمین قادر اسپر
کہ پیدا کرے مثل انکے بیشک وہ پیدا کرسکتا ہے وہ بڑا پیدا کرنیوالا دانا ہے
اسکی تو شان یہ ہے کہ جب ارادہ کرتا ہے کسی شی کا کہتا ہے واسطے ہو پس موجود ہو جاتی ہے

اس آیت سے ثابت کرتے ہیں کہ خدا تعالی دوسرا عالم مثل اسکے پیدا کر سکتا ہی اور جب دوسرے عالم کے پیدا کرنے پر قادر ہوا تو اُنکے پھر زندہ کرنے پر بھی قادر ہوگا چنانچہ شرح تجرید علامہ قوشجی اور کشف المراد عن تجرید الاعتقاد علامہ علی مین مذکور ہی اور جب دوسرے عالم کی جو مثل اس عالم کے ہو پیدا کرنے پر قادر ہے تو مثل جمیع اشخاص انسانی اس عالم پر قادر ہوگا وہو المطلوب یہ چار دلیلین نقلی ہین جو اوپر اسکان مثل آنحضرت کے علی سبیل الجمع دلالت کرتی ہین اور بعضی دلیلین ہم آگے بڑھکر اور بھی لکھینگے اب ایک دلیل عقلی جو متفق علیہ بین العلماء ہے اور لکھتا ہوں امام رازی کی تفسیر کبیر اور شرح مواقف وغیرہا مین مرقوم ہی والممکن ممکن والقادر

علی الشئ قادر علی مثلہ انتہی کلامہ (ترجمہ) مثل ممکن ممکن ہے اور قادر علی الشئے اُس شئے کی مثل پر بہی قادر ہوتا ہے۔

اور نہایت العقول امام فخر الدین رازی میں بہی اسیطرح ہے پس جب آنحضرت صلعم ممکن ہوئے اور مقدور جناب باری تو مثل آنحضرت صلعم کا بہی ایسا ہی ہوگا وہو المطلوب *

یا یہ کہ آنحضرت صلعم کو پروردگار خاتم النبیین کہتا اور کسی شخص کو خاتم النبیین کر دیتا اور یہ بات بالاتفاق ہمارے اور مخالفین کی ممکن تہی

والممکن ممکن دائما والا یلزم الانقلاب من الامکان الذاتی

الی الامتناع الذاتی (ترجمہ) اور ممکن ممکن ہوتا ہے دائما ورنہ لازم آئیگا انقلاب اسکان ذاتی سے طرف امتناع ذاتی کے اور یہ محالات سے ہے *

اور یہ جو افادات صمدیہ میں لکھا ہے کہ اس صورت میں مماثلت اور اشتراک نہوا
محض خطا ہے اسواسطے کہ اشتراک دو طرح پر ہوتا ہے ایک بطریق جمع کے ایک
بطریق بدل جیسے تکثر دو طرح پر ہوتا ہے ایک تکثر جمعی ایک تکثر بدلی اب دو تین قول
علمائے دین کی سن لینا چاہئیں شیخ شرف الدین یحییٰ منیری اپنے مکتوبات میں
فرماتے ہیں چون در عظمت و عزت و بی نیازی او نظر کنی ہمہ موجودات عالم را عدم
بینی و چون بسلطان و قدرت و توانگری ہمہ معدومات را موجودات یابی اگر خواہد در
ہر لحظہ صد ہزار چون محمد صلعم بیافرینید و ہر نفسی از انفاس ایشان مقام قاب قوسین دہد
در جلال او ذرہ زیادت نگردد و اگر خواہد ہر نفسی صد ہزار چون فرعون بیافرینید تا دعوی انا
ربکم الاعلیٰ کند در جلال کمال او ذرہ کم نگردد و اگر خواہد ہر چہ بروی زمین کافری و مشرکی
ہست در دریای رحمت غرق کند از صفت قہر او ذرہ کم نگردد و اگر خواہد ہر چہ در عالم نبی و
ولی ہست ہمہ را در یک سلسلہ قہر کشد و خالدا و مخلدا در عذاب الیم بدارد و از صفت رحمت
وی ذرہ کم نگردد انتہی امام محمد غزالی کیمیای سعادت میں لکھتے ہیں پس پاک از عیوب است
کہ علم او بی نہایت است و کدورت جہل را بآن راہ نیست و قدرت وی بر کمال است کہ
ہفت آسمان و زمین در قبضہ قدرت وے است و اگر ہمہ را ہلاک کند بہ بزرگی و بادشاہی او ہیچ
نقصان نبود و اگر صد ہزار عالم دیگر در یک لحظہ بیافرینید تواند و یک ذرہ از عظمت او زیادہ
نشود کہ زیادتی را بآن راہ نیست اور بھی لکھتے ہیں پس قدرت او بی نہایت است کہ
آسمان و زمین ہر چہ در میان آنست از جن و انس و حیوان و نبات ہمہ اثر قدرت او ست
و بر امثال اینہا الی غیر نہایت قادر است پس چگونہ روا بود کہ بسبب قدرت دیگرے را
جزوی دوست دارند انتہی اور امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں و ثانیہا ان
الآیۃ تقتضی مزج اللطف بالعنف لانہا تدل علی القدرۃ علی ان یبعث فی کل قریۃ مثل
محمد صلعم نذیرا و انہ لا حاجۃ بالحضرۃ الالہیۃ و قولہ لو تدل علی انہ لا یفعل ذلک فبالنظر

الی الاول لتحصیل التائیب و بالنظر الی الثانی تحصیل الاعزاز انتہی ۔ ترجمہ تیسرے یہہ کہ
اس آیت میں لطف الٰہی کے ساتھہ چشم نمائی کے بہی مخلوط ہے اسواسطیکہ وہ اس پر دلالت
کرتی ہے کہ ہر گاؤں میں مثل محمد صلعم کے رسول بہیجنے کی خدا کو قدرت ہے وراسپر کہ اللہ کو
حضرت کیجانب احتیاج نہیں ہے اور لفظ لو سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا ایسی کریگا نہیں
پس بنظر اول مضمون تادیب آنحضرت حاصل ہے اور باعتبار ثانی اعزاز ظاہر ہے
اور تفسیر زاہدی میں ہے اگر بخواستی در ہر شہر و دیہہ رسولی فرستادمی چون تو
تا بندہ دادی خلق را نفرستادیم و ترا بدین دادن مخصوص گردانیدیم تا شرف ترا
بودی انتہی اور مکاتیب حضرت یحیی منیری میں ہی وگاہ گویند ولو شئنا لبعثنا فی
کل قریۃ نذیراً اگر خواہیم چون تو در ہر دیہہ فرستیم انتہی اور امام فخر الدین رازی
نے تفسیر کبیر میں چند جگہہ لکہا ہے کہ اگر اللہ تعالی چاہی تو دس لاکہہ عالم مثل اس
عالم کے پیدا کر دی پس جو شخص امکان مثل آنحضرت صلعم کا انکار کرتا ہے اوس نے
حقیقت قدرت پروردگار کو نجانا اب بعض دلائل اور شبہات منکرین قدرت کے بیان
کئی جاتی ہیں پہلا شبہ یہہ ہی کہ حق تبارک و تعالی نی قرآن مجید میں فرمایا ولکن
رسول اللہ و خاتم النبیئین اگر مثل آنحضرت صلعم کے ممکن ہوگا تو لازم آویگا کذب
باری عز اسمہ اور کذب باری محال بالذات ہی جواب اسکا یہہ ہی کہ کذب جناب
باری عز اسمہ اسحالتمیں لازم آوی کہ مثل آنحضرت صلعم موجود اس عالم میں اور
متحقق خارج میں ہوا اور یہہ ہم نہیں کہتے بلکہ مقدور ہونا مثل آنحضرت صلعم کا بیان
کرتے ہیں اور اگر امکان سے کذب لازم آوے تو چاہیے کہ حق تبارک تعالی اماتت
پر قادر نہو کہ کسی کافر اور گنہگار کو جنت میں لیجاوے یا کسی صالح اور بزرگ کو عذاب
کری حالانکہ یہہ خلاف مذہب اہل سنت ہی اور بہی لازم آوے کہ ہم کسی شخص سے
وعدہ سو روپیہ دینے کا کریں تو ہم کسی شخص کے دینے پر قادر نہوں وہو باطل بالبداہتہ

اور یہی وجہ ہے کہ تمام علمائے محققین نے کتب اصول اور کلام میں تصریح کی ہے کہ خبر اور
علم باری موجب استحالہ ذاتی شی کا نہیں ہوتا مثلاً خدا تعالیٰ نے کسی چیز کی خبر دی تو
یہ خبر دینا موجب اسکا نہیں ہوگا کہ اسکا خلاف قدرت جناب باری میں نرہے شرح
عقاید نسفی میں ہے وتقریرہ انہ لوکان جائزا لما لزم من فرض وقوعہ محال ضرورۃ
ان استحالۃ اللازم یوجب استحالۃ الملزوم تحقیقا لمعنی اللزوم لکنہ لو وقع لزم کذب کلام اللہ
وہو محال وہذہ نکتۃ فی بیان استحالۃ کل ما تعلق علم اللہ وارادتہ او اخبارہ بعدم
وقوعہ وحلہا انا لا نسلم ان کل ما یکون ممکنا فی نفسہ لا یلزم من فرض وقوعہ محال وانما
یجب ذلک لو لم یعرض لہ الامتناع بالغیر الا تری ان اللہ تعالیٰ لما اوجد العالم بقدرتہ
واختیارہ فعدمہ ممکن فی نفسہ لا انہ یلزم من فرض وقوعہ تخلف المعلول عن علتہ التامۃ
وہو محال والحاصل ان الممکن لا یلزم من فرض وقوعہ محال بالنظر الی ذاتہ واما بالنظر الی
امر زاید علی نفسہ فلا نسلم انہ لا یستلزم المحال انتہی ولا یخرج الممکن عن الامکان بعلم
اللہ تعالیٰ ان ذلک الممکن واقع او لیس بواقع فان العلم مطابق للمعلوم او بخبر اللہ تعالیٰ
بانہ واقع او لیس بواقع فان الاخبار کالعلم ولا یقتضی علمہ وخبرہ تعالیٰ بعدم وقوعہ
ان یکون ممتنعا انتہی۔ ترجمہ اور تقریر اوسکی یہہ ہے کہ اگر جائز ہوگا تو لازم نہ آویگا
اوسکے فرض وقوع سے محال بواسطیکہ ضروریات سے ہے کہ استحالہ لازم موجب استحالہ ملزوم
ہوتا ہے تحقیقا لمعنی اللزوم لیکن وہ اگر واقع ہوگا تو کذب کلام الٰہی لازم آئیگا اور وہ
محال ہے اور یہ نکتہ ہے بیان محال ہونیمیں ہر اُس چیز کے کہ متعلق ہے علم اور ارادہ
اللہ تعالیٰ کا یا خبر دی ہے خدا نے اوسکے عدم وقوع کی اور حل اسکا یہہ ہے کہ ہم تسلیم
نہیں کرتے کہ جو ممکن بالذات ہوتا ہے اُسکے فرض وقوع سے محال لازم نہیں آتا
اور یہ اُسوقت ہوتا ہے اگر اُس کو امتناع یا غیر عارض نہو کیا نہیں جانتا ہے تو کہ
خدا تعالیٰ نے چونکہ عالم کو اپنی قدرت واختیار سے پیدا کیا ہے لہذا عدم اوس کا

ممکن فی نفسہ ہے مگر لازم آتا ہے اُسکے فرض وقوع سے تخلف معلول اپنی علت تامہ سے اور وہ محال ہے حاصل یہہ کہ ممکن کے فرض وقوع سے محال بالنظر الی ذاتہ لازم نہیں آتا ہے اور باعتبار امر زاید علی نفسہ کے بھی ممکن کا مستلزم محال ہونا مسلم نہیں ہے انتہی اور نہیں نکل جاتا ممکن امکان سے خدا کی جان لینے سے کہ یہہ ممکن واقع ہوگا یا واقع نہ ہوگا اسواسطے کہ علم مطابق معلوم کے ہوتا ہے اور ایسی ہے خدا کی خبر دینے سے بھی کہ یہہ ممکن واقع ہوگا یا واقع نہوگا امکان سے وہ خارج نہوگا اسواسطے کہ اخبار بھی مثل علم کے ہے اور علم و خبر اللہ تعالی بعدم وقوع الممکن مقتضی اس کو نہیں ہے کہ ممکن ممتنع ہوجاوے اور تفسیر بیضاوی اور شرح مواقف اور شروح تحریر ابن ہمام اور شرح مختصر الاصول اور کشف بزدوی وغیرہ میں بھی خلاصہ اس مضمون کا موجود ہے اور ایک شبہ منکرین قدرت کا یہہ ہے کہ امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ خلاف مقتضی اور معلوم الہی مقدور جناب باری نہیں اور مثل آنحضرت صلعم کا بھی خلاف معلوم الہی ہی پس یہ بھی مقدور الہی نہ ہوگا سو یہ بات بھی نہایت پوچ ہے اسواسطے کہ اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ ایک مخالف کی بھی ہدایت پر کہ ہدایت اوس کی خلاف معلوم الہی ہے اللہ تعالی قادر نہووے اور اسیطرح لازم آتا ہے کہ ایک محتاج غریب بیکس کی مالدار کرنے پر حق تعالی قادر نہووے اگر اُسکی محتاجگی کے ساتھ علم خدائے پاک متعلق ہوا ہو جیسا کہ اکثر اشخاص اس قسم کی دنیا میں پائی جاتی ہیں اور تمام عمر محتاج رہکر مرجاتے ہیں اور قطع نظر اس کی تمام کتابیں علم کلام اور اصول اسکے خلاف پر ناطق ہیں اور خود امام فخر الدین رازی نے بھی تفسیر کبیر میں تحت آیہ کریمہ ولو شئنا لبعثنا فی کل قریتہ نذیرا میں لکھا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خلاف معلوم الہی مقدور ہے کما سبق اور یہ تفسیر آیہ کریمہ ان تعذبہم فانہم عبادک میں لکھا کہ ہماری نزدیک اگر اللہ چاہی تو اچھی لوگوں کو جہنم میں

لیجاویگے اور بیروں کو جنت میں انتہی بھلا یہ کیسی بات ہے کہ خلاف عقل ونقل ان لوگوں کی قلم اور زبان پر گذرتی ہے اور محصل کلام امام رازی کا یہہ ہے کہ حواریوں کے قول میں جو ہل یستطیع ربک وارد ہے مراد اس استطاعت علی وجہ الحکمۃ نہیں جیسکہ معتزلہ جو قائل وجوب اصلح کی ہیں کہتی ہیں بلکہ اشاعرہ کی موافق اسکے یہہ معنی ہیں جو امام رازی نے لکھی اور یہہ مطلب نہیں کہ یہہ بات نفس الامر میں صحیح ہے تا کہ خلاف معقول او منقول اور خود انہی کلام کی مناقض ہوجاوے اور ایک شبہہ جو ان لوگوں کے نزدیک بہت ہی قوی ہی وہ یہہ ہے کہ حضرت پیغمبر خدا صلعم کی بعض صفات میں سے یہہ ہی کہ ہو اول من تنشق عنہ الارض واول من یحرک حلق الجنۃ پس اگر دوسرا شخص اس صفت میں شریک ہو تو تعدد اول کا لازم آتا ہے اور اول متعدد نہیں ہوتا چنانچہ تلویح اور توضیح میں ہے کہ اگر امام کسی شخص سے کہی کہ من دخل اولا ہذا الحصن فلہ من النفل کذا یعنی جو شخص داخل ہووے اس قلعہ میں اولا اوس کو اتنا مال زیادہ ملیگا ۔ پس گر ایک شخص داخل ہوگا تو مستحق ہوگا اسی نفل کا ہوگا اور اگر دو یا تین داخل ہوونیگی تو اونمیں سے کسیکو نہیں ملیگا اسواسطی کہ اول متعدد نہیں ہوتا جواب اسکا کئی طرح پر ہے اول یہہ کہ تعداد اول کا اول حقیقی میں گو باطل ہو لیکن اول اضافی میں یہ تعدد بیجا اور باطل نہیں قران مجید اور حدیث شریف اور اقوال بلغا سے یہہ بات ثابت ہوتی ہے بخاری شریف میں ہی اول من قدم علینا مصعب بن عمیر وابن ام مکتوم یعنی اول اُن لوگوں سے کہ آئے ہمارے پاس مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم ہیں باقی رہی یہہ بات کہ اول من تنشق عنہ الارض میں اولیت حقیقی ہے یا اضافی سو حال اسکا یہہ کہ اولیت اول من تنشق عنہ الارض میں حقیقی باعتبار اُن لوگوں کے ہے کہ جنسے شق ارض واقع ہوگا اور بہ نسبت اون لوگوں کے کہ جنسے شق ارض ممکن ہے اولیت حقیقی ہرگز ممکن نہیں اور قطع نظر اسکے جو لوگ اس قسم کی احادیث سے استدلال کرتی ہیں وہ یہ بیان کرتی ہیں کہ لفظ

اول کا ان حدیثوں میں مضاف من کیطرف ہی اور من الفاظ عموم میں سے ہے پس
اولیت جمیع ماعدا اسی مراد ہوگی سو یہ بات محض غلط ہے چنانچہ ہمنے بخاری سے نقل کیا اور قرآن مجید
میں سورۂ طٰہٰ میں پروردگار نے فرمایا ہے نقلا عن السحرۃ اما ان تلقی و اما ان نکون اول من القی
(ترجمہ) یا تو ڈال تو یعنی اولا اور یا ہوں ہم لوگ اول من القی اور سورۂ شعراء میں نقل فرماتا ہے
انا نطمع ان یغفرلنا ربنا خطایانا ان کنا اول المومنین (ترجمہ) ہم امید کرتے ہیں اسکی کہ بخشے
خدا خطائیں ہماری تحقیق ہم لوگ ہیں اول المومنین دیکھو ان دونوں آیتوں میں لفظ
اول کا مضاف بجانب من اور المومنین کے کہ الفاظ عموم سے ہیں موجود ہی اور باوجود اسکے
اولیت میں شرکت بھی ہی اور جو ہدیہ احمدیہ میں عبارت بیضاوی کے متعلق آیت اولی
نقل کی ہے حیث قال در تفسیر بیضاوی نوشتہ امی اختر القائک اولا و القائنا اولا
او الامر القائک و القائنا پس از نفس این آیت واضح شدہ کہ تعدد و شرکت در اولیت مقصود
نیست و اولیت یکی منافی اولیت دیگرے است چہ سحرہ در اولیت القای خود و اولیت القای
حضرت موسی تردید منودند اگر مقارنت در اولیت القای آن مقصود میبود تردید چہ معنی
داشت انتہی سو مبنی بی تاملی پر ہے اسواسطے کہ بغیر تاویل کی جو بیضاوی نی ذکر کی تردید
صحیح نہیں ہوتی ہے اسواسطے بیضاوی نے یہہ تقدیر نکالی ہے اور جس شخص نے استدلال
اس آیت کے ساتھہ ابطال قاعدہ مخترعہ منکرین میں کیا اوسکا مطلب یہ ہے کہ نکون صیغہ
جمع متکلم کا ہے اور اُسکی خبر اول من القی واقع ہے اور جادوگر بھی بہت سے لوگ
تھی پس تعدد اول کا باوجود اضافت کے طرف من کے ثابت ہوا اس تقریر سی کچھہ علاقہ
نہیں اور صاحب ہدایہ احمدیہ نے دوسری آیت کی جواب میں جو عبارت تفسیر کشاف
کی نقل کی وہ بھی مطلب سے بیگانہ ہے اسواسطیکہ مقصود صاحب کشاف کا یہہ ہی کہ وہ
لوگ اول المومنین کیونکر ہوسکتی ہیں اوسکا جواب دیا کہ اپنے لوگوں میں جو ایمان
لائی تھی وہ اول تھی اس تقدیر پر بھی مطلب ناقص سے یہ بات کچھہ علاقہ نہیں

رکھتی اور حدیث کے جواب میں جو صاحب ہدیہ احمدیہ نے لکھا اگر بر یک مجموعہ این حکم نمودہ
آید از اں لازم نیست کہ بر ہر یکے از آحاد متعددہ منفردہ آں نیز ثبوت اتصاف باں حکم متعدی
گردد چنانکہ بر ذکی طبیعہ سلیم و فہم مستقیم ظاہر است سو بھی نہایت پوچ ہے اس واسطے کہ مطلب
معترض کا یہہ ہی کہ اگر قاعدہ تمہارا صحیح ہو تو یہ کلام باطل ہوجاتی اور اوسکو صاحب ہدیہ
احمدیہ نے مقبول کر لیا کہ تعدد اول میں باوجود اضافت کے صحیح ہے اور یہی مطلوب معترض
کا تھا علاوہ بریں تاویل مجموعہ کے ساتھہ کرنے خلاف متبادر ہی جب کوئی کہتا ہے کہ قریش
افضل ممن عاداہ (ترجمہ) قریش اپنے ماسوائے افضل ہیں تو متبادر اور قریب الفہم یہی
مطلب ہوتا ہے کہ ہر ایک قریشی باعتبار نسب کے افضل ہے ماعداہ سے اسیطرح اس عبارت
کا حال ہے جواب دوسرا یہہ ہے کہ جائز ہی اللہ تعالی لاکھہ یا دو لاکھہ عالم مثل اس عالم کی
پیدا کری اور انمیں اول من تنشق عنہ الارض ور اشخاص کو گردانی اور یہ امر اہل دین
کے نزدیک کسیطرح ممتنع نہیں چنانچہ اوپر مذکور ہوا جواب تیسرا اس شبہ کا یہہ ہے کہ تلویح اور
توضیح سے جو تمنے عدم تعدد اول کا نقل کیا تو اس سے لازم آتا ہے کہ جو شخص من دخل ہذا الحصن
اولا ہو تو اوسکا مثل بھی ممتنع ہوجاوے گو وہ شخص اجلاف اور کفار میں سے ہو اور التزام اسکا
محض کفر ہے علاوہ بریں آنحضرت صلعم کا ممتنع المثل ہونا کمالات میں سی نہوا کہ اولی مرتبہ
کے لوگ بھی اس صفت میں شریک ہوئی چوتھا جواب یہہ ہے کہ یہہ امر یعنی مقدور نہ ہونا
مثل آنحضرت صلعم کا بسبب اسکے نہیں کہ یہہ فعل یعنی کسی شخص کو اول من تنشق عنہ الارض
کرنا ایسی مشکل بات ہے کہ کسی شخص کو ہو نہیں سکتی جیسے اجتماع نقیضین و ارتفاع
نقیضین کہ اسکا کرنا محال اور متعذر ہی یا ممکنات میں خلق آسمان و زمین کہ ایک
بڑی عمدہ چیز ہے اور کوئی شخص اس کو سوائی اللہ تعالی کی کر نہیں سکتا اگر خدا تعالی
شق ارض غیر آنحضرت صلعم سے اول کر دی تو اوسمیں کچھہ استحالہ نہیں بجز اس کے کہ خلاف
اخبار الہی ہو جاوے اور حضرت میں یہہ صفت نرہیگی اور اس سی ہر گز امتناع ذاتی ثابت

نہیں ہوتا اگر بنظر اس قتل کے کہ یہہ قتل ایسا متعذر اور محال ہے کہ پروردگار کی قدرت سے بھی
خارج ہے استثناء ثابت ہوتا تو مفید مدعا تھا الغرض یہہ دلیل بھی نہایت پوچ ہے اور جو نقوض
وارده کو التزام کر لیتے ہیں وہ قابل تسلیم و التزام نہیں غایت ما فی الباب جو اس دلیل سے
ثابت ہوتا ہے وہ اسیقدر ہے کہ بعضی الفاظ اور بعض خواص ایسی ہیں کہ ان میں اشتراک
جمعی نہیں ہو سکتا سو یہہ بات آخر ہے اصل مسئلہ سے اور اس سے بڑا فرق ہے کفار اور بہتیرے بد دین
اور فساق بیدین میں بھی جو نہایت ارذل ہوں بعض خواص ایسی پائی جاتی ہیں کہ جنمیں اشتراک
اونکا بطریق جمع متعذر ہے حالانکہ اونکی مثل کو کوئی خارج الله تعالی کی قدرت سے نہیں بتلاتا
علاوه بریں الفاظ سے مثل اول وغیرہ کی کہ استعمال اہل لسان سے معنی اون کے متغیر ہو جاتے ہیں
استدلال کرنا ایسی مسائل میں نہایت ناواقفی ہے مثلاً اگر فصحاء عرب سے اطلاق لفظ اول کا
بمعنی حقیقی کے ثابت متعدد پر ہو جاوے تو یہہ مدعا مخالفین کا غلط قرار پاوے چنانچہ تہذیب الاسماء
واللغات نووی سے معلوم ہوتا ہے قال ابو علی اتفق اصحابنا علی انہ یقع الطلاق و لیس من شرط
کونہ اولا ان تلد بعده آخر انما الشرط ان لا یتقدم علیہ غیرہ و حکی المتولی انہ لا یقع الطلاق فی ہذه
المسئلۃ قال لان الاول یقتضی ان یکون آخر کما ان الآخر یقتضی اولا وہو شاذ ضعیف
مردود قد ذکرت المسئلۃ فی الروضۃ اور شامی حاشیہ در مختار میں ہے قولہ وان الاول اسم لفرد
سابق فیہ ان المعتبر عدم تقدم غیره علیہ و السابق یوہم وجود لاحق وہو غیر شرط کما یاتی فالاولی
ان یقول والاول اسم لفرد لم یتقدمہ غیره افاده ط اور بھی اوسمیں ہے قولہ اذ لا بد للآخر من الاول
الخ قال فی الفتح وہذه المسئلۃ مع التی تقدمت تحقق ان المعتبر فی تحقق الآخریۃ وجود سابق
بالفعل و فی الاولیۃ عدم تقدم غیره لا وجود آخر متأخر عنہ و الا لم یعتق المشتری فی قولہ اول
عبد اشتریتہ فہو حر اذا لم یشتر بعده غیرہا انتہی (ترجمہ) کہا ابو علی نے متفق ہیں اصحاب
ہمارے اس امر پر کہ طلاق واقع ہو جائیگی اور لڑکے کی اول ہونے میں یہ شرط نہیں ہے
کہ اوسکے بعد دوسرا بھی ہو اول ہونے میں یہی کافی ہے کہ اس پر کسیکو تقدم نہوا اور حکم کیا

ستوبلی نے کہ طلاق واقع نہ ہوگی اس صورت مین اسواسطے کہ اول مقتضی ہے آخر کو جسطرح کہ آخر
اول کو مقتضی ہے اور یہہ قول شاذ ہے ضعیف ہے مردود ہے اور ذکر کیا ہے ہینے اس مسئلہ کا
روضہ مین اس قول مین کہ اول اسم ہے فرد سابق کا یہہ اعتراض ہے کہ معتبر اول مین
عدم تقدم غیر کا ہے اوس پر اور لفظ سابق سے وہم وجود لاحق کا ہوتا ہے حالانکہ یہہ شرط
نہیں جیسا آویگا پس واضح یہہ کہ کہا اول اسم ہے اوس فرد کا کہ اوس پر کوئی مقدم
نہو طحطاوی نے یہہ لکہا ہے اسواسطے ضرور ہے واسطے آخر کے اول الخ کہا فتح القدیر مین اس
مسئلے سے مع اوس کے مقدم ہوا ثابت ہوتا ہے کہ معتبر وجود آخر مین تحقیق سابق کا ہے
بالفعل اور اول مین مقدم نہونا غیر کا اوس پر معتبر ہے نہ وجود آخر کا کہ متاخر اوس سے ہو
ورنہ اس کہنے سے اول غلام کہ خریدون مین آزاد ہے وہ غلام آزاد نہ ہوگا جبکے بعد دوسرا
نہ خریدے۔ منکرین قدرت کہ امتناع مثل آنحضرت کو فضیلت تصور کرتی ہین اور وصف
اولیت اور خاتمیت کو جسمین ہزارہا فاسق و فجار بلکہ کفار اشرار اور حیوانات و نباتات
اور جمادات واکثر انواع مخلوقات شریک سہیم ہین باعث اوسکا لکہتی ہین اور اوصاف
کمالیتہ آنحضرت صلعم ہین مثل شفاعت کبری وحصول مقام قاب قوسین اور معراج
اور کثرت ثواب قرب رب الارباب اور اونکی دین کا ناسخ ادیان ہونا الی غیر ذلک من
الکمالات التی لاتعد ولاتحصی کہ فضائل مختصہ و اوصاف خاصتہ آنحضرت سی ہین مماثل
کو مقدور باری و ممکن ذاتی بتلاتی ہین حالانکہ بدیہیات اولیہ سے ہی کہ اولیت خاتمیت
مستلزم فضیلت نہین یکہو حضرت علی کہ خاتم الخلفا ہین اہل سنت الجماعت کے نزدیک
خلفائے ثلثہ سے افضل نہین اور ایسی ہی حضرت آدم و حضرت نوح کہ اول الانبیاء و اول الرسل
ہین اور انبیاء و رسل سے اون کو ترجیح و فضیلت نہین پس معلوم ہوا کہ مانی الضمیر ان
لوگونکا اثبات عجز و تنقیص قدرت حق تبارک تعالی ہی و بس اور تقریر امتناع اشتراک اول
و خاتم سے مقصود اضلال عوام ہی اور بالکل لغو و خبیث اور ایک شبہ مخالفین کا یہ ہی

که تورپشتی نے معتمد میں لکھا نه آنکس که گوید بعد از وی نبی بود یا هست یا خواهد بود آنکس
نیز که گوید امکان دارد که باشد کافر است انتہی جواب سکا یہہ ہے کہ پوری عبارت تورپشتی
کی دیکھنی سی معلوم ہوتا ہی کہ یہہ مستدل مطلب تورپشتی کا اچھی طرح نہ سمجھا کیونکہ تورپشتی
نے لکھا و بحمد اللہ این مسئلہ درمیان اسلامیان روشن تر از ان است کہ آنرا بکشف و
بیان حاجت افتد اما اینقدر از ترس آن بیان کردم کہ مبادا زندیقی جاہل را در سہتی نداند
دلیل بیار باشد کہ ظاہر نیارند کردن و بدینطریق پا در نہند کہ خدا بر ہمہ چیز قادر است کس
قدرت را منکر نیست اما چون خدا از چیزی خبر دہد کہ چنین خواہد بود جز چنان نباشد کہ
خدا از ان خبر داد کہ بعد از وی نبی دیگر نباشد الخ پس اس عبارت سی صریح معلوم ہوتا ہے
کہ مراد تورپشتی کی لفظ امکان سے امکان شرعی یا نفس الامری ہی اور وہ مضر ہماری
مدعا کو نہیں تورپشتی نے خود کہا کس قدرت را منکر نیست اور استدلال کیا اخبار الہی
کے ساتھہ اور کہا جیسے پروردگار خبر دیتا ہی ویسی ہی ہوتا ہی پس معلوم ہوا کہ مراد تورپشتی
کی امکان سے امکان وقوعی ہی نہ امکان عقلی اور چونکہ یہاں مانع شرعی موجود ہے
اسواسطی امکان شرعی اور وقوعی نبی کا بعد آنحضرت صلعم کی نہیں ہے ہدیہ احمدیہ میں
جو لکھا در علم کلام جائیکہ نفی امکان وارد می شود دران بے قیام دلیل نفی امکان مراد
داشتن دلالت بر محض ناواقفیت میدارد سو محض ناواقفی ہی سواسطی کہ تحفہ وغیرہ میں بہت
جگہہ لفظ امکان کا معنی امکان شرعی اور عادی کی مستعمل ہے اور ایسی متکلمین کے کلام میں
جیسے کہ تورپشتی تھی اکثر استعمال لفظ امکان کا معنی شرعی مستعمل ہے علاوہ برین دلیل
اس ارادہ کی بہی اون کے کلام میں مذکور ہی کیونکہ اگر نفی امکان عقلی کی اون کو منظور ہوتی
تو یوں کہتی کہ ممتنع عقلی مقدور الہی نہیں ہوتا اور نہ وہ شی ہے اخبار الہی کے ساتھہ
استدلال کیوں کرتے اور یہ جو ہدیہ احمدیہ میں لکھا مثلا مقتدای اسماعیلیہ کہ باستدلال
عموم قدرت نقیض نقیصہ شنیعہ کذب را با و تعالی میداند و بر قائلین امتناع

انکار قدرت لازم می گرداند اگر در رد او گفته آید که کس قدرت را منکر نیست اما چون او تعالی کلامی
ارشاد فرماید خبر بنا شد که او فرسوده آنکس که قائل وقوع این شنیعه باشد آنکس نیز که قائل
اتصاف او تعالی باین نقیصه باشد قولش مردود است این کلام ہرگز دلالت نخواہد بود
بر آنکہ نزدیک این رد کنندہ این نقیصہ داخل قدرت وشی است انتہی کلام بیربط ہے
واسطی کہ اگر کوئی شخص قائل صدق کلام جناب باری کا ہو اور یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ پروردگار
کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہی باوجود اسکے مقدوریت کذب کا بھی قائل ہو اوسکی جواب
میں منکر قدرت کا کذب پر یہ نہیں کہہ سکتا کہ کس قدرت را منکر نیست اما چون و تعالی
کلامی ارشاد فرماید خبر چنان بنا شد کہ او فرسودہ الخ اسواسطیکہ بھلا شخص کہیگا کہ تو جو دلیل لایا ہے
وہ تیری مفید مدعا نہیں اور مطلب سے بیگانہ ہے اسکا تو میں بھی قائل ہوں فقط امکان عقلی
مقدوریت کذب میں گفتگو ہے اس دلیل کو اوس سے کیا علاقہ اور جو شخص فہمیدہ ہوگا ہرگز
تورپشتی کے کلام سے نفی امکان عقلی کی نہ سمجھیگا اب اگر منظور ہو تو کسی غیر مذہب کو کہ علم سے
آشنائی رکھتا ہو حکم قرار دو تب حال بخوبی معلوم ہو جاویگا علاوہ بریں تورپشتی نے یہہ
کہا کہ کس قدرت کا منکر نیست اس سے کیا مراد ہے اگر مراد یہہ ہے کہ خاص اسبات پر کہ بنی
بعد آنحضرت صلعم کی ممکن عقلی ہی جیسا کہ اوس شخص نے جسنے ان اللہ علی کل شئی قدیر
سے دلیل پکڑی علی زعم المخالفین اللہ تعالی کو قدرت ہی اور کوئی قدرت کا منکر نہیں تو
مطلوب ہمارا حاصل ہوگیا اور استدلال مستدل کا باطل ٹھہرا اور اگر یہہ مراد ہی کہ مطلق قدرت
کا کسیکو انکار نہیں تو مطلب سے بیگانہ ہے اسواسطی کہ وہ شخص بھی یہ نہیں کہتا تھا کہ تم مطلق
قدرت کے منکر ہو اسبات کو کہتا تھا کہ یہہ مقدور الٰہی ہی اور داخل تحت ان اللہ علی کل شئی
قدیر ہے اب ہم پوچھتے ہیں کہ ایک شخص اہل سنت وجماعت میں سے کسی شخص سے کہ مخالفین
سے ہو یہہ سوال کری اور کہی کہ تم کیونکر انکار قدرت اللہ جل جلالہ کا مثل آنحضرت صلعم
پر کرتے ہو حالانکہ قران شریف میں ان اللہ علی کل شئی قدیر موجود ہے اُسکے جواب میں

وہ شخص یہہ کہی کہ بی شک کوئی شخص قدرت کا منکر نہیں لیکن جسطرح خدا تعالی نے خبر دی
ہے ویسا ہی واقع ہوگا تو ہر شخص جو تہوڑا سا بہی فہم رکہتا ہوگا یہہ بات سمجھ لیگا کہ اس
شخص کو اقرار ہے قدرت کا اس امر پر لیکن یہہ بات اوسکی سامنی کہی جاوی جس کو
تحقیق حق منظور ہو اور جو شخص جان بوجہکر مجادلہ کری اوس سے کیا کہا جاوے اور یہ جو
ہدیہ احمدیہ میں لکہا ہے بصورت استدلال انکا آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہستند چنانچہ
او تعالی خبر دادہ وہر کہ خاتم النبیین فرض کردہ شود وجود نبی بعد او عقلا محال است
چہ مصداق اجتماع النقیضین ہست و وجود او بنفسہ مستلزم عدم اوست یہی خطائی محض ہے
اور مبنی غفلت پر اسواسطی کہ اخبار الہی کو اسمیں کیا دخل ہے جب خاتم النبیین ہونا
آنحضرت صلعم کا مسلم ہوگا یہ استحالہ علی زعم المعترض لازم آویگا تقریر اجتماع النقیضین
اور وجود او مستلزم عدم اوست ہرگز تقریر توربشتی میں نہ صراحۃً نہ اشارۃً مذکور ہی اپنی
طرف سے یہہ الفاظ بنا دئی ہیں اگر یہہ تقریر ہوتی جیسے صاحب ہدیہ احمدیہ نے کی ہے تو بیشک
مفید مدعا ہتی ایک اور دلیل مخالفین پیش کرتی ہیں وہ یہہ ہے کہ ملا علی قاری نے شرح
شفا میں لکہا ومن المعلوم استحالۃ وجود مثلہ بعدہ انتہی یہہ دلیل بہی نہایت بودی ہے
کیونکر معلوم ہوا کہ مستحیل سے یہاں مراد مستحیل عقلی ہے محتمل ہے کہ مستحیل شرعی
مراد ہو اور لفظ من المعلوم بہی اسیکا موید ہی اسواسطی کہ یہ لفظ ایسی جگہہ بولا کرتی ہیں کہ
جہاں کوئی بات مقرر و متعین ہو اور استحالہ مدعومی مخالفین کا باطل محض ہے چہ جائے
کہ اہل اسلام کے نزدیک مقرر ہو اسیواسطی اس عقیدہ کے لوگ مخالفین میں بہی بقلت
پائے جاتے ہیں علاوہ بریں ملا علی قاری نے شرح حصن حصین میں تحت قول ماتن ان
لا یعتدی فی الدعا بان یدعو بمستحیل لکہا ای شرعا وعادۃ مثل طلب النبوۃ بعد
خاتم النبیین اور عدم وجود الآدمین انتہی (ترجمہ) اور نہ تجاوز کرے دعا میں اسطرح
کہ دعا امر مستحیل کے مانگے یعنی جو کہ محال ہو خواہ شرعا ہو یا عادۃ جیسے طلب کرنا نبوت کا

بعد خاتم النبیین کے یا معدوم ہوجانا سب دیو نکا۔ یہاں سے خوب روشن ہو گیا کہ مراد ملا علی قاری کے استحالہ سے استحالہ شرعی ہے صاحب ہدیہ احمدیہ نے لکھا کہ شرح شفا ملا علی قاری دیدہ باشد بر واز مقامات متعددہ یقین این ارادہ مخفی نیست الخ یہ بات محض غلط ہے ہرگز ملا علی قاری کی شرح سے یہ یقین نہیں نکلتی اور عبارت شفا میں جو مستحیل فی حقہ ہے نہ بر شرح ملا علی قاری نے جو کی ہے بجا ہے اسواسطے کہ قسم ثالث میں ایسی چیزوں کا بیان ہے کہ وہ عقلا اور شرعا حضرت کے حق میں جائز نہیں یہ کون کہتا ہے کہ مستحیل اور مستحیل بمعنی استحالہ عقلی مستعمل نہیں ہوتا سوفع اور مقام دیکھنا چاہیے اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ مستحیل عقلی ہر جگہ پر فقط اسی معنی میں مستعمل نہیں ہوتا کہ مقدور جناب باری ہو قسم ثالث میں بھی بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ کسی اہل دین کے نزدیک مستحیل عقلی باعتبار اس معنی کے نہیں مستحیل عقلی کا بھی استعمال کئی معنی میں آتا ہے اور یہ جو ہدیہ احمدیہ میں لکھا از محال شرعی بودن نفی استحالہ عقلی چگونہ لازم شدہ این قول صراحۃ افترا است بر ملا علی قاری انتہی یہہ قول بھی کمال غفلت پر دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ ملا علی قاری نے طلب نبوت کو خاتم النبیین کے شرعا محال قرار دیا اگر ان کے نزدیک عقلا بھی محال ہوتا تو ضرور اسکو بھی لکھنے اور یہہ عادت علما کی ہے کہ جو محال عقلا ہوا کرتا ہے اس کو یوں نہیں کہتے کہ یہ شرعا محال ہے اسواسطے کہ بہت سے محالات شرعیہ محال عقلی نہیں ہیں اور صاحب ہدیہ احمدیہ نے عبارت شرح فقہ اکبر کی اپنے مفید مدعا سمجھکر جو نقل کی ہے وہ ہرگز مفید مدعا نہیں اسواسطے کہ یہ قول مختار ملا علی قاری کا ہرگز نہیں اسیواسطے و قد قیل کرکے نقل کیا ہے اور صراحۃ شرح فقہ اکبر میں اسکے خلاف موجود ہے۔ یہ قول بنا بر مذہب معتزلہ کی البتہ صحیح ہے یا یہہ کہ کسی قائل غیر محقق کا قول ہے کما لایخفی اور ایک شبہ مخالفین یہہ بھی پیش کرتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے تفہیمات میں لکھا ہے فلذلک لایمکن ان یوجد بعدہ نبی انتہی (ترجمہ) پس اسیواسطے نہیں ممکن ہے کہ پایا جاوے بعد آنحضرت کے نبی جواب اوس کا یہ ہے

کہ یہاں بھی وہی جواب ہے کہ امکان سے مراد امکان شرعی اور وقوعی ہے نہ امکان عقلی
یا مراد امکان عادی ہے چنانچہ لفظ من سنت اللہ اسپر دلالت کرتا ہے اور استعمال لایمکن
کا کلام شاہ ولی اللہ میں امکان وقوعی اور عادی میں بہت جا پایا جاتا ہے اور یہ جو بعض
اشخاص کہتے ہیں کہ عدم امکان کو صاحب تفہیمات نے تشخص مفاض علیہ پر متفرع کیا ہے
پس اس سے نفی امکان عقلی کی نکلی سو محض غلط ہے جو شخص پوری عبارت تفہیمات کی
دیکھیگا اوس کو یہ بات معلوم ہو جاویگی یہہ تشخص باعتبار عادت الٰہی اور باختیار اللہ
تبارک و تعالیٰ کی ہے یہہ مراد شاہ صاحب کی نہیں کہ مثل اس تشخص کے حق تعالیٰ قدر
کو نہیں دے سکتا عبارت تفہیمات کی یہ ہے تفہیم من سنتہ اللہ تعالیٰ فی خلقہ انہ اذا اتم
واحد درجۃ وبلغ غایتہا فلا یمکن لاحد ان یبلغہا علی ذلک السنن ویستوطن غایتہا وذلک
لسر عجیب الشان وہو ان الافاضۃ الایجادیۃ البدئیۃ کما تقتضی تشخص المفاض بحیث لا یمکن
ان یشارکہ فیہ غیرہ فکذلک الافادۃ التکمیلیۃ العودیۃ تقتضی تشخص الکمال وتشخص المفاض
علیہ بحسب ہذا الکمال فعلمنا من ہذا السبیل ان الفیض الذی یرزقہ عبد من عبادہ
لم یتکرر قط من لدن آدم الی آخر جبل یوجد عند القیامۃ علمنا ذلک صریحا حین جمع
الکمالات باسرہا فی قرب الملکوت والنشاۃ العودیۃ ہی المقدم فی الاعتبار فلم یزل الانبیاء
یجیئون کمالا کمالا ولا یستقر من بعدہم الا فی شعبۃ امکان تالیا او فی کمال آخر حتی وجد
سید المرسلین فاستوطن آخر الدرجات ونشا من ہہنا لک نشاۃ یعسر تفصیلہا وصار خاتم
ہذہ الدورۃ فلذلک لا یمکن ان یوجد بعدہ نبی صلوات اللہ وسلامہ علیہ انتہی (ترجمہ)
عادت اللہ تعالیٰ سے ہے اوس کے خلق میں کہ جب تمام کر لیتا ہے کوئی شخص کسی درجہ کو اور
پہنچ جاتا ہے وہ اوس کے غایت کو پس نہیں ممکن ہوتا ہے دوسرے شخص کو پہنچنا اوس درجہ پر
اوسی طرح اور حاصل کرنا اوس کے غایت کا اور یہ ایک سر عجیب الشان کی وجہ سے ہے اور وہ
یہہ ہے کہ افاضہ ایجادیہ بدئیہ جسطرح کہ مقتضی تشخص مفاض کو ہے اسطرح کہ نہیں ممکن ہے

کہ شریک ہو جاوے اوسمیں کوئی اسیطرح افادہ تکمیلیتہ عودیتہ مقتضے ہے تشخص کمال اور
تشخص مفاض علیہ کو موافق اس کمال کے پس جانا ہم نے اسوجہ سے کہ جو فیض عطا کیا ہے
خدائی کسی بندہ کو مکرر کبھی نہیں ہوا وہ وقت آدم علیہ السلام سے آخر اس شخص تک کہ
پایا جاویگا وقت قیامت کے جانا ہمنے اس بات کو صریحًا جمع کرنے سے کمالات تمام کے قریب
ملکوت میں اور نشار عودیتہ مقدم فی الاعتبار ہے پس ہمیشہ رہے انبیا کہ جمع کرتے تھے ایک ایک
کمال کو اور نہیں باقی رہتا تھا وہ بعد انکے مگر اونکی شعبات میں اگر اونکا کوئی تابع
ہوتا تھا یا کمال آخر میں یہاں تک کہ پائی گئی سید المرسلین کہ پہنچے وہ آخر درجات کو اور
ایسی مرتبہ کو پہنچے کہ مشکل ہے تفصیل اسکی اور ہوئے خاتم اس دورہ کے پس اسواسطے نہیں ممکن
ہے کہ پایا جاوے بعد اونکے کوئی نبی صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ اس عبارت کو جو فہمیدہ
آدمی تامل سے دیکھیگا صاف کہدیگا کہ ہرگز مطلوب شاہ ولی اللہ صاحب کا وہ نہیں
جو مخالفین سمجھے ہیں بلکہ مصنف کے نزدیک کلام شاہ ولی اللہ صاحب کے عبارت سے اور
اوسمیں سنت الٰہی کا بیان ہے نہ یہہ کہ پروردگار کو قدرت نہیں ورنہ حسب تحریر شاہ ولی اللہ
صاحب کے عدد ہا آدمی کا مثل ممتنع ہو جاویگا اب ایک بات اور بھی سننی چاہئے وہ یہہ کہ
دوسرے نبی کا ممتنع بالغیر ہونا بحسب اسی طبقہ زمین کے ہے اور خاتم النبیین ہونا دوسرے
شخص کا دوسرے زمین میں دوسرے سلسلہ کیواسطے شرعًا بھی ممکن ہے اور خلاف وعدہ الٰہی
کے نہیں واسطے تائید اس دعوی کی اتمامًا للحجتہ والالزام اور بقصد ابطال عقیدہ منکرین
قدرت اور استیصال کلی مزعوم اہلبدعت کی ہم ایک حدیث کتب محدثین سے جنکو وہ لوگ
بھی اپنے رسائل میں بلفظ ناقلین معتمدین دین متین اور حاملین عرش شرع مبین
حضرت سید المرسلین تعبیر کرتے ہیں نقل کرتے ہیں ابن جریر طبری کہ صاحب تصحیح المسائل
انکو طبقہ ترمذی اور نسائی میں لکھتے ہیں اپنی تفسیر میں کہتے ہیں حدثنا عمرو بن علی
ومحمد بن مثنی قالا حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبتہ عن عمرو بن مرۃ عن ابی الضحی عن ابن

عباس فی ہذہ الآیۃ قال فی کل ارض آدم کآدمکم و نوح کنوحکم و ابراہیم کابراہیمکم و عیسیٰ کعیسٰکم و نبی کنبیکم انتہی و رجلال الدین سیوطی تدریب الراوی میں لکھتے ہیں اخرج الحاکم فی المستدرک من طریق عبید بن غنام النخعی عن علی ابن حکیم عن شریک عن عطاء بن السائب عن ابی الضحی عن ابن عباس قال فی کل ارض نبی کنبیکم و آدم کآدمکم و نوح کنوحکم و عیسی کعیسی قال صحیح الاسناد ولم ازل العجب من تصحیح الحاکم لہ حتی رایت البیہقی قال اسنادہ صحیح لکنہ شاذ بمرۃ انتہی اور تفسیر در منثور میں ہے واخرج ابن ابی حاتم والحاکم وصححہ والبیہقی فی شعب الایمان وفی الاسماء والصفات من طریق ابی الضحی عن ابن عباس فی قولہ ومن الارض مثلہن قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم و آدم کآدم ونوح کنوح وابراہیم کابراہیم و عیسی کعیسی قال البیہقی اسنادہ صحیح ولکنہ شاذ بمرۃ لا اعلم لابی الضحی علیہ متابعا انتہی اور تخریج احادیث شرح مواقف میں سیوطی نے لکھا روی الحاکم فی مستدرکہ عن ابن عباس فی قولہ تعالی اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلہن قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم و آدم کآدمکم و نوح کنوح وابراہیم کابراہیم و عیسی کعیسی قال صحیح انتہی اور لقط المرجان میں کہا ویدل لما قالہ الضحاک ما اخرجہ ابن جریر وابن ابی حاتم والحاکم والبیہقی عن ابن عباس رض فی قولہ تعالی ومن الارض مثلہن قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم و آدم کآدم و نوح کنوح (ترجمہ) اور مؤید قول ضحاک سے ہے وہ کہ روایت کیا اوس کو ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور حاکم اور بیہقی نے ابن عباس سے تفسیر آیت ومن الارض مثلہن میں کہ سات زمین ہیں اور ہر زمین میں نبی ہیں تمہارے نبی کی مانند اور آدم آدم کی مانند اور نوح نوح کی مانند۔ اور فتح الباری شرح صحیح البخاری ابن حجر عسقلانی میں ہے ویدل للقول الظاہر ما رواہ ابن جریر من طریق شعبۃ عن عمرو بن مرۃ عن ابی الضحی عن ابن عباس فی ہذہ الآیۃ ومن الارض مثلہن قال فی کل ارض مثل ابراہیم ونحو ما علی الارض من الخلق ہکذا اخرجہ مختصرا واسنادہ صحیح اخرجہ

الحاکم والبیہقی من طریق عطاء ابن السائب عن ابی الضحی مطولاً واولہ ای سبع ارضین
فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراہیم کابراہیمکم وعیسی کعیسی ونبی کنبیکم قال البیہقی
اسنادہ صحیح الا انہ شاذ انتہی (ترجمہ) اور دلالت کرتی ہے قول ظاہر پر وہ روایت
کہ نقل کیا ہے اُس کو ابن جریر نے طریق شعبہ سے نقل کیا اونہوں نے عمرو بن مرہ سے
اور اونہوں نے ابو الضحی سے اور اونہوں نے ابن عباس سے تفسیر اس آیت میں ومن
الارض مثلہن کہ ہر زمین پر مثل ابراہیم کے ہیں اور مثل ہر مخلوق کے ہے جو اس زمین
پر ہے ایسی ہی مختصر ابن جریر نے روایت کو نقل کیا ہے اور اُستاد اسکی صحیح ہے اور حاکم
اور بیہقی نے نقل کیا ہے مطولا طریق عطاء ابن السائب سے اور روایت کی اونہوں نے
ابو الضحی سے اول اوسکا یہہ ہے کہ سات زمینیں ہیں اور انہیں آدم ہیں مثل آدم تمہارے
کے اور نوح ہیں مثل نوح تمہارے کے اور ابراہیم ہیں مثل ابراہیم تمہارے کے اور عیسے ہیں
مثل عیسی کے اور نبی ہیں مثل نبی تمہارے کے کہا بیہقے نے اسناد اس حدیث کی صحیح
ہے مگر وہ شاذ ہے۔ یہہ ابن حجر اور جلال الدین وہ شخص ہیں جنکو صاحب سیف الاسلام
نے بلقب حافظان احادیث خیر الانام ومحققان دین واسلام یاد کیا ہے اور عمدۃ القاری
شرح صحیح بخاری میں بدر الدین عینی جن کو سیف الاسلام میں امام کہا ہے لکھتے ہیں
روی البیہقی عن ابی الضحی مسلم عن ابن عباس رض انہ قال اللہ الذی خلق سبع سموات
ومن الارض مثلہن قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم وآدم کآدمکم ونوح کنوحکم
وابراہیم کابراہیمکم وعیسی کعیسکم قال اسناد ہذا الحدیث عن ابن عباس صحیح وہو شاذ
بمرۃ لا اعلم لابی الضحی علیہ متابعا وروی ابن ابی حاتم من طریق محمد عن مجاہد عن
ابن عباس قال لو حدثتکم بتفسیر ہذہ الآیۃ لکفرتم وکفرکم تکذیبکم بہا (ترجمہ) روایت
کی بیہقے نے ابو الضحی مسلم سے کہا ابن عباس نے تفسیر میں اس آیت کے کہ اللہ ایسا ہی
جسنے سات آسمان اور زمینیں مثل ونکے پیدا کیں سات زمینیں ہیں اور ہر زمین میں

بھی ہیں مثل تمہارے نبی کے اور آدم ہیں مثل آدم تمہارے کے اور نوح
ہیں مثل نوح تمہارے کے اور ابراہیم ہیں مثل ابراہیم تمہارے کے اور عیسے ہیں
مثل عیسیٰ تمہارے کے بیہقی نے اسناد اسکی ابن عباس سے صحیح ہے اور وہ ایک
مرتبہ میں شاذ ہی نہیں جانتا ہو نمیں اس روایت میں ابوالضحی کا کوئی متابع اور روایت
کی ابن ابی حاتم نے طریق محمود سے ور روایت کی اُنہوں نے مجاہد سے اُنہوں نے
ابن عباس سے کہ کہا بیان کروں میں تم سے اس آیت کی تفسیر البتہ کافر ہوجاؤ گے
اور ہوگا کفر تمہارا تکذیب پر اسکی اور مستدرک ابوعبداللہ حاکم میں ہے اخبرنا احمد بن
یعقوب الثقفی ثنا عبید بن غنام النخعی انبا علی بن حکیم ثنا شریک عن عطار بن السائب
عن ابی الضحی عن بن عباس انہ قال اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلہن
قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم وآدم کآدم ونوح کنوح وابراہیم کابراہیم وعیسیٰ
کعیسے ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ حدثنا عبدالرحمن بن حسن القاضی ثنا ابراہیم
بن الحسن ثنا آدم بن ابی ایاس ثنا شعبۃ عن عمرو بن مرۃ عن ابی الضحی عن ابن عباس
فی قولہ عزوجل سبع سموات ومن الارض مثلہن قال فی کل ارض نحو ابراہیم ہذا حدیث
صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ انتہی۔ اور کتاب الاسماء والصفات بیہقی میں ہے
اخبرنا ابوعبداللہ الحافظ قال انا احمد بن یعقوب الثقفی قال ثنا عبید بن غنام
النخعی قال انا علی بن حکیم قال ثنا شریک عن عطار بن السائب عن ابی الضحی
عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ قال اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض
مثلہن قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم وآدم کآدم ونوح کنوح وابراہیم
کابراہیم وعیسے کعیسے واخبرنا ابوعبداللہ الحافظ قال انا عبدالرحمن بن الحسین
قال ثنا ابراہیم بن الحسین قال ثنا آدم بن ابی ایاس قال ثنا شعبۃ عن عمرو
بن مرۃ عن ابی الضحی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی قولہ عزوجل خلق سبع

سموات ومن الارض مثلہن قال فی کل ارض نحو ابراہیم علیہ السلام اسناد ہذا
عن ابن عباس رضی اللہ عنہما صحیح وہو شاذ بمرۃ لا اعلم لابی الضحی علیہ متابعا واللہ اعلم
انتہی اور لباب فی علوم الکتاب ابن عادل نیشاپوری میں ہے فصل ورد فی التنزیل
ان السموات سبع ولم یات فی التنزیل ان الارضین سبع الا قولہ ومن الارض مثلہن وہو
محتمل للتاویل لکنہ وردت احادیث کثیرۃ صحیحۃ تدل علی ان الارضین سبع کما روی
فی الصحیحین عن رسول اللہ صلعم انہ قال من ظلم قدر شبر من الارض طوقہ اللہ من سبع
الارضین الی غیر ذلک وروی ابو الضحی واسمہ مسلم عن ابن عباس انہ قال اللہ الذی
خلق سبع سموات ومن الارض مثلہن قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم وآدم
کآدم ونوح کنوح وابراہیم کابراہیم وعیسی کعیسی قال البیہقی اسناد ہذا عن ابن عباس
صحیح وہو شاذ بمرۃ لا اعلم لابی الضحی علیہ مخالفا انتہی اور مختصر مستدرک شمس الدین
ذہبی میں ہے واما ما روی الحاکم وساقہ باسنادہ وقال حدثنا احمد بن یعقوب
الثقفی حدثنا عبید بن غنام النخعی حدثنا علی بن حکیم حدثنا شریک عن عطاء عن ابی
الضحی عن ابن عباس انہ قال اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلہن قال
سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم وآدم کآدم ونوح کنوح وابراہیم کابراہیم وعیسی
کعیسی فہو حدیث اسنادہ حسن واما ما روی باسنادہ عن شعبۃ عن عمرو بن مرۃ
عن ابی الضحی عن ابن عباس فی قولہ تعالی خلق سبع سموات ومن الارض مثلہن
قال فی کل ارض نحو ابراہیم فہو حدیث علی شرط البخاری ومسلم ورجالہ ائمہ اور آکام
المرجان بدر الدین شبلی میں ہے ویدل علی ما قالہ الضحاک ما رواہ الحاکم وقال
حدثنا احمد بن یعقوب الثقفی حدثنا عبید حدثنا علی بن حکیم حدثنا شریک عن عطاء
عن ابی الضحی عن ابن عباس قال ومن الارض مثلہن قال سبع ارضین فی
کل ارض نبی کنبیکم وآدم کآدم ونوح کنوح وابراہیم کابراہیم وعیسی کعیسی قال

شیخنا الذہبی اسنادہ حسن قلت ولہ شاہد قال الحاکم حدثنا عبید اللہ بن الحسن حدثنا شعبۃ عن عمرو بن مرۃ عن ابی الضحی عن ابن عباس فی قولہ تعالی خلق سبع سموات ومن الارض مثلہن قال فی کل ارض نحو ابراہیم قال شیخنا الذہبی ہذا حدیث علی شرط البخاری ومسلم ورجالہ (ترجمہ) کہا ہمارے اُستاد ذہبی نے اسناد اس کی حسن ہے میں کہتا ہوں کہ اس کے لئے شاہد بھی ہے کہا حاکم نے حدیث بیان کی مجھسے عبید اللہ بن الحسن نے الخ کہا ہمارے شیخ ذہبی نے یہہ حدیث موافق بخاری ومسلم کے شرط کی صحیح ہے اور راوی اوس کے ایمہ ہیں۔ ایمہ مخالفین اس حدیث میں کے طرح سے کلام کرتے ہیں اول یہہ کہ یہہ حدیث شاذ ہے اور شاذ غیر مقبول ہوتی ہے کیونکہ وہ اقسام ضعیف سے ہے جواب اس کا یہہ ہے کہ شاذ دو قسم پر ہے ایک یہہ کہ راوی ثقہ روایت میں اپنے سے ارجح واوثق کی مخالفت کرے دوسرے یہہ کہ راوی اوس میں متفرد ہو قسم اول عند الجمہور مردود ہے اور غیر مقبول اور ثانی مقبول ہے اور غیر مردود + (ترجمہ صفحہ ۶۴)

(۱) وارد ہوا قرآن میں کہ آسمان سات ہیں اور یہہ ہے قرآن میں کہ زمینیں سات ہیں سوائے لفظ ومن الارض مثلہن کے اور وہ بھی تاویل کو تاویل کو محتمل ہے لیکن احادیث کثیرہ صحیحہ اسپر دلالت کرتی ہیں کہ زمینیں سات ہیں جیسا کہ مروی ہے بخاری اور مسلم میں رسول خدا صلعم سے جو شخص کہ ظلم سے مقدار ایک بالشت کے زمین لے لیگا طوق ڈالیگا اُسکے خدا سات زمینوں کا اور اسکے سوا اور حدیثیں ہیں اور روایت کی ابو الضحی نے نام اُنکا مسلم ہے ابن عباس سے کہ کہا اُنہوں نے تفسیر آیت اللہ الذی خلق سبع سموٰت ومن الارض مثلہن میں ہر زمین میں نبی ہیں مثل تمہارے نبی کے اور آدم ہیں مثل آدم کے اور نوح مثل نوح کے اور ابراہیم مثل ابراہیم کے اور عیسی مثل عیسی کے کہا بیہقی نے اسناد اسکی ابن عباس سے صحیح ہے اور وہ شاذ ہے ایک مرتبہ میں نہیں جانتا ہوں میں واسطے ابو الضحی کے مخالف +

بخاری ومسلم اور صحاح ستہ میں بھی اس قسم کی حدیث میں بکثرت موجود ہیں
اسیواسطے سخاوی اور ابن حجر نے کہا من تامل الصحیحین وجد فیہما امثلۃ من ذلک
مطلے من الصحیح الموصوف بالشذوذ انتہی یہ کلام سیرت حلبی میں منقول ہے
مقدمہ شیخ ابن صلاح میں ہے اذا انفرد الراوی بشئی نظر فیہ فان کان ما انفرد بہ
مخالفا لما رواہ من ہو اولی منہ بالحفظ لذلک و اضبط کان ما انفرد شاذا مردودا
وان لم یکن فیہ مخالفۃ رواہ غیرہ وانما ہو امر رواہ ہو ولم یروہ غیرہ فینظر فی ہذا الراوی
المنفرد فان کان عدلا حافظا موثوقا باتقانہ وضبطہ قبل ما انفرد بہ ولم یقدح
الانفراد فیہ کما فیما سبق من الامثلۃ وان لم یکن ممن یوثق بحفظہ واتقانہ لذلک
الذی انفرد بہ کان انفرادہ بہ خارما لہ مزحزحا لہ من خبر الصحیح ثم ہو بعد ذلک
دائر بین مراتب متفاوتۃ بحسب الحال فیہ (ترجمہ) جب کسی روایت میں راوی
منفرد ہو تو اسکو دیکھا جائیگا اگر وہ روایت مخالف ہو روایت اس شخص کی
کہ حفظ وضبط میں اسکی راوی سے بہتر ہے تو شاذ مردود ہوگی اور اگر وہ
مخالف دوسری روایت کے تو نہو بلکہ ایسی شے ہو کہ اسیکا راوی نقل میں
منفرد ہے اور کسی نے اسکو بیان نکیا ہو تو اسکے راوی میں نظر کی جاویگی
اگر وہ راوی عادل حافظ ہو اور معتمد ہو اتقان وضبط میں پس قبول کرلی
جاویگی وہ حدیث اور انفراد راوی اسمیں قادح نہوگا جیسے کہ گزر گئیں مثالیں
اور اگر معتمد حفظ واتقان ہیں واسطے اس حدیث کے نہو انفراد اسکا حدیث
میں قادح ہوگا اور بعید کرنیوالا صحت سے بعد اسکے وہ روایت باعتبار حال
راوی کے مراتب مختلفہ سے ہوگی اور فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں
سخاوی نے کہا و بعد ان رد ابن الصلاح کلاہما اختار ما تخرجہ من صنیع
الائمۃ فیما لم یخالف الثقۃ فیہ غیرہ وانما اتی بشئی انفرد بہ ان من یقرب من ضبط

تام فقرده حسن ومنه حدیث اسرائیل عن یوسف بن ابی بردة عن ابیہ
عن ابیہ عن عائشة قالت کان رسول اللہ صلعم اذا خرج من الخلاء قال
غفرانک فقد قال الترمذی عقب تخریجہ حسن غریب لانعرفہ الامن
حدیث اسرائیل عن یوسف عن ابیہ بردة قال ولانعرف فی ہذا الباب
الاحدیث عائشة اوبلغ الضبط التام فیصح فردہ وقد تقدم مثالہ او بعد عنہ
بان لم یکن ضابطا اصلا فقردہ مما شذ فاطرحہ وردما وقع لک منہ ومثلہ
کثیرة وحینئذ فالشاذ المردود کما قالہ ابن الصلاح قسمان احدہما الحدیث
الفرد المخالف وہو الذی عرفہ الشافعی وثانیہما الفرد الذی لیس فی روایتہ
من الثقة والضبط ما یقع جابرا لما یوجب التفرد والشذوذ من النکارة
والضعف انتہی اور مفاتیح شرح مصابیح اور تدریب الراوی اور تقریب
النووی اور اغاثة اللہفان وغیرہا میں اسی طرح لکھا ہے کہ مطلق شذوذ
منافی صحت نہیں ہے یہ سب کتابیں جانے دو مقدمہ شرح مشکوة شیخ
عبدالحق کو ہی دیکھ لو اسمیں بھی اسکی تصریح موجود ہے اگرچہ اس حدیث
پہ کلام بعد تفتیش اور تحقیق محدثین عظام اور بمقابلہ تنقیح اور تصحیح ائمہ کرام
کے لایق توجہ وخیال نہ تھا لیکن ہمنے بقصد تحقیق حق شبہ سے تعرض
اور اسکا حل لبشرح وبسط کردیا کہ خالی فائدہ اور افادہ سے نہیں ہے
دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حدیث مرفوع نہیں ابن عباس پر موقوف ہے
جواب اسکا یہ ہے کہ مرفوع کی دو معنی ہیں ایک مرفوع صریح دوسرا
مرفوع حکمی۔ مرفوع حکمی وہ ہے کہ صحابی ایسی بات کہے کہ رائے اور
اجتہاد کو اسمیں دخل نہو اور وہ صحابی اسرائیلیات سے نہ لیتا ہو
اور فتح المغیث شرح الفیة الحدیث میں سخاوی نے اسیطرح لکھا ہے

اور بعد اوس کے کہا قال ابو عمرو الدوانی قد یحکی الصحابی قولا یوقفہ علی نفسہ فیخرجہ
اہل الحدیث فی المسند لامتناع ان یکون الصحابی قالہ الا بتوقیف کحدیث ابی صالح
السمان عن ابی ہریرۃ انہ قال نار کاسیات عاریات مائلات ممیلات فمثل ہذا
لا یقال من قبل الرائی فیکون من جملۃ المسند وقال ابن العربی فی القبس
اذا قال الصحابی قولا لا یقتضیہ القیاس فانہ محمول علی المسند الی النبی صلعم و
مذہب مالک وابی حنیفۃ انہ کالمسند (ترجمہ) کہا ابو عمرو دوانی نے کبھی حکایت
کرتا ہے صحابی قول کو موقوفا اپنے نفس پر پس بیان کرتے ہیں اہل حدیث
اوس کو مسانید میں اس واسطے کہ محالات سے ہے یہہ کہ کہا ہو صحابی نے اخیر جبرائی
ہونے کے مثل حدیث ابو صالح سمان کے ابو ہریرہ سے کہ کہا عورتیں کپڑے پہنے
ہوئے برہنہ خواہش کرنیوالیاں رغبت دلانے والیاں پس مثل اس کے نہیں
کہی جاتی جانب رائے سے پس ہوویگی منجملہ مسانید کے۔ اور کہا ابن عربی نے
قبس میں کہ کہے صحابی قول بعید از قیاس پس وہ محمول ہوگا قول نبی صلعم
پر اور مذہب مالک اور ابو حنیفہ کا یہہ کہ وہ مثل مسند کے ہے۔ اور یہہ بھی اس
میں ہے وہو الظاہر من احتجاج الشافعی رحمہ اللہ فی الجدید بقول عائشۃ فرضت
الصلوٰۃ رکعتین رکعتین حیث اعطاہ حکم المرفوع لکونہ مما لا مجال للرای فیہ والا فقد
نص علی ان قول الصحابی لیس بحجۃ۔ (ترجمہ) اور یہہ بھی ظاہر ہے احتجاج شافعی رح
سے جدید میں سات قول عائشہ کے فرض کی گئی تھی نماز دو دو رکعت اسواسطیکہ دیا
اوس کو حکم مرفوع کا اسواسطیکہ انمیں گنجایش رائے کو نہیں ہے ورنہ تصریح کی
ہے امام شافعی نے کہ قول الصحابی حجت نہیں ہوتا۔ اور یہہ بھی اوسمیں ہے
واعلم انہ الحق ابن العربی بالصحابۃ فی ذلک ما یحکی عن التابعین ایضا
مما لا مجال للاجتہاد فیہ فنص علی انہ یکون فی حکم المرفوع وادعی انہ مذہب مالک قال و

و ہذا دخل عن سعید بن المسیب صلوۃ الملئکۃ خلف المصلے انتہی تصحیح المسائل
کے صفحہ ۳۰۹ میں لکھا ہے نقلا عن الشیخ عبد الحق ورفع گاہے صریح بود چنانکہ
گفتہ شد وگاہے در حکم صریح چنانکہ از صحابہ وتابعین کارے وسخنے نقل
کنند کہ آنرا باجتہاد وفکر وعقل نتواں گفت وجز بسماع ونقل بداں راہ نبود
چنانکہ از احوال آخرت واخبار ماضیہ وآتیہ خبر دہندہ ایں ونیز حکم رفع
دارد انتہی اور شرح نخبہ ابن حجر عسقلانی اور تدریب الراوی اور مقدمہ شرح
مشکوۃ عربی شیخ عبد الحق میں بھی یہ امر مفصلا مذکور ہے تیسرا اعتراض یہ ہے
کہ ابن عباس نے اسکو اسرائیلیات سے لیا ہے چنانچہ قسطلانی نے ابن کثیر سے
نقل کیا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ یہ بات بالکل غلط ہے بخاری شریف دیکھ لو
اسمیں صاف لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس مسلمانوں کو اہل کتاب مسلمانوں کو
اہل کتاب سے لینے کو برا جانتے تھے اور انسے نقل روایت کو مکروہ وممنوع
سمجھتے تھے اور ابن کثیر کی جانب اس امر کا منسوب کرنا بھی صحیح نہیں معلوم
ہوتا ظاہرا قسطلانی کی غفلت پر مبنی ہے باب بیان الاذان فی الروایۃ و
التحدیث عن اخبار بنی اسرائیل کتاب بدایۃ ونہایۃ ابن کثیر میں ہے روی
البخاری من حدیث الزہری عن عبید اللہ عن ابن عباس انہ قال کیف تسئلون
اہل الکتاب عن شئی وکتابکم الذی انزل علی رسولہ احدث تقرؤنہ محضا لم یشب
وقد حدثکم اللہ ان اہل الکتاب بدلوا کتاب اللہ وغیرہ وکتبوا بایدیہم الکتاب وقالوا ہو من
عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا الا ینہاکم ما جاءکم من العلم عن مسائلتہم لا واللہ
ما رأینا منہم رجلا یسئلکم عن الذی انزل علیکم وروی ابن جریر عن عبد اللہ
بن مسعود انہ قال لا تسئلوا اہل الکتاب عن شئے فانہم لن یہدوکم وقد ضلوا
اما ان تکذبوا بحق او تصدقوا بباطل انتہی عبارتہ اور علامہ سخاوی

سخاوی نے یہ تحقیق کیا ہے کہ صحابی سے جب ایسا امر منقول ہو کہ دخل اجتہاد و فکر اسمیں غیر معقول ہے وہ مرفوع حکمی اور مسند نبوی بنا پر محمول ہوگا اگرچہ وہ راوی اسرائیلیات سے لیتا ہو اور عراقی و عسقلانی کا اسباب میں کہ انکے نزدیک شیخ سکھی میں اس صحابی کا امر اسرائیلیات ناقل ہونا شرط ہے تعاقب کیا ہے عبارت اسکی یہ ہے قلت وفی ذلک نظر فانه بعدان الصحابی المتصف بالاخذ عن اہل الکتاب یسوغ حکایة شئی من الاحکام الشرعیة التی لا مجال للرای فیہا مستندا لذلک من غیر عزو مع علمه بماوقع فیه من التبدیل والتحریف بحیث سمی ابن عمرو بن العاص صحیفة النبویة الصادقة احترازا عن الصحیفة الیرموکیة وقال کعب الاحبار حین سال ابامسلم الخولانی کیف تجد قومک لک قال مکرمین مطیعین ما صدقنی التوراة لان فیہا اذاکان رجل حکیم فی قوم الاتجوا علیه وحسدوه وکونه فی مقام تلبیس الشریعة المحمدیة کما قیل به فی امرنا ونهینا وکنا نفعل ونحو ذلک فحاشاهم من ذلک خصوصا وقد منع عمر رضی اللہ عنه کعبا من التحدیث بذلک قائلا لتترکنه اولالحقنک بارض القردة واصرح منه منع ابن عباس له ولو وافق کتابنا وقال انه لاحاجة بنا الی ذلک وکذا نهی عن مثله ابن مسعود وغیره من الصحابة بل امتنعت عائشة من قبول هدیة رجل معللة المنع بکونه ینعت الکتب الاول والاینافیه حدثوا عن بنی اسرائیل فهو خاص لماوقع فیهم من الحوادث والاخبار المحکیة عنهم لما فی ذلک من العبرة والعظمة بدلیل قوله تلوه فی روایة فانه کانت فیهم الاعاجیب وما احسن قول بعض ائمتنا هذا دال علی سماعه للفرجة لاللحجة کما بسطت ذلک کله واضحا فی کتابی الاصل الاصیل فی الاجماع علی تحریم النقل من التوراة والانجیل انتهی (ترجمہ) میں کہتا

ہوں کہ اسکی شرط گرادنے میں نظر ہے اسواسطے کہ مستبعد ہے یہ کہ صحابی جو
اہل کتاب سے ہو تجویز کرلے حکایت اپنی حکم شرعی کی کہ اسے کو گنجایش نہیں
نہو اہل کتاب سے بلا انکار کے مع حصول علم تبدیل و تحریف کے جو واقع ہو
واقع ہوئی اسیوجہ سے نام رکھا تھا ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے صحیفہ
منویہ کا الصادقہ واسطے تمیز کے صحیفہ یرموکیہ سے اور کعب احبار سے نے
جبکہ پوچھا ابو مسلم خولانی سے کیونکر پاتے ہو تم بنی قوم کو تو انہوں نے کہا
اکرام کرنیوالا یہ کہا کہ نہیں تصدیق کی میری توریت نے اسواسطے کہ اسمیں
تو یہ لکھا ہے کہ نہیں ہوتا ہے مرد حکیم کسی قوم میں مگر یہ کہ وہ اسکے عداوت
کرتے ہیں اور حسد وہ کرتے ہیں اور منع ہونے صحابی کے نقل سے بیشتر شریعت
محمدیہ میں جسطرح کہا گیا ہے امرنا اور نھینا اور رکتا نفعل وغیرہا میں پس بہت
دوری ہے انکو اس سے خصوصاً اور آنحا ایکہ منع کیا ہو عمرؓ نے کعب کو
روایت اہل کتاب سے بدیں الفاظ لازم ہے کہ چھوڑ دے تو اسکو ورنہ
پھینکدونگا میں تجکو بندروں کی زمین میں اور اس سے زیادہ صریح
ہے منع ابن عباس کے واسطے کعب کے اگرچہ موافق ہو روایت ہماری
کتاب کے اور کہا کہ نہیں احتیاج ہی ہمکو اسکی طرف اور ایسی ہی نہی
کی مثل اسکے ابن مسعود وغیرہ نے صحابہ سے بلکہ احتراز کیا عائشہ نے
قبول کرنے پر یہ ایک آدمی سے اس سبب سے کہ وہ کتب متقدمہ کی
صفت کرتا تہا یہ حدیث کہ نقل کرو تم بنی اسرائیل سے اسکے مخالف
نہیں اسواسطے کہ یہ خاص ان چیزوں کے ساتھ ہے جو بنی اسرائیل
میں حوادث واقع ہوئے ہیں یا حالات انکے جو منقول ہیں اسواسطے
کہ اس سے عزت و عظمت پیدا ہوتی ہے اور دلیل اس تخصیص کی یہ

قول آنحضرت صلعم فانہ کانت فیہم الاعاجیب بعد اسکے جو ایک روایت میں
آیا ہے اور کیا اچھا کہا بعض ائمہ نے یہ دال ہے جواز سماعت پر یعنی ...
سے واسطے فرح کے نہ واسطے حجت کے جیسا کہ بیان کی ہے اسکی ...
بجویی اپنی کتاب الاصل الاصیل علی تحریم النقل من التوراۃ والانجیل
میں اور بعض صاحب یہ کہتے ہیں کہ قسطلانی وغیرہ نے انکا اعتبار کیا
ہے اور احادیث احاد مثبت عقائد نہیں ہوتیں جواب ...
قسطلانی کو یہاں پر غفلت ہوگئی ہے اور خلاف قواعد اہل حدیث کے
اس نے کلام کیا ہے اور عقائد میں مطلقا احادیث احاد صحیحہ کا انکار
بھی غلط ہے ورنہ بہت سے معجزات آنحضرت صلعم کے بطریق احادیث
میں باطل ہو جاوینگے شرح مواہب زرقانی میں ہے قال القرطبی
ولیست المسئلۃ من العملیات فیکتفی فیہا بالادلۃ الظنیۃ وانما ہی من الاعتقادات
فلا یکتفی فیہا الا بالدلیل القطعی وردہ السبکی فی السیف المسلول علی سب الرسول
بانہ لیس من شرطہ ان یکون قاطعا متواترا بل متی کان حدیثا صحیحا ولو ظاہرا
وہو من روایۃ الاحاد جاز ان یعتمد علیہ فی ذلک (ترجمہ) کہا قرطبی نے
کہ نہیں ہے مسئلہ عملیات سے کہ اکتفا کردی جاویگی دلائل ظنیہ پر بلکہ وہ
عقائد سے ہے پس نہیں کافی ہوگی اسکے واسطے مگر دلیل قطعی اور رد کیا
اسکا سبکی نے سیف المسلول علی من سب الرسول میں اس طرح کہ نہیں ہے
شرط یہ کہ ہووے دلیل قطعی متواتر بلکہ جبوقت کہ حدیث صحیح ہو اگرچہ
ظاہر ہو اور وہ احادیث سے ہو جائز ہوگا یہ کہ اعتقاد کر لیا جاوے
اوپر اسباب میں۔ اور ایسا ہی شرح مواقف میں ہے اور خود قسطلانی
نے کہا ومثل ہذا لا یثبت بالحدیث الضعیف اور مثل اسکے ثابت نہیں ہوتا

ساتھ حدیث ضعیف کے اس سے معلوم ہوا کہ اس قسم کی بات قسطلانی کے بھی نزدیک حدیث صحیح سے ثابت ہوجاتی ہے افادات صمدیہ وغیرہ میں اس قسم کے اعتراض لکھے تھے سو اسکا جواب بخوبی معلوم ہوگیا اور یہ بھی جان لو کہ مردود ہونا دوسری قسم کی نماز کا بھی متکلم فیہ ہے متفق علیہ نہیں اور حدیث انما الاعمال بالنیات جو بخاری شریف اور مشکوٰۃ شریف کی ابتدا میں موجود ہے بتصریح محدثین شاذ ہے اور سب کے نزدیک مقبول اگر مطلقا شذوذ منافی صحت ہو تو ہرگز قابل تمسک یہ حدیث نہ ہوتی بعض صاحب مرۃ کے معنی چند مرتبہ کے بتلاتے ہیں حالانکہ صلیت مرۃ اور ضربت مرۃ کے معنی ہرگز کسی پڑھے ہوئے کے نزدیک یہ نہیں کہ نماز پڑھی میں نے بہت بار اور مارا میں نے بہت بار اور عجب اس سے استدلال انکا ہے کہ مرہ اسم جنس ہے اسکا اطلاق قلیل وکثیر پر آتا ہے کیونکہ رجل اور فرس بھی اسم جنس ہیں ہر اسم جنس میں یہ امر کہاں معتبر ہے علاوہ بریں صراح میں موجود ہی مرۃ یکبار بلکہ صرف میر فصول اکبری میں بھی یہی بات مرقوم ہے لیکن مصنف افادات صمدیہ کو اس قسم کی باتوں کی بھی خبر نہیں اور بعض صاحب انہیں حضرات میں سے یہ بھی فرماتے ہیں کہ مرۃ کے معنی بہت کے ہیں یہ بھی غلطی ہے اسقدر دیکھی خیال شریف میں نہیں آیا کہ لاعلم لابی الضحی علیہ ستا ابدا کی کیا معنی ہیں الصاحب یہ تفسیر مرۃ کی ہے اور یہ قول استاد صاحب افادات صمدیہ کا ہی انا للہ وانا الیہ راجعون ایکبات قابل لکھنے کی اور بھی ہے اور وہ یہ کہ شاہ حمزہ صاحب کہ والد ماجد اچھے میاں صاحب کے تھے اور صاحب تصحیح المسائل کے پیر کے پیر ہیں انہی مثنوی میں کہ بہت پرانا نسخہ اوسکا ہمارے پاس موجود ہے لکھتے ہیں نظم

در شب معراج دیده مصطفیٰ
میروند اشتراں قطار اندر قطار
ہست با صندوق بار ہر شتر
در ہمہ صندوق یک یک غالہ ہست
چوں محمد در ہمہ صندوق داں
کرد از جبریل استفسار شاہ
جبرئیلا گفت اے شاہِ جہاں
آں زماں کہ کرد پیدا حق مرا
روز و شب ایں اشتراں صندوق بار
نیست مارا از وجوہِ شاں خبر
دنگ و حیرانم دریں درگاہِ او
پیش خرگاہش ندارد کس گزر

صد ہزاراں اشتراں بے انتہا
لانہایت روز و شب بے انتہا
یک ازیں رو و دیگراں سو بسر
مثل ایں عالم درآنجا کی است
ہم کلیم اللہ و عیسیٰ اندراں
چیست ایں رازِ نہاں برگو زراہ
من نمیدانم چہ اسرار است آں
ہمچنیں مے بینم ایں حالت روا
بے نہایت میروند اندر قطار
راز حق را کسے بداند زیں گذر
بے بدایت بے نہایت راہِ او
نے ہمیں نے فرشتہ را اثر

انتہی - جو حضرت اس حدیث کے مضمون اور اسکی نقل کو معتبر بتلاتے ہیں
قطع نظر تکفیر حضرت ابن عباس اور امام التابعین شعبہ اور عطاء بن نساء
والو الضحیٰ اور امام ابوعبداللہ حاکم اور امام ابوالحسن بیہقی کی آنکی اعیان
مستندین مثل ابن جریر صاحب تفسیر اور ابن حجر عسقلانی اور جلال الدین
سیوطی اور بدر الدین عینی وغیرہم کی بھی تکفیر بلکہ انکے پیروں کی بھی تکفیر
لازم آتی ہے جنکو معبودیت کے لوازم ثابت کرتے ہیں ہمارے مخالفین
کا عجیب حال ہے کہ جب پروردگار جل جلالہ سے کہ مالک اور خالق
سارے جہان کا ہے کسی اسکی مخلوقات میں سے مقابلہ ہوتا ہے تو یہ
لوگ اس مخلوق کو ترجیح دیتے ہیں مثلاً مثل آنحضرت صلعم میں رعایت

جانب آنحضرت علیہ السلام کے کرتے ہیں اور پروردگار کی تنقیص اور انکی قدرت سے خوف نہیں کرتے اور جب مقابلہ حدیث شریف اور اماموں کے قول سے ہوتا ہے تو وہاں پر پیغمبر خدا صلعم کی رعایت نہیں کرتے اس حدیث کو رد کرتے ہیں اور علما کے قول کو واجب العمل سمجھتے ہیں اور اقوال علما اور فقیروں میں اگر تخالف ہوتا ہے تو پیروں کی باتوں پر چلتے ہیں اور جب پیروں کا قول بھی ہواے نفس کے موافق نہیں ہوتا تو پیروں کے قول کو بھی چھوڑتے ہیں اور خواہش نفسانی کے تابع ہوتے ہیں۔ یہاں پر ایک فتوی جو لارنس گزٹ میں چھپا ہے اور اس پر مہر بھی مولوی کریم اللہ صاحب کی موجود ہے نقل کیا جاتا ہے تاکہ لوگونکو عبرت ہو اور اس عقیدہ باطلہ سے باز آویں

(نقل فتوی)

کیا فرماتے ہیں علماے دین اور مفتیان شرع متین اس باب میں کہ زید کہتا ہے کہ اللہ تعالی کو قدرت نہیں کہ مثل آنحضرت ؐ کے پیدا کرسکے اور عمرو کہتا ہے کہ اللہ کو قدرت تو ہے مگر موافق اپنے وعدہ کے پیدا نہ کریگا ان دونو میں کون سچا ہے اور یہ اعتقاد جو زید کا ہے کیسا ہے اور زید کو کیا سمجھنا چاہیے الجواب زید جھوٹا ہے اور دعوی اسکا خلاف عقائد مسلمین ہے اور عمرو سچا ہے اور اعتقاد زید کا گمراہی اور ضلالت ہے اور ایسے شخص کو گمراہ اور اہل بدعت سے سمجھنا چاہیے اور اسکی صحبت سے اجتناب واجب ہے اور جو ایسے شخص کے کہنے کو قبول کرے اسکو بہت تنبیہ کرنی چاہیے اور نماز بھی ایسے شخص کے پیچھے نہ چاہیے اسواسطے کہ ایسے شخص کے کفر اور عدم کفر میں علما مختلف ہو رہے ہیں اور قریب کفر ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور اس فتوی پر مہر مولوی کریم اللہ صاحب اور مہر مولوی

نذیر حسین صاحب و رھبر مولینا قطب الدین صاحب ورھبر مولوی شہباز الدین
صاحب کی ثبت ہی ان دنوں میں یہہ بھی سنا گیا کہ بعض صاحب اس سے
ترقی کر کے شیطان اور یزید کی مثل کو بھی اللہ تعالی کی قدرت سے خارج
جانتے ہیں اور اوسکا اقرار کرتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون یہ مرتبہ غلوان لوگو
کا پہنچا ہے مومن کو چاہیئے کہ اللہ جل جلالہ کی عظمت اور محبت ہمیشہ ذہن میں
رکھے اور راہ حق کو اختیار کرے اور سچ یہ ہے کہ جو کوئی منکر قدرت حقتعالی کا
مثل آنحضرت صلعم پر ہو یا آنجناب کو خاتم النبیین نہ جانے اور وقوع مثل
کا اب بعد آنحضرت صلعم کے قائل ہو تو دونو کافر ہیں

سوال ۲ شیخ سدو کا بکرا احمد کبیر کی گائے اور مدار کا مرغا عبد الحق کا توشہ
درست ہے یا نہیں الجواب شیخ سدو کا بکرا اور احمد کبیر کی گاے اور مدار کا
مرغا اور شاہ عبد الحق کا توشہ درست نہیں اور افعال مشرکین سے ہے
اور مشرک لوگ اپنی اپنے مزعوم چیزوں کو نافع اور ضار سمجھکر اس قسم کے
افعال بجالاتے ہیں اور کسی مسلمان کا اسمیں اختلاف نہیں یہ سب چیزیں
ممنوع ہیں اور کرنیوالا اسکا مشرک اگر کوئی شخص توشہ وغیرہ میں کچھ اور نیت
کر لے تو یہ بات اہل دین کے نزدیک غیر مقبول ہے البتہ بکرا شیخ سدو اور
احمد کبیر کی گاے میں بعض مخالفین کلام کرتے ہیں کہ آیا گوشت ایسے جانور
کا جو بسم اللہ اللہ اکبر سے ذبح ہو حلال ہے یا نہیں اور فاعل اسکا جمہور علماء
کے نزدیک کافر ہے اور بعض نے حسن ظنی کے سبب سے تکفیر میں توقف کیا
ہے درمختار میں ہے وفاعلہ جمہور قال کافر وفضلے و اسماعیل لیس تکفیر
(ترجمہ) اور اسکے فاعل کو جمہور فقہائی کہا کہ کافر ہے اور فضلے اور اسماعیل تکفیر نہیں کرتے
اور مکاتیب میں ہے وحیوانات را کہ نذر مشائخ کنند و بر سر قبر ہاے ایشاں رفتہ آں حیوانات را

ذبح می نمایند ودر روایات فقہیہ این عمل را داخل شرک ساختہ اند و درین باب مبالغہ
نمودہ واین ذبح را از جنس ذبایح جن انگاشتہ اند کہ ممنوع شرعیت و داخل شرک است پس از این
عمل نیز اجتناب باید نمود کہ شائبہ شرک دارد چہ در کار است کہ نذر ذبح حیوانی کنند و
ارتکاب ذبح آن نمایند و بذبایح جن ملحق سازند و تشبہ بعبدہ جن پیدا کنند اب کلام
ایسے جانور کی گوشت میں رہا تو تمام کتب فقہ میں ایسے جانور کو جو غیر اللہ کی تعظیم کے واسطے ذبح
ہووے لکھا ہے در مختار میں ہے ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لانہ
اہل بہ لغیر اللہ ولو ذکر اسم اللہ تعالی علیہ ولو ذبح للضیف لا یحرم انتہی فتاوی قاضی خان
میں ہے وقیل ذبح لوجہ الانسان فی وقت الخلعة والتہانی فی الخرازات وما اشبہ
ذلک قال الشیخ الامام ابو بکر محمد بن فضل رح ہذا کفر والمذبوح میتة لا تؤکل وقال الشیخ الامام اسمعیل
الزاہد اذا ذبح الابل والبقر فی الخرازات لقدوم الحاج والغزاة قال جماعة من العلماء یکون
کفر الخ اور فتاوی عالمگیریہ اور فتاوی ابراہیم شاہی اور اشباہ والنظائر وغیرہ میں
بھی ایسے جانور کو حرام لکھا ہے بلکہ اشباہ والنظائر میں کئی جگہہ ایسے ذبیحہ کو حرام
لکھا ہے اور تفسیر کبیر اور نیشاپوری میں کہ بہت معتبر تفسیریں ہیں لکھا قال العلماء
لو ان مسلما ذبح ذبیحة وقصد بذبحها التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا وذبیحتہ ذبیحة مرتد خلاصہ
اس کا یہہ ہے کہ جو مسلمان کوئی جانور ذبح کرے اور اوس ذبح سے تقرب الی غیر اللہ
مقصود رکھی تو وہ مسلمان مرتد ہے اور ذبیحہ اوسکا ذبیحہ مرتد کا ہی یعنی جیسے ذبیحہ
مرتد کا حرام ہے ویسی ہی اوسکا ذبیحہ بھی حرام ہے اور تفسیر جدادا ور تفسیر
عبد الصمد میں بھی ایسی ذبیحہ کو حرام لکھا ہے بہر حال اوس کے
کھانے سے اجتناب واحتراز لازم ہے جو اشخاص کہ اوس کی حلت
پر مصر ہیں اون کی نزدیک بھی ایسی گوشت کے کھانے میں بہ نسبت
اوس گوشت کی کہ قصاب سے آنہ دو آنہ سیر خریدا جاوی کچھہ فضیلت و ترجیح نہیں ہے

اگر اوسکی حرمت صحیح ٹھہری جیسے کہ عبارت جمہور فقہا سے استفادہ ہی تو فرمائیے کہ اس گوشت میں اور سگ و خوک کی گوشت میں کیا تفاوت ہوا صفت میں حرام خور ٹھہرے اور گھر اپنا جہنم میں بنایا معاذ اللہ عن ذلک مخالفین یہاں پر ایک شبہ بیان کرتے ہیں اور وہ یہہ ہے کہ تفسیر بیضاوی میں سورہ بقر کی تفسیر میں لکہا ہے وما اہل بہ لغیر اللہ ای رفع بالصوت عند ذبحہ للصنم والاہلال صلہ رویۃ الہلال یقال اہل الہلال واہللتہ لکن لما جرت العادۃ ان یرفع الصوت بالتکبیر اذا رای سمی ذلک اہلالا ثم قیل لرفع الصوت وان کان لغیرہ انتہی پس معلوم ہوا کہ اہلال کے معنی بلند کرنے آواز کے وقت ذبح کے ہیں اور یہ شے سدو کے بکرے میں موجود نہیں کیونکہ وہ خدا تعالی کے نام پر مذبوح ہوتا ہے جواب اسکا یہہ ہے کہ اصل معنی اہلال کے مطلق رفع صورت کے ہیں چنانچہ صراح میں ہی واصلہ رفع الصورت تفسیر مدارک میں ہے واصل اہلال رفع الصورت ایسی ہی تفسیر جلالین میں ہے اور کتب لغت سے بھی مثل قاموس وغیرہ کے یہی بات ثابت ہوتی ہے جو شخص یہہ کہی کہ اہلال کے معنے رفع صورت عند الذبح کے ہیں وہ غلط کہتا ہے رہی یہہ بات کہ بیضاوی نے یہہ قید کیوں لگائی جواب اسکا یہہ ہے کہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے لکہا کہ یہہ قید موافق عادت مشرکین اوس زمانہ کے ہے اور وہ اسطرح پر اہلال کیا کرتے تھے حیث قال وما وقع فی البیضاوی وغیرہ من التفاسیر لانہم قالوا وما اہل بہ لغیر اللہ ای مارفع الصورت بہ عند ذبحہ للصنم تبتنی علی جری عادۃ المشرکین فی ذلک الزمان الخ خلاصہ یہہ ہے کہ حضرت کے وقت میں مشرکین جب غیر اللہ کیواسطی ذبح کرتی تھی تو غیر اللہ کا نام بھی اس پر پکارتے تھے بخلاف ہماری زمانہ کی مشرکین کے کہ وہ وقت ذبح کی نام خدا کا بنا بر عادت لیتی ہیں اور باطن میں ذبح تقرب غیر خدا کے لئے کرتی ہیں اسواسطے بیضاوی نے یہہ قید لگادی اور غور کرنیکا

مقام ہے کہ اگر قید عند الذبح کی مفہوم اہلال میں داخل ہوتی تو قید للصنم کی
بھی مفہوم اہلال میں داخل ہوتے کیونکہ بیضاوی نے کہا ای رفع بہ الصوت عند ذبحہ
للصنم پس چاہئے کہ سوائے بت کے اگر اور کسیکے نام کا جانور ذبح کیا جاوی تو بھی
حرام نہ ہو وہذا باطل بالاجماع اور خود قاضی بیضاوی نے اس آیت کی تفسیر میں
دوسری جگہہ لکھا وما اہل لغیر اللہ بہ ای رفع الصوت لغیر اللہ بہ کقولہم باسم اللات والعزی
عند ذبحہ انتہی اس عبارت سے مثل سفیدہ صبح روشن ہوگیا کہ قید عند الذبح ہرگز مفہوم
اہلال میں داخل نہیں اسیواسطے بطریق تمثیل کی کہا کقولہم باسم اللات والعزی
جیسا کہ کہا جاتا ہے الفاعل مرفوع کما فی ضرب زید علاوہ بریں درمختار میں بھی
نقل کیا کہ جو چیز واسطے تقرب غیر اللہ کے ذبح کیجاوے وہ بھی ما اہل بہ لغیر اللہ میں
داخل ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ جو شخص یہہ کہتا ہے کہ مولوی شاہ عبد العزیز
صاحب معنی اس آیت کے خلاف تفاسیر قدیمہ کی کہی ہیں وہ خاطی ہے۔

سوال ۲۲ امداد بخش سالار بخش نبی بخش بندہ حسن عبد النبی علی ہذا القیاس
اور اس قسم کے نام رکھنا کہ جسمیں نسبت انبیاء اللہ اور اولیاء اللہ کی طرف ہوتی ہے
کیسا ہے **الجواب** اس قسم کی نام رکھنا جائز نہیں مولانا شاہ عبد العزیز صاحب
تفسیر فتح العزیز میں تحت آیہ کریمہ ولا تجعلوا للہ اندادا کی اقسام مشرکین میں
لکھتی ہیں از انجملہ اند کسانیکہ در نام نہادن خود را بندہ فلاں وعبد فلاں می گویند
وایں شرک در تسمیہ است شاہ ولی اللہ صاحب فتح الرحمن میں تحت آیہ کریمہ
ولما آتاہما صالحا جعلا لہ شرکاء لکھتے ہیں مترجم گوید ایں تصویر است حال
آدمی را کہ نزدیک ثقل حمل نیت اخلاص درست کند وچوں فرزند بوجود
آید آنرا فراموش سازد و در تسمیہ اشتراک بکند وازینجا دانستہ شد کہ شرک در تسمیہ
نوعی از شرک است چنانچہ اہل زمانہ ما غلام فلاں عبد فلاں نام نہند واللہ اعلم

اور حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں ومنہم من اعتقد ان اللہ ہو السید و ہو المدبر لکنہ قد یخلع علی بعض عبیدہ لباس الشرف والتال و یجعلہ متصرفا فی بعض الامور الخاصۃ ویقبل شفاعۃ فی عبادہ بمنزلہ ملک الملوک یبعث علی کل قطرہ ملکا ویقلدہ تدبیر المملکۃ فی ما عدا الامور العظام فیتجلجل لسانہ ان یسمیہم عباد اللہ فیسمیہم وغیرہم فعدل عن ذلک الی تسمیتہم ابناء اللہ ومحبوبی اللہ وسمی نفسہ عبد الاولئک کعبد المسیح وعبد العزی وہذا مرض جمہور الیہود والنصاری والمشرکین وبعض الغلاۃ من منافقی دین محمد صلعم فی یومنا ہذا انتہی اور مثل اسکے بدور بازغہ میں لکھکر فرماتے ہیں تسموا انفسہم عبد المسیح وغلام فلاں الخ ابن حجر مکی شرح منہاج میں لکھتے ہیں ویحرم ملک الملوک لان ذلک لیس لغیر اللہ وکذا عبد النبی وعبد الکعبۃ او الدار او علی والحسن لایہام الشرک انتہی ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں لکھا واما ما اشتہر من التسمیۃ بعبد النبی فظاہرہ کفر الا ان یراد بالعبد المملوک انتہی اور قصہ حضرت آدم کا بھی جسمیں حضرت حوا الی عبد الحارث نام رکھا تھا ممانعت کا موید ہے اور یہ جو مخالفین بعض اشخاص کے نام بتلاتی ہیں کہ فلانی کا نام عبد النبی تھا اور فلانیکا فلانا مفید جواز نہیں اگر کوئی عالم خلاف شریعت بات کرے تو اوس کے کرنے سے حکم شرعی بدل نہیں جاتا مدار بخش سالار بخش کو اسی پر قیاس کرلو اکثر یہ نام جہال یا بید تفع اور ضرر کے بزرگوں کے کمال اعتقاد سے رکھتے ہیں۔ اور فضول علائی میں ہے ولا یسمیہ حکما ولا ابا الحکم ولا ابا عیسے ولا عبد فلاں ولا یسمیہ بالقیۃ تنزکیتہ نحو الاسیر والرشید اور رد المختار میں ہے والاکثر علی المنع خشیۃ اعتقاد حقیقۃ العبودیۃ کما لا یجوز عبد الدار ۞

سوال ۴۷ ۔ نماز غوثیہ کا پڑہنا کیسا ہے ۞

الجواب نماز غوثیہ کا پڑھنا شریعت میں بے اصل ہے اور علمانے اس کو منع
لکھا ہے عرب کے فتوی میں اس کو ممنوع لکھا اور دافع المسلمین میں جو کہ تصنیف
ہے فاضل کامل بڑی عالم خلقت کی اور بڑے فاضل متاخرین کے ابراہیم
بن محمود بلخی حنفی مذہب والی اللہ تعالی اوس پر رحم کرے لکھا ہے کہ
کیا کہتے ہیں دین کے امام کہ اللہ تعالی اون سے راضی ہو اوس جماعت کے
حق میں کہ اونہوں نے اپنی عادت کی ہے اور اوس پر مصر ہیں اور اس سے
باز نہیں رہتے اور دلیل پکڑتے ہیں کہ بڑے بڑے شہروں میں اسیطرح کرتے
ہیں اسم ہی یہی کرینگے جیسا پکارنا فلانی فلانی شخص کو اور چلنا عراق کیطرف
بعد نماز کے آیا یہی قول فقط محبت ہوتا ہے یا نہیں اور یہہ فعل حرمت سے
خالی ہوتا ہے یا نہیں اور یہ جماعت معذور ہوتی ہے یا نہیں بیان کرو
خدا کے یہاں سے اجر پاؤگے جواب نہ کتبہ محمد بن محمود الکشانی رحمہ اللہ نہ کتبہ
مظفر ابن محمود البلخی رحمہ اللہ نہ کتبہ محمد بن طاہر بخاری نہ کتبہ یوسف بن محمود
السمرقندی نہ کتبہ مظفر ابن المنصور الجانی نہ کتبہ محمد بن مظفر بن منصور الملجانی
نہ کتبہ محمد بن فخر الدین الخوارزمی نہ کتبہ براہیم بن اسمعیل النیشاپوری نہ کتبہ
محمد بن ابی بکر الہندی نہ کتبہ علی بن محمد بن قاضی حمید الدین ناگوری اور
ایسی ہی ہے محک الطالبین میں اور مدارک السالکین میں ہی اور جس نے جو کچھ
بہتان باندہا ہے بڑے مشائخوں پر باندہ اٹھانے قدموں کے بعد نماز کے
عراق کیطرف وہ شخص کافر ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ جو اُنکے دلمیں ہے خوب خدا
واقف ہے اور ہٹ تو ان کے پاس سے اور نصیحت کر تو انکو اور کہو تو انکو حق میں
پرلے درجہ کا کہنا ہلاکت ہو جو انکے واسطے کیا دور پڑے ہیں حقیقت ایمان
سے اور اللہ خوب جانتا ہے فقط اور کفر و ممنوع ہونا اس فعل کا اور کتابو میں بھی لکھا ہے

من الخواص والعوام سواء کانت بالقصد او بالسھو منہا استباحۃ استماع اصوات الملاھی وخلوۃ الاجنبیات والنظر الی الامارد وصبیح الوجہ وضرب الاقدام بعد الصلوٰۃ الی العراق افترا علی المشائخ الذین یتبعون النبی علیہ السلام فی الحرکات والسکنات والاقوال والاحوال واستحلال المعصیۃ صغیرۃ کانت او کبیرۃ واستخفافہا واستہزاء الشریعۃ واستہانتہا وطلب الحوائج من الاموات والاستعانۃ بہم وتکذیب الرسل او واحد منہم فیما اخبروا من ضروریات الدین وتحقیرہم او واحد منہم وترک التعظیم للملائکۃ علیہم السلام والتصدیق الکاہن فیما اخبرہ من الغیب انتہی۔

سوال ۱۵۔ شفاعت بالاذن جو تقویۃ الایمان میں مذکور ہے وہ غلط ہی یا صحیح اور ایسی ہی جو اسمیں لکھا ہی کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے سامنے بڑی مخلوق بھی چمار سے ذلیل زیادہ ہے کفر ہے یا نہیں ورا وسمیں بے ادبی آنحضرت صلعم کی ہی یا نہیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسمیں حضرت کو بڑا بھائی لکھا ہی سکا کیا حال ہے اور یہ کلمہ کیسا ہے

الجواب شفاعت کے مقدمہ میں جو تقویۃ الایمان میں لکھا ہے وہ صحیح ہے اہل سنت کے نزدیک شفاعت باذن اللہ ہو گی صحیح مسلم میں حضرت انس سے روایت ہے قال قال رسول اللہ صلعم فنا تونے فاستاذن علی ربی فیوذن لی فاذا انا رأیتہ وقعت ساجداً فیدعنی ماشاء اللہ فیقال یا محمد ارفع راسک قل تسمع سل تعطہ اشفع تشفع فارفع راسی فاحمد ربی تعالیٰ بتحمید یعلمنیہ ربی عزوجل ثم اشفع فیحد لی حداً فاخرجہم من النار وادخلہم الجنۃ امام نووی نے شرح میں فاستاذن علی ربی کی لکھا قال القاضی عیاض معناہ واللہ اعلم فیوذن لی فی الشفاعۃ الموعود بہا المقام المحمود الذی ادخرہ اللہ تعالیٰ واعلمہ انہ یبعثہ فیہ انتہی تفسیر نیشاپوری میں لکھا ہے وانذر بہ الذین یخافون ان یحشروا الی ربہم لیس لہم من دونہ ولی ولا شفیع فان کان الضمیر للکفار فظاہر وان کان للمومنین فشفاعۃ الملائکۃ والرسل اذا کانت باذن اللہ

تعالی فانہا تکون بالحقیقۃ من اللہ فصح انہ لیس لہم من دونہ ولی ولا شفیع انتہی
تفسیر کبیر میں لکھا ہے وان کان المراد المسلمین فنقول قولہ لیس لہم دونہ ولی ولا شفیع
لاینافی مذہبنا فی اثبات الشفاعۃ للمومنین لان شفاعۃ الملئکۃ والرسل للمومنین
انما یکون باذن اللہ لقولہ تعالی من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ فلما کانت تلک
الشفاعۃ باذن اللہ تعالی کانت فی الحقیقۃ من اللہ تعالی انتہی تفسیر لباب التاویل
میں لکھا لا یشفع شافع یوم القیامۃ الا من بعد ان یاذن اللہ لہ فی الشفاعۃ اور
بھی اوس میں لکھا قل للہ الشفاعۃ جمیعا ای لا یشفع احد الا باذنہ فکان الاشتغال
لعبادتہ اولی لانہ ہو ہو الشفیع فی الحقیقۃ وہو یاذن فی الشفاعۃ لمن یشاء من عبادہ
انتہی تفسیر کاشی میں لکھا لا یملک احد الشفاعۃ من عذابہ تعالی الا باذنہ اذ لا یقدر
احد ان یخاطبہ تعالی خوفا انتہی تفسیر جامع البیان میں ہے قل للہ الشفاعۃ جمیعا
ای ہو مالکہا لا یستطیع احد ان یشفع الا باذنہ ولا یشفع الا لمن اذن لہ انتہی شاہ
عبد العزیز صاحب نے تفسیر فتح العزیز میں لکھا ہے کہ محروم مطلق از شفاعت کافراست
ویس مناسب مقام ہم نفی ہمیں شفاعت است زیراکہ ایں کلام برائے رد خیال
فاسد اہل کتاب و نیز ہم مشرکان ایشان است از اولاد انبیا و اولیا و متوسلان
بزرگان اینکہ خود را بتوسل بزرگان مامون از مواخذہ باز پرس میدانند و
می فہمند کہ باوجود کفر و قبائح دیگر بزرگان مارا از عذاب اخروی خلاص خواہند
ساخت و طریق رد ایں خیال آنست کہ شفاعتیکہ شما بتوقع آن غرہ می شوید در ال
روز واقع نخواہد شد زیراکہ شفاعت ہر شفیع دراں روز موقوف بر حکم الہی خواہد بود
وچوں شفاعت موقوف بر حکم الہی شد جائے اعتماد نماند چہ توسل باں شفیع در حصول
آں کفایت نخواہد کرد بلکہ حکم الہی ہم درکار است وایں در خطر است شود یا
نشود شما بمحض توسل بکمالی نازش نکنید کہ ایں توسل مستقل نیست انتہی

الغرض شفاعت بالاذن واسطے رفع درجات وخطاسئیات کے تمام اہل سنت کا مذہب ہے
اور یہہ بات کہ وہاں کچھہ اذن کی حاجت نہیں محض غلط ہے صارم ہندی میں ہے
من انکر شفاعة نبینا صلعم فی اہل الکبایر فہو مبتدع ضال کما ینکرہا الخوارج والمعتزلة
ومن قال ان مخلوقا یشفع عنده الله بغیر اذنه فقد خالف اجماع المسلمین ونصوص القرآن
قال تعالی من ذا الذی یشفع عنده الا باذنه وقال تعالی ولا یشفعون الا لمن ارتضی
وقال تعالی وکم من ملک فی السموات لا تغنی شفاعتہم شیئا الا من بعد ان یاذن الله
لمن یشاء ویرضی وقال تعالی وخشعت الاصوات للرحمن فلا تسمع الا ہمسا یومئذ لا تنفع
الشفاعة الا من اذن له الرحمن ورضی له قولا وقال تعالی ما لکم من دونه من ولی ولا
شفیع ومثل ہذا فی القرآن کثیر انتہی، اس سے پہلے ایک فتوی علمائی دہلی اور لکھنو سے
طلب کیا گیا تھا سب علماء نے شفاعت بالاذن کو بالاتفاق مذہب اہل سنت قرار دیا
اور صاحب تقویۃ الایمان کے تقویت کی اور مخالف کے عقیدہ کو غلط بتلایا اور دوسرے
بات جو تقویۃ الایمان سے نقل کی اسکا حال یہ ہے کہ اس کلمہ سے بی ادبی آنحضرت
صلعم کی اور کفر ہرگز. لازم نہیں آتا ہی البتہ اولی یہہ ہی کہ ایسا کلمہ کہ جس سے عوام
گھبراتے ہیں زبان پہ نہ لاوی فوائد الفواد حضرت نظام الدین اولیا میں لکھا ہے
سخن در توکل افتاد فرمود که اعتماد بر حق باید کرد و نظر بر هیچکس نباید داشت بعد ازاں
بر لفظ مبارک راند که ایمان کسی تمام نشود تا همه خلق نزدیک او همچنان نماید که پشک شتر
اور ترجمہ عوارف المعارف شیخ شہاب الدین سہروردی کی باب سوم در معرفت بعضی
از صفات نفس میں مرقوم ہی و این صفت از نفس بر نخیزد الا بمعرفة حقارت مقدار
خلق چنانکه رسول الله صلعم ازاں خبر بازداد لا یکمل ایمان المرء حتی یکون الناس عنده
کالاباعر انتہی + شیخ سعدی رح بوستاں میں لکھتے ہیں ؎

دل اندر صمد باید ای دوست بست
که عاجز تر است از صنم هر که هست

پس معلوم ہوا کہ قدرت پروردگار تعالیٰ شانہ کے بیان میں اگلے علمانے اس سے زیادہ کلمات کا بھی استعمال کیا ہے تنقیص شان کسی بڑے کی اس سے ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ مزعوم مخالفین کا ہے لیکن اگر اور عبارت سے ادا کیے تو بہت عمدہ ہے اور لفظ بڑے بھائی کا حال یہ ہے کہ وہاں صاحب تقویۃ الایمان نے ترجمہ حدیث کا کیا ہے اور لفظ حدیث کے یہ ہیں اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم یعنی عبادت کرو تم رب اپنے کی اور تعظیم کرو بھائی اپنے کی صاحب تقویۃ الایمان نے لفظ بڑے بھائی کا ادب کے واسطے لکھ دیا اگر مخالفین کو یہ بات ناپسند ہو تو اس لفظ کو کتاب میں سے کاٹ دیں فقط لفظ بھائی کا یا کوئی اور لفظ بھائی کے ساتھ لگا دیں جس عالم سے پوچھا جاویگا وہ اس سے بڑھ کر اس حدیث کا ترجمہ اور حاصل بیان نہ کریگا اور اخوت سے مراد یہاں اخوت بنی آدم ہو تو نہیں ہے اور یہ بات شرعاً اور عقلاً کسی طرح ممنوع نہیں مشکوۃ شریف میں موجود ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنی امت کے لوگوں کو جو آپ کے وقت میں موجود تھے اپنا بھائی فرمایا ہے وہاں اخوت سے مراد اخوت ایمانی اور اسلامی ہے عن ابی ہریرۃ

ان رسول اللہ صلعم اتی المقبرۃ فقال السلام علیکم دار قوم مومنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون وددت ان قد رأینا اخواننا قالوا اولسنا اخوانک یا رسول اللہ قال انتم اصحابی واخواننا الذین لم یاتوا بعد الخ اور قرآن مجید میں ہے والی عاد اخاھم ھودا حضرت ہود کو عاد کا بھائی اللہ تعالیٰ نے فرمایا باوجودیکہ قوم عاد کفار تھی الغرض اخوت باعتبار نسب اور باعتبار دین کے حضرات انبیاء اللہ کے ساتھ بھی ہوتی ہے حضرت پیران پیر نے درود بھیجتے ہیں اس طرح کہا ہے کہ ہمارے بھائیوں نبیوں پر بھی اے اللہ تعالیٰ تو درود اور رحمت بھیج چنانچہ کبریت احمر میں موجود ہے اور بعض اشخاص مثل صاحب نصیحتنامہ کے عبارت فواد الفواد در تقویۃ الایمان میں فرق بتلاتے ہیں سو وہ فرق محض غلط ہے لفظ ہمہ و ہر کا فرق بتلانا ایسے مقام میں ہرگز کسی فارسی داں کے نزدیک قابل قبول نہیں دونو کے ایک ہی معنی ہیں ٭

سوال ۱۶ تعزیہ بنانا اور مرثیہ پڑھنا اور اسپر نذر کی کونڈی چڑھانا اور عرضی لکھکر آویزاں کرنا

اور تعزیہ داروں کو شربت پلانا اور مہندی سنت کی چڑھانا اور عشرۂ محرم میں غم انا درست
ہے یا نہیں **الجواب** یہ سب باتیں بدعت و شرک کی ہیں ان سے بچنا واجب ہے
فرمایا مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر فتح العزیز میں برخی از ایشان ارواح مدبرہ
و ملائکہ موکلہ را از مخلوقات یا ارواح انبیا و اولیا و عباد و رہابین و احبار و علما را
بے ملاحظہ علاقہ بندگی خدا و محبوبیت او بالاستقلال در محبت برابر خدا میسازند و نذرو
قرابین بنام آنہا میدہند و احکام ایشانرا بے تامل در اخذ بہا برابر وحی ناطق الٰہی
میشمارند و بعضے از ایشان با صور و ہیاکل و قبور و معابد و مساکن و مجالس آنہا افعالیکہ
در مسجد و کعبہ برای خدا باید کرد بعمل می آرند مانند سر بزمین نہادن و گرداگرد گشتن
و دست بستہ بصورت استقبال قبلہ در نماز ایستادن الخ اور تحفہ اثنا عشریہ میں فرمایا
نوع ششم تشبیہ صورت چیزے را بحکم آں چیز دادن و ایں وہم اکثر راہ بت پرستاں زدہ
و اینہا را در ضلالت افگندہ و اطفال خورد سال نیز دریں وہم بسیار گرفتار میباشند
اسپان و سلاح و دیگر چیزہا را از چوب و گل ساختہ خرسند میشوند و حقیقت اسپ و صلاح
می انگارند و دختران خورد سال و پسران و دختران از جامہای سبز و منقش و ملون ساختہ
باہم نکاح آنہا میکنند و شادی می نمایند و در شیعہ ایں وہم خیلے غلبہ کردہ قبور حضرات ائمہ
و امیرالمومنین رض و حضرت زہرا تصویر کنند و بگمان آنکہ ایں قبور حقیقتاً قبور مجمع النور آں بزرگوار
است تعظیم وافر نمایند بلکہ سجدات رسانند و فاتحہ خوانند و سلام و درود رسانند و عکس آنہا
منقش و مزین گرفتہ گرداگرد استادہ شوند و در رنگ مجاوراں و داد شرک میدہند و نزد
عقل در حرکات طفلان و حرکات ایں پیران نابالغ ہیچ تفاوت نیست انتہی اور ایسے
فتوی میں لکھا ہے پس بنانا تعزیہ وغیرہ کا بدعت سیئہ ہے اور ایسی بدعت کا اختراع
کرنیوالا لعن خدا میں بسر کرتا ہے اور فرائض اور نوافل اسکے درگاہ الٰہی میں مقبول نہیں
چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے من احدث حدثا او آوی محدثا لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس

جنہیں لا یقبل اللہ منہ صرفاً ولا عدلاً یعنی جو کوئی نئی بات نکالتا ہے یعنی بدعت سیئہ یا جگہ دیتا ہے بدعتی کو اُس پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور آدمیوں کی اور نہیں قبول کرتا اللہ تعالیٰ اُسکے فرض اور نفل اور روایت میں آیا ہے من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فہو رد یعنی جو کوئی نکالے اِس امر میں یعنی ہمارے دین میں ایسی چیز کہ وہ اُس سے نہو پس وہ مردود ہے اور اس مجلس میں بہ نیت زیارت اور گریہ وزاری کے بھی حاضر ہونا جائز نہیں اسلئے وہاں زیارت نہیں ہے کہ اُسکے لئے حاضر ہو بلکہ وہ کھینچی قابل ازالہ کے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے من رای منکم منکراً فلیغیرہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان یعنی جو کوئی دیکھے تم میں کوئی چیز خلاف شرع پس چاہئے کہ بگاڑ ڈالے اُسکو اپنے ہاتھ سے اور اگر ہاتھ سے نہ بگاڑ سکے تو زبان سے منع کرے اور اگر زبان سے منع نہ کر سکے تو اپنے دل سے بُرا جانے اور یہ ضعیف درجہ ایمان کا ہے اور مجلس تعزیہ داری میں جاکر کتاب اور مرثیہ سننے بھی جائز نہیں اسلئے کہ مرثیہ اور کتاب میں احوال واقعی نہیں ہوتا بلکہ جھوٹ اور افترا اور حقارت بزرگوں کی ہے پس سننا اُسکا بلکہ جانا بھی ایسی مجلس میں روا نہیں چنانچہ حدیث شریف میں نہی واقع ہوئی ہے سننے اور پڑھنے مرثیوں کے سے عن ابی اوفی نہی رسول اللہ صلعم عن المراثی یعنی ابو اوفی روایت کرتے ہیں کہ منع فرمایا آنحضرت صلعم نے مرثیوں سے اور اگر مرثیوں اور کتاب میں احوال واقعی ہو تو سننا اِس طرح کی مرثیوں اور کتاب کا مضائقہ نہیں البتہ ہیئت اجتماعیہ جیسے کہ مبتدع بناتے ہیں بنانی نہ چاہئے کہ مشابہت قوم مبتدعین کی ہوتی ہے اور اُنکی مشابہت سے احتراز اور اجتناب ضرور ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے من تشبہ بقوم فہو منہم یعنی جو کوئی مشابہت کسی قوم کی کرے پس وہ اُنھیں میں سے ہے اور اس حدیث میں بھی داخل ہے من کثر سواد قوم فہو منہم ومن رضی عمل قوم کان شریکاً من عمل بہ یعنی جو کوئی بھیڑ بڑھاوے کسی قوم کی تو وہ بھی اُنھیں میں سے ہے اور جو کوئی راضی ہو کسی قوم کے عمل کا ہوتا ہے شریک اُسکے کرنیوالے کا

اور ایسی جگہ فاتحہ پڑہنا بھی درست نہیں اسلئے کہ ایسی جگہ قابل نسبت اور نابود کرنے کے اور
نجاست باطنی رکھتی ہی اور فاتحہ درود ایسی جا پڑہنی چاہئے کہ پاک نجاست ظاہری اور
باطنی سے ہو پس جو شخص کہ معاذ اللہ پاخانہ میں کلام اور درود پڑہیگا عقلاً و شرعاً ملامت
کیا گیا اور طعن کیا گیا ہوگا ایسے ہی اُس جگہ نجاست باطنی ہو اور قابل ازالہ کے وہاں بھی
موجب ملامت اور مطعونیت یا کچھ فرق ہے اور اُسکی بُرائی حد حرمت کو پہنچتی ہے اور فاعل
اُسکا مرتکب گناہ کبیرہ ہے یا مکروہ کا و یا اُسکا صاحب مرتکب صغیرہ کا ہے مولویصاحب
موصوف نے جواب میں فرمایا البتہ تمام امور بدعت سیئہ ہیں اور تفاوت امور بدعیہ میں باعتبار
مفسدہ کی ہی جس بدعت میں کہ مفسدہ زیادہ تر ہوتا ہے بُرائی اُسکی زیادہ تر ہوتی ہے اور
جس بدعت میں مفسدہ کم ہوتا ہے بُرائی اُسمیں کمتر ہوتی ہی اگر مرتکب بدعت کو نیک سمجھتا ہے
اور قربت خدا کی اُسمیں جانتا ہے تو مرتکب اُسکا خارج دائرہ اسلام سے ہے چنانچہ حدیث
شریف ہے کہ کتاب ابن ماجہ میں وارد ہے معلوم ہوتا ہے عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلعم
لا یقبل اللہ لصاحب بدعۃ صوما ولا صلوۃ ولا صدقۃ ولا حجا ولا عمرۃ ولا جہادا ولا صرفا و
لا عدلا یخرج من الاسلام کما تخرج الشعرۃ من العجین یعنی روایت ہے حذیفہ سے کہ کہا فرمایا
رسول خدا صلعم نے نہیں قبول کرتا اللہ تعالی بدعتی کا روزہ اور نہ نماز اور نہ صدقہ
اور نہ حج اور نہ عمرہ اور نہ جہاد اور فرض اور نہ نفل نکلجاتا ہے وہ اسلام سے جیسے کہ
نکلتا ہے بال آٹے گوندھے میں سے کہ کچھ اُسمیں نہیں لگا رہتا صاف نکل آتا ہے انتہی اور بدعت
عام ہے ایسی کہ آپ بدعت کو احداث کیا ہو یا نکالا ہو بلکہ اوروں نے کیا ہو اور یہ شخص اُسکو پسند
کرتا ہو دونوں کو بدعتی کہینگے اور حدیث ابن ماجہ میں یہ بھی آیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے
ابی اللہ ان یقبل عمل صاحب بدعۃ حتی یدعہا یعنی نہیں قبول کرتا اللہ عمل صاحب بدعت کا
یہانتک کہ ترک کرے اُسکو اور مرتکب بدعت کو ضال فرمایا ہے اگر ضلالت اُسکی اس حد
کو پہنچے کہ اُسمیں وعید نار آئی ہو تو وہ شخص مرتکب کبیرہ کا ہوگا اور یہ فرق اُس صورت میں ہے

کہ بدعت کو اچھا نہ سمجھے یعنی اچھا سمجھنے والا کافر ہوتا ہے دونو صورتوں میں جیسا کہ اوپر
صریح فرمایا اگر مرتکب بدعت کو نیک سمجھتا اور قربت خدا کی اُسمیں جانتا ہے تو مرتکب اسکا
خارج دائرہ اسلام سے ہے اور حلوا وغیرہ کہ تعزیہ وغیرہ کے آگے لاتے ہیں اور اسپر نیاز
دیتے ہیں اور رکھا رہنے دیتے ہیں اور شب عاشورا کو پر میں حلوی کے تعزیہ کے تحت پر رہنے
دیتے ہیں اور صبحکو اُٹھا کر تقسیم کرتے ہیں بسبب لیجانے اُسکے کے آگے تعزیہ وغیرہ کے ممنوع
ہے اسلئے کہ اسمیں تشبہ ساتھ کفار اور بت پرستوں کے ہوتی ہے اور اس جہت سے اُسمیں
کراہت پیدا ہوتی ہے واللہ اعلم انتہی ملخصا من تحفة الزوجین شربت وغیرہ کا بھی
حکم اسیطرح کا ہے ان افعال کے شرک اور ممنوع ہونمیں جسطرح پر فساق اور فجار اور اہل بدعت
کرتے ہیں کچھ جائے تامل نہیں البتہ یہ بات قابل تنقیح ہے کہ غم کرنا اُس روز درست ہے یا نہیں اور
مجلس کتاب خوانی کی بھی کرنی جائز ہے یا نہیں سو حال اُسکا یہ ہے کہ حضرت پیران پیر نے
غنیة الطالبین میں تصریح کی ہے ولو جاز ان تتخذ یوم موتہ یوم مصیبة لکان یوم الاثنین
اولی یعنی جائز ہوتی یہ بات کہ عاشوری کا دن دن مصیبت کا قرار دیا جائے تو پیر کا دن
بدرجہ اولی غم کا دن قرار دیا جاتا اسواسطے کہ اُس روز حضرت صلعم کا انتقال ہوا تھا اور مولانا
جلال الدین سیوطی نے رسالہ مولد میں لکھا وقد قال ابن رجب فی کتاب للطائف فی ذم
الرافضة حیث اتخذوا یوم عاشورا ماتما لاجل قتل الحسین لم یامر اللہ ولا رسولہ باتخاذ ایام
مصائب الانبیاء وموتہم ماتما فکیف بمن دونہم انتہی (ترجمہ) اور تحقیق کہا ابن رجب نے کتاب
اللطائف میں مذمت روافض میں اسوجہ سے کہ مقرر کرلیا ہے یوم عاشورہ کو ماتم بوجہ شہادت
امام حسین کے نہیں حکم کیا ہے خدا نے اور نہ اُسکے رسول نے مقرر کرلینے ایام مصائب و وفات
انبیا کو روز ماتم پس کیا حال ہے اُنسے کمتر لوگوں کا۔ اور مجموعہ ما وراء النہر میں لکھا ہے ولا یقول
من الحکایات والمصائب للتبکیة المجمع فان ذلک یکرہ وکذا الجلوس لمصیبة الحسین فیجتمع الیہ
الرجال والنساء فیبکون انتہی (ترجمہ) اور نہ بیان کرے حکایات و مصائب کو واسطے رلانے

جماعت کے اسلئے کہ یہ مکروہ ہو اور ایسی ہی ہے بیٹھنا واسطے مصیبت حسین کے پس جمع ہوتے ہیں اُسکے پاس مرد و عورتیں اور روتے ہیں ۔ اور امام غزالی اور شاہ ولی اللہ صاحب اور ابن حجر صاحب صواعق محرقہ اور صاحب مجالس الابرار کے کلام سے بھی منع ہونا غم اور ایسی مجلس کا ثابت ہے اور مولوی روم صاحب نے بھی مثنوی میں اس غم کے کرنے کو بُرا لکھا ہے الغرض بغیر تجدد مصیبت کے غم کرنا اور اسیطرح بدون تجدد نعمت کے خوشی کرنی ہرگز جائز نہیں اور مصیبت کے باب میں مخالفین بھی ہمارے ساتھ متفق ہیں چنانچہ سیوطی سے منقول ہو چکا ہے اور بھی سیوطی نے لکھا ہے کہ محفل غم کی شرع میں ثابت نہیں فقط

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی رسولہ واصحابہ وآلہ اجمعین ؛

تمام شد

چکیدہ خامۂ عطارد رقم نوی بخش مضامین و معانی

تقریظ ابن حسن ۱۸ ۲ ۷

اعنی جناب منشی محمد عبد العزیز صاحب اعجاز رقم سہسوانی

واحد مطلقیکہ لوائح وحدت بلند اوست ۔ و ندائے قانون توحید پسند اوست
انسانرا بقالب عقل و دیں آرایش داد ۔ و بزیور گراں بہائے حق و یقین نمایش داد
ہر دم ستایش راسزا ۔ و اجل ثنا و نیایش را زیبا ۔ رسولیکہ ہدایت باب لابواب اسلام شان او
و ہیط شرک و بدعت برہان او ۔ جن و بشر را براہ دین مہدی نمود
و قوانین بلند آوازہ شرع مودے فرمود ۔ اوج مغت فائقہ را شایاں ۔
و الواح محمدیت لائقہ را ساطع برہاں ۔ اما بعد ہستوے تقدیم کج مج زبانی
خستوی کمال نادانی ۔ حقیر پایکان محمد عبد العزیز اعجاز رقم سہسوانی
گزارش مقاصد را مے نگارد ۔ و نگارش مطالب را بزبان کلک بے پا مے گزارد
اکنوں کہ بدعت بلند آوازہ و بکمال ست ۔ و جہانے بہ بال شرک نیہ دام و بال است
شریعت الٰہی بجز نامے نماندہ ۔ و سنت نبوی عقب جنیت جہاندہ

نو آئین بدعتیانرا روز بازار - وقبح سنت یکی از ہزار - الا اہلسنت وجماعت دو نوع اند
یکے بدعتی و دیگر وہابی کہ باہم نزاعی باد ہوا دارند - پس ادیب والانژاد فاخر حسین صاحب
بازوے مرتبت والا انتساب - بطرز قول فیصل چہ لاجواب کتابی بقلم دادہ اند
در حقیقت باب عبادہ دین کشادہ اند - برہان بسیط صراط المستقیم
یا بحر محیط دین پاینده را در یتیم - تا بنش چشم ندیده بود - و نہ گوش حق نیوش جائی شنیده
حق اینکه رفیع آئینہ حق نماست - و عقائد صافیہ را گوہر بے بہاست - اگرچہ صباح ہدایت فہم روا
دار براه کعبہ جلال دین حق خواہم بجا - قانون شریعت محمدی - آئین عقائد طریقت سرمدی
الٰہی مصنف کتاب ہمیں قائم باشد - و بدین و دولت بارور دایم باشد
فقط زیادہ بے زدہ و غلط ؏

تاریخ زیبندہ

در پاینده نمای شرک و بدعت نیست ❊ اے محرم دین بیا شریعت اینست
حقا نبود ازیں کتابے بہتر ❊ نادیده بہ بیں رو ہدایت اینست

دیگر قطعہ تاریخ

تصنیف شده کتاب بے مثل ❊ ماحی نشانِ شرک و بدعت
ہم زاہق باطل است از حق ❊ ہم ناطق و کاشفِ حقیقت
اعجاز برائے سال تاریخ ❊ دل گفت بوارق شریعت

دیگر

در اصول دین حق فاخر حسین ❊ کرد تصنیف این کتابے لاجواب
از پئے تاریخ این نقشِ بدیع ❊ زود قم دلکش کتاب مستطاب

دیگر

شد مرا فخر چو فرمود مصنف از من — بہر ایں نسخہ بکن ثابت و ثبت تاریخ
گفت فی الفور دم فکر بمن ہاتف غیب — ہاں بگو آئینۂ مذہب ملت تاریخ
۱۲۸۹

تاریخ چکیدۂ قلم اعجاز رقم حقیقت پناہ معرفت آگاہ جیبون سبحانی حکیم سید نذیر احمد شاہ صاحب سہسوانی

چوں مصنف ایں رسالہ را نوشت — راستی ورزید ہر یک گنج نہاد
خواستم تاریخ گویم اے نذیر — شد بشارت واہ تاریخ خوب داد
۱۲۸۹

تاریخ ریختۂ خامہ معنی طراز اعجاز پرداز میر بنیاد علی صاحب سہسوانی

چوں رقم بنمود فاخر ایں کتاب — مرحبا فرمود ہر اہل کلام
میر بنیاد علی تاریخ سال — زود گفتہ چشمۂ فیض دوام
۱۲۸۹

تاریخ نتیجۂ فکر سخنور خوش بیان میر [illegible] علی المتخلص بحاکم رئیس سہسوانی

چہ با ہم سخن سن ز وصف کتاب — گلے ہست حاکم ز باغ بہشت
اگر فکر تاریخ داری بدل — بگو واقعی قول فیصل نوشت
۱۲۸۹

تاریخ تصنیف مولوی سید محمد حسن صاحب محسن متخلص سہسوانی

نسخہ خیر است چو قانون شریعت محمود — وہ چہ سازی کہ بپا ید زدن نوحہ [illegible]
مے سرایم بعشاق سر و د سالش — مثبت حکم حق و راستی دین [illegible]

تمت

واقعہ نمبر [illegible]